شرح مشکل الاحادیث

مذہب مختار

یعنی

معانی الاخبار از امام ابوبکر محمد بن اسحاق
م سنہ ۳۷۱ھ کا
ترجمہ و حواشی و ترتیب

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری

ناشر
حضرت شاہ پیر محمد شاہ درگاہ شریف ٹرسٹ احمد آباد

ملنے کا پتہ:- مدنی دارالتالیف بجنور۔ یوپی

نام کتاب :- مذہب مختار ترجمہ معانی الآثار
مرتب ومترجم ومحشی :- مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
صفحات :- چھ سو آٹھ (۶۰۸)
ہدیہ مجلد :- قسم اول ۲۶ روپیہ۔ قسم دوم ۲۲ روپیہ
سن طباعت :- ۱۹۷۸ء
کتابت :- محمد سلیم صدیقی
ناشر :- حضرت شاہ پیر محمد شاہ درگاہ شریف ٹرسٹ احمد آباد

ملنے کا پتہ

مدنی دار التالیف بجنور۔ یوپی

(نعمانی پریس دھلی)

بسم الله الرحمن الرحيم رب يسر وتمم

قال الشيخ ابو بكر بن ابي اسحق محمد بن ابرهيم بن
يعقوب البخاري المعروف بكلاباذي رحمة الله عليه
قال حدثنا ابو الفضل محمد بن احمد بن مردك قال
ح محمد بن عيسى الطرسوسي قال حدثني يحيى
بن معين وعلي بن بحر قالا حدثنا هشام بن يوسف
عن عبد الله بن سليمان النوفلي عن محمد بن علي بن
عبد الله بن عباس عن ابيه عن جده ابن عباس قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احبوا الله لما يغذوكم
به من نعمه واحبوني لحب الله واحبوا اهل بيتي لحبي
قال الشيخ رضي الله عنه يجوز ان يكون قوله عليه السلام
احبوا الله خبرا عن محبتهم اياه وان كان لفظه لفظ
الامر وقد جاء مثله في كلام العرب مثل قولهم عش
رجبا تر عجبا اي ان تعش رجبا تر عجبا لان العيش ليس
الى الانسان فيؤمر بان يعيش ومثله ما روي عن ابي
الدرداء انه قال وجدت الناس اخبر تقله معناه انك ان
خبرتهم قليتهم يدل عليه قوله وجدت الناس كانه قال
وجدت الناس صفتهم ان خبرتهم قليتهم فكذلك قوله احبوا
الله معناه انما تحبون الله لانه انعم عليكم فاحبكم فاحببتم
لحبه لكم كما قال الله عز وجل يحبهم ويحبونه اخبر عن حبه
لهم قبل حبهم له وقوله احبوني لحب الله اي انما تحبونني

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض اول

عرصہ دراز سے بعض علم دوست حضرات کا مطالبہ تھا کہ درگاہ شریف حضرت شاہ پیر محمد شاہ کے کتبخانہ میں حدیث کی ایک مشہور اور نایاب کتاب "معانی الاخبار" مشہور بحر العلوم کا ایک نایاب نسخہ موجود ہے اور اس کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ علم میں نہیں آیا۔ اس نایاب کتاب کو درگاہ شریف ٹرسٹ کی جانب سے شائع کرایا جائے چنانچہ درگاہ شریف ٹرسٹ کے ارکین نے اس نایاب کتاب کو شائع کر کے علم دوست حضرات کی خدمت میں پیش کی ہے امید ہے کہ حدیث شریف کے مشتاق حضرات کو یہ کتاب ضرور پسند آئیگی۔

اس کتاب کا ترجمہ اور حواشی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے لکھے ہیں اور اس کتاب کی طباعت بھی انہیں کے اہتمام سے ہوئی ہے۔ درگاہ شریف ٹرسٹ کے سب ارکین مفتی صاحب کی سعی اور زحمت کے لئے انکے شکر گذار اور احسانمند ہیں اللہ تعالیٰ انکو اس کا اجر عطا فرمائے۔ آمین

طالب دعاء

عبدالنبی غلام رسول نرمہ والا چیرمین
درگاہ شریف حضرت شاہ پیر محمد شاہ شریف ٹرسٹ احمد آباد

مینجنگ بورڈ درگاہ شریف ٹرسٹ

سنہ ۷۹-۱۹۷۸ء

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیات

حامداً و مصلیاً۔ ستمبر ۱۹۷۵ء کی بات ہے کہ میں احمد آباد پہونچا ہوا تھا کہ ایک مجلس میں سیٹھ مصطفےٰ صاحب دسیٹھ رفیع الدین صاحب نے کتبخانہ پیر محمد شاہ احمد آباد کا ذکر چھیڑ دیا اور ساتھ ہی زیر نظر کتاب کے بارے میں بھی فرمایا جس کے بعد میرے ذوق نے کروٹ لی اور کتب خانہ میں زیر نظر کتاب کو جا دیکھا۔ ورق گردانی کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ اس کتاب کا ترجمہ اور حواشی کا کام بہت ضروری ہے

وقت گذرتا گیا اتفاق کی بات ۱۱ر جون ۱۹۷۷ء کو دوپہر کے وقت اپنے مدرسہ میں سیٹھ محمد مصطفےٰ صاحب کو بیٹھے پایا۔ حیرت ہوگئی نہ پہلے سے کوئی اطلاع اور نہ کوئی پروگرام۔ معانقہ کرتے ہی فرمایا، دو گھنٹہ سے برابر اس شہر میں آپ کی تلاش جاری ہے۔ اب ملاقات ہوئی ہے "لیجئے یہ کتاب (اس قلمی کتاب کی پیشانی پر لکھا تھا کتاب معانی الاخبار)"

الفہ الشیخ الامام العالم	اس کتاب کو امام۔ عالم۔ عارف
العارف الزاهد ابوبکر	زاہد ابوبکر محمد بن اسحٰق بن ابراہیم
محمد بن اسحٰق بن ابراهیم	بن یعقوب الکلاباذی مؤلف
بن یعقوب الکلاباذی	کتاب۔ تعرف مذہب تصوف
مولف کتاب التعرف	نے تالیف فرمایا ہے۔
لمذهب التصوف	

۱

اس کے بعد شیخ شہاب الدین سہروردی نے کتاب کے تعارف میں تحریر فرمایا ہے۔

لولا التعرف ما عرفنا التصوف — اگر کتاب تعرف نہ ہوتی تو ہم تصوف سے واقف نہ ہوتے

اس کتاب اور مصنف کا پورا تعارف تو آئندہ سطور میں آ رہا ہے سردست اتنا عرض کر دینا ضروری ہے یہ قلمی اور کرم خوردہ کتاب محمد بن ابوبکر بن عبدالرحمن احمد آبادی نے وسط شعبان ۱۰۴۱ھ میں خریدی تھی اور ان کے بعد ان کے خاندان والوں نے اس کتاب کو کتب خانہ پیر محمد شاہ میں داخل کر دیا۔ کتب خانہ کے نگراں مولانا محمد سورتی اور مذکورہ دونوں بھائیوں نے اس کی نقل کرا کر کتب خانہ میں داخل کر دیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر میں اور اضافہ فرما دیا اور کتاب کی افادیت کو پھیلا دیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

۱۱ جون ۱۹۷۰ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ کو جب یہ کتاب میرے سپرد ہوئی اس وقت میرے زیر قلم "تاریخ الاحکام" تھی یہ اتنا اہم موضوع ہے کہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے کسی مؤلف یا مصنف نے اس موضوع پر مستقل کوئی کتاب تحریر نہیں کی۔ باوجودیکہ یہ موضوع تمام اسلامی لٹریچر میں پھیلا ہوا ہے۔ موضوع اتنا اہم اور مشکل، دوسری طرف میری متضاد مشغولیت (مدرسہ کی تعلیم، چندہ، فتاویٰ نویسی، تبلیغی اسفار) اور دوسری طرف یہ کام۔ دراصل بڑا اہم مشکل عمل ہے جو لوگ تصنیف اور تالیف ہی کے لئے خالی ہوتے ہیں جن کو ہر قسم کی مالی اور کتابی سہولتیں ہوتی ہیں وہ کام نہیں کر پاتے لیکن اس حقیر راقم الحروف پر انعام خداوند عالم اور اس کا کرم خاص ہے کہ اس قسم کی مشغولیات میں وہ مجھ سے کام لیتا ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے — انسان کے بس کا کام نہیں

الحمدللہ کہ کام کی کثرت اور زیادتیوں سے میرا جذبۂ عمل زندہ ہی نہیں شباب پر آجاتا ہے اور تمام امور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انجام پاتے رہتے ہیں لہذا اس کی تائید سے اس کتاب کے ترجمہ اور حواشی کو بھی میں نے اپنے معمول میں داخل کرلیا۔ دونوں کتابوں کی یکساں طور پر اور اپنی تمام ذمہ داریوں کو جاری رکھا اور حال یہ ہے کہ ایک خادم بھی کتاب اٹھاکر دینے والا نہیں ہے۔ یہ خالص انعام اور کرم الہٰی ہے اور کچھ نہیں ہے ورنہ انسان بہت ضعیف اور خطا کار ہے۔

مؤلف کتاب ہذا

ابوبکر کنیت محمد بن اسحٰق بن ابراہیم بن یعقوب نام۔ بخارہ میں محلہ الکلاباذ کے رہنے والے تھے۔ کلاباذ ایک محلہ کا نام ہے جو بخارہ میں تھا اور اتفاق سے یہیں نام نیشاپور کے محلہ کا بھی تھا [1] صاحب حدائق الحنفیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

اپنے وقت کے امام اصول و فروع تھے کنیت ابوبکر تھی فقہ شیخ محمد بن فضل سے پڑھا۔ اور ایک کتاب تعرف نام تصنیف فرمائی جس میں توحید کے معاملہ میں اصحاب ابوحنیفہ کے اقوال کو جمع کیا ہے [2]

صاحب حدائق الحنفیہ نے ملا علی قاری کی طبقات حنفیہ سے محمد بن فضل بن جعفر بن رجا بن زرعہ فضلی کے تذکرہ میں تحریر فرمایا ہے :-

کہتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں ابوبکر محمد بن اسحٰق بخاری الکلاباذی صاحب تعرف و تصوف نے وفات پائی جب ان کو ایک قبرستان میں دفن کیا گیا تو ہزاروں سانپ بچھو اس قبرستان سے نکل کر دوسرے گورستان میں چلے گئے۔ جب اس بات کی خبر آپ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: یہ مردی نہیں ہے کہ اپنے

---

[1] الجواہر المضیہ ص ۳۲۳ ج ۲۔ [2] حدائق ص ۱۸۶۔

ہے بلا دور کر کے دوسروں پر ڈال دی جائے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھ کو اسی گورستان میں جس میں ہزاروں سانپ بچھو آگئے ہیں دفن کر دینا اور عجائب دیکھنا جب آپ کو اس قبرستان میں دفن کیا گیا تو وہاں سے ہزاروں سانپ اور بچھو نکل کر راستہ میں ہی مر گئے لے

محمد بن فضل الکماری (بخارہ کے ایک گاؤں کی طرف نسبت ہے) اپنے زمانے کے امام وقت تھے آپ نے استاذ عبداللہ سبذمونی (ایک گاؤں کیطرف نسبت) سے فقہ پڑھا اور انہوں نے ابو حفص صغیر سے پڑھا۔ ابو حفص صغیر امام بخاری رح کے معاصر ہیں۔

اور عبداللہ سبذمونی سے قاضی ابو علی حسین بن خضر نسفی۔ امام حاکم عبدالرحمن بن محمد کاتب امام زاہد ابو محمد شیرخزی اور امام اسماعیل زاہد نے فقہ حاصل کیا۔ امام عبداللہ سبذمونی کی وفات ۳۷۱ھ یا ۳۸۱ھ میں ہوئی جس سے یہ ثابت ہے کہ امام ابو بکر محمد بن اسحٰق کی وفات اس سے ذرا پہلے ہو چکی تھی۔

مشائخ واساتذہ امام ابو بکر محمد بن اسحٰق رح نے زیر نظر کتاب کی احادیث کو بہت سے اساتذہ سے روایت کیا ہے جنمیں سے چند اہم ناموں کو اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ ابوالفضل محمد بن احمد بن مردک
۲۔ عبداللہ بن محمد بن یعقوب
۳۔ ابوالفضل بن حاتم بن ہیثم۔ ۲
۴۔ ابواللیث نصر۔ ۵
۵۔ محمد بن اسحٰق الرشادی
۶۔ عبدالعزیز بن محمد ابواحمد دہقان۔ ۷
۷۔ ابوجعفر محمد بن محمد عبداللہ بغدادی۔ ۲
۸۔ ابوحاتم بن سہل طبری
۹۔ ابوالفضل علی بن حسن خرسی۔ ۲
۱۰۔ الحاکم الشہید۔
۱۱۔ حاتم بن عقیل۔ ۸
۱۲۔ محمد بن یوسف العمانی۔ ۲

لے حدائق الحنفیہ ص۱۶۹

۱۳ــ عصمہ بن محمود ادریسی ۱۴ــ ابو اسحٰق بن ابراہیم شیرویہ۔ ۳

۱۵ــ ابو جعفر بن جعفر ۱۶ــ عبداللہ بن محمد بن یعقوب

۱۷ــ ابو بکر محمد بن مہرویہ رازی ۱۸ احمد بن عبداللہ ہروی

۱۹ــ حسین بن علی عطار ۲۰ــ ابو سعید بن عقیل

لیکن فقہ میں آپ محمد بن فضل الکماری کے شاگرد ہیں (جن کا اوپر ذکر ہوچکا ہے) سطور ذیل میں آپ کے علمی نسب نامہ اور چند مشائخ کو ذکر کیا جاتا ہے

۱ــ محمد بن[۱] فضل الکماری۔ از عبداللہ[۲] سبذمونی۔ از ابو حفص[۳] صغیر یعنی محمد بن احمد بن حفص بن زبرقان از ابو حفص کبیر دالد ... از امام محمدؒ از امام ابو حنیفہؒ۔

اور محمد بن فضل سے ابو بکر محمد بن اسحٰق اور قاضی ابو علی حسین بن خضر نسفی امام حاکم کاتب۔ امام زاہد ابو محمد نے فقہ حاصل کیا۔

۲ــ الحاکم الشہید یعنی محمد بن محمد بن عبداللہ بن عبدالمجید المعروف الحاکم شہید۔ از محمد بن حمدویہ از امام احمد بن حنبل۔ الحاکم الشہید کے شاگرد صاحب مستدرک اور ابو بکر محمد بن اسحٰق اور دیگر حضرات ہیں۔

۳ــ ابو اللیث نصر۔ المعروف فقیہ ابو اللیث سمرقندی۔

امام ابو بکر محمد بن اسحٰق کے سلسلہ اسناد کے مشائخ اور دیگر اساتذہ کے ناموں میں اس قدر زیادہ اشتباہ ہے کہ ہمارے لئے فرق اور امتیاز دشوار ہوگیا۔ ابو اللیث نصر کے نام میں بھی بہت اشتباہ ہے معلوم نہیں کون سے ابو اللیث مراد ہیں کیونکہ ابو اللیث بن نصر اسی کنیت کے چند حضرات ہیں اس لئے یہاں صرف محمد بن فضل اور الحاکم الشہید کے بارے میں مختصراً سپرد قلم ہے

محمد بن فضل الکماری کے ساتھ مشہور ہیں الکمار بخارہ کا ایک محلہ یا قصبہ ہے۔ روایت اور درایت میں مستند مانے جاتے ہیں انکے

زہد و تقوی تقرب الی اللہ کا واقعہ ذکر کیا جاچکا ہے۔ مبسوط کے حافظ تھے [۱]
۳۷۱ یا ۳۸۱ھ میں وفات ہوئی یعنی جو سن وفات ابوبکر محمد بن اسحٰق کا ہے
وہی سن وفات ان کا ہے اور ایسا ہی مذکورہ واقعہ سے بھی ظاہر ہے

الحاکم الشہید امام ابوبکر محمد بن اسحٰق کے دوسرے استاذ ہیں۔ بہت بڑے محدث حافظ حدیث تھے ساٹھ ہزار حدیثیں آپکو یاد تھیں۔ متعدد اسناد سے حدیث روایت کرتے ہیں اور ایک واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں۔ امام ابوعبداللہ حاکم صاحب مستدرک آپ کے شاگرد رشید ہیں دوسرے شاگرد ابوبکر محمد بن اسحٰق ہیں آپ ہر نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے کہ مجھ کو شہادت نصیب ہو جس رات کی صبح کو آپ کی شہادت ہوئی اس دن شاہی فوج نے آپ پر چڑھائی کی آپ نے فوجیوں سے محاصرہ کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ آپ پر ایک گناہ کا الزام ہے۔ بہر حال آپ کو سجدہ کی حالت میں شہید کیا گیا۔ سن شہادت ۳۳۴ھ ہے [۲]

معانی الاخبار امام ممدوح کے مختصر علمی تعارف کے بعد اب معانی الاخبار کی تاریخی اور علمی حیثیت کو بیان کیا جاتا ہے

۱۔ معانی الاخبار پر پہلی نظر ڈالتے ہی یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ یہ کتاب شیخ ابوبکر محمد بن اسحٰق کی خود نوشت کتاب نہیں ہے بلکہ ان کے حلقہ درس یا حلقہ رشد و ہدایت میں مختلف اوقات میں کسی شاگرد رشید یا عقیدت مند کی قلمبند کی ہوئی مشکل احادیث پر شیخ کی تقریر ہے کیونکہ حدیث اول سے لیکر ختم تک پوری کتاب کا ایک ہی طرز اور طریقہ ہے چنانچہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد مرقوم ہے:۔

---

[۱] حدائق الحنفیہ ص۱۶۹   [۲] حدائق الحنفیہ ص۱۶۸

قال الشیخ ابوبکر محمد بن اسحٰق بن ابراھیم
بن یعقوب البخاری المعروف بکلاباذیؒ قال
حدثنا ابوالفضل الخ

تمام احادیث کو اسی طرح سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور بعد حدیث
روایت کرنے کے تمام احادیث پر طرز کلام یہ ہے :-

قال الشیخ رضی اللہ عنہ — شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو

ہر ایک حدیث کو سند کے ساتھ روایت کیا ہے خواہ وہ حدیث استدلال
کے طور پر ہو یا اثبات کے طور پر اور ہر ایک حدیث کے ختم پر "قال الشیخ" کہہ کر
شیخ کی تشریحات کو ذکر کیا گیا ہے

۲- کتاب کا طرز تقریر کا سا ہے نہ کہ تحریر کا سا۔ کیونکہ بار بار ایک ہی بات
کو اتنی تفصیل سے بیان کرنا جتنی تفصیل سے پہلے بیان کیا ہے یہ تقریر اور
تبدیل مجلس کی نشان دہی کرتا ہے کیونکہ مجلس بدلنے کی وجہ سے سامعین
کی تعداد میں بھی کمی یا اضافہ ہوتا ہے اور نو واردین کے لئے پھر بات کو اسی تفصیل
سے بیان کیا جاتا ہے۔ تصنیفی طرز یہ نہیں ہوتا (راقم الحروف نے ہر تکرار کی جگہ
ایسا ہی کیا ہے یعنی لکھ دیا ہے۔ جیسا کہ گذر چکا ہے)

۳- شیخ کی زور بیان کی داد دینی چاہیئے وہ مقرر اعلےٰ درجہ کے ہیں۔ زور
بیان میں بعض حضرات کا طریقہ ہوتا ہے کہ وہ مترادفات اور تکرار کو بہت بولتے
ہیں۔ یہی طرز اس کتاب میں ہے۔ دور تک عبارت مقفّیٰ اور مسجّع ہے

۴- پوری کتاب میں صرف ایک جگہ شبہ ہوتا ہے کہ شیخ کے سامنے یہ بات
رہی ہے کہ یہ تقریر کتابی صورت اختیار کر رہی ہے اس لئے انہوں نے بیان
فرما دیا ہے کہ "اگر مجھے کتاب کے طویل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اور زیادہ کلام
کرتا۔"

۵- شیخ نے ایک جگہ بیان فرمایا ہے کہ "یہ حدیث میرے پاس اسی طرح

لکھی ہے۔ اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شیخ کے پاس تمام مستند احادیث[۵]
کسی ایک بیاض میں نہ تھیں بلکہ وہ حلقہ درس میں بیان فرماتے اور ان کی
شرح بھی کر دیتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شاگرد رشید نے پوری تقریر قلمبند
کرنے کے بعد پوری کتاب شیخ کو سنا دیا ہو اس کی طرف بھی کتاب میں
اشارہ ملتا ہے۔

۶۔ پوری کتاب میں کسی ایک جگہ بھی کسی عنوان یا باب کا ذکر نہیں ہے بلکہ
بلا ربط و تعلق منتشر طور پر مختلف مضامین کی احادیث ایک جگہ جمع ہیں اور
ان کی شرح بھی ان کے ساتھ ہے کیونکہ دوران تقریر حدیث کے مشکل
حصوں کی تشریح ہے چنانچہ ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں گے کہ حدیث کا
عنوان اور موضوع جو ہونا چاہئے تھا تقریر و تشریح میں اس کے دوسرے پہلو
کو نمایاں کیا ہے۔

۷۔ احادیث کی تشریح میں مشکل موضوعات کو اختیار کیا گیا ہے جن میں
ہر موضوع سے متعلق حدیث آگئی ہے اس وجہ سے ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ
حلقہ درس تھا شیخ چونکہ بہت بڑے صوفی اور کامل بزرگ ہیں اس
لئے احادیث کی شرح اور تقریر عارفانہ رنگ میں ہے اور ہر ایک حدیث
کے وہ معنی بیان کئے ہیں جو صرف اہل اللہ ہی بیان کر سکتے ہیں شرح میں
جذب قلب اور اس کے انوار و کیفیات بہت نمایاں ہیں اس وجہ سے
یہ کتاب مریدین اور مسترشدین کے اصلاح حال اور تربیت نفوس میں بہت
موثر ہے ناممکن ہے کہ جو اس کتاب کو پڑھے وہ متاثر نہ ہو اور اپنے باطن
کو نہ بدلے۔ کتاب کی یہی افادیت تھی جس نے مجبور کیا کہ اسکو اولاً اردو میں
شائع کیا جائے۔

شیخ ابوبکر محمد بن اسحٰق اصل نام یہی ہے اور ملا علی قاری اور حدائق الحنفیہ
کے مولف نے اسی طرح لکھا ہے اگرچہ سند حدیث میں تھوڑی تبدیلی کے

ساتھ بیان کیا ہے۔ مختلف اور متفرق تذکروں میں ہم نے وہی پایا ہے جو ہم نے لکھا ہے کتاب کے اندر کی عبارات کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں اور یہ غالباً نقل کتاب میں ناقلین کی کوتاہی ہے لیکن چونکہ مضمون مسلسل اور مربوط ہے اس لئے ناقلین کی دوچار نہیں سینکڑوں غلطیاں بآسانی پکڑی جاتی ہیں۔ میرے پاس جو نسخہ مخطوطہ ہے اس میں ایک ہزار صفحات میں سے کوئی صفحہ غلطیوں سے خالی نہیں ہے اور وہ غلطیاں آسانی سے پکڑی جاتی ہیں ترجمہ میں میں نے ان غلطیوں کو نظرانداز کیا ہے اور دوسری کتابوں کی مدد سے اصل اور حقیقت کا پتہ لگا لیا ہے وللہ الحمد

کتاب کی افادیت اور نورانیت شیخ شہاب الدین سہروردی کی تعریف سے ظاہر ہے وہ اگرچہ انہوں نے دوسری کتاب کی تعریف میں کہا ہے لیکن شیخ کے جو رجحانات اور علوم و معارف تعرف میں ہیں ان سے یہ کتاب خالی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف اور امام غزالی کی احیاء علوم سے پہلے یہی دونوں کتابیں یعنی تعرف اور معانی الاخبار خانقاہوں میں داخل رہیں۔ اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ شیخ کی ایک کتاب ان دونوں کتابوں کے علاوہ اور بھی ہے۔

زیرنظر نسخہ (جس کا ترجمہ ہماری یہ کتاب ہے) جناب عبدالملک بن احمد بن حسن المعروف خلیفہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے انہوں نے کتاب کے ختم پر لکھا ہے:-

قد وقع الفراغ بحمد اللہ	اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس
وتوفیقہ فی وقت الاشراق	کی توفیق سے جمادی آخر ۸۳۵ھ
الیوم الثالث من	میں منگل کے دن اشراق کے
جمادی الاخری ۸۳۵ھ	وقت اس سے فراغت ہوئی

عبدالملک بن احمد بن حسن رح کون بزرگ ہیں؟ ممکن ہے کہ اولیائے

گجرات کی تاریخ سے کچھ معلوم ہوجائے انہی کی مدوّن اسماء الرجال میں ان کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندوستان میں شہنشاہ بابر اور شیخ احمد لکھنو (یہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی کے معاصر اور دوست ہیں[1]) کے بعد کے بزرگوں میں سے ہیں ہوسکتا ہے کہ احمد آباد میں مدفون بزرگوں میں سے کسی ایک بزرگ سے یہ نسبت رکھتے ہوں۔

نقل کتاب کی دوسری تاریخ ۔ جمادی الآخر سنہ ۹۲۳ھ لغایت ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۹۲۷ھ ہے جو ناقل نے غالباً عبدالملک بن احمد کو چار سال سے زیادہ میں سنائی یا ان سے پڑھی۔ ان بزرگوار نے اپنا نام نہیں لکھا یہ مخطوطہ ۵ شعبان سنہ ۱۱۴۲ھ کو ابوبکر بن عبدالرحمن احمد آبادی نے خریدا تھا اور پھر یہ نسخہ کتب خانہ شاہ پیر محمد شاہ میں داخل کیا گیا۔

تیسری نقل ۱۹۷۵ء میں مذکورہ دونوں بھائیوں نے اپنے صرفہ سے کرائی اور اسی نقل شدہ نسخہ سے یہ ترجمہ تیار کیا گیا ہے وللہ الحمد

کتاب معانی الاخبار۔ بخارا سے ہندوستان کس طرح آئی اس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ احمد آباد میں بخارہ کے ایک بزرگ مدفون ہیں ان کے ساتھ یہ کتاب ہندوستان آئی جس کی خدمت کرنے کی مجھے توفیق عطا ہوئی۔ اس خدمت میں سب سے زیادہ حصہ سیٹھ محمد مصطفیٰ سیٹھ رفیع الدین اور مولانا محمد محمود صاحب سورتی ناظم کتب خانہ پیر محمد شاہ کا ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات سے راضی ہوجائے آمین

ترجمہ اور ترتیب

کتاب معانی الاخبار کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ ایک میدان میں بکھرے ہوئے اوراق تھے جن کو اولاً ایک جگہ جوڑا گیا۔ چنانچہ از اول تا آخر میں نے اس کا ترجمہ کیا اور کوئی

---

[1] شیخ عبدالقدوس اور ان کی تعلیمات مطبوعہ پاک

ترتیب نہیں رکھی۔ دوسرے مرحلہ میں ہر حدیث کا عنوان مقرر کیا اور پھر تیسرے مرحلہ میں اس کے ابواب ترتیب دیکر ہر عنوان کی حدیث کو اسی ذیلی عنوان (باب) میں داخل کیا جس سے کوئی ادنیٰ درجہ کا ربط محسوس کیا آخری باب میں وہ احادیث جمع کر دیں جو میرے نزدیک کسی مندرجہ باب میں داخل نہیں ہوسکتی تھیں۔ اس کتاب کا نام میں نے مذہب مختار رکھا ہے جو اب ایک مبوّب اور مفصل کتاب بن گئی ہے وللہ الحمد

اصل کتاب اس طرح مبوب اور مفصل نہیں ہے۔ اسی ترتیب کے لئے مجھے چند بار لکھنا پڑا ہے اور میرے اوپر یہ بہت بڑی تکلیف تھی کیونکہ کسی بھی مؤلف اور مصنف کو ایک دفعہ لکھنے کے بعد دوبارہ اپنا ہی لکھا نقل کرنا جتنا مشکل ہوتا ہے کوئی کام اتنا مشکل نہیں ہوتا، زیر نظر کتاب میں ترتیب ابواب یہ میری اختراع ہے البتہ شروع کتاب کی تین حدیث اور آخر کتاب کی تین حدیث بالکل اپنی جگہ ہیں۔

ترجمہ اور حواشی

ترجمہ کے اندر میں نے تحت اللفظ نہیں بلکہ اردو ادب کے اور اپنے یہاں کی سلیس اردو کا انداز اختیار کیا ہے البتہ اسناد کو حذف کر دیا ہے ایسے ہی چند جگہ ایسا ہوا ہے کہ شیخ نے بالکل ایک ہی حدیث پر بالکل یکساں کلام دو جگہ کر دیا ہے اور کتاب میں ایسے مقامات چار پانچ جگہ تھے ممکن ہے کہ یہ ناقلین حضرات کا سہو ہو لہذا میں نے اس کو حذف کر دیا ہے ایسے ہی شیخ کی مقفیٰ عبارات اور مترادفات جو بعض جگہ پانچ پانچ اور چھ چھ سطروں تک ہیں ان کا صرف مفہوم لیا گیا ہے کیونکہ اس قسم کی اردو میں مقفیٰ اور مسجع عبارت اگرچہ لائی جا سکتی ہے لیکن موجودہ اردو ادب میں اب وہ طرز متروک ہو چکا ہے اس لئے میں نے اس سے گریز کیا ہے۔

حواشی میں میں نے ان ہی کتابوں کا حوالہ دیا ہے جو عام طور پر دستیاب

ہیں اور مشہور ہیں۔ مقصود صرف اس قدر ہے کہ شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بے اصل نہیں ہے۔ حواشی میں مزید تشریحات، نقد و تبصرہ میں نے بہت کم اور ضرورتاً ہی کیا ہے اگر کیا جاتا تو پھر کتاب اور بھی زیادہ ضخیم ہو جاتی اور ممکن تھا کہ کتاب کی تاثیر بھی تقسیم ہو جاتی۔ ان تمام چیزوں کی رعایت اور اسناد اور رجال پر بحث یہ اصل عربی کتاب کی تعلیقات میں ہے بعض جگہ میں نے حوالہ ترک کر دیا ہے اور ایسا بربنائے شہرت کیا ہے کیونکہ جو چیز لوگوں کو پہلے سے معلوم ہے اس کے لئے ضرورت نہیں تھی البتہ بعض جگہ جو حدیث تلاش و تجسس کے باوجود بھی نہیں مل سکی اس کے بارے واللہ اعلم، یا مجھے معلوم نہیں ہے لکھ دیا ہے اس سے اس حدیث کی نفی نہیں ہے اگر اسکو میری علمی بے بضاعتی سمجھ لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے اور یہ ایک حقیقت بھی ہے۔

علوم اور معارف

کتاب کے علوم اور معارف اور تاثیرات کا یہ عالم ہے کہ میں نے ایک ایک دن میں پچاس پچاس صفحات کا ترجمہ کیا ہے مگر طبیعت نہیں اکتائی۔ مجبوراً تکان کی وجہ سے کام کو بند کرنا پڑا۔ شیخ کے تبحر علمی کا یہ عالم ہے کہ وہ جس طرف بھی نکل جاتے ہیں اسی میں کامل بحث کرتے ہیں یہ نہیں کہ صرف تصوف میں کلام کرتے ہوں۔ وہ جس وقت حساب میں بحث کرتے ہیں تو ریاضی کے بہت بڑے ماہر معلوم ہوتے ہیں یہی حال علم ہیئت، نقد و تبصرہ فقہ، تفسیر، حدیث کا ہے یہ تمام مباحث اس کتاب میں ملتے ہیں۔

شیخ کا طریقہ بیان وہی ہے جو خیر القرون کے حضرات کا تھا یعنی کسی حدیث کا جو مطلب انہوں نے بیان کیا ہے اس کی تائید میں ایک دو آیات نہیں متعدد آیات بیان کی ہیں۔ بعض دفعہ تو تعجب ہونے لگتا ہے اس کے بعد احادیث اور آثار اور اقوال اسلاف و اکابر کو سند سے

بیان کیا ہے بالفاظ دیگر احادیث کی تائید میں آیات اور آیات کی تفسیر میں احادیث اور آثار پیش کئے ہیں بعض مقامات تو ایسے آگئے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور امام فخرالدین رازی بھی گھبرا جائیں لیکن یہ شیخ ہی کا قلب مزکی اور ان کا روحانی ارتقاء ہے کہ نہایت عمدہ طریقہ سے شرح کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ پورے ایک ہزار کے بعد شیخ کی خدمت کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی۔ وللہ الحمد

یہ کیفیت اسے ملتی ہے جس کے ہے مقدر میں
مئے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

لیکن اس کے باوجود مجھے اپنی کم مائیگی کا پورا احساس ہے اور اس کا اعتراف میں نے حواشی میں بھی کیا ہے بقول ابراہیم ذوق

اس جہل کا ہے ذوق ٹھکانا کچھ بھی — دانش نے کیا دل کو نہ دانا کچھ بھی
ہم جانتے تھے علم سے جانینگے کچھ — جانا یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی

اس لئے قارئین کرام سے دعاؤں کا خواستگار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میری لغزشوں سے مجھے مطلع کیا جائے گا اسی کے ساتھ کتاب کی افادیت کے پیش ایک مشورہ دونگا کہ اس کتاب کو اپنے مطالعہ میں ضرور رکھا جائے اس سے علمی فائدہ کے علاوہ انشاء اللہ خاطرخواہ اصلاح حال ہوگی۔

آخر میں میں اپنی علمی ذمہ داری محسوس کرتا ہوں کہ اپنے احباب کرام جن کا اس کتاب کی افادیت اور اشاعت میں بہت بڑا حصہ ہے ان کے لئے دعا کی درخواست کرونگا، مثلاً سیٹھ محمد مصطفیٰ صاحب احمد آباد، سیٹھ رفیع الدین صاحب احمد آباد، مولانا محمد محمود صاحب سورتی ناظم کتبخانہ، جناب عبدالرحیم افضل بھائی کڑیہ والا صدر عبدالنبی غلام رسول نرمہ والا چیرمین، اور اراکین کمیٹی درگاہ پیر محمد شاہ صاحب

اول الذکر ہر سہ حضرات نے ۱۹۶۲ء میں اس کتاب کی اشاعت کے لئے البلاغ ٹرسٹ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا اور ایک رقم کثیر صرف کر کے اس کو نقل کرایا اور پھر اس کی اشاعت میں بھی دل کھول کر حصہ لیا۔ ثانی ذکر حضرات نے پہلے باضابطہ طور سے اس کتاب کی اشاعت کو منظور کیا اور پھر ایک رقم کثیر اس پر صرف فرمائی خاص طور سے جناب عبدالنبی غلام رسول نرمہ والا چیرمین ٹرسٹ کی مساعی اور دوڑ دھوپ کا اس کتاب کی اشاعت میں بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی مرضیات سے نوازے اور صلاح دارین اور فلاح دارین عطا فرمائے اور ان کے لئے اس کتاب کو ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔ والسلام

عزیز الرحمٰن غفرلہ مدنی دار التالیف بجنور

۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

مقام محبت ، خلت ، عشق

محبت مسبب محبت سبب محبت سے ہوتے ہیں کار عجب
محبت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا

عزیز الرحمٰن غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

مقامِ محبت اور خلّت اور عشق

محبت کا معیار مطلوب شیخ ابوبکر محمد بن اسحٰق بن یعقوب البخاری المعروف الکلاباذی نے ابوالفضل کی سند سے ابن عباس سے روایت کیا ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احبوا اللہ لما یغذوکم بہ من نعمۃ واحبونی لحب اللہ واحبوا اہل بیتی لحبی [1]	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس نے تم کو نعمتیں دی ہیں اور اللہ کی محبت کے لئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے لئے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

---

[1] اس حدیث کو امام ترمذی نے غریب قرار دیا ہے اور فرمایا ہے صرف ایک ہی طریقہ سے یہ حدیث مجھے معلوم ہوئی ہے حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے ترمذی نے (لما یغذوکم) روایت کیا ہے حدیث کے آخری حصہ اور امام ترمذی کی تنقید سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کی سند میں کوئی شیعہ ضرور ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اہل بیت اور حضرت علی رض کے مناقب میں شیعہ حضرات نے بہت احادیث وضع کی ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضورؐ کی جتنی ازواج ہیں وہ سب اہل بیت میں داخل ہیں مگر شیعہ حضرات نے صرف پنجتن ہی کو اہل بیت قرار دیا ہے حالانکہ بعض روایات سے اہل بیت کے معنی میں بہت وسعت ہے اس کتاب کے مؤلف نے حدیث کے آخری حصہ کی جو شرح کی ہے وہ قابل تعریف ہے اس جزو پر ہمارا حاشیہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ نے فرمایا ہے قول "احبوا اللہ" اگرچہ امر کا صیغہ ہے لیکن یہ خبر ہے یعنی انشاء بمعنی خبر اور کلام عرب میں اس طرح بھی اس کا استعمال ہے جیسے "عشت رحیبا"

انسان کا مقصود صرف عیش نہیں ہے کہ جس کا اس کو امر کیا جائے یہی مطلب مذکورہ حدیث کا ہے کہ تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہو اس وجہ سے کہ اس نے تم پر انعام کیا ہے پس اللہ تعالےٰ تم سے محبت کریگا جیسا کہ قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اس کے بعد حدیث کا دوسرا جزو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھ سے محبت کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ تجھ سے محبت کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ہے

> اللہ تعالےٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیل ؑ کو امر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم اس سے محبت کرو پس جبرئیل ؑ آسمانوں میں اعلان کردیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے اس سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی محبت زمین پر رکھ دی جاتی ہے [1]

بعض احادیث میں سماوات کی جگہ صرف السماء ہے۔ اس حدیث میں ہے جب اللہ تعالےٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت تمام چیزوں میں رکھ دیتا ہے حتیٰ کہ جمادات تک اس سے محبت کرنے لگتے ہیں [2]

حدیث پاک سے یہ ثابت ہے محبت شرط نعمت ہے اور یہ علتِ ناقصہ ہے اور اس کا مرجع محبوب نہیں ہے (اس وجہ سے یہ محبت ناقص ہے) کیونکہ تمام نعمتیں انسان کے ساتھ ہیں جو آدمی کسی لذت کی وجہ سے

---

[1] جمع الفوائد باب فضل النوافل۔ مسلم۔ مشکوٰۃ

[2] آئندہ سطور میں بطور دلیل ایک حدیث مذکور ہے۔

محبت کرتا ہے وہ محبت الم اور مکروہات میں بدل جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

ومن الناس من یعبد اللّٰہ	اور بعض وہ ہیں جو اللہ کی عبادت
علیٰ حرف فان اصابہ خیر	ایک کنارہ پر کرتے ہیں اگر خیر
اطمأن بہ وان اصابتہ	حاصل ہوئی تو مطمئن اگر برائی
فتنۃ انقلب علیٰ	پہونچی یعنی کسی آزمائش میں
وجہہ	مبتلا ہوئے تو چہرے کے بل
(الآیۃ)	پیچھے کو لوٹ جاتے ہیں

چنانچہ علماء نے زلیخا کی حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ حقیقی محبت نہیں تھی بلکہ وہ شہوت اور لذتِ نفس کے لئے تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وراودتہ التی ھو فی بیتہا	اور پھسلایا اس عورت نے
عن نفسہ	یوسف کو جو اس کے گھر میں تھے
(یوسف)	اپنے نفس کے لئے

چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی بات نہ مانی تو اس کی وہ لذت ختم ہو گئی اور اس پر رنج والم سوار ہو گئے چنانچہ اس نے کہا؛

ولئن لم یفعل ما امرہ	اگر اس نے میرے کہنے کے مطابق
لیسجنن ولیکونا من	نہ کیا تو وہ ضرور جیل خانہ جائیگا
الصاغرین (یوسف)	اور ذلیل لوگوں میں سے ہوگا۔

اس کے برخلاف مصر کی عورتوں کا معاملہ تھا وہ لذت نفس اور الم نفس سے اتنی بے نیاز اور مدہوش ہوگئیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور ذرہ بھر الم محسوس نہ کیا اور جب زلیخا کی محبت میں استقرار اور جماؤ

پیدا ہو گیا تب اس نے کہا:۔

الآن حصحص الحق — اب حق ظاہر ہو گیا۔

اس میں دلیل ہے کہ محبت نعمت، محبت ناقصہ ہے اگر ظاہر حدیث کی تاویل کی جائے تو مراد یہ ہے کہ نعمت امر معلول ہے اور محبت انتہائی عالی ہے اور اس کے اہل صاحب مقاماتِ بلند ہی ہوتے ہیں اور یہ حضرات کسی علت یا امر معلول کے تابع نہیں ہوتے چنانچہ حضرت رابعہ رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر بلایا اور مصیبت میں میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تب بھی میرے اندر اللہ کی محبت میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ [لہ]
ایسی محبت نعمت کے تابع نہیں ہوتی ہے کہ جس میں لذت نفس ہو [لہ۲] بلکہ ہم نے جو معنی بیان کئے ہیں اس میں ایک قسم کی تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انسانوں پر جو احسانات ہیں (ان کو جتلا کر) لوگوں کو (برے حال) سے نکال کر حق کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے تاکہ وہ حق کا مشاہدہ کریں اور (برے حال) سے اعراض کریں اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم (الآیۃ) — کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا ہے

اس کے بعد حدیث کا دوسرا جزو یعنی میری محبت کے لئے میرے اہلِ بیت سے محبت کرو! مطلب اس کا یہ ہے کہ میں چونکہ ان سے محبت

[لہ] ہمارے مشائخ میں سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح نے فرمایا مصیبت بھی ایک نعمت ہے وجہ اس کی غالباً یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں مصیبت کیونکہ اس سے یا تو ازالہ گناہ ہوتا ہے یا ترقی مراتب تو جو مصیبت بڑے مقاصد کا ذریعہ ہے وہ خود بڑی نعمت ہے۔

[لہ۲] بلکہ لذت کے لئے یہ محبت ہوتی ہے اور لذت چونکہ انسان کے ساتھ ساتھ فانی ہے اسلئے یہ محبت فانی کے لئے ہوئی جو کہ مذموم ہے (عزیز الرحمٰن)

کرتا ہوں لہٰذا تم ان سے محبت کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ ان سے محبت کرتا ہے یہ اہل بیت سے محبت کرنے کا اثر ہے اور حضور کی محبت کی تصدیق ہے اور اس محبت سے مراد دوسروں کے مقابلہ میں اہل بیت کو ترجیح دینا ہے[لہ] واللہ اعلم

علامت محبت شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے:

علامة حب اللہ حب ذکر اللہ وعلامة بغض اللہ بغض ذکر اللہ[۲] — اللہ کی محبت کی علامت اللہ کے ذکر سے محبت اور اللہ سے بغض کی علامت اللہ کے ذکر سے بغض ہے۔

لہ یہ حدیث کے آخری حصہ کی شرح ہے جس کے بارے میں گذشتہ حاشیہ میں اشارہ کیا جاچکا ہے۔ اس جگہ محبت سے مراد فطری محبت نہیں ہے۔ بلکہ محبت ایمانی اور شرعی مراد ہے اسی طرف شیخ نے اشارہ کیا ہے یعنی دوسروں کے مقابلہ میں اہل بیت کو ترجیح دینا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دین و شریعت کے مقابلہ میں اہل بیت کو ترجیح دی جائے دونوں قسم کی مثالیں اسلام میں موجود ہیں مثلاً فدک کے معاملہ میں حضرت ابوبکر رضہ نے حضرت علی رضہ اور حضرت فاطمہ رضہ کو کچھ بھی دینے سے انکار کردیا تھا کیونکہ حضور صلعم کی حدیث کے صراحتاً خلاف تھا اور حضرت عمر رضہ نے حضرات حسنین رضہ کا سالانہ وظیفہ اہل بدر کے برابر رکھا تھا اگرچہ وہ بدر میں شریک نہیں تھے بلکہ بچہ تھے۔ یہ ہے شیخ کی شرح کا مطلب حضرات صوفیا کو اس میں ایک قسم کی تنبیہ ہے وہ جو کہتے ہیں " بمے سجادہ رنگیں کن اگر پیر مغاں گوید " غلط ہے۔ اہل طریقت کے غیر تربیت یافتہ لوگوں نے اسی حدیث کی روشنی میں پیر نہیں بلکہ اس کی نسل در نسل کا حق مریدوں پر واجب قرار دیا ہے خواہ اولاد شرابی کبابی کیوں نہ ہو اور اس کا نام انہوں نے اپنے یہاں توحید مطلب رکھا ہے اور اسکی آڑ میں انہوں نے اسلام کا اصل چہرہ ہی مسخ کردیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

لہ۲ یہ روایت مجھے یاد نہیں کونسی کتاب میں ہے

شیخ نے فرمایا: انشاء اللہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اس کے ذکر سے محبت رکھتا ہے اور جب بندہ ذکر کرتا ہے تو اللہ اس کا ذکر کرتا ہے اگر بندہ یہ چاہتا ہے کہ خدا اس سے محبت کرے تو بندہ کو خدا کا ذکر کرنا چاہیئے

۱۔ یحبھم ویحبونہٗ (الآیۃ) — اللہ ان سے محبت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

۲۔ ولذکر اللہ اکبر — اور اللہ کا ذکر بڑا۔

یعنی اللہ کا بندہ کو یاد کرنا یہ بندہ کے ذکر سے بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس سے اپنا ذکر پسند فرماتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا اللہ فلاں بندہ کی حاجت پوری فرما دیجئے! ارشاد فرمایا میرے بندے سے کہو میں اس کی آواز سننا پسند کرتا ہوں (یعنی وہ میرا ذکر کرے جو مجھے پسند ہے)

شیخ نے فرمایا کہ اللہ کے دوست کی علامت یہ ہے کہ وہ ذکر اللہ کثرت سے کرتا ہے [۱] کیونکہ جو آدمی کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کا زیادہ ذکر کرتا ہے اور جو آدمی اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اس کا زیادہ ذکر کرتا ہے اور جو آدمی اللہ سے محبت کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کے ساتھ ہو یا اس کے قریب ہو تو اس کو اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے

۱۔ انا جلیس من ذکرنی [۲] — جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں

۲۔ انت مع من احببت [۳] — تو اسی کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے

اور ابوبکر بن مسعود نے بسند متصل حضرت انس رض سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضور سے عرض کیا۔ حضور! قیامت کب ہوگی؟ فرمایا تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] بیہقی، جمع الفوائد [۳] مشکوٰۃ شریف، متفق علیہ۔

آپ نے فرمایا" تو اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے[1]"۔ شیخ نے فرمایا اس کے معنی یہ ہیں کہ دل سے مشاہدہ کرے[2] اور زبان سے ذکر کرے اور اعضاء سے اطاعت کرے یہ اللہ کی محبت کی علامت ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اعبد اللہ کانک تراہ[3] — اللہ کی عبادت ایسی کر گویا اس کو دیکھتا ہے۔

اس لئے جو اللہ تعالٰے کا قلب سے مشاہدہ کرتا ہے تو اللہ اس کے ساتھ ہے اور جو زبان سے ذکر کرتا ہے تو وہ اس کا جلیس (قریب) ہے یہی معنی حضور کے اس ارشاد کے ہیں

من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہٗ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہٗ[4] — جو اللہ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اور جو اس کی ملاقات کو مکروہ جانتا ہے اللہ تعالٰے اس سے ملاقات کو برا جانتا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف، متفق علیہ۔ [2] دل سے مشاہدہ کرنا ایک تو یہ ہے کہ کثرت ذکر کی وجہ سے قلب میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ آدمی دنیا کی ہر حرکت اور سکون کو منجانب اللہ جانتا ہے اور اس پر یقین راسخ رکھتا ہے دوسرے یہ ہے کہ قلب میں ملکہ یا دداشت پیدا ہو جائے دراصل مشاہدہ کی یہ دو تعبیریں ہیں ورنہ حقیقت ایک ہی ہے [3] بخاری شریف امام ابوحنیفہؒ نے "اعبداللہ" کی جگہ "یعمل للہ" یعنی اللہ کے لئے اس طرح عمل کیا جائے گویا اللہ کو دیکھتے ہو معنی کے اعتبار سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روایت میں زیادہ وسعت ہے کیونکہ عبادت کا موضوع لہی ایسا ہے کہ اس وقت کسی نہ کسی درجہ میں اللہ کا دھیان پیدا ہو جاتا ہے لیکن تمام اعمال ہی میں عبادت والا دھیان پیدا ہو جائے یہ بہت اعلیٰ مقام ہے اور مشکل ہے حقیقۃً مقام فنائیت اسی کا نام ہے اللہ تعالٰے ہمیں تمام مومنین کو توفیق عطا فرمائے آمین [4] بیہقی شعب الایمان [5] ایضاً

اور بندہ اللہ تعالیٰ سے اسی وقت محبت کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے کہ محبت خدا کی صفت ہے اور تمام صوفیاء کے نزدیک اور اکثر متکلمین کے نزدیک یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام صفات میں قدیم ہے اور یہی اہل سنت کا مسلک ہے اور یہی امام اشعری نے فرمایا اور یہی حال دیگر صفات یعنی غضب، بغض، سخط (ناراضی) موالاۃ (دوستی) کا ہے لہذا صاف ظاہر ہے کہ اللہ کا بندے سے محبت کرنا اصل ہے اور بندہ کی محبت اللہ سے اس کے تابع ہے [۱]

محبت کا ایک دوسرا انداز

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انما حبّب الیّ من الدنیا	میرے لئے دنیا میں خوشبو اور
الطیب والنساء وجعلت	عورتوں کو محبوب کردیا گیا ہے
قرۃ عینی فی الصلوٰۃ [۲]	اور میرے لئے نماز میں آنکھ کی ٹھنڈک رکھ دی گئی ہے۔

شیخ نے فرمایا اس روایت میں مِن، فی کے معنی میں ہے یعنی دنیا میں یہ تینوں چیزیں میرے لئے محبوب ہیں اس حدیث میں حضور کی کمال درجہ کی عبودیت ظاہر کی گئی ہے اس لئے کہ کمال درجہ کی عبودیت دو چیزوں میں دائر ہے اللہ تعالیٰ کی قدر کی تعظیم بجالانا اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اور یہ دونوں چیزیں آپ کو محبوب ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نماز دین کے تمام خصائل کو جامع ہے

---

[۱] اسی مضمون کو کسی اہل دل نے اسطرح بیان کیا ہے "عشق اول در دل معشوق پیدا می شود" بات دراصل بہت مشکل ہے لیکن شیخ پہلے شخص ہیں جنہوں نے محبت کو صفت قائم قرار دیکر مسئلہ کو حل کردیا ہے [۲] اصحاب السنن، مشکوۃ شریف، جمع الفوائد اکثر روایات میں من الدنیا کی جگہ من دنیاکم مروی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی قدر کی اس میں انتہائی تعظیم ہے۔ کیونکہ

ا۔ اس میں طہارت ظاہری باطنی ضروری ہے۔

ب۔ ہمت کو مجتمع کرنا اور اس کو خالی کرنا جسکو نیت کہتے ہیں

ج۔ پھر سب سے منقطع ہوکر اللہ تعالیٰ کیطرف متوجہ ہونا۔

د۔ رفع یدین سے ماسوی اللہ کے ترک کی طرف اشارہ ہے

س۔ پھر سب سے پہلا ذکر اس میں تکبیر ہے یعنی اللہ اکبر اور یہ اللہ تعالےٰ کی انتہائی درجہ کی تعظیم ہے

ص۔ پھر اللہ تعالےٰ کی ایسی ثنا کہ اس میں کسی قسم کی ملونی نہ ہو۔ یعنی سبحانک اللّٰھم الخ کہنا۔ قرأت اس طرح کہ اس میں خشوع اور خضوع ہو۔ رکوع و سجدہ میں سبحان ربی العظیم سبحان ربی الاعلےٰ۔ پھر ہر حرکت کے وقت تکبیر اللہ اکبر کہنا یہ تمام صفات کسی عبادت کو حاصل نہیں ہیں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ	نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

سے مراد اللہ تعالیٰ کی اسی تعظیم کو بجا لانا ہے اور حدیث پاک کا پہلا جزو جس میں اللہ تعالےٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا مراد ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے حقوق میں توقیر کیجائے[1] اور اپنے اوپر مخلوق کے جو حقوق ہیں ان کو ادا کیا جائے اس خصلت کے کمال کو حضور نے دوسرے جزو میں بیان کردیا ہے یعنی الطیب، والنساء

اس لئے کہ طیب (خوشبو) اللہ کی مخلوق میں سے صرف روحانیوں

---

[1] حقوق کی ادائیگی میں توقیر کرنا یہ سب سے بہتر شرح ہے کیونکہ ادائیگی بلا توقیر محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے وہ بیکار ہے ادائیگی حقوق وہی پسندیدہ ہے جسمیں توقیر ہو۔

(اہل صفا) کا حصہ ہے اور وہ اللہ کے فرشتے ہیں دنیا میں اللہ کے فرشتوں کو خوشبو کے علاوہ کسی چیز سے انس نہیں ہے اس لئے حضورؐ کو انکے حقوق کی رعایت سے خوشبو محبوب ہے تاکہ فرشتوں کے ساتھ حسن معاملہ ہو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس معاملہ میں اطیب (خوشبودار) تھے [۱]

(اس عنوان کی تکمیل کے لئے) شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے۔

مامسست حریرۃً ولا	میں نے کبھی نہ تو کوئی باریک ریشم
خزًا الین من کف	اور نہ دبیز ریشم حضور کے ہاتھ سے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ	نرم نہیں پایا اور نہ کوئی خوشبو نہ
وسلم ولا شممت رائحۃً	مشک کی نہ عنبر کی حضورؐ کی
ولامسکا ولاعبیرًا اطیب	خوشبو سے زیادہ خوشبودار
من رائحۃ رسول اللہ	سونگھی
صلے اللہ علیہ وسلم [۲]	

لہذا جس مقدس ذات قدسی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ہو وہ خوشبو اپنے نفس کے لئے نہیں استعمال کرسکتا آپ کی رغبت خوشبو سے اس قدر زیادہ تھی کہ آپؐ نے حضرت علی رضؓ کو حکم فرمایا کہ وہ خوشبو خرید کر لائیں چنانچہ ہم سے حاتم بن عقیل نے بسند متصل روایت کیا ہے

[۱] مذکورہ حدیث کی یہ شرح صرف اہل دل کا حصہ ہے ورنہ ظاہر حدیث کے مطابق اگر ترجمہ کیا جائے وہ مقام رسالت کے مطابق نہیں ہے کسی صاحب دل نے اسی ترجمہ کو نظم میں بیان کیا ہے۔ نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد ٭ اگر دارد برائے دوست دارد
یعنی مرد وہ نہیں جو دنیا کو دوست رکھے اگر رکھے تو دوست کے لئے رکھے یہی اچھوتا انداز شیخ نے اختیار کیا ہے [۲] شمائل ترمذی۔

کہ حضرت علی رض کا حضرت فاطمہ سے عقد ہوا تو چار سو اسی درہم مہر مقرر ہوا۔ حضور م نے حضرت علی رض کو حکم فرمایا کہ اس کے ایک ثلث (۱۶۰) درہم کو خوشبو خریدنے پر صرف کیا جائے یہ خصوصیت روحانیوں ہی کی ہو سکتی ہے آپ نے یہی مناسب جانا کہ ان کا حق کامل طور پر ادا کیا جائے۔ چنانچہ ان کا (فرشتوں کا) دنیا میں صرف خوشبو ہی میں حصہ ہوتا ہے۔

محبت اور حسن معاشرت[1] اس کے بعد عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کا معاملہ یہ بہت زیادہ دشوار ہے کیونکہ وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے بہت ضعیف اور کمزور عقل اور دینداری میں کم ہوتی ہیں اس کے باوجود مردوں پر غالب ہوتی ہیں ان کے بارے میں حضور م نے فرمایا ہے کہ وہ مجھے محبوب ہیں یعنی ان کے ساتھ حسن معاملہ کرنا مجھے محبوب ہے باوجودیکہ وہ اخلاقی طور پر بہت تنگ دل ہوتی ہیں اس کے باوجود حضور م نے ان کے ساتھ بہت اچھا معاملہ کیا اور بہت سی سوکنوں کو آپ جمع کئے رہے انکے ساتھ اس حد تک حسن معاملہ آپ نے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضور م سے ارشاد فرمایا۔

یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک الآیۃ	اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جس کو اللہ تعالےٰ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے کیا آپ کو اپنی ازواج کی مرضی مطلوب ہے

(جب عورتوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے) تو مردوں کے ساتھ حسن معاملہ کس درجہ زیادہ بہتر ہوگا اسی پر قیاس کیا جائے چنانچہ حاتم بن عقیل

---

[1] فاضل مؤلف نے حسن معاشرت کو دلیل محبت کے طور پر پیش کیا ہے یعنی حسن معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے۔

نے بسند متصل حضرت انس رضہ سے روایت کیا ہے :-

خدمت النبی صلی اللہ	میں حضور م کی خدمت میں دس
علیہ وسلم عشر سنین	سال رہا آپ نے کبھی کسی چیز کے
فما قال لی لشی صنعتہٗ	لئے جو میں نے کی ہوتی یہ نہیں فرمایا
لم صنعتہٗ ولا قال لی	کیوں کیا اور جو نہیں کیا ہوتا اسکو
لشئ لم اصنعہٗ لم لا	یہ نہیں فرمایا کیوں نہیں کیا آپنے
صنعتہٗ ولا رائت	کبھی اپنے گھٹنے کو پاس والے کے
رکبتہ قدام رکبۃ	گھٹنے سے آگے نہیں کیا نہ کبھی کسی
جلیسہ قط ولا عاب	کھانے میں عیب نکالا اور جب
طعاماً قط ولا صافحہ	کسی سے مصافحہ کیا اس وقت
احد قط فانتزع یدہ	تک اپنے ہاتھ کو جدا نہیں کیا جب
من یدہ حتی یکون	تک اس نے ہی اپنے ہاتھ کو علیحدہ
المصافح ھو الذی	نہ کر لیا ہو۔
ینتزع یدہ من یدہ	

آپ کے سامنے جو کوئی بھی سر جھکا کر کھڑا ہو گیا آپ نے اور زیادہ اس کے سامنے سر کو جھکا لیا میں نے عورتوں اور مردوں دونوں کی خوشبو کو سونگھا ہے مگر میں نے حضور م کی خوشبو سے زیادہ بہتر کسی کی خوشبو کو نہیں سونگھا اور نہ کسی کا پسینہ آپ کے پسینے سے زیادہ خوشبودار تھا[1]

بہرحال آپ کا حسن معاملہ اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ آپ کا شیطان بھی آپ کے تابع فرمان ہو گیا تھا چنانچہ ہم سے امام حاکم[2] نے بسند متصل حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کیا ہے

---

[1] شمائل ترمذی [2] غالباً حاکم سے مراد وہی ہیں جنکا تذکرہ سوانح حیات میں گذر چکا ہے

مامن احد الا وکل قرینہ	ہر ایک انسان پر اس کا ساتھی
من الجن قالوا وایاک	جن مسلط ہے لوگوں نے عرض
یارسول اللہ قال وایای	کیا اور آپ پر یارسول اللہ!
الا ان اللہ تعالی اعانی	فرمایا مجھ پر بھی مگر اللہ تعالے
علیہ فاسلم [1]	نے میری مدد فرمائی وہ تابع ہو گیا

حضور کے ارشاد "اسلم" کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے اس کے معنی منقاد اور تابعدار ہونا ہیں بعض نے کہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ میں اس سے محفوظ ہو گیا ہوں۔ اور بعض نے کہا ہے وہ (شیطان) مسلمان ہو گیا ہے اگر معنی اول مراد ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ حسن معاملہ میں اس درجہ پر فائز تھے کہ آپ کا دشمن شیطان بھی اس سے متاثر تھا اور اگر معنی ثانی مراد ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے حسن معاملہ کی وجہ سے اللہ تعالے نے آپ کو مامون اور محفوظ کر دیا تھا اور اگر مسلمان ہونا مراد ہے تو اس کے معنی ظاہر ہیں کہ شیطان کو خلاف اسلام کرنے کی طاقت نہیں ہے اگرچہ اس کا اسلام مقبول نہیں ہے اسطرح حضور کے شیطان کا اسلام مستثنیٰ کے درجہ میں ہو گا۔ جیسا کہ فرشتوں سے کفر کی توقع نہیں ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

لا یعصون اللہ ما	وہ اللہ کے اوامر کی نافرمانی
امرھم	نہیں کرتے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ ہاروت اور ماروت نے بھی تو نافرمانی کی ہے تو یہ بھی مستثنیٰ کے درجہ میں قرار پائے گی اگرچہ وجہ استثناء ہمیں معلوم نہیں ہے کیا ہے؟ ہر طرح سے حضور کا حسن معاملہ ثابت ہے اس تقریر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی،

مجھے دنیا کی چیزوں میں خوشبو اور عورتیں محبوب ہیں اور

---

[1] مشکوٰۃ شریف

نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

کا مطلب واضح ہوگیا کہ آپ دونوں خصلتوں یعنی اللہ تعالیٰ کی اقدار کی تعظیم اور مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ میں...... بہت بڑھے ہوئے تھے خلاصہ کے طور پر یہ ہے کہ آپ دنیا میں عبودیت میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور بعض روایات میں "دنیاکم" مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں آپ کی کوئی رغبت نہیں اور نہ اس طرف کچھ دھیان ہے صرف اللہ جل شانہ محبوب ہے اور اسی کے لئے ان دو چیزوں کی طرف انس ہے۔

نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد ÷ اگر دارد برائے دوست دارد

آثار محبت

شیخ نے فرمایا ہم سے نصر بن فتح ابواللیث نے بسند متصل انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ	حضور صلعم کو احد پہاڑ دکھائی
علیہ وسلم طلع لہ احد	دیا تو آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم
فقال ھذا جبل یحبنا	سے محبت کرتا ہے اور ہم اس
ونحبہ [1]	سے محبت کرتے ہیں۔

" الہٰی! حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا۔ میں ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان شہر (مدینہ) کو حرم قرار دیتا ہوں۔"

شیخ نے فرمایا یہاں اہل مدینہ مراد ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اسئل القریۃ التی	آپ اہل بستی سے دریافت
کنا فیھا	کریں وہ جس میں رہتے تھے

یہاں اہل قریہ مراد ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور نے پہاڑ کی اس محبت کی طرف اشارہ کیا ہو کہ جو آپ اس میں محسوس کرتے تھے کہ وہ پہاڑ

---

[1] جمع الفوائد و اصحاب السنن باب فضل المدینۃ۔

بھی آپ کو حبیب اللہ سمجھتے ہوئے آپ سے محبت کرتا تھا جیسا کہ دوسری حدیث میں گذر چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ حضرت جبرئیل ؑ کو امر فرماتا (حدیث گذر چکی) اس طرح یہ محبت پہاڑوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور ان سے محبت محسوس ہوتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔

ان منہا یتفجر منہ الانہار و یشقق فیخرج منہ الماء و یہبط من خشیۃ اللہ	کچھ پتھر ایسے ہیں کہ ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں اور وہ پھٹ جاتے ہیں ان سے پانی جاری ہوتا ہے اور کچھ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

ایسے ہی حضور ؐ کی محبت کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپکی محبت کھجور کے تنہ (استوانہ) میں ڈالدی تھی کہ وہ آپ کے فراق سے گریہ کرنے لگا تھا چنانچہ شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

فتخذوا لہ منبراً فخطب علیہ فحنّ الجزع حنین الناقۃ فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمسہ فسکن وفی روایۃ اخری فالتضمہ فسکن [1]	صحابہ نے آپ کے لئے منبر بنوایا تھا آپ نے اس پر خطبہ دیا تو کھجور کا ستون مثل اونٹنی کے بلبلایا آپ اتر آئے اور اس کو چھوا تو وہ چپ ہو گیا اور دوسری روایت میں ہے کہ گود میں لیا تو وہ چپ ہو گیا۔

بہر حال جو آدمی کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت کا اثر اس میں ظاہر ہوجاتا ہے لہذا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریگا

[1] یہ واقعہ حدیث کی تمام کتابوں میں باب معجزات النبی میں مذکور ہے

اللہ اس سے محبت کریگا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان کنتم تحبون اللہ	اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو
فاتبعونی یحببکم اللہ	تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کریگا۔

آپ کی اتباع اللہ کی محبت کی موجب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الاحباب اور سید المحبوبین ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جیسا معجزہ طور موسیٰ علیہ السلام کے لئے واسطۂ محبت تھا ایسے ہی احد پہاڑ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لئے واسطہ ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

حقیقت عشق شیخ نے بسند مجاہد عن حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من عشق فعف وکتم — جس نے عشق کیا اور پاک دامن

ثم مات فھو شہید [1] — رہا اور چھپایا پھر مرگیا وہ شہید ہے

شیخ نے فرمایا شہادت کا تیسرا درجہ ہے اللہ تعالے نے فرمایا۔

فاولئک مع الذین انعم — پس یہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ

---

[1] یحیی بن معین رحمہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے حاکم نے روایت کیا ہے کہ جب یحیی بن معین کے سامنے یہ حدیث ذکر کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں سوید بن نصر (اس حدیث کے راوی) سے جنگ کرتا لیکن امام سخاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں سوید بن نصر منفرد نہیں ہیں بلکہ زبیر بن بکار نے اس سند کیساتھ عبدالملک بن عبدالعزیز الماجشون۔ عبدالعزیز بن ابی حاتم، ابن ابی نجیح مجاہد سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے اور علامہ ابن حزم نے معرض احتجاج میں اسے ذکر کیا ہے اور فرمایا اگر عاشق کی خواہش ہلاک ہوگئی تو وہ شہید مرا اگرچہ وہ محبوب کو آنکھ سے دیکھنے کی تمنا میں رہا اسے ہم سے ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے جو کذب سے پاک ہیں اور ابن الربیع نے فرمایا پاکدامنی سے مراد یہ ہے کہ اگر دونوں خلوت میں ہوں اور خیال بد دل میں نہ لائیں اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ رہا ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ نیشاپور میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اسے روایت کیا ہے اور خطیب نے حضرت عائشہ رض سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے اور دیلمی نے بلا سند کے روایت کیا ہے کہ عشق بلا شک کے گناہوں کا کفارہ ہے موضوعات کبیر از قاری ص ۲۹۵ مطبوعہ پاک۔ تذکرۃ الموضوعات از علامہ طاہر پٹنی ص ۱۹۲ شیخ نے ان ہی دلائل کی بناء پر حدیث پر کلام طویل کیا ہے جیسا کہ آئندہ مذکور ہے۔

اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین | نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین، شہداء صالحین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب احد پہاڑ پر کھڑے تھے اور اس پر لرزہ طاری ہوا تھا تو آپ احد سے مخاطب ہوئے

فلیس علیک الا نبی و صدیق و شہید لہ | تیرے اوپر، نبی، صدیق، شہید ہیں

اللہ تعالٰے نے شہیدوں کے بارے میں فرمایا ہے

۱۔ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ | زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق دیئے جاتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انکو دیا ہے اس میں خوش ہیں۔

۲۔ اَرْوَاحُ الشُّهَدَاءِ فِی حَوَاصِلِ طَیْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ لہ | شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں جنت میں سیر کرتی ہیں

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتیل فی سبیل اللہ کے علاوہ المبطون (ہیضہ میں مرنے والا) مطعون (طاعون میں مرنے والا) ڈوب کر، جل کر، مکان میں دب کر، اور عورت بچہ کی پیدائش میں کو شہید قرار دیا ہے لہ

لہ اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد، ترمذی نے روایت کیا ہے۔ آیت پاک اور اس حدیث شریف کو ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ شہادت کی موت کا درجہ تیسرا ہے۔

لہ اس حدیث میں ابوداؤد، مسلم، ترمذی نے فی حواصل کی جگہ فی جوف روایت کیا ہے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے جمع الفوائد باب الشہید۔ لہ اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے اور امام مسلم، ترمذی، مالکؒ سے صرف پانچ کی تعداد روایت ہے۔ جمع الفوائد باب الشہید

اور پھر اس حدیث (مذکورۃ الصدر) میں مرنے والے (یعنی عاشق) کو بھی شہید ہی قرار دیا ہے

عشق کے بارے میں بعض حضرات نے بہت برائیاں بیان کی ہیں اسوجہ سے بعض حضرات نے حدیث میں مذکور عشق کی بہت تاویل کی ہے اور اس کو شہیدوں ہی میں شمار کیا ہے اور بات یہ ہے کہ عشق، اس کا فعل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالٰے کا فعل ہے کیونکہ ابتداءً دیکھنا سننا عشق کا موجب نہیں ہے کیونکہ بہت مرتبہ آدمی بہت سی اچھی چیزوں کو دیکھتا ہے اور یہ وصف حاصل نہیں ہوتا ہے ایسے ہی بہت مرتبہ سنتا ہے لیکن کچھ بھی نہیں ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا محض سننا یا دیکھنا اس کے لئے کافی نہیں ہے، افلاطون فلسفی نے کہا ہے

ما اعلم ما الھوی غیر	میں نہیں جانتا عشق کیا ہے
انی اعلم انہ جنون	ہاں اتنا جانتا ہوں کہ وہ
الٰھی لا محمود ولا	جنون الٰہی ہے نہ اچھا ہے
مذموم [1]	اور نہ بُرا ہے۔

اور یحیٰی بن معاذ نے کہا ہے:۔

"اگر عذاب کی دو ہلاکت عاشق پر مسلط کردی جائیں تو عاشق کو کبھی عذاب نہ ہوگا"

کیونکہ یہ گناہ اضطراری ہے گناہ اختیاری نہیں ہے (حاصل کلام یہ ہے) کہ عشق افراط محبت کا نام ہے اس لئے کہ محبت وہ شے ہے کہ اسکی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی ہے۔ ابتدا میں اس کا نام موافقت ہے اور انتہا میں

---

[1] فن طب کی تمام اصولی کتابوں مثلاً شرح اسباب، نفیسی، سدیدی وغیرہ میں عشق کو جنون الٰہی یا مرض الٰہی لکھا ہے اور یہی شیخ الرئیس کی رائے ہے [2] یحیٰی بن معاذ فقہاء حنفیہ میں سے ہیں ذہبی نے میزان اعتدال میں انکی تعریف کی ہے۔ الجواہر المضیہ ص ۲۱۰ ج ۲

اس کا نام عشق ہے اس لئے محبت کے مختلف ادوار میں مختلف نام ہیں موافقت میل، ودد، محبت، ہوی، الولہ، العشق

موافقت کا تعلق طبع سے ہے میل کا تعلق نفس سے ہے۔ ودد کا تعلق قلب سے ہے، محبت کا تعلق فواد (باطن قلب) سے ہے ہوی غلبہ محبت کا نام ہے اور زیادتی ہوی کا نام الولہ ہے اور عشق فیض محبت ہے جس کا اثر تمام اعضاء پر ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے

محبت جب مقدار سے زیادہ ہوجائے تو اس کا نام عشق ہے
جیسا کہ شرف جب مقدار سے زیادہ ہوجائے تو اس کا
نام جود ہے [1]

اور احمد بن عیسیٰ عصری نے فرمایا ہے محبت کے معنی کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور اس کی طاعت کرنا اور اس سے انس حاصل کرنا اور جب یہ کامل ہوجاتی ہے تو اس کا نام ودد ہے اور محبوب اور محب کے درمیان ذرائع کے ختم کردینے کی منزل ہے اور وحشت طاری ہوجانے پر یہ کیفیت حاصل ہوجاتی ہے اور جب ودد مکمل ہوجاتی ہے تو وہ ہوی کہلاتی ہے اور اس کیفیت میں قلب محبوب کے علاوہ سب چیز سے خالی ہوجاتا ہے اور جب ہوی مکمل ہوجاتی ہے تو اس کا نام الصبابہ ہے اور اس کیفیت میں قلب بھرپور ہوجاتا ہے اور جب اس کا غلبہ ہوجاتا ہے تو یہ کیفیت عشق کہلاتی ہے اور جب یہ کیفیت قلب پر طاری ہوتی ہے اور قلب اس سے تنگی محسوس کرنے لگتا ہے تو اسی کا نام شغف ہے اور اس کیفیت میں قلب جل جاتا ہے اہل عرب بولتے ہیں

قد شغفها حبًا بالعین وشغفها بالغین [2]

---

[1] یعنی انسانی شرافت کی اعلیٰ قدروں کا معیار سخاوت پر موقوف ہے اسی وجہ سے شرف (انسانی شرافت) کا اعلیٰ مرتبہ جود کو قرار دیا ہے [2] شغف غین اور عین دونوں طرح بولا جاتا ہے

اور عبداللہ مزنی نے فرمایا ہے

الشغف راس القلب و	شغف دل کا سر ہے اور ہر چیز
راس کل شی شغفہ و	کا سر شغف کہلاتا ہے شغف
الشغف وعاء القلب	قلب کا برتن ہے اور کہا گیا ہے
وقیل غشاءہ وقیل	کہ قلب کی جھلی ہے اور کہا گیا ہے
جلدہ وقیل سویدہ	قلب کی جلد ہے اور کہا گیا ہے
قلبہ وقیل وسطہ	کہ سویدا قلب اور وسط قلب
	شغف کہلاتا ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے

قد اماں عن ھذا حین یھواہ ۔۔۔ ان حبک فی سواد[۱]

اور کہا گیا ہے فواد وسط میں ہوتا ہے اور جب محبت راس قلب کو ڈھانپ لیتی ہے اسی کا نام شغف ہے اور جب وسط قلب کو ڈھانپ لیتی ہے تو اس کا نام شعف ہے[۲]

اور حسن نے فرمایا ہے شغاف حجاب قلب اور سویدا قلب کا نام ہے اور یہ سیاہ قسم کا داغ ہوتا ہے جو قلب کے اندر ہوتا ہے اور جب عشق اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے شاعر نے کہا ہے

یاقوم اذنی لبعض الحی عاشقہ ۔۔۔ والاذن تعشق قبل العین احیانًا

اور عمرو بن ابو العلاء نے کہا ہے[۳]

شغفها۔ ای خرق حبہ	شغفها یعنی محبت نے شغاف قلب کو پھاڑ دیا
شغاف قلبہ وھو حجاب القلب	اور شغاف قلب کا پردہ ہوتا ہے

---

[۱] شعر کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جس وقت کچھ کہا تو اس سے ظاہر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تیری محبت میرے سویدا قلب میں ہے شاعر کے لفظ سواد کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے
[۲] شغف اور شعف کے فرق کو ظاہر کیا ہے [۳] ابو عمرو بن العلاء امام لغت اور نحو ہیں۔

اور بعض ادیبوں نے کہا ہے
سب سے اول شوق نظر سے اور کلام سے پیدا ہوتا ہے پھر جب
قوی ہوجاتا ہے تو مودة ہوجاتا ہے[1] پھر جب مودة قوی
ہوجاتی ہے تو محبت بن جاتی ہے اور محبت سبب طاعت
ہے کسی شاعر نے کہا ہے

تعصی الالٰہ وانت تظہر حبہ ۔ ھذا محال فی القیاس بدیع
لو کان حبک صادقاً لاطعتہ ۔ ان المحب لمن یحب مطیع[2]

پھر جب محبت قوی ہوجاتی ہے تو اس کا نام خلت ہے اور دو
آدمیوں کے درمیان جب خلت[3] ہوجاتی ہے تو اسرار پوشیدگی کے حجابات
ختم ہوجاتے ہیں۔ اس وقت کہا جاتا ہے "تخللا لسرائرہ مطلعاً علی
ضمائرہ"[4] اس بارے میں شاعر نے کہا ہے

اذا کتم الصدیق اخاہ سراً ۔ فما فضل الصدیق علی العدو[5]

اور کہا جاتا ہے جب محبت گوشت اور ہڈیوں میں سرایت کر جائے تو
خلت بن جاتی ہے اور جب خلت قوی ہوجاتی ہے تو ہوی ہوجاتی ہے

---

[1] ابتدائے محبت [2] اشعار کا مطلب یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے حالانکہ تو اس کی محبت ظاہر کرتا ہے یہ محال ہے اور قیاس کے نزدیک بھی ایک نئی عجیب بات ہے اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محب جس سے محبت کرتا ہے اسی کی اطاعت کرتا ہے۔
[3] خلت کی تفسیر آئندہ صفحات میں مذکور ہے۔
[4] فلاں آدمی اس کے چھپے ہوئے رازوں پر آگاہ ہوگیا۔
[5] شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی دوست نے اپنے دوست سے راز چھپایا تو دوست کو دشمن پر کوئی فضیلت نہ رہی

پھر جب ہوی قوی ہوجاتی ہے تو عشق بن جاتی ہے اور بعض بڑے متکلمین نے کہا ہے

العشق طمع یتولد فی القلب و یجتمع الیہ مواد الحرص	عشق ایک خواہش ہے جو قلب میں پیدا ہوتا ہے اور قلب میں حرص کے تمام مواد جمع کر دیتا ہے۔

اور جب حرص زیادہ ہوجاتی ہے تو احتیاج اور قلق بڑھ جاتا ہے اور ہر وقت بیداری رہتی ہے اس وقت صفرا بھڑک اٹھتا ہے تو خون جل جاتا ہے اور جلا ہوا خون اور صفرا مل کر سودا بن جاتا ہے غلبہ سودا کے وقت فکر فاسد ہوجاتا اور ایسی ایسی امیدیں کرنے لگتا ہے جو پوری نہ ہوں تو جنون ہوجاتا ہے۔

پس بعض اوقات جب سودا زیادہ بڑھ جاتا ہے تو عاشق اپنے کو قتل کرڈالتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سانس لینا چاہتا ہے اور دم گھٹ کر مرجاتا ہے اور اس وقت اس کا قلب بالکل سکڑ جاتا ہے جب تک مر نہیں جاتا اس وقت تک پھیلتا نہیں ہے اور کبھی حالت اشتیاق میں محبوب کو دیکھ کر بھی مرگ ناگہانی واقع ہوجاتی ہے اس لئے بعض علماء امت مثلاً حسن بصری، ابو عمرو اور بعض ادیبوں اور متکلمین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ تمام اقوال کیفیت عشق سے مطابقت رکھتے ہیں اور یہ فساد طبائع سے پیدا ہوجاتا ہے اور اس کا تعلق بندوں کے افعال سے اور اکتساب سے نہیں ہے اس لئے کہ آدمی اپنے قلب پر قابو یافتہ نہیں ہوتا ہے اور حضرت عائشہ رضؓ نے روایت کیا ہے، اگر حضور صلعم وحی کی کوئی بات چھپا سکتے تو اس آیت کو چھپا لیتے۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ	اور جب آپ نے اس آدمی سے
اللّٰہُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ	فرمایا جس پر آپ نے اور اللہ
عَلَيْهِ (احزاب)	تعالے نے انعام کیا لہ

اور حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا ہے کہ مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی ہے جنہوں نے اپنے نفوس کو ہبہ کیا اور میں نے کہا کیا عورت اپنے نفس کو ہبہ کر سکتی ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجی من تشاء منهن	اپنی ازواج میں سے جسکو چاہیں
وتؤوی الیک من تشاء	آپ موخر کر دیں اور جسکو چاہے
(احزاب)	اپنے پاس رکھیں۔

تو میں نے کہا اللہ تعالے نے آپ کو وسعت دی ہے حضرت عائشہ رض نے یہ بات جانتے ہوئے کہی تھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے واقف تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

آدمی کا قلب اللہ تعالے کی دو انگشت کے درمیان ہوتا ہے وہ جدہر کو چاہے بدل دے ٹہ

پس قلب کے اکثر افعال کا تعلق ضروریات سے ہے اور ضروریات کی بنا پر آدمی سے مواخذہ ہوتا ہے لیکن اگر کوئی چیز خواطر قلب سے ہوئی ہے یعنی قلب میں کوئی ارادہ پیدا ہوا تو اس کے بارے میں حضور صہ نے فرمایا ہے

من هم بسيئة لم يكتب	جس نے گناہ کا ارادہ کیا وہ نہیں لکھا جاتا

لہ حضرت زید بن حارثہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متبنی تھے حضور نے ان کا عقد حضرت زینب بنت جحش سے کر دیا تھا لیکن دونوں میں اَن بن رہتی تھی اللہ تعالیٰ کیطرف سے حکم ہوا کہ آپ اپنا عقد زینب بنت جحش سے کرلیں اسکی اطلاع حضور نے زید بن حارثہ کو دی روایت میں اسی طرف اشارہ ہے (بخاری) ٹہ یہ حدیث صحیح ہے مشکوٰۃ شریف عن مسلم باب القدر

اور ارادہ میں ضرورت مشتبہ ہو جاتی ہے اس لئے علماء اور ادباء نے نرمی سے کام لیا ہے کہ کسی چیز کا دل میں آجانا قابل مواخذہ نہیں ہے اور نہ وہ قابل ملامت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رض سے سفارش کی تھی

لما خیرت بریرة رأت زوجها یتبعها فی سکک المدینة ودموعه تسیل علی لحیته فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم للعباس یا عباس ألا تعجب من حب مغیث بریرة ومن بغض بریرة مغیثا فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لو راجعتیه فقالت یا رسول اللہ اتامرنی قال انما انا اشفع له

جب بریرہ رض کو اختیار مل گیا تو میں نے ان کے شوہر کو دیکھا کہ وہ ان کے پیچھے مدینہ کے محلوں میں پھرتا تھا اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہتے تھے حضورؐ نے عباس سے فرمایا! عباس مغیث کی بریرہؓ سے محبت اور بریرہؓ کا اس سے بغض ایک عجب ہے۔ آپ نے بریرہؓ سے فرمایا اگر تو اس کے ساتھ رجعت کرلے تو بہتر ہے۔ بریرہؓ نے کہا حضور! کیا آپ مجھے امر فرماتے ہیں؟ فرمایا نہیں، میں سفارش کرتا ہوں۔

لہ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ حضرت بریرہؓ حضرت عائشہؓ کی باندی تھیں ان کا نکاح ایک حبشی غلام سے ہو گیا تھا جس کو وہ ناپسند کرتی تھیں حضرت عائشہؓ نے بریرہؓ کو آزاد کر دیا تو شرعاً ان کو خیار عتق حاصل ہو گیا یعنی ان کو حق ہو گیا کہ وہ اگر چاہیں تو اپنا نکاح ختم کر دیں شیخ نے اس سے استدلال کیا ہے یہ قلبی معاملہ تھا جو قابل مواخذہ نہیں تھا ورنہ حضور شفاعت نہ فرماتے۔

عرض کیا اگر آپ شفاعت کرتے ہیں تو مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اختیار ہے اسوقت حضور نے حضرت عباس رض سے یہ فرمایا تھا :۔

بریرہ کے شدت بغض اور اس کے زوج کی شدت محبت سے کیا آپ کو تعجب نہیں ہوتا ہے ؟ (بخاری)

ابو السائب شاعر نے کہا ہے

اَبلی الَّذِینَ اذا اتونی مودتهم	حتی اِذا ایقظونی للعصری رقدوا

اور بعض دوسرے شعراء نے اس پر اضافہ کیا ہے

استنهضونی فلما قمت منتصباً	لثقل ما حملوا من ودهم قعدوا
حسبی بان تعلموا ان قد یحبکم	قلبی ولن تجدوا البغض الذی اجدوا
الفیت بینی وبین الحب منفعة	فلیس ینفد حتی ینفد الامد
ولیس لی مبعد نامنن علے به	فقد بکیت وقد اضانی الکمد

ابو السائب نے جب یہ اشعار پڑھے تو پیچھے سے آواز آئی میرے حبیب! ٹھہر میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور میں نے تیری دعوت کو قبول کر لیا تو جہاں جائیگا تیرے ساتھ رہوں گا۔ اب کہا جاتا ہے جواب دیا وادی عرج کی طرف یہاں پہونچ کر بہت شدید بارش آئی۔ اس وقت ابو السائب نے یہ آیات پڑھیں

فَمَا وَهنوا لِمَا اَصَابَهُم	اللہ کی راہ میں ان کو تکلیف
فی سبیل اللہ وَمَا	پہونچنے سے نہ تو وہ ہارے اور نہ
ضَعُفُوا وما استکانوا	سست ہوئے اور نہ بزدل بنے
وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصَّابِرِینَ	اللہ تعالےٰ صابرین سے محبت
(آل عمران)	کرتا ہے۔

اس کے بعد ابو سائب اپنے گھر آگئے اور وہ مرنے کے قریب ہو چکے

تھے اس وقت اس کے احباب آئے اور بولے کیا حال ہے؟ فرمایا۔ آپ لوگ مجھ سے علیحدہ ہو جائیں میں عزت کی جگہ جاتا ہوں اور میں نے ایک مسلمان کی پکار پر لبیک کہا ہے۔

اور حضرت حسن بن علی اور نوفل بن مساحق نے قیس مجنوں کی شفاعت کی ہے اس لئے کہ یہ حضرات اس کو معذور جانتے تھے۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میرے پاس سفیان ثوری آئے اور فرمایا اے یحییٰ یہ عورتیں فتنہ ہیں۔ لوگوں نے میرے سامنے ایک جاریہ کو لاکر کھڑا کر دیا اے یحییٰ اگر میں اس کو دیکھ لیتا۔ اے یحییٰ۔ اے یحییٰ۔ اے یحییٰ، تین مرتبہ کہا۔ میرا جی یہ گمان ہونے لگا کہ کہیں اس کی محبت میرے دل میں نہ آجائے

بہرحال محبت اوسط درجہ ہے اور اس کے بعد کا مرتبہ عشق کا ہے عشق کا معاملہ عجیب اور اس کی شان غریب ہے اس کی وجہ سے ابن آدم سے سینکڑوں رنج والم اور مصائب محو ہو جاتے ہیں اس لئے کہ عاشق اندھا اور بہرہ ہوتا ہے۔ عشق گودے میں گوشت میں، کھال میں ہڈی میں سماجاتا ہے کسی نے کہا ہے

شکوت الیها الحب قالت کذبتنی — الست تری الاعضاء منك كواسيا
فلا حب حتی یلصق الحب والهوی — عظما ئك حتی تستبین بواليا

ان اشعار کو پڑھنا یا ان کو روایت کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے انکو بہت سے بڑے مشائخ نے پڑھا ہے اور ہم نے اس جگہ اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ ایک بڑے معاملہ پر تنبیہ کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ

لہ میں نے اپنی محبوبہ سے محبت کی شکایت کی تو کہا تو جھوٹ کہتا ہے کہ تجھے محبت ہے کیا تیرے اعضا اچھے خاصے نہیں ہیں؟ محبت اس وقت تک نہیں کہ جبتک محبت ہڈیوں کو نہ چاٹ لے اور تو بالکل نزار ظاہر نہ ہو جائے۔

جس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اس سے غافل رہنا عجیب ہے جو محبت کا مشاہدہ کرنا چاہے وہ اپنے نفس کا تقابل ان فانی قسم کے معاملات اور واقعات سے کرلے ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ شبلی نے قیس مجنون کا ذکر کیا ہے کہ جب اس سے لیلیٰ کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو کہتا " میں لیلےٰ ہوں " وہ لیلیٰ کی وجہ سے لیلےٰ ہی سے غائب ہو گیا تھا یہاں تک کہ لیلیٰ کا مشاہدہ بن گیا اور خود لیلےٰ ہو گیا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ اس سے کم پر کرنا بیکار ہے حالانکہ تم درست اور اچھے خاصے ہو اور ہر وقت اپنے لذائذ اور مالوفات سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہو اور اپنی کوشش اور مجاہدہ اپنے معبود کے لئے نہیں کرتے ہو اور اس کے لئے ذرہ برابر زہد نہیں اختیار کرتے ہو. اللہ تعالےٰ نے فرمایا

والذین آمنوا اشد حبا للہ (البقرہ) — جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اور بعض صوفیہ نے فرمایا ہے " اللہ تعالےٰ نے ہوا (محبت) کے ذریعہ لوگوں کی آزمائش کی ہے تاکہ جن نفوس میں اس کی محبت ہے ان کو اپنی طاعت میں لگالے اور ان کو اپنی رضامندی عطا فرمائے حالانکہ اللہ تعالےٰ کی وہ ذات ہے کہ جس کا کوئی مثل اور نظیر نہیں ہے وہ محتاج نہیں ہے، بندوں کا رازق ہے اس لئے وہ سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس سے محبت کی جائے اور محبت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ محبوب کی موافقت کی جائے خواہ اپنی مخالفت (اپنے نفس کی مخالفت) کیوں نہ کرنی پڑے۔ بعض شاعروں نے کہا ہے :-

أَجِدُ المَلَامَةَ فِي هَوَاكَ لَذِيذَةً

حُبًّا لِذِكْرِكَ فَلْيَلُمْنِي اللُّوَّمُ

وَكَفَ الهَوَىٰ بِي حَيْثُ انتَ فَلَيْسَ لِي

مُتَ خَرٌ عَنۡہُ وَ لَا مُتَقَدَّمُ
اَشۡبَہتَ اَعۡدَائِی فَصِرۡتُ اُحِبُّہُمۡ
اِذۡ کَانَ حَظِّی مِنۡکَ حَظِّی مِنۡہُمُ[له]

شدت محبت میں حالات ایسے ہی ہوجاتے ہیں اس وقت حظ نفس نہیں رہتا وارفتگی آجاتی ہے یعنی بے اختیاری۔ اللہ تعالیٰ نے عزیز مصر کی عورت کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔

۱۔ وَرَاوَدَتۡہُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَغَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَقَالَتۡ هَیۡتَ لَکَ (یوسف) — اور پھسلایا زلیخا نے یوسف کو اپنے نفس کے لئے اور وہ اس کے گھر میں تھے اور بند کردئے دروازے اور کہا تیرے لئے ہے

اس کے بعد جو واقعات ہوئے اور جن ملامتوں اور آلام کا سامنا کرنا پڑا قرآن پاک نے ان کو بھی بیان فرمایا ہے

۲۔ مَا جَزَآءُ مَنۡ اَرَادَ بِاَهۡلِکَ سُوۡٓءًا (یوسف) — زلیخا بولی کیا جزا ہے اس کی جس نے تیری اہل کیساتھ برائی کا ارادہ کیا

۳۔ لَیُسۡجَنَنَّ وَلَیَکُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِیۡنَ (یوسف) — البتہ قید کردیا جائے تاکہ ہوجائے وہ ذلیل۔

جب یہ حال باطل محبت کا ہے تو اس عشق کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جس میں شہوات نفس فنا ہوجاتے ہیں عشق کے ایک خاص وصف

له ان اشعار کا مطلب یہ ہے اے محبوب مجھے تیری محبت میں ملامت بھی لذیذ معلوم ہوتی ہے مجھے تیرے ذکر سے محبت ہے اور لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں اب مجھے محبت نے اس جگہ کھڑا کر دیا کہ جہاں سے میں نہ آگے ہوسکتا ہوں اور نہ پیچھے۔ میرے دشمنوں کو بھی شبہ ہوگیا اور وہ مجھ سے محبت کرنے لگے جب تیری محبت مجھ میں آگئی تو میری محبت ان کو ہوگئی۔

کے بارے میں جالینوس نے کہا ہے:

موتِ عاشق نفس انسانی کا تعلق قلب دماغ جگر سے ہے اور دماغ کے تین حصے ہیں تخیل اگلے حصے میں، تفکر بیچ کے حصے میں اور ذکر آخری حصے میں ہوتا ہے جب عاشق سے معشوق جدا ہوتا ہے تو وہ اس کے خیال ذکر، فکر سے خالی نہیں ہوتا اور قلب و جگر کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ آدمی کھانے پینے اور نیند سے رک جاتا ہے اس طرح تمام حصے محبوب کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اگر یہ حالت نہ ہو تو وہ عاشق نہیں انجامِ عشق ہلاکت اور موت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حرارت طبعی غلبۂ اشتیاق سے بڑھ جاتی ہے اور قلب میں سوید کو جلا دیتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔"

اور یہی بات حسن بصری رح نے فرمائی ہے اسی وجہ سے وہ شغفہا حبا "کو غین کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور عشق میں عروہ بن حرام، عمرو بن عجلان وغیرہ کی اموات واقع ہوئیں ایسے عشاق کی فہرست بہت طویل ہے اور عمرو بن عجلان کا واقعہ بہت مشہور ہے اور ان کے واقعات ائمہ حدیث اور اہل ادب نے روایت کئے ہیں

ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشق کی شہادت کی جو خبر دی ہے اس کو صحیح ثابت کریں اس کو حضور نے دو شرطوں پر معلق کیا ہے یعنی عفت (پاکدامنی) اور کتمان (چھپانا)

عفت تو یہ ہے کہ آدمی ارتکاب حرام سے بچا رہے اور عاشق میں یہ صفت بہت کم ہوتی ہے اور عاشق کے بارے میں جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی شہوت اور حرکات طبعی باقی رہنے کا سوال ہی نہیں ہے۔ بی بی عائشہؓ

کے ایک اعرابی سے دریافت کیا گیا تمہارے نزدیک عشق کیا ہے؟ جواب دیا جسم دبلا، رنگ زرد، اشک ریزاں، اندر سوزش اور جنون ہوتی ہے۔

عفت کی دوسری قسم یہ ہے کہ اپنے کو دیکھنے کسی کے پاس بیٹھنے بات کرنے سے رک جائے کیونکہ ان چیزوں کی وجہ سے زنا کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ محمد بن عرفہ نے کہا ہے

كَمْ ظَفِرتُ بِمَنْ اَهْوىٰ فَيَمْنَعُنِى	مِنهُ الحياءُ وخوفُ اللهِ والحَذَرُ
وَكَمْ خَلَوتُ بِمَنْ اَهْوىٰ فَيَقْنَعُنِى	مِنهُ الفكاهةُ والتحديثُ والنَظَرُ
كَذَلِكَ الحبُّ لا اتيانُ مومسةٍ	لاخيرَ فى لذةٍ من بعدها سَقَرُ[1]

اور لذت کو دوزخ کے خوف سے ترک کر دینا یہ بہت بڑی بات ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

مَن كانَ يؤمِنُ باللهِ	جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر
وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلا يَتَعَرَّضْ	ایمان رکھے وہ اپنے کو بلا میں نہ
لِلْبَلاءِ وَلا يَقِفُ مَوَاقِفَ	ڈالے اور تہمت کی جگہ نہ
التُّهَمِ[2]	جائے۔

پس وہ عفت جس کی طرف حضور نے اشارہ فرمایا ہے یہی ہے کہ غیر محرم سے آدمی اپنے کو دور رکھے اگرچہ یکبارگی دیکھنے سے گناہ نہیں ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

---

[1] اشعار کا مطلب یہ ہے مجھے اپنی محبوبہ کے ساتھ کتنی مرتبہ کامیابی ہوئی مگر حیا اللہ کے خوف اور ڈر نے مجھے روک دیا اور کتنی ہی مرتبہ مجھے خلوت حاصل ہوئی مگر ہنسی مذاق بات اور دیکھنے کی حد تک معاملہ رہا بس یہ حد ہے کہ معصیت کا ارتکاب نہیں ہوا اور اس لذت میں کوئی خیر نہیں ہے کہ جس کے بعد دوزخ ہو [2] حدیث صحیح ہے مشکوٰۃ شریف

الھویٰ مغفور مالم یعمل — خواہش معاف ہے جب تک عملی
بہٖ او یتکلم بہٖ[1] — جامہ نہ پہنایا جائے یا بات کیجائے
اور اسی طرف قرآن شریف میں اشارہ ہے
وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ — اور روکا نفس کو خواہش سے
فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ — پس جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

گویا جو لوگ ہوائے نفس سے باز رہتے ہیں ان کو جنت کا وعدہ ہے لیکن مرتبہ شہادت اس سے بہت بلند ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حاصل ہوتا ہے البتہ اس قسم کا عاشق اللہ کی راہ کے شہید کے اوصاف کو حاصل کرلیتا ہے کیونکہ اللہ کی راہ کا شہید اپنی جان اور اپنے مال سے بے پرواہ ہوجاتا ہے اور اس کو اللہ کی راہ میں پیش کردیتا ہے اور اس کے سامنے محض رضائے الٰہی ہوتی ہے میں نے اپنے بڑے مشائخ سے سنا ہے کہ ایک شخص کا ایک شخص سے شدید تعلق ہوگیا وہ (محبوب) برابر اس پر مصائب ڈالتا رہا انجام یہ ہوا کہ ایک دن اس محب نے محبوب کو قتل کردیا اور خود بھی قتل ہوگیا۔ میں نے کہا، کیا محب محبوب کو قتل کرسکتا ہے؟ فرمایا خاموش![2]

لہٰذا جس کو نظر کی پاکی حاصل ہے وہ خوف الٰہی سے بھاگتا ہے اور ہلاکت سے بچ جاتا ہے اور اس طرح وہ اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرتا رہتا ہے اس بارے میں ابو الغریب کا واقعہ بہت مشہور ہے یہ اصفہان کے رہنے والے اور مخلص قسم کے فقراء میں سے تھے۔ میں نے

---

[1] رواہ بیہقی شعب الایمان [2] یعنی اس وقت جذبہ بے اختیار اتنا بلند ہوا کہ وہ دنیا کی قید و بند سے جلد آزاد ہوکر دائمی اور حقیقی وصال کی طلب میں قتل کے مرتکب ہوگئے، وہ قتل ان کے لئے ذریعہ وصال تھا نہ کہ ذریعہ تفریق اس مقام پر عقل و شعور کی حد ختم ہوجاتی ہے ایسے لوگ اجراء احکام شرع سے چھوٹ جاتے ہیں۔

ابوالقاسم بغدادی سے سنا ہے انہوں نے فرمایا ہم مصر میں جماعت فقراء کے ساتھ تھے ان میں ابوالعریب بھی تھا ان کی عادت یہ تھی کہ جب نوجوان قسم کے لڑکوں کے ساتھ مدرسہ میں آیا کرتے تھے چنانچہ ایک لڑکے سے اس کا عشق ہو گیا میں نے اس سے کہا اس سے بے تکلف ہو کر دیکھو شاید وہ آپ سے خوف کھائے چنانچہ ابوالعریب نے ایسا ہی کیا اور اس کی طرف ہاتھ پھیلایا چنانچہ اس نے ابوالعریب کو اپنی انگوٹھی دیدی اور ابوالعریب نے اس کو پہن لیا اور وہ جوان چلا گیا یہ خبر اس جوان کے والد کو ہو گئی اس نے ابوالعریب سے انگوٹھی واپس مانگی ابوالعریب جب انگوٹھی نہ اتار سکا تو اپنی انگلی کاٹ کر قاصد کے حوالہ کر دی اور کھڑا ہو گیا اور وہاں سے نکل گیا۔

ابوالقاسم نے کہا کچھ زمانے کے بعد بلاد روم میں ہماری ملاقات پھر ابوالعریب سے ہوئی میں نے عرض کیا میں تجھے کیسا دیکھ رہا ہوں کہا آپ نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوں وہ جوان زندہ ہے اس کے باپ کا انتقال ہو گیا ہے اور اب میں دارالاسلام[1] میں داخل ہو گیا ہوں۔ اور میں نے اصمعی سے سنا ہے کہ انہوں نے ایک نوجوان عورت کو بیت اللہ کا غلاف تھامے ہوئے یہ

---

[1] مراد یہ ہے کہ اب وہ عشق کی کیفیات سرد ہو گئی ہیں اور اب میں مسلمانوں کی طرح کر اسلام کا پابند ہوں ہوتا یہی ہے کہ اس قسم کے لوگ یا تو غلبۂ حال میں وفات پا جاتے ہیں یا پھر کوئی تنبیہ خاص ہوتی ہے تو لوٹ آتے ہیں۔ "درد جب حد سے گذرتا ہے دوا ہوتا ہے" ماہر نفسیات اس کو نفسیاتی ردعمل قرار دیتے ہیں بہر حال عشق کوئی محبوب شے نہیں ہے بلکہ وہ مرض ہے جو جنون کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں محبت کی تو تعریف ہے عشق کی کوئی تعریف نہیں محبت کا تو مومن کو مکلف قرار دیا گیا ہے عشق کا نہیں یہ ایک مرض ہے جو محبت میں غلو اور بے احتیاطی کی بنا پر پیدا ہوتا ہے اور یہ تعریف کے لائق صفت نہیں ہے۔

شعر پڑھتے سنا ہے

لیست بما جورۃ فی قتل عاشقھا ✿ ولکن عاشقھا فی ذلک ماجور[1]

میں نے کہا اے لڑکی تو طواف کرتی ہے اور ایسے اشعار پڑھتی ہے؟ کہا الگ رہو تجھے محبت کا مزا معلوم نہیں ہے؟ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ بولی وہ اللہ ہے۔ اسی طرح میں نے ایک عورت کو رات کے وقت طواف کرتے دیکھا اس وقت کوئی موجود نہیں تھا وہ اتنی حسین تھی گویا کسی شاخ پر سورج لگا ہے اور وہ کسی ٹیلہ پر گری ہوئی ہے وہ یہ اشعار پڑھتی تھی۔

رائت الھوی حلوا اذا اجتمع الوصل ✿ مر اعلی الھجران لابل ھو القتل

ومن لم یذق الھجر فھنا ف نہ ✿ اذا ذاق طعم الوصل لم یدر ما الوصل[2]

میں نے اس کی طرف دیکھا تو بولی خبردار! بدظنی اور برا خیال نہ کرنا اور اس کی آنکھوں سے آنسو مثل موتیوں کے گر رہے تھے بہرحال اس کا نام معرفت ہے۔ ہم نے اس جگہ بہت اختصار سے کام لیا ہے ورنہ عفت اور کتمان کے واقعات اتنے زیادہ ہیں جو ہمارے لئے شرط کتاب سے خارج ہیں۔

شہید کے اقسام | بہرحال حدیث شریف کے اعتبار سے شہید کی سات قسمیں شہادت کبریٰ کے علاوہ ہیں

۲۔ صاحب الحرق۔ آگ میں جل کر مرنے والا کہ کسی چیز میں آگ لگی اور یہ جل گیا
۳۔ ڈوب کر مرنے والا۔ کشتی وغیرہ کے غرق سے موت واقع ہو گئی۔
۴۔ صاحب الہدم۔ دیوار گر پڑی یا چھت بیٹھ گئی۔
۵۔ المبطون۔ دستوں کی بیماری، مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر انتقال ہو گیا۔
۶۔ مطعون۔ مرض طاعون میں مرنے والا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مطلب وہ اپنے عاشق کے قتل میں ثواب نہ پائیگی لیکن اس کے عاشق کو ثواب ملیگا۔

[2] میں نے محبت کو وصل کی حالت میں میٹھا پایا اور جدائی میں کڑوا بلکہ وہ قتل ہے اور جس نے جدائی کا ذائقہ نہیں چکھا اور جب وصل ہوا تو بھی نہ جانا کہ وصل کیا ہوتا ہے

نے فرمایا میری امت کی فنا طعن اور طاعون سے ہے صحابہ نے عرض کیا طعن کو تو ہم جانتے ہیں، طاعون کیا ہے؟ فرمایا یہ تمہارے دشمن جنات کی طرف سے لائی ہوئی بلا ہے اور بعض احادیث میں ہے کہ یہ عذاب کی ایک قسم ہے آپ نے فرمایا اگر یہ کسی زمین (علاقہ) میں ہو تو وہاں داخل نہ ہو اور اگر وہاں تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو! (اس کی تفصیل آخری باب میں ہے)

۷۔ جس کو درندہ پھاڑ جائے۔

۸۔ وہ عورت جو بچہ کی ولادت یا حمل کی وجہ سے مرگئی۔ اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مسافرت کی موت بھی شہادت کے حکم میں ہے کہ آدمی کی موت اس وقت آئے کہ اس کے نزدیک کوئی عزیز نہ ہو اس وقت اس کے ہر سانس کے بدلے ایک ایک ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور اس کے ایک ایک ہزار گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کا نام شہیدوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

خیال فرمائیے! جب اس غریب کا یہ حال ہے تو اس غریب کا کیا حال ہوگا جو وطن میں رہتے ہوئے غریب ہے اپنے جسم وجان سے غریب ہے یہ وہ غریب ہے جس کو صفت عفت اور کتمان حاصل ہے ہم اللہ تعالےٰ ہی سے عفو اور عافیت مانگتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

معیارِ حبِّ رسول

شیخ نے بسند متصل حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے محبت ہے آپ نے فرمایا جو کچھ کہتا ہے اس پر نظر کر! اور یہ تین بار فرمایا۔ اور اس نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا

اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر کے لئے تیار رہو کیونکہ

جو مجھ سے محبت کرتا ہے فقر اس کی طرف تیز رفتار جاتا ہے[1]

شیخ نے فرمایا محبت کا دعویٰ ایک بڑا دعویٰ ہے اور جو دعوے کرتا ہے اس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں آپ نے جو بار بار فرمایا تو اس وجہ سے کہ کہیں اوپری اور سطحی طور سے تو نہیں کہتا ہے کیونکہ وہ صاحب خواص صحابہ رضؓ میں سے نہ تھے

۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فقر کی دعوت دینے سے مراد دعوت عمل ہو جیسا کہ آپ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا تھا!

اے فاطمہ بنت محمد! اپنے نفس کو اللہ سے خرید لے میں اللہ سے تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں

اس میں بھی عمل کی دعوت اور ترغیب ہے تاکہ قربت اور قرابت پر بھروسہ نہ کر لیا جائے۔

۳۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فقر سے مراد فقر دنیا ہو کیونکہ فقر دنیا انبیاء اور اولیاء کے لئے زینت ہے

۴۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ناگوار اور مکروہات (ایذا و مصائب) کے برداشت کے لئے دعوت دی گئی ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا:

حضرت عمر رضؓ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت عثمان رضؓ کو محصور کر کے شہید کیا گیا۔

ایسے ہی حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ یوم جمل میں جو کچھ پیش آیا حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ شہید کر دئے گئے حضرت ابوذر رضؓ کا ربذہ میں حالت تنہائی میں انتقال ہوا حضرت عمران بن حصین تیس سال تک صاحب فراش رہے یہ سب لوگ حضورؐ کی محبت میں اسیر تھے جو شدائد اور آزمائش میں مبتلا کئے گئے اسی طرف حضورؐ نے اشارہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] رواہ بیہقی فی شعب الایمان

انسانوں سے محبت

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

راس العقل بعد الایمان التودد الی الناس [1]

ایمان کے بعد عقل کامل یہ ہے کہ لوگوں سے محبت کی جائے

شیخ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے کام کرو جس سے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں۔ دوسری حدیث میں ہے :

جو چیز لوگوں کے پاس ہو اس سے زہد اختیار کرو۔ لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ جو لوگوں کی چیز سے زہد اختیار کرتے اور ان چیزوں کو ان پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کی ذمہ داریاں اوڑھتے ہیں ان کی مدد کرتے ہیں اور ان میں انصاف کرتے ہیں پس یہ تمام اوصاف عقلمندوں کے ہیں [2]

لہذا جس کا بھی یہ طریقہ ہوگا لوگ اس سے محبت کرینگے۔ گویا حضور صلعم نے اخلاق اختیار کرنے کو فرمایا ہے جب اچھے اخلاق کو اختیار کیا جائیگا تو اللہ تعالے مخلوق کے دل میں اس کی محبت ڈال دیگا اللہ تعالے نے فرمایا ہے

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا کر دیگا اللہ تعالے ان کے لئے محبت [3]

یہ خصوصیت اللہ تعالے اولیاء کے لئے قلوب میں پیدا فرما دیتا ہے [4]

---

[1] احیاء علوم باب الحب [2] بظاہر یہ کوئی حدیث نہیں ہے صوفیا یا حکماء کے اقوال میں سے ہے اگر حدیث ہے تو میری نظر سے ابتک نہیں گذری واللہ اعلم [3] یہ سورۂ مریم کی آیت ہے اور سورۂ مریم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس آیت میں حضرات صحابہ رضؓ کے لئے پیشین گوئی ہے کہ جن کے مکے والے دشمن تھے اللہ تعالےٰ نے قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے قلوب میں ان کی محبت اور عظمت پیدا کر دی [4] اس مضمون کی ایک حدیث آئندہ صفحات میں آئے گی۔

خلت اور محبت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ	اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو
أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ	خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا

ایک دوسری روایت میں غیر ربی (اپنے رب کے سوا) کے الفاظ ہیں اور حضرت ابوسعید خدری رضؓ نے یہ روایت کیا ہے

ان صاحبكم خليل الله له	تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے

ایک راوی نے حضرت عائشہ رضؓ سے دریافت کیا، حضور صلعم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ فرمایا ابوبکر!۔ پھر کون تھے؟ فرمایا عمر! پھر کون تھے؟ فرمایا ابو عبیدہ بن جراح [۱]۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب ہیں اور پہلی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے کے علاوہ آپ کا کوئی خلیل نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے تمام انسانوں میں آپ کو حضرت فاطمہ رضؓ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔ ایک روایت میں حضرات حسنینؓ کا نام آتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کو حضرت اسامہ سب سے زیادہ محبوب تھے[۲]۔ ان روایات سے ثابت ہے کہ آپ کو محبت تو بہت سے لوگوں سے تھی لیکن آپ نے اپنا خلیل اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں بنایا تھا اس لئے حضرات صوفیاء نے محبت اور خلت میں فرق کیا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں انہوں نے فرمایا

---

[۱] اس حدیث کو تھوڑے سے فرق سے امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے جمع الفوائد میں من امتی کی جگہ من الناس ہے مشکوٰۃ شریف باب المناقب وجمع الفوائد ۲۰۵ [۲] یہ تمام احادیث کتب متداولہ میں موجود ہیں اور صحیح ہیں۔

ہے بعض اعتبار سے خلت بڑھی ہوئی ہے اور بعض اعتبار سے محبت بڑھی ہوئی ہے محبت میں ایثار، موافقت، محبوب کی طرف رغبت پائی جاتی ہے اور خلت میں ایک خاص قسم کا دخول اور مداخلت پائی جاتی ہے کہا جاتا ہے

خلل اصابعه — اس نے اپنی انگلیوں میں خلال کیا

جس طرح انگلیوں میں انگلیاں داخل کرنے کو خلال کہتے ہیں ایسے ہی ایک خلیل دوسرے خلیل میں داخل ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے چھپے ہوئے معاملات سے واقف ہوتا ہے اس طرح پر کہ کوئی دوسرا واقف نہیں ہوتا ہے یہی خلت ہے۔ اسی کے بارے میں فرمایا ہے

اذا ما نطقت کنت حدیثه ÷ اذا ما سکت کنت خلیلا لہ

کسی حکیم نے کہا ہے

قد تخللت مسلك الروح منی — وہ روح کے راستہ میں داخل ہوگیٔ

اس اعتبار سے حضورؐ کے ارشاد کے یہ معنی ہونگے

لہ جب وہ گویا ہوا تو میں اس کی بات ہوگیا اور وہ جب خاموش ہوا تو میں اس کا خلیل ہوگیا اس جگہ اگر خلیل میں تخلیل کی بجائے خلوت کے مفہوم کو لیا جائے تو آیت مبارکہ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى اور حدیث شریف ان مع اللہ لی ساعة سے تائید مل جائے گی اور آیت اور حدیث کی مناسب تشریح ہوجائے گی کیونکہ اسرار (راز) کے اندر خود خلوت کا مفہوم موجود ہے خلوت کا مفہوم تسلیم کر لینے سے تشریک لازم نہیں آتی اور تخلیل سے تشریک لازم آتی ہے یاد رہے خلوت کے لئے اتحاد جنس ضروری نہیں ہے اور تخلیل میں اتحاد جنس ضروری ہے بہرحال شیخ کی عظمت کے باوجود ہم انکی اس تشریح سے متفق نہیں ہیں حضرات صوفیاء کے یہاں محبت اور فنائیت اور خلت میں یہی غیر محتاط قسم کی تشریحات ہیں کہ جس کی وجہ سے محدثین حضرات ان کی روایات کو قبول نہیں کرتے ہیں واللہ اعلم۔

عزیز الرحمٰن غفرلہ

اگر میں کسی کو اپنے امتیوں میں سے خلیل بناتا تو ابو بکر رض کو بناتا یعنی اگر میں اپنے اسرار میں سے کسی کو اطلاع دینا چاہتا تو ابو بکر کو مطلع کرتا لیکن میں نے اپنے بھید دل پر بجز خدا کے کسی کو مطلع نہیں کیا۔

کیونکہ بھیدوں پر بجز خلیل کے کسی کو مطلع نہیں کیا جا سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسی ساعت ہے جسمیں میرے علاوہ کسی غیر کے لئے گنجائش نہیں ہے [1]

یعنی میرے اور میرے رب کے درمیان کوئی خلقت اختیار نہیں کرسکتا اللہ تعالےٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے

۱۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی — پس وحی کی ہم نے اپنے بندہ کی طرف جو وحی کرنی تھی۔

اس میں یہ بات چھپائی ہے کہ کیا وحی کی اور فرمایا ہے:۔

۲۔ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی — قریب ہوئے دو کمان کے بقدر یا اور نزدیک

کتنا قریب ہوئے یہ بات خیال اور وہم سے بالا تر ہے اس میں بھی اسی راز کو چھپایا ہے اور اس آیت کے بارے میں ہے۔

۳۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ [2] — اور اگر بنا لاتا ہم پر بعض باتیں۔

---

[1] اس حدیث کو صوفیاء حضرات روایت کرتے ہیں یہ حدیث رسالہ قشیری میں ہے۔ تذکرۃ الموضوعات از ملا علی قاری ص۲۹ مطبوعہ پاک۔ [2] اس آیت کے جو معنی شیخ نے بیان کئے وہ کسی تاویل کے محتاج ہیں ورنہ عبارت النص سے قرآن پاک کی حقانیت اور اس کے کلام الہٰی ہونے پر دلیل ہے شروع آیات سے ترجمہ ملاحظہ فرمائیں یہ قرآن کہا ہے ایک پیغام لانے والے سردار (جبرئیل) کا اور نہیں ہے کہا کسی شاعر کا تم تھوڑا یقین کرتے ہو اور نہیں ہے کہا پریوں والے کا تم بہت کم دھیان کرتے ہو یہ اتارا ہوا ہے جہان کے رب کا۔ اس کے بعد مذکورہ آیت ہے
(ترجمہ شیخ الہند سورۃ الحاقہ)

یعنی ہمارے غیر سے وہ بات کہیں جو ہم سے ہی کہی جا سکتی ہیں

۴۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ — البتہ پکڑ لیتے اس کو داہنے ہاتھ

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (الحاقہ) — سے اور کاٹ دیتے اس کی گردن

اس لئے یہ جائز نہیں ہے کہ دو خلیل کے درمیان تیسرا آ گھسے اور محبوب کے اسرار پر ادنیٰ واقف ہو سکے کیونکہ جب غیر اللہ سے اسرار اللہ کو ظاہر کر دیا تو وہ اسرار نہ رہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۵۔ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ — اور چھپاتا ہے اپنے جی میں وہ بات

مُبْدِيْهِ (احزاب) — جس کو اللہ ظاہر کر دیگا۔

یعنی وہ بات لوگوں پر ظاہر کر دی جائیگی جس کو غیر اللہ سے کسی خوف کی وجہ سے چھپائے ہوئے ہو۔ اور حضرت عمر رضؓ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ — اور دیکھا اپنے رب کی بڑی

الْكُبْرٰى — آیات۔

آیاتِ کبریٰ کے بارے میں مخلوق کے اوہام عاجز ہیں۔ بہرحال اللہ تعالےٰ نے اپنے ان رازوں کو جو اس کے اور خلیل اللہ کے درمیان میں چھپائے رکھا ہے۔ اسی کی آپ نے اطلاع دی ہے کہ ان اسرار کو بجز خلیل کے کسی پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا اگر ایسا ہوتا تو ابوبکر رضؓ اس کے زیادہ مستحق تھے لیکن خلت کے معاملہ میں میں نے ان کو بھی اختیار نہیں کیا باوجودیکہ وہ تمام مخلوق میں مجھ سے زیادہ قریب ہیں اور میرے بہت معاملات اور اسرار کو جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

ابوبکر روزہ اور نماز کی وجہ سے تم پر فوقیت نہیں رکھتے لیکن وہ اس وقار کی وجہ سے رکھتے ہیں جو

ان کے قلب میں ہے [1]

اس حدیث میں بھی حضرت ابوبکر رضہ کے اسرار کو آپ نے چھپایا ہے جیساکہ اپنے اسرار حضرت ابوبکر رضہ سے چھپائے ہیں اور حضرت اسامہ بن زید رضہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضہ اور حضرت حسین رضہ کو لئے ہوئے تھے اسوقت آپ نے فرمایا تھا

اللهم انی احبهما فاحبهما	الہٰی میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان دونوں سے محبت فرمائیے۔

ایسے ہی احد پہاڑ کے بارے میں آپ نے فرمایا " یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ بہرحال آپ نے اغیار کو محبوب تو بنایا لیکن خلیل کسی کو نہیں بنایا۔

---

[1] یہ حدیث صحیح مسلم کی اس روایت کے خلاف ہے

مَن اَصبحَ الیومَ مِنکم صَائماً قَالَ ابو بکر اَنَا. قالَ فَمَن تبعِ الیومَ مِنکم جَنازةً قَالَ ابوبکر اَنَا. قالَ مَن اَطعَمَ الیومَ مِنکم مِسکیناً قالَ ابوبکر اَنَا قالَ فَمَن عَادَ الیومَ مِنکم مَریضاً قالَ ابو بکر اَنَا قالَ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اجتمعنَ فی رجلٍ اِلّا دَخَلَ الجنّةَ (مسلم)	آج تم میں سے کون روزہ دار ہے حضرت ابوبکر رضہ نے کہا میں۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے جنازہ کے ساتھ کون گیا ابوبکر رضہ نے فرمایا میں۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا حضرت ابوبکر رضہ نے فرمایا میں نے حضور رضہ نے فرمایا آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی حضرت ابوبکر رضہ نے کہا میں نے حضور رضہ نے فرمایا جس میں یہ سب جمع ہوجائیں وہ جنت میں داخل ہوگا

معلوم رہے روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر رضہ (باقی حاشیہ صفحہ ۶۴ پر)

(حاشیہ متعلقہ ص ۶۳) تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں کثرتِ اعمال میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور وقار (تعلق قلبی) میں بھی بڑھے ہوئے تھے۔ مذکورہ حدیث کے بارے میں علامہ عراقی نے کہا ہے کہ مجھے اس کا مرفوع ہونا معلوم نہیں ہے اور حکیم ترمذیؒ نے اس کو نوادر میں شمار کیا ہے۔

(موضوعات کبیر ص ۲۳۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا باب

قرآن پاک اور اسکی عظمت

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ

یہ (قرآن) کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ متقیوں کے لئے ہدایت ہے

دوسرا باب

قرآن پاک اور اسکی عظمت

سات حرفوں پر نزول | شیخ نے بسند متصل حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

" قرآن پاک سات حرفوں پر نازل ہوا ہے اور ہر آیت کا ظاہر اور باطن ہے اور ہر حد کا مطلع ہے۔"

شیخ نے فرمایا۔ سات حرف سے کیا مراد ہے اس کی تفسیر میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض لوگوں نے کہا ہے اس سے مراد وعد، وعید، حلال، حرام، مواعظ، امثال اور حجج ہیں (یعنی دلائل) بعض نے کہا حلال، حرام، امر، نہی۔ وہ خبر جو ہو چکی اور وہ خبر جو ہوگی اور امثال ہیں۔ بعض نے کہا سات لغات ہیں اور یہ معانی زیادہ مناسب ہیں اور یہی اکثر اہل افتار کا قول ہے اور حدیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے [۱]

اِنَّ اللّٰہَ تعالٰی اَنْزَلَ الْقُرْآنَ	اللہ تعالٰی نے قرآن سات حرفوں پر
عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا	نازل کیا پس جیسے چاہے پڑھو
شِئْتُمْ [۲]	

---

[۱] مرقاۃ از ملا علی قاری ص۱۵ ج ۵ مطبوعہ پاک میں بھی یہ تفصیل موجود ہے

[۲] یہ روایت اصحاب السنن نے فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ کے الفاظ سے روایت کی ہے مَا شِئْتُمْ کے الفاظ سے یہ حدیث صحاح اور سنن میں نہیں ہے۔ بشکوٰۃ وجمع الفوائد

اس سے ظاہر ہے کہ سات حروف سے مراد سات لغات ہیں اور اگر وعدا ور وعید مراد لئے جائیں تو وہ قرأت کی صلاحیت نہیں رکھتے پڑھے تو الفاظ اور حروف ہی جاتے ہیں تو یہاں فَاقْرَؤُا مَا تَیَسَّرَ کا ترجمہ جس لغت میں چاہو پڑھو ہے اور اس معنی کو دوسری حدیث میں بھی بیان فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے روایت کیا ہے (حدیث قدسی)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کو ایک لغت میں پڑھو!
مجھ سے میکائیل نے کہا آپ زیادتی طلب فرمائیے تو سات
لغات کی اجازت مرحمت فرمائی گئی اور ہر حرف شافی اور
کافی ہے [1]

تو اس حدیث میں اَحْرُف سے صاف ظاہر ہے کہ سات لغات مراد ہیں اور غرض اس سے امت پر وسعت ہے تاکہ اہل عرب جس لغت سے مانوس ہوں اس لغت پر قرآن پاک پڑھیں جیسے ادغام، اظہار ہمزہ، تلیین، رفع، نصب۔ اگر احرف سے مراد وعد اور وعید لئے جائیں تو اس میں رخصت اور وسعت کے معنی مراد لینا ایک بے معنی سی بات ہے کیونکہ ان میں تلاوت کی آسانی کا سوال نہیں پیدا ہوتا

اور حروف شافی و کافی سے مراد یہ ہے یعنی وہ حروف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل شافی اور کافی ہیں اور یہ کہ ان حروف (لغات) سے اعجاز قرآن ظاہر ہے اور یہ بھی ترجمہ ہو سکتا ہے کہ اس سے مسلمانوں کا سینہ پاک اور صاف ہو جائیگا یعنی جس لغت میں پڑھو گے اس میں صحت بر شافی اور کافی ہے۔

---

[1] یہ حدیث قدسی نہیں ہے اور نہ اسکو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے روایت کیا ہے بلکہ اس معنی پر مشتمل احادیث حضرت ابی بن کعبؓ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہیں مضمون کے اعتبار سے روایت ثابت ہے شیخ نے غالباً حدیث کے مفہوم کو بیان کیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف وجمع الفوائد باب فضائل القرآن

اب یہ بات کہ ہر آیت کا ظاہر اور باطن ہے تو ظاہر سے مراد تنزیل قرآن ہے اور باطن سے مرادِ تاویل قرآن ہے کہ جس پر عمل کرنا واجب ہے اور ایمان لانا واجب ہے یعنی جس قدر قرآن پاک میں وعد و وعید وغیرہ ہیں سب پر ایمان لانا واجب ہے اور جتنے حرام اور حلال ہیں وہ سب موجب عمل ہیں اور ظاہر و باطن سے مراد تلاوت اور فہم بھی ہو سکتی ہے یعنی ظاہر قرآن کی تلاوت واجب ہے اور باطن قرآن کی فہم اور تدبر اور تفکر واجب ہے یعنی تلاوت قرآن تو ظاہر حروف کی ہوگی جس کا تعلق سیکھنے اور پڑھنے سے ہے اور فہم قرآن صدق نیت اور شہوات کے ترک سے حاصل ہوگی اس کا معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ اشعار اور بادشاہوں کے قصوں کا ہوتا ہے اور جنکو قرأت قرآن اور فہم قرآن حاصل ہو جائیگا وہی راسخین فی العلم ہیں اور وہی اہل فقہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ راسخین کون ہیں فرمایا :-

جو وعدہ کے پکے، زبان کے سچے، قلب کے صاف، باطن
کے پاک اور فرج کے حفاظت کرنے والے ہوں [1]

اور ہر حد کا مطلع ہے اس کے معنی وہی ہیں جو بیان ہو چکے ہیں یعنی فہم قرآن اور

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے جس کے راوی حضرت ابو درداء ہیں اصل حدیث یہ ہے

سئل عن الراسخین	حضور سے راسخین کے بارے میں
في العلم قال من بر یمینه	دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا جو
وصدق لسانه واستقام قلبه	وعدہ پورا کرے زبان کا سچا قلب کا
وعف بطنه وفرجه	صاف اور پیٹ اور شرمگاہ کے
(تفسیر مظہری ص۱۱۱ ج۲)	معاملہ میں پاکباز ہو۔

ہمارا اندازہ یہ ہے کہ اس قسم کی عام غلطیاں ناقلین کی جانب سے ہیں۔ واللہ اعلم

تلاوت قرآن اس لئے کہ حد وہ چیز کہلاتی ہے جہاں پر کوئی چیز ختم ہوتی ہے یعنی ہر آیت کی ایک تلاوت اور تفسیر ہے کہ اس کی حد سے نہیں بڑھا جا سکتا تلاوت تو اسی قرأت پر ختم ہے کہ جس پر حضرت عثمان رض نے قرآن کو جمع کر دیا ہے اور تفسیر قرآن میں سمع (روایت) سے آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے فرمایا:۔

کونسا آسمان میرے اوپر سایہ کریگا اور کونسی زمین مجھے اٹھائے گی کہ اگر میں قرآن میں اپنی رائے ظاہر کروں۔ لہ

پس اخبار نبی تفسیر میں حد ہیں اب رہا ان کے معنی میں تدبر اور تفکر تو ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے بقدر علم اس سے فوائد اور جواہر حاصل ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک جن سات حروف پر نازل ہوا ہے وہ منصوص اور معروف ہیں اور اسی پر تمام ائمہ قرأت کا اجماع ہے اور ان ہی کو حضور م کے صحابہ نے روایت کیا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قرآن پاک کو حضرت جبرئیل ع کو سنایا کرتے تھے جسقدر نازل ہو چکا ہوتا تھا اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال دو مرتبہ پورا قرآن آپ نے حضرت جبرئیل ع کو سنایا ہے اسی کو حضرات صحابہ رض نے روایت کیا ہے اور جو قرّاء صحابہ رض میں سے مشہور ہیں یعنی حضرت ابوبکر رض، حضرت عمر رض، حضرت عثمان رض، حضرت علی رض حضرت عبداللہ بن مسعود رض، زید بن ثابت رض، ابی بن کعب رض، معاذ بن جبل رض سالم مولی ابی حذیفہ رض وغیرہ انہوں نے قرآن پاک کو حضور م سے لیا ہے اور ان سے ان کے اصحاب نے سلسلہ بسلسلہ اور اسی پر اجماع ہے اور حضرت عثمان رض نے جو قرآن پاک جمع کیا وہ بھی حضرات صحابہ کے مشورہ

لہ روی شعبہ عن سلیمان عن معمر الخ تفسیر ابن کثیر ص ۳ ج

سے کیا اور وہی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کے بار بار فرمانے سے جمع قرآن کا حکم صادر فرمایا تھا [1]

جمع قرآن

حضرت زید بن ثابت رضؓ نے فرمایا مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جوان آدمی ہو اور تم نے وحی کی کتابت بھی کی ہے اس لئے تم قرآنِ پاک کو جمع کرو۔ میں نے عرض کیا اگر آپ مجھے پہاڑ اکھاڑنے کا حکم فرمائیں وہ میرے لئے اس کام سے زیادہ آسان ہے میں اس کام کو کیسے کروں جس کو حضورؐ نے نہ کیا ہو۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا اس میں خیر ہے اور وہ برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ مجھے شرح صدر ہو گیا جیسا کہ حضرت ابوبکر رضؓ کو حضرت عمر رضؓ کے فرمانے سے شرح صدر ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے قرآن پاک کی تلاش کی اور اس کو جمع کرنا شروع کیا تو سورۂ توبہ کی یہ آیت نہ ملی۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ الخ	آیا تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول۔

میں نے اس کو خزیمہ یا ابوخزیمہؓ کے پاس پایا اور پھر اس کو سورۂ توبہ میں داخل کر دیا۔ یہ صحیفہ حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس رہا پھر حضرت عمر رضؓ کے پاس رہا پھر ان کے پاس سے حضرت حفصہ بنت عمر رضؓ کے پاس پہونچا

حضرت انس رضؓ کی روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان (جو شام کے جہاد میں تھے اور آرمینیہ اور آذربیجان کی فتح میں شریک تھے) جب اہل عراق کا قرأت قرآن میں بہت اختلاف دیکھا تو حضرت عثمان رضؓ سے آکر عرض کیا کہ مسلمان تو کتاب اللہ کے بارے میں یہود اور نصاریٰ کی طرح اختلاف کر رہے ہیں تب حضرت عثمان رضؓ نے وہ صحیفہ عاریۃً حضرت حفصہ رضؓ

---

[1] یہ تمام تفصیل مستند احادیث سے اتقان میں موجود ہے ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب تاریخ الاحکام

[2] مشکوٰۃ شریف باب الفضائل قرآن

کے پاس سے طلب کیا اور زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص عبداللہ بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان حضرات نے قرآن پاک کو مصاحف میں لکھا اور حضرت عثمان رضہ نے قریش کی جماعت سے کہدیا کہ اگر کسی بارے میں تمہارا اور زید بن ثابت کا اختلاف ہو تو لغت قریش کے مطابق لکھو کیونکہ قرآن پاک ان ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے جب مختلف مصاحف تیار ہو گئے تو حضرت حفصہ کا مصحف ان کو واپس کر دیا. اور ان مصاحف کو اسلامی مملکت کے مختلف علاقوں میں بھیجدیا اور ان کے علاوہ دیگر صحیفوں کو مٹوا دیا یا جلوا دیا

اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ حضرات صحابہ رضہ نے مصاحف میں وہی جمع کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور مختلف مصاحف (جو لوگوں کے پاس مختلف چیزوں پر مکتوب تھے) ان کو مٹوا دیا کیونکہ ضرورت نہیں تھی اور ان صحیفوں میں پورا قرآن پاک مکتوب بھی نہیں تھا اور یہ بھی وجہ تھی کہ ترتیب قرآن اور صیفوں کی بناوٹ کی وجہ سے بھی اختلاف ہو سکتا تھا کیونکہ اہل عرب بعض حروف کی کتابت میں اختلاف رکھتے تھے حضرت علی رضہ نے فرمایا۔

> لوگو! حضرت عثمان رضہ کے بارے میں خدا سے ڈرو! اور ان کے بارے میں زیادہ تنقید نہ کرو اور یہ بات کہ انہوں نے مصاحف کو جلوا دیا تھا اور یہ انہوں نے حضرات صحابہ رضہ کے مشورہ سے کیا تھا انہوں نے صحابہ رضہ کی جماعت سے کہا تمہاری کیا رائے ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں میری قراءت فلاں کی قراءت سے افضل ہے اس طرح ان میں شدید اختلاف ہے اور کفر تک کی نوبت آنے لگی ہے لوگوں نے جواب دیا امیرالمومنین جو آپ کی رائے ہو چنانچہ حضرت عثمان رضہ نے حضرت

زید بن ثابت اور سعید بن عاص کو بلایا اور فرمایا کہ تم میں سے ایک صاحب لکھیں اور ایک املا کرائیں اگر تم میں اختلاف ہو جائے تو میرے پاس آؤ چنانچہ ان دونوں کا سورہ بقرہ کے ایک حرف میں اختلاف ہوا حضرت سعید رض کہتے تھے "التابوت" ہے اور زید کہتے تھے "التابوۃ" ہے حضرت عثمان رض نے حکم دیا التابوت لکھو۔ حضرت علی رض نے فرمایا اگر یہ کام میرے سپرد ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو حضرت عثمان رض نے کیا ہے [۱]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رض کے جمع قرآن پاک پر تمام صحابہ رض کا اجماع ہے تھوڑا سا اختلاف صرف لغات میں ہوا کیونکہ اہل عرب اپنی اپنی زبان میں قرآن پاک پڑھتے تھے اور کتابت کے بارے میں جو اختلاف تھا مثلاً تابوت کی کتابت میں اختلاف تھا اس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا صرف حروف کی صورت کتابت میں فرق ہوتا ہے

جن حضرات کے سپرد یہ خدمت تھی وہ چار حضرات ہیں ان میں سے تین تو قریش ہیں ابن زبیرؓ، سعیدؓ، عبدالرحمنؓ۔ اور حضرت زیدؓ غیر قریش ہیں حضرت زید رض کتابت کرتے تھے اور یہ حضرات املا کراتے تھے اور حروف کی صورتوں کو دیکھتے تھے۔ اگر ان حضرات کا اختلاف نفس قرآن کے بارے میں ہوتا تو یہ کہتے کہ یہ قرآن ہے اور دوسرا کہتا یہ قرآن نہیں ہے ان میں تو صرف حروف کی صورتوں میں اختلاف تھا اگر قرآن میں اختلاف ہوا ہوتا تو یہ لوگ حضرت عثمان رض کی خدمت میں پیش کرنے پر راضی نہ ہوتے

---

[۱] مشکوۃ شریف میں مختصر ہے اور جمع الفوائد میں مفصل ہے، اتقان اور روح المعانی میں بھی یہ تفصیل موجود ہے۔

بہر حال ان حضرات نے ان مصاحف کو حضرت عثمان رض کو بھی دکھلایا
اور دیگر بہت سے صحابہ رض نے بھی دیکھا اگر کوئی غیر مسموع آیت ہوئی
ہوتی تو حضرت عثمان رض اور دیگر صحابہ رض اس کو ضرور ظاہر فرما دیتے
اور کوئی خاموش نہ رہتا

خلاصہ یہ ہے کہ حروف سبعہ سے مراد یہی ہے کہ جن حروف پر قرآن
پاک کا اول نسخہ لکھا گیا ہے اور جمع ہوا ہے۔ اور اس پر اجماع ہو چکا ہے
اسی وجہ سے فقہاء اسلام اور تمام علماء خلاف خط مکتوب قرآن دیگر
رسم الخط میں قرآن پاک پڑھنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں یہی معنی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے ہیں لے

فاقرأوا ما شئتم — ان میں سے جو چاہے پڑھو!

یعنی سات حروف میں سے ان ہی سات حرفوں پر حضرت جبرئیل
علیہ السلام نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل
کیا ہے عرب میں سے بھی قریش جس طرح حروف کی صورتوں اور اعراب
کو بتاتے تھے وہی جائز ہیں ان کے علاوہ جائز نہیں ہیں

سورتوں کی فضیلت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عباس رض
سے روایت کیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا

۱۔ سورہ "اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ" نصف قرآن کے برابر ہے
۲۔ "قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" تہائی قرآن کے برابر ہے
۳۔ "الکافرون" چوتھائی قرآن کے برابر ہے ٢ھ

لے آج کل ہندی رسم الخط میں قرآن پاک چھپنے لگا ہے وہ اسی روشنی میں حرام اور ناجائز ہے تفصیل ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب اسلامی دستور۔ ٢ھ یہ روایت در روایتوں کا مجموعہ ہے ترمذی نے حضرت انس رض سے روایت کیا ہے اور ایک روایت امام مالک نے حمید بن عبد الرحمن سے روایت کی جمع الفوائد۔ لیکن امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت انس رض اور حضرت ابن عباس رض سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ منطبی ص ۳۲۶ ج ۱۰

شیخ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس وقت ہوئی جب دیگر امتوں کے آثار اور نشانات مٹ چکے تھے یہ فترۃ[1] کا زمانہ ہے اور لوگ تمام امور بعثت، بعث (مرنے کے بعد اٹھنا) سے ناواقف تھے اور شرک میں مبتلا تھے صرف اہل کتاب کا تو یہ عقیدہ تھا

۱- فرقہ ثنویہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ وہ نور اور ظلمت کو قدیم اور خیر و شر کا خالق مانتے تھے

۲- مجوسی دو خداؤں کے قائل تھے

۳- اصحاب ہیولیٰ اور اہل عقل کا ایک گروہ تھا (فلسفہ یونان کے حکماء)

۴- اہل خمسہ پانچ خالقوں کو مانتے تھے

۵- مشرکین شریک باری کو دوسری حیثیت سے مانتے تھے اللہ تعالےٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:-

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى — ہم انکی عبادت اسی وجہ سے کرتے ہیں وہ (بت) ہمیں اللہ سے قریب کردینگے

۶- بعض لوگ حضرت عیسیٰ، چاند، سورج اور ستاروں کو خدا مانتے تھے اس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنے رسول کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا اور اللہ تعالےٰ نے ان تمام فرقوں پر اپنی حجت قائم کردی۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱- اَلَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِ اللّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ — وہ ذات جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کردیا تاکہ اس میں کشتیاں جاری ہوں اللہ کے حکم سے اسی نے سات آسمان اور سات زمین

[1] زمانہ فترت حضرت عیسیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے وقت کو کہا جاتا ہے

مثلهن	بنائیں
۲۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ	اگر زمین اور آسمان میں بہت سے
إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا	خدا ہوتے تو دونوں میں فساد ہو جاتا

اسی قسم کی اور بہت آیات رد شرک کے بارے میں قرآن پاک میں موجود ہیں اور قرآن پاک کا بیشتر حصہ جو مکہ معظمہ میں نازل ہوا ہے اس میں اسی قسم کے زیادہ امور بیان فرمائے ہیں

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن پاک میں کل ۱۱۴ سورتیں ہیں ان میں ۲۴ مدنی ہیں اور باقی تمام مکی ہیں۔ اسی طرح تمام آیات قرآن پاک کا مطالعہ کیا جائے تو ایک تہائی حصہ توحید الٰہی کی دعوت اور شرک کی برائی کے بارے میں ہے اور تنہا سورۂ اخلاص میں یہ سب کچھ موجود ہے اسی وجہ سے وہ تہائی قرآن کے برابر ہے کیونکہ پورے قرآن میں جو مضامین ایک تہائی حصہ میں ہیں وہ تنہا اس ایک میں ہیں پس جس نے سورۂ اخلاص کی قرارت کی گویا ایک تہائی قرآن کی تلاوت کی اور اس تاویل کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ایعجز احدکم ان یقراء	کیا تم میں سے کوئی ہر رات ایک
فی لیلۃ ثلث القرآن	تہائی قرآن پڑھنے پر قادر ہے؟
قالوا وکیف یقرأ ثلث	عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے آپؐ
القرآن قال قل ھو اللہ	نے فرمایا قل ھو اللہ احد
احد تعدل ثلث	ایک تہائی قرآن کے برابر ہے
القرآن [1]	

قرآن پاک میں بندوں کی جانب سے بھی اللہ تعالٰے نے شرک کی

---

[1] بخاری و مسلم عن ابی درداء۔

نفی فرمائی ہے مثلاً ارشاد فرمایا:۔

١۔ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ	متوجہ کیا میں نے اپنے چہرہ کو اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا سب سے منہ موڑ کر اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں
٢۔ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ	فرمایا میں غروب ہونے والے سے محبت نہیں کرتا
٣۔ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ	جس کو تم نے شریک بنایا ہے میں اس سے بری ہوں

ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں۔ قرآن پاک میں اخلاص عبادت کی بھی دعوت ہے مثلاً:

١۔ وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا	اور نہ شریک بنائے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو

اگر کوئی آیاتِ قرآنیہ کا تتبع (تلاش) کرے تو ایک چوتھائی قرآن پاک اسی قسم کی آیات سے بھرا ہوا ہے اور یہ سب امور تنہا ایک سورۂ الکافرون میں موجود ہیں اس طرح یہ سورت ایک چوتھائی قرآن پاک کے برابر ہے

اس کے بعد تیسرا موضوع) بعث بعد الموت (مرنے کے بعد زندہ ہونا) جنت اور دوزخ کا تذکرہ، حساب اور میزان کا ذکر اور قیامت کے خوف والے حالات مشرکین عرب اس کے بھی منکر تھے اللہ تعالٰی نے ان کے رد میں ارشاد فرمایا ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا	جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل

الصَّالِحَاتِ طُوْبیٰ لَهُمْ   کئے ان کو مبارک ہو اور ان کا اچھا
وَحُسْنَ مَآبٍ   ٹھکانا ہے

اگر ان مضامین پر مشتمل آیات کا تتبع کیا جائے تو تقریباً نصف قرآن کے بقدر اسی قسم کے مضامین ہیں اس طرح سے سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ نصف قرآن کے برابر ہے۔ ان اوصاف سے متصف یا تو یہ سورت ہے یا القارعہ متصف ہے لیکن سورۂ القارعہ میں صرف احوال قیامت مذکور ہیں صفت بعث بعد الموت کا تذکرہ نہیں ہے اور سورۂ اذا زلزلت میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں اس لئے یہ نصف قرآن کے برابر ہے

پھر معلوم ہونا چاہیئے کامل عبودیت تین چیزوں میں ہے تفرید۔ اور تجرید ور غبت اللہ کی طرف پس سورۂ الکافرون میں تجرید ہے اور اذا زلزلت میں رجوع الی اللہ ہے اور قل ہو اللہ میں تفرید ہے اس اعتبار سے نصف، ربع اور ثلث کے معنی معانی قرآن ہیں اور یہ سب معانی ان تینوں سورتوں میں ہیں اور جو آیات ہم نے شمار کرائی ہیں ان کے نظائر بہت ہیں ان آیات میں بعض میں تصریح ہے بعض میں اشارہ ہے بعض میں تلویح ہے اور بعض میں عبارت ہے اس لئے ان تمام آیات میں یہ تمام معنی اس طریقہ پر موجود ہیں جو ہم نے ذکر کئے ہیں

اور آدھا، چوتھائی، تہائی کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جو کچھ قرآن پاک میں نازل ہوا اس میں تین قسم کے مطالب اور معنی ہیں توحید الٰہی اور نفی شرک، اثبات نبوت، اثبات معاد (آخرت) اور اہل عرب کو ان ہی تینوں چیزوں میں اختلاف تھا۔ مثلاً وہ کہتے تھے

۱۔ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا   کیا، کیا صرف ایک ہی
وَّاحِدًا   خدا۔ ؟

۲۔ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا   یہ ہماری ہی طرح ایک انسان ہیں۔

۳- اِنْ هِيَ اِلَّا حَيٰوتُنَا الدُّنْيَا	صرف یہی دنیوی زندگی ہے
نَمُوْتُ وَنَحْيٰى وَمَا نَحْنُ	مرتے ہیں اور جیتے ہیں ہم دوبارہ
بِمَبْعُوْثِيْنَ	زندہ نہ ہونگے

قرآن پاک میں جس قدر قصے امثال، امر و نہی، وعد، وعید ہیں وہ سب ان ہی تینوں چیزوں کے تحت مذکور ہوئے ہیں اور امثال میں بھی یہی معنی بیان فرمائے ہیں

۱- يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ	لوگو! بیان کر دی گئی مثال پس
مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ	اس کو سن لو! جو لوگ پکارتے ہیں
اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ	اللہ کے سوا جو نہیں بنا سکتے مکھی
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا	بھی اگرچہ وہ سب جمع ہو جائیں
ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ	
۲- ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا	بیان کر دی ہے اللہ نے مثال
فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ	ایک آدمی کی کہ بہت حصہ دار ہیں
وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ	اسمیں اور ایک آدمی سالم ایک
يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا	ہی کا ہے کیا دونوں مثالیں برابر
	ہیں ــ؟

یہ مثالیں توحید الٰہی پر دلالت کرتی ہیں اثبات ورسالت اور معاد کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:-

۳- وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا	بھیجا ہم نے نوح کو ان کی قوم
اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ	کیطرف کہا اے قوم عبادت کرو
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ	اللہ کی نہیں ہے تمہارا معبود
اِلٰهٍ غَيْرُهٗ	کوئی اس کے سوا۔

اثبات بعث بعد الموت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:-

۴۔ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ — کہتے ہیں کافر نہیں آئے گی ہمارے پاس قیامت فرما دیجئے ہاں ! میرا رب ضرور لائیگا تمہارے پاس

اس لئے بعض حضرات نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن پاک کے معنی ان ہی تین عنوان کے تحت ہیں ان سے باہر نہیں ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ ثلث قرآن سے مراد یہی معنی ہیں اور اسی وجہ سے ثلث قرآن قل ہو اللہ کو قرار دیا ہو

تردید فرق باطلہ

شیخ نے فرمایا اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے مشرکین کی دو قسم ہیں ایک تو وہ مشرک ہیں جو چاند سورج اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں. دوسرے مشرک وہ ہیں جو عبادت تو اللہ تعالےٰ ہی کی کرتے ہیں لیکن نور اور ظلمت اور عقل کی قدامت کے قائل ہیں وہ اہل فلسفہ ہیں وہ اگرچہ عقل اور ہیولیٰ اور نور وظلمت کی پوجا تو نہیں کرتے لیکن ان کی قدامت تسلیم کر کے وہ اثباتاً مشرک ہیں. ایسے ہی مجوس ہیں وہ دو خالق مانتے ہیں اگرچہ یزدان ان کے نزدیک اللہ ہی ہے دوسرا اہرمن ہے یعنی ابلیس وہ اسکی اگرچہ پوجا نہیں کرتے لیکن اس کو خالق شر مانتے ہیں اس وجہ سے وہ مشرک ہیں اس لئے اس شرک سے بیزاری اور برأت ضروری ہے چنانچہ سورۂ الکافرون میں یہ برأت موجود ہے اور یہ معنی ایک چوتھائی قرآن میں پھیلے ہوئے ہیں

معنی کی تیسری قسم وہ ہے جس کا تعلق عقل اور سمع سے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اثبات اور اس سے حدوث کی نفی اس کا تعلق عقل سے ہے چنانچہ عقلی دلائل بھی قرآن پاک میں موجود ہیں

۵۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ — اگر زمین و آسمان میں بہت سے

لَفَسَدَ تَا — خدا ہوتے تو دونوں میں فساد ہو جاتا

اور حدوثی (فانی) اوصاف کی نفی اس کا تعلق بھی عقل ہی سے ہے

۶۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ — اور البتہ پیدا کیا ہم نے آسمانوں
وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ — اور زمین کو چھ دنوں میں اور نہ
وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ — ہوئی ہمیں تھکاوٹ

اور اثبات نبوت اور اثبات معاد اس کا تعلق سمع سے ہے کیونکہ عقل ان کو تسلیم نہیں کرتی ہے لیکن اس پر ایمان لانا واجب ہے

۷۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ — اور اللہ وہی ہے جس نے تم کو
یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ — پیدا کیا وہی تمہیں مار یگا اور
وہی جلائیگا

اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ جنت اور دوزخ کو مانتے ہیں اور ایسے ہی رسالت کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اگر اللہ تعالےٰ کسی کو رسول اور نبی نہ بناتا تو عقلاً ان کو ماننا واجب نہ تھا کیونکہ اور بہت سی مخلوق ہیں اور ان میں سے کسی کی طرف رسول مبعوث نہیں فرمایا صرف جنات اور انسانوں کی طرف رسول بھیجے ہیں اس لیئے اس قسم کے تمام مضامین کا تعلق سمع سے ہے اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں اور ان سب کی تصدیق کرتے ہیں اور ان تمام امور کو سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ حاوی ہے اس سورت میں جتنے امور مذکور ہیں وہ سب سمعی ہیں (یعنی سننے سے تعلق رکھتے ہیں یعنی صاحب شرع سے جو کچھ منقول ہوا ہے اس کا تعلق سننے سے ہے) اس لیئے یہ سورت امور عقلیہ کے مقابلہ میں دوسرے رکن امور سمعی سے متعلق ہے اس لیئے یہ نصف قرآن کے مترادف ہے۔

جہاں تک سورۃ القارعہ کا تعلق ہے اس میں بعثت اور حیات ثانی

سے متعلق کوئی چیز بیان نہیں فرمائی ہے اس میں صرف آخرت اور قیامت کا ذکر ہے اور لوگوں میں امور بعثت اور حیات ثانی کے بارے میں اختلاف تھا اس لئے کلیتہً ان کی تردید بھی کردی گئی اور حیات ثانی کے تمام امور اور اس کے اسباب و لوازمات ثابت کردئے اس پر یہ تنہا سورت دلالت کرتی ہے، اکثر فلاسفہ اور ثنویہ (دو خدا ماننے والے) امور بعث کا انکار کرتے ہیں یہ لوگ دو عالم مانتے ہیں عالم علوی اور عالم سفلی۔ عالم علوی فلک اور اس کے اوپر کی تمام چیزوں کو حاوی ہے وہ ان کے نزدیک عالم بسیط کہلاتا ہے ایسے ہی ثنویہ نور اور ظلمت کو عالم بسیط قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک نفس اور عقل بھی عالم علوی میں داخل ہے اس لئے ان لوگوں کا کہنا ہے:

"جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے اجزاء ترکیبیہ علیحدہ علیحدہ جزو کی صورت میں اپنے کل سے مل جاتے ہیں، نور نور کی طرف اور ظلمت ظلمت کی طرف پہونچ جاتی ہے"

اس طرح یہ لوگ اگرچہ بعث اور قیامت کا اعتراف کرتے ہیں اور باطنیہ اور قرامطہ بھی یہی کہتے ہیں مگر ساتھ ہی ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یہ مخلوق پھر دوبارہ اپنی شکل اول پر نہ لوٹے گی بلکہ قیامت میں اور بعث بعد الموت میں ایک دوسرا عالم جدید ہوگا۔ اہل تناسخ کا بھی یہی دعویٰ ہے (یہی ہندوستان کے مشرک کہتے ہیں)

اہل عرب میں بھی ایک جماعت تھی وہ بعث کو اس اعتبار سے مانتے تھے کہ کوئی ثواب اور عقاب نہ ہوگا چنانچہ ان لوگوں کا عمل اور عقیدہ یہ تھا کہ اگر کوئی مرجاتا تو اس کی قبر کے پاس اونٹ باندھ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ قیامت میں اس پر سوار ہو کر اٹھے گا اور اگر کوئی نہیں

باندھتا تو کہتے کہ یہ پیدل اٹھے گا۔ خزیمہ بن ہیثم شاعر اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

واحمل اباک علی بعیر صالح وتقی الخطیئة انه ھو اصوب

اپنے باپ کو تندرست اونٹ پر سوار کرنا اور پیدل نہ چلانا یہی بہتر ہے

مشرکین کی ایک جماعت صرف ظن اور تخمینہ سے بعث بعد الموت کو مانتی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ إِنَّ وَعْدَ	اور جب ان سے کہا جاتا ہے
اللّٰهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا	کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت
رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي	میں کوئی شک نہیں ہے تم کہتے
مَا السَّاعَةُ إِنْ نَظُنُّ	ہو ہم نہیں جانتے قیامت کیا
إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ	ہے ہمیں تو صرف گمان ہے اور
بِمُسْتَيْقِنِينَ۔	ہمیں یقین نہیں ہے۔

بہرحال سورۂ اذا زلزلت ان دونوں معنی پر مشتمل ہے اسوجہ سے اس کو نصف قرآن قرار دیا ہے

یہ بھی ممکن ہے کہ نصف۔ ثلث۔ ربع قرآن سے مراد ثواب ہو یعنی جس نے ان سورتوں کو پڑھا گویا اس کو نصف۔ ثلث۔ ربع قرآن کا ثواب ملے گا کیونکہ ثواب کا تعلق استحقاق سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے وہ جس کو چاہے کم دے اور جس کو چاہے زیادہ دے اس امت کا ثواب قلیل عمل ہونے کے باوجود دوسری امتوں کے کثیر عمل سے زیادہ ہوگا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اسلئے قل ھو اللہ کا ثواب ثلث قرآن کے برابر اور اذا زلزلت کا ثواب نصف قرآن کے برابر اور سورۂ الکافرون کا ثواب ربع قرآن کے برابر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے گا

آواز کی زینت شیخ نے بسند متصل حضرت براء بن عازب رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

زینوا القرآن باصواتکم[1] قرآن کو اپنی آواز سے زینت دو

شیخ نے فرمایا اس کے یہی معنی ہیں کہ اپنی آواز کو قرآن سے زینت دو کیونکہ قرآن پاک مومن کی آواز کی رونق ہے دوسری حدیث میں ارشاد ہے :-

لوگوں میں سب سے اچھی آواز والا وہ ہے جس کو تو قرآن پڑھتا سنے اور جب دیکھے تو معلوم ہو کہ خدا سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے ع[3]

پس ڈرنے والے کی آواز کی زینت (خشیت) قرآن پاک سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی آواز میں خشیت پیدا کرو اور اس طرح اپنی آواز کو قرآن پاک سے زینت دو یہ معنی حضرت ابوہریرہ رضؓ کی ایک روایت سے بھی ثابت ہیں

صلوا فی بیوتکم ولا	اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو
تجعلوھا قبوراً وزینو	قبر نہ بناؤ اور اپنی آواز کو قرآن
اصواتکم بالقرآن	سے زینت دو پس شیطان
فان الشیطان ینفر	اس گھر سے بھاگ جاتا ہے
من البیت الذی یقرأ	جہاں سورہ بقرہ پڑھی جاتی
فیہ سورۃ البقرۃ[2]	ہے۔

---

[1] ابوداؤد، حدیث کا ترجمہ ظاہری الفاظ کے تحت کیا گیا ہے عام طور پر یہی ترجمہ کیا جاتا ہے۔

[2] ابوداؤد، مسند احمد، مسلم، مشکوۃ شریف۔ ع[3] مشکوۃ شریف از دارمی

غلط نہ پڑھو شیخ نے بسند متصل حضرت جابر رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے کچھ لوگوں کو مسجد میں قرآن پڑھتے دیکھا تو فرمایا

اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ قَبْلَ اَنْ	قرآن پڑھو! اس سے قبل
يَاْتِيَ قَوْمٌ يُقِيْمُوْنَهٗ	کہ وہ لوگ آئیں جو اس کو تیر
اِقَامَةَ الْقِدْحِ لہ	کی طرح سیدھا کرینگے ؎۲

اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اجرت اور بدلہ حاصل کرنے کے لئے ایسا کرینگے آخرت کے لئے نہ پڑھینگے پس جو لوگ بنا بنا کر قرآن پاک پڑھیں وہ طالب دنیا ہیں لیکن جو لوگ روانی کے ساتھ اس طرح کہ حروف کا حق ادا ہو جائے پڑھیں وہ طالب آخرت ہیں جیسا کہ حضرت عثمان رضؓ ایک رات میں قرآن پاک ختم کر لیا کرتے تھے ؎۳

عظمت قرآن شیخ نے بسند متصل حضرت عقبہ بن عامر رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ فِيْ	اگر قرآن چمڑے میں لکھا ہوتا
اِهَابٍ مَا مَسَّتْهُ النَّارُ ؎۴	تو اس کو آگ نہ جلاتی۔

شیخ نے فرمایا اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ کلام اللہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو جسم اور اماکن کے ساتھ مقید اور متصف نہیں ہے ؎۵ اور نہ وہ عرض ہے کہ اپنے قیام میں دوسرے کی محتاج ہو بلکہ مصاحف وغیرہ میں جو مکتوب ہے وہ روشنائی ظاہر ہوتی ہے جس کے

؎۱ ابوداؤد ؎۲ مراد بنا بنا کر اور تکلف سے پڑھنا ہے ؎۳ مناقب عثمان رضؓ، تاریخ الخلفاء ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب سیرت اصحاب النبی ؐ ؎۴ ابوداؤد
؎۵ حدیث شریف میں حرف لو کے یہی معنی ہیں جیسا کہ گذشتہ آیت میں بھی گذر چکا ہے۔

ذریعہ حروف کی صورتیں بنائی جاتی ہیں اور ان ہی حروف کی تلاوت
کی جاتی ہے۔ بہر حال اگر قرآن پاک کسی چمڑہ میں مکتوب ہے تو اس
کو آگ نہ چھوئے گی وہ آگ تو چمڑہ کو جلا دے گی یا روشنائی کو مٹا دیگی
اس حدیث میں یہ بھی فائدہ ہے کہ لوگوں کے شکوک کی حفاظت
کی گئی ہے ان کے نزدیک قرآن پاک کا آگ سے جلنا ناممکن اور محال
تھا ورنہ ان کو مکتوب قرآن میں شک ہونے لگتا اسی طرح سے حضورؐ
کی حیات ہی میں اگر کسی کی قرائت آپؐ کی قرائت کے خلاف ہوتی تو حضرات
صحابہؓ کو شک ہو جاتا تھا تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا تھا۔

اِنَّ الْقُرْآنَ نُزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ — قرآن پاک سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے بیان کیا ہے کہ میں مسجد میں تھا کہ
ایک صاحب آئے اور نماز پڑھنی شروع کی اور سورۂ نحل کی قرارت
کی اور انہوں نے میرے پڑھنے کے خلاف پڑھا جب وہ پڑھ چکے
تو میں نے دریافت کیا تم نے کس سے پڑھا؟ جواب دیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اس کے بعد ایک صاحب اور آئے اور انہوں
نے ان کے خلاف اور میرے خلاف پڑھا جب پڑھ چکے تو میں نے
دریافت کیا تم نے کس سے پڑھا کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔
اس وقت میرے دل میں زمانہ جاہلیت سے زیادہ شک اور تکذیب
داخل ہوئی اور میں ان کو لیکر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے
پہلے آدمی سے پڑھوایا اور فرمایا ٹھیک۔ پھر دوسرے سے پڑھوایا تو
فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر مجھ سے پڑھوایا تو فرمایا ٹھیک ہے اب تو مجھے
بہت ہی زیادہ شک اور تکذیب نے گھیر لیا اور زمانہ جاہلیت سے بھی

زیادہ شک میرے دل میں پیدا ہوگیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے مجھے پسینہ آگیا اور وہ ٹپکنے لگا اور ایسا ہوگیا گویا میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا الخ یعنی قرآن پاک کو سات حروف میں پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی لہ

اس لئے جب قرأت قرآن کے بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ جیسے صحابی کے دل میں شک پیدا ہوگیا تھا تو دوسروں کا کیا حال ہوگا ایسے ہی حضرت عمرؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بارے میں شک ہوگیا تھا۔ شیخ نے فرمایا جب حضرت عمرؓ جیسے صحابی کو موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شک ہوگیا تھا حالانکہ حضورؐ انسان تھے تو قرآن پاک کے بارے میں شک ہو جانا جبکہ وہ کلام اللہ ہے قرین قیاس ہے اسی شک کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ :-

قرآن پاک جس چیز کا نام ہے وہ چمڑے میں حلول نہیں کرسکتا بالفرض اگر ایسا ہوجائے تو آگ اسکو نہ جلائے گی ٹہ "

لہ رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف۔ ٹہ جب کسی چیز سے غایت درجہ تعلق ہوجاتا ہے تو یہی خیال ہونے لگتا ہے۔ مذکورہ واقعہ میں قرآن پاک کی عظمت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت حضرات صحابہ رضؓ کے قلوب میں بہت زیادہ تھی اس لئے وہ اس خیال کے علاوہ دوسرے خیال کو اچھا نہیں جانتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خیال کی تربیت اور تہذیب فرمائی ہے۔

اس حدیث کے ایک دوسرے معنی اور ہو سکتے ہیں وہ یہ کہ آگ سے مراد دوزخ ہے کیونکہ النار میں الف لام معرفہ کا ہے اور اہاب سے مراد مومن ہے تو اس مومن کو آگ نہیں جلائے گی جس کے پاس قرآن شریف سینہ میں محفوظ ہے۔

محمد بن اسحق دمشقی سے میں نے سنا ہے انہوں نے کہا میں ایک دفعہ جنگل میں تنہا سفر کر رہا تھا جب میں تھک جاتا تو بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیتا اس سے میری تھکن دور ہو جاتی اور بھوک اور پیاس بھی نہ لگتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ	تم میں افضل وہ ہے جو قرآن
وَعَلَّمَہٗ [1]	سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے

اور ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے مواضع وضو پر دوزخ کی آگ حرام ہے [2] یعنی جس عضو کو وضو کرتے ہوئے دھویا جاتا ہے اور وضو کا پانی جس حصہ جسم کو چھوتا ہے اس کو دوزخ کی آگ نہ جلائیگی ایسے ہی دوزخ کی آگ اس قلب کو نہ جلائے گی جس میں قرآن پاک محفوظ ہے اور اس منہ کو نہ جلائے گی جس سے قرآن پاک پڑھا جاتا ہے اور اس کان کو نہ جلائے گی جس سے قرآن پاک سنا جاتا ہے۔

قرآن پڑھنے پر ثواب

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عمر رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاَعْرَبَ	جس نے قرآن پڑھا اور پڑھنے
بِقِرَاتِہٖ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ	میں اعراب کیا اس کے لئے ہر

---

[1] جمع الفوائد از اصحاب السنن [2] ایضاً

عشرون حسنةً ومن قرأه بغير اعرابٍ كان له بكلِّ حرفٍ عشر حسنات [1]

حرف کے بدلے بیس نیکیاں ہیں اور جس نے بلا اعراب کے پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہیں ۔

شیخ نے فرمایا بغیر اعراب کا مطلب مسلسل پڑھنا اور آیات پر نہ رکنا ہے اور حروف کی ادائیگی میں ان کا حق ادا نہ کرنا ہے مثلاً کسی نے سورۂ مریم کو پڑھا

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا

جب پکارا اپنے رب کو چپکے کہا الٰہی میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر سفید ہوگیا ۔

---

[1] بعینہ یہ حدیث تلاش کے باوجود مجھے نہیں ملی اس مضمون کی دوسری حدیثیں ہیں شعبیؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے

١ — من قرأ القرآن فاعربهٗ كان له عند الله اجر شهيد — جس نے قرآن پڑھا اور اعراب دیا اسکیلئے اللہ کے یہاں شہید کی برابر ثواب ہے

٢ — عن ابی بكر الصديقؓ قال لان اعرب آيةً من القرآن احبّ الیّ من ان احفظ آيةً — حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں کسی ایک آیت کو اعراب دوں مجھے یہ ایک آیت حفظ کرنے سے زیادہ محبوب ہے

٣ — اعربوا القرآن والتمسوا غرائبهٗ (اتقان ص١٦١ ج٢) — قرآن کو اعراب دو اور اس کے عجائبات تلاش کرو۔

ان احادیث کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطی نے فرمایا ہے کہ اعراب سے مراد بیان اور تفسیر آیات ہے۔ بہرحال یہ بھی معنی ہیں اور ایک معنی شیخ نے بیان فرمائے یہ احادیث کس درجہ کی ہیں یہ حاشیہ اس کی گنجائش نہیں رکھتا

اور اس طرح پڑھا کہ آیات کو ملاتا چلا گیا اور تنوین کو ظاہر نہ ہونے دیا یعنی خَفِیًّا اور شَیْئًا کی تنوین کا یکے بعد دیگرے اتصال حروف کر دیا۔ ایسے ہی

قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدْ	ق۔ قسم ہے قرآن مجید کی
بَلْ جَاءَ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ	بلکہ آیا ان میں سے ڈرانے والا
فَقَالَ الْکَافِرُوْنَ هٰذَا	تو کافروں نے کہا یہ عجیب چیز
شَیْءٌ عَجِیْبْ	ہے۔

ان آیات میں مجید اور عجیب کو ساکن پڑھ دیا اور مابعد سے ملا دیا کہ دال کو کسرہ نہ دیا اور الباکو رفع نہ دیا۔ اسی طرح اور دوسری بہت مثالیں ہیں۔ اس طرح حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اس طرح سے ترک اعراب کیا تو اس پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملینگی کیونکہ اس طرح پڑھنے سے قرآن اور لغتِ عرب کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بغیر اعراب پڑھنے سے لحن کرنے یا خطا کرنے کی اجازت ہے یہ ہرگز نہیں ہے اس سے تو معنی بدل جاتے ہیں جو لوگ اس سے غافل ہیں ان پر سیکھنا واجب ہے اور ترک لحن کرنا ضروری ہے ورنہ عقاب ہوگا اور حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جب کوئی قرآن درست نہیں پڑھتا تو وہ فرشتہ ان حروف کو درست کر دیتا ہے [1]

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہیں مثلاً حبشی سین کو شین پڑھتے ہیں اور ترکی خار کو قاف پڑھ دیتے ہیں اور یہ لکنت

---

[1] شیخ کو اس حدیث کی صحت پر خود ہی تردد ہے اسلئے کلام کی ضرورت نہیں ہے۔

کی وجہ سے ان سے ایسا ہو جاتا ہے گویا یہ حروف ان کی زبان پر ہی نہیں چڑھتے تو یہ لوگ معذور ہیں ان کے اجر میں کمی نہ ہوگی ثواب میں تو ان کے کمی ہوگی جو جلد بازی میں حروف کی ادائیگی درست نہیں کرتے ہیں

حدیث دیگر شیخ نے بسند متصل نواس بن سمعان سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

"قرآن پاک اپنے اہل کو (اور اس کے اہل وہی ہیں جو دنیا میں اس پر عمل کرتے ہیں) لائیگا اور آگے اس کے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ہونگی اور مثل پرندوں کے جھنڈ کے سایہ فگن ہونگی اور اپنے صاحب (پڑھنے والے یا حفظ کرنے والے) کے بارے میں جھگڑینگی [۱]، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تین مثالیں بیان کی ہیں میں ان کو بھولا نہیں ہوں فرمایا وہ دو بدلیوں کی طرح آئینگی۔ یا وہ دو کالے عمامے کی طرح اوپر ہونگی [۲]

شیخ نے فرمایا قرآن سے مراد قرائت قرآن ہے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ الآیۃ	پس جو اس کی قرأت ہو تو آپ اسکی قرأت کی اتباع کریں

ایک شاعر نے بھی یہی کہا ہے" یقطع اللیل تسبیحا و قرآنا [۳]"

---

[۱] رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف باب فضائل القرآن [۲] شیخ نے عمامہ کا لفظ نقل کیا ہے لیکن اصل روایت میں غیابتان ہے جس کے معنی ہر وہ چیز جو آدمی کے سر کو چھپالے۔ ممکن ہے کہ یہ نقل کرنے والوں کا تصرف ہو اور ایسا اس کتاب میں بہت ہے مشکوٰۃ ص ۱۸۴ [۳] رات کو تسبیح اور قرأت میں گذارا

اس جگہ قرآن سے مراد قرأت ہی ہے قرأت قرآن چونکہ بندہ کا عمل ہے
اس لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت میں ان اعراض کو جسم عطا فرمائے گا [1]
مثلاً پرندوں کا سایہ، بدلی کا سایہ وغیرہ۔ ایک دوسری حدیث شریف
میں ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: جو آدمی لیٹتے وقت یہ پڑھے

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ

تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار خلق پیدا فرمائیگا جو قیامت
تک اس کے لئے استغفار کرینگی، شیخ نے فرمایا جب اس قدر پڑھنے
پر اتنی خلق کثیر کو اللہ تعالیٰ استغفار کے لئے پیدا فرمائیگا تو ایسے ہی
ایسی مخلوق بھی پیدا کرے گا جو قاری قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ
کی بارگاہ میں شفاعت کرینگی

اور یہ بھی ممکن ہے کہ قرآن سے مراد ثواب قرآن ہو اور اللہ
تعالیٰ اس ثواب کو آخرت میں جسم عطا کر دے اور متشکل فرما دے
اسی طرح ان تمام احادیث میں کہ جن میں قرآن پاک کو قیامت میں
شفیع یا حجت کرنے والا یا حفاظت کرنے والا فرمایا ہے ان سب
احادیث کا مطلب یہی ہے کہ قرآن پاک کا ثواب وہاں ایک
آدمی کی شکل میں متشکل کر دیا جائے گا۔

آداب تلاوت

شیخ نے بسند متصل جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] اعراض وہ چیز جس کے جسم نہ ہو لیکن جب کسی چیز سے جڑ جائے تو جسم ہو جائے
مثلاً آدمی کے منھ سے جو الفاظ نکلتے ہیں جب ان کو لکھ لیا جاتا ہے تو ان کا نقش
بن جاتا ہے اور وہ نظر آنے لگتے ہیں یہ اہل فلسفہ کی ایک اصطلاح ہے

ارشاد فرمایا۔

قرآن پاک کی تلاوت اس وقت تک کرو جب تک تمہارے قلوب مانوس رہیں یا الفت محسوس کریں لیکن جب تم اکتانے لگو تو چھوڑ دو۔ ؎

شیخ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک قلب زبان کے ساتھ متوجہ رہے اور تم دیہ پتہ رہے کہ کیا پڑھ رہے ہو لیکن جب یہ کیفیت باقی نہ رہے اور قلب میں دوسری مشغولیت ہو تو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اسی کے ہم معنی دوسری حدیث ہے

تم میں سے جب کسی کو نماز میں اونگھ آنے لگے تو اس کو چھوڑ دے کیونکہ بعض دفعہ ارادہ تو دعا کا ہوتا ہے لیکن اپنے نفس کو برا کہنے لگتا ہے۔ ؎

اسی طرح قرأت قرآن کے وقت نشاط ہونا چاہیئے، یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ جب تم کسی جماعت کے ساتھ قرآن پاک پڑھ رہے ہو تو اس وقت تک پڑھو جب تک تمہیں انبساط اور نشاط ہو کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مجمع میں سے کسی ایک کی توجہ ہٹی اور وہ کسی مشغلہ یا بات میں لگا تو دھیرے دھیرے دوسرے لوگوں کی توجہ میں بھی فرق آنے لگتا ہے، اس سے منع فرمایا۔ اس لئے اس حدیث کے اعتبار سے مجمع اور بازاروں میں قرآن پاک آواز سے پڑھنا جائز نہیں ہے اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے:۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا (الآیۃ)	جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو

؎ متفق علیہ ؎ رواہ احمد و ابوداؤد۔

حدیثِ دیگر شیخ نے مالک بن دینار کی سند سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ اَصْبَحَ حَزِيْنًا عَلَى	جس نے دنیا پر غم کیا گویا وہ
الدُّنْيَا اَصْبَحَ سَاخِطًا	اپنے رب پر ناراض ہوا اور
عَلٰى رَبِّهٖ وَمَنْ اَصْبَحَ	جس نے اپنی مصیبت کی شکایت
شکو مُصِيْبَةٍ نَزَلَتْ بِهٖ	کی گویا اس نے اپنے رب کی
فَاِنَّمَا شکو اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ	شکایت کی اور جس نے مالدار
وَمَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِيٍّ يِنَالُ	کے لیے تواضع اختیار کی تاکہ
مَا عِنْدَهٗ اَحْبَطَ اللّٰهُ ثُلُثَيْ	مال حاصل کرے اللہ تعالے
عَمَلِهٖ وَمَنْ اُعْطِيَ	اس کے دو تہائی اعمال برباد
الْقُرْاٰنَ فَدَخَلَ النَّارَ	کردے گا اور جس کو قرآن عطا
فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ	ہوا اور پھر بھی وہ دوزخ میں گیا
	اللہ تعالے اسکو بہت دور کردیگا

شیخ نے فرمایا ہے اللہ تعالے نے رزق کو تقسیم کر دیا ہے جیسا کہ عمروں کو مقرر فرمادیا ہے پس بندہ کے پاس دنیا اسی قدر آئے گی جس قدر مقسوم ہے پس اگر کوئی آدمی دنیا پر رنج کرتا ہے تو وہ اللہ تعالے کو ناراض کرتا ہے، اور جس نے مصیبت کا شکوہ کیا تو وہ گویا اللہ تعالے کا شکوہ کرتا ہے بالفاظ دیگر یہ شکوہ کرتا ہے کہ جس مصیبت کو میں نے کمایا نہیں وہ اللہ نے میرے اوپر ڈالدی ہے حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔

۱۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ	اور تمہیں جو بھی مصیبت پہونچی
فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ	وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے

وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ (الآیۃ)	اور بہت سی تو معاف ہوجاتی ہیں
۲۔ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ	اور تمہیں جو بھی مصیبت
مُصِيْبَةٍ فِي الْأَرْضِ	زمین اور تمہاری جانوں میں پہونچی
وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي	ہے وہ پہلے ہی سے لکھی جاچکی
كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا	ہے۔
۳۔ وَمَا أَصَابَ مِنْ مُصِيْبَةٍ	اور جو بھی مصیبت پہونچتی ہے
إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ۔ الآیۃ	وہ اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے

اور اللہ تعالےٰ مومنین کے ساتھ خیر ہی کا ارادہ کرتا ہے اور ان کے لئے آسانی پسند کرتا ہے

۴۔ يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ	اور اللہ تعالےٰ تمہارے لئے
وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ	آسانی چاہتا ہے اور تمہارے
(الآیۃ)	لئے دشواری نہیں چاہتا

تو اللہ تعالےٰ کی شکایت بیکار ہے وہ جو مصیبت نازل کرتا ہے وہ گناہوں اور خطایا کے کفارہ کے لئے ہے اور اس کے بدلے اس کے درجات بلند فرماتا ہے

ب۔ معلوم ہونا چاہیئے بندہ کے اعمال تین قسم پر ہیں اذکار، افکار اعمال۔ اذکار عمل لسان ہے اور افکار عمل قلب ہے اور افعال عمل جوارح کا نام ہے تو جو آدمی تملق اور چاپلوسی کسی مالدار کی کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے دو ثلث اعمال ختم کردیتا ہے کیونکہ اس میں ایک قسم کا شرک پایا جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ	اگر تو نے شرک کیا تو ضرور تیرا
عَمَلُكَ (الآیۃ)	عمل باطل ہوجائیگا۔

ج۔ معلوم رہے قرأت قرآن افضل اعمال میں سے ہے ایک صحابیؓ

نے دریافت کیا حضور کونسا عمل افضل ہے ؟ فرمایا

" الحال والمرتحل لہ "

دریافت کیا حال اور مرتحل کیا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا قرآن شریف کو شروع کیا اور ختم کیا اور جب ختم کیا تو پھر شروع کر دیا۔

یاد رہے افضل اعمال کے بارے میں بہت احادیث ملیں بعض میں افضل اعمال ذکر اللہ کو قرار دیا ہے اور مجالس ذکر کو اہل کرم کی مجلس بیان فرمایا ہے ایک حدیث میں مروی ہے

سُئِلَ اَیُّ الْعِبَادُ اَفْضَلُ	آپ سے دریافت کیا گیا مرتبہ
دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ	میں کونسے بندے افضل ہیں
الْقِیَامَۃِ فَقَالَ	فرمایا اللہ تعالےٰ کا بہت
اَلذّٰکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا لہ	زیادہ ذکر کرنے والے

صحابہ نے دریافت کیا اور غازی فی سبیل اللہ ؟ فرمایا اگرچہ وہ خون میں لت پت ہو جائے اور مشرکین اور کفار سے جہاد کرے تب بھی ذکر اللہ کرنے والے افضل ہیں۔

جب ذکر اللہ کا یہ مرتبہ ہے تو قرآن پاک کا مرتبہ تو اس سے کہیں اعلیٰ اور افضل ہے اس لئے جس نے قرآن پاک پڑھا تو وہ انسانوں میں افضل ہے کیونکہ اس کی حسنات بھی زیادہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

لہٗ بکل حرف عشر	اس کے لئے ہر ایک حرف کے
حسنات سلہ	بدلے دس نیکیاں ہیں

حضرت ابن مسعود رضؓ نے روایت کیا ہے کہ قرآن پاک میں ۶ ہزار

لہ رواہ ترمذی سلہ احمد و ترمذی۔ امام ترمذی نے فرمایا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے سلہ متفق علیہ

دو سو اٹھارہ (۶۲۱۸) آیات ہیں اور قرآن پاک کے حروف تین لاکھ ساٹھ ہزار ستر (۳۶۰۰۷۰) حروف ہیں[1] اس طرح قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے کو ہر حرف کے بدلے ۱۰ گُنا زیادہ نیکیاں ملیں گی پس جس کو قرآن پاک عطا ہوا تو اس پر واجب ہے کہ ایک مہینہ میں ایک بار ختم کرے اور مستحب یہ ہے کہ ایک ہفتہ میں ختم کرے اور یہی امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمرؓ کو فرمایا تھا[2] اس لیے جس آدمی نے سات دن میں قرآن پاک ختم کیا تو سال بھر میں اس کے ۵۱ ختم ہونگے[3] اور ہر ختم پر ہر ایک حرف کے بدلے دس گنا نیکیاں ہونگی یعنی تیس لاکھ چھ ہزار سات سو نیکیاں ہونگی اس طرح ایک دن میں پچاس ہزار نیکیاں ملیں گی۔ جو آدمی کتاب اللہ کی اس قدر تلاوت کریگا اس سے بعید ہے کہ اتنی بڑی مقدار میں گناہ ہوں (کہ وہ دوزخ میں جائے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> دو عادتیں ایسی ہیں جو مسلمان ان کو اختیار کریگا جنت میں داخل ہوگا۔ وہ بہت آسان ہیں اور عمل میں بھی قلیل ہیں۔ ہر نماز فرض کے بعد سبحان اللہ ۱۰ الحمدللہ ۱۰ اللہ اکبر ۱۰ بار پڑھے۔ راوی نے کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہاتھ پر شمار کیا کرتے تھے[4]

---

[1] بستان ابو اللیث سمرقندی استاذ شیخ قدس سرہ [2] مشکوۃ شریف باب تہذیب القرآن [3] اسلامی سال کے تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اسلئے ۳۶۰ ÷ ۷ = ۵۱ ہفتہ ہوئے اور تین دن زیادہ باقی رہے

[4] یہ روایت دو روایتوں کا مجموعہ ہے روایت ۵ باب الصلوۃ میں ہے اور روایت ۱۲ باب فضائل ذکر میں ہے لیکن ہمیں پچاس ہزار کا ذکر نہیں ہے ایک ہزار کا ذکر ہے غالباً حساب لگا کر پانچ وقت کے ۵ ہزار اور پھر ان کا دس گنا کرکے پچاس ہزار کر دیا گیا ہے واللہ اعلم

آپ نے فرمایا یہ شمار میں پچاس ہزار ہیں لیکن میزان میں
پانچ لاکھ ہیں اور جب تم بستر پر جاؤ تو ان کو پڑھو!
حضورؐ نے فرمایا تم میں سے کون اتنی نیکیاں نہ کمائیگا
عرض کیا ہر ایک کمائیگا۔ فرمایا جب تم نماز پڑھتے ہو تو
شیطان یہ کہتا ہے یہ یاد کر، یہ یاد کر بس شاید وہ نہ
پڑھ سکیں۔ ایسے ہی جب بستر پر آئے تو نینداس پر
غالب آجائے گی لہ

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ حضور کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کے گناہ اس قدر زیادہ ہوجائیں کہ قرأت قرآن کی نیکیاں بھی کفایت نہ کرسکیں حتی کہ دوزخ میں ڈالدیاجائیگا تو اللہ تعالیٰ اس کو دور کردیگا اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ کسی نے قرأت قرآن کو بالکل ترک کر دیا ہو اور قرأت قرآن کے ذریعہ حسنات حاصل نہ کرسکا اور پھر گناہوں پر جری ہوگیا اور دوزخ کا مستحق قرار دیدیا گیا تو یہ آدمی دوزخ میں اور زیادہ دور پھینکدیا جائیگا اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو محض اپنے فضل ہی سے نکالے گا۔ لیکن جو آدمی قرآن پاک کی قرأت سے غافل نہ رہا اور ہر مہینہ پڑھتا رہا اور ختم کرتا رہا تو اس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ رہیں گی اور اس کے لئے اور دوسرے کفارات بھی ہونگے مثلاً

۱۔ حُمّی لیلة کفارة سنة	ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ
۲۔ جماعة یوم کفارة سنة	ایک دن کی جماعت سے نماز سال بھر کا کفارہ
۳۔ مَامِن عَبدٍ یُشَاکُ	جس آدمی کے کوئی کانٹا لگ جائے

لہ دیکھئے حاشیہ ص ۹۶ متعلقہ نمبر ۵

شوکۃً فما فوقہا الا	اللہ اس کے ذریعہ اس کی خطا
کفر اللہ بہا عنہ خطیئۃً	معاف کر دیتا ہے اور اس کا
ورفع لہ بہا درجۃ لہ	ایک درجہ بلند یا دیتا ہے۔

اس کے علاوہ مومن کی نیکیاں نماز روزہ صدقہ اور دیگر نیک اعمال سے حاصل ہوتی ہیں اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں اور اگر قرآن پڑھنے کا بھی سلسلہ رہا تو پھر تو بے حد و حساب نیکیاں ہونگی تو گویا حضور نے فرمایا ہے :-

" جس کو قرآن پاک دیا گیا وہ دوزخ میں کبھی نہ داخل ہوگا "

حدیث دیگر شیخ نے بسند متصل حضرت السائب بن نہیک سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قرآن شریف پڑھو اور روؤ ! اور اگر نہ رو سکو تو رونے والی جیسی صورت بنالو اور قرآن کو اچھی آواز سے پڑھو جو آدمی قرآن کو اچھی آواز سے پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھلائی عطا فرماتا ہے اور ان سے برائی دور کرتا ہے

شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

۱-	اِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ	جب سنتے ہیں اس کو جو رسول
	اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى	کیطرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھینگے
	اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ	کہ ان آنکھوں سے آنسو جاری
	الدَّمْعِ (مائدہ)	ہیں۔
۲-	وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ	گر پڑتے ہیں منھ کے بل اور
	وَيَبْكُوْنَ (اسرار)	روتے ہیں۔
۳-	اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ	جب ان پر اللہ کی آیات

لہ یہ تینوں احادیث ثابت ہیں اور مشکوۃ شریف کے مختلف ابواب میں ہیں۔

اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا	تلاوت کی جاتی ہیں تو سجدے میں
سُجَّدًا وَّبُكِيًّا (مریم)	گر پڑتے ہیں رو کر۔

اس لئے حق یہ ہے کہ جو قرآن پاک پڑھے وہ وعدا ور وعید پر تدبر اور تفکر کرے اور روئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللہ تعالےٰ قرآن پاک سے ایک قوم کو بلند کرتا ہے اور دوسری قوم کو گراتا ہے [1]

شیخ نے فرمایا جنکو بلندی عطا کی جاتی ہے ان کی علامت خود قرآن پاک نے بیان کی ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ	مومن وہی ہیں جب اللہ کا ذکر کیا
اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ	جاتا ہے تو ان کے دل لرز اٹھتے
قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ	ہیں اور جب ان پر ہماری آیات
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ	تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے
اِيْمَانًا	ایمان میں زیادتی ہوتی ہے

اس لئے تباکی (تکلفاً رونا) سے مراد قرآن پاک میں تدبر اور تفکر ہے یا بکاء کے معنی تذکر (یاد کرنا) کے ہیں اور اس سے نفع ہوتا ہے

اِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ	ذکر مومنین کو نفع دیتا
الْمُؤْمِنِيْنَ	ہے۔

اور اچھی آواز سے پڑھنے سے..... نشاط اور طرب فرحت اور انبساط کے ساتھ پڑھنا مراد ہے

قرآن کو بھول جانا

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف اسی معنی پر قرآن پاک کی آیت بھی ہے یضل بہ کثیرا۔ ۱۲ ویہدی بہ کثیرا الآیۃ

میرے سامنے امت کے اجر و ثواب پیش کیے جاتے
ہیں یہاں تک کہ ذرا سے کوڑے کا ثواب بھی جس کو مسجد
سے نکالا گیا تھا اور میرے سامنے گناہ بھی پیش ہوتے
ہیں میں نے سب سے بڑا گناہ یہ پایا ہے کہ کوئی آدمی
کوئی سورت یا آیت یاد کرے اور بھلا دے [1]

شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا خواہ
وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو بلکہ انسان کو اس کی نیت کے بقدر جزا
دی جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ	اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کی اور
وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ	مالوں کی طرف نہیں دیکھتا وہ
اِلٰی قُلُوْبِکُمْ [2]	تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے

اور قلب ہی میں اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی عظمت ہوتی ہے
اس وجہ سے عمل حقیر پر بھی جزائے کثیر ملتی ہے اسی بناء پر مسجد سے جو کوڑا
نکالا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے گھر کی عظمت اور شرافت کی وجہ
سے نکالا جاتا ہے [3] اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ	گھروں (مسجدوں) میں حکم دیا ہے
تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا	اللہ تعالیٰ نے کہ ان کو رفعت

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] جمع الفوائد باب اقتصاد الاعمال [3] اس مضمون پر مشتمل بخاری شریف کی روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے اچھے برے سب اعمال میرے سامنے پیش ہوتے ہیں میں نے اچھے اعمال میں راستہ سے اذیت کو دور کرنا پایا اور برے اعمال میں تھوک (کھنکار) جو مسجد میں گرا دیا جائے اور دفن نہ کیا جائے، پایا

اسْمُہٗ — دی جائے اور خدا کا ذکر انہیں کیا جائے
اس لئے کوڑے کا اجر بندہ کی نیت کی وجہ سے ہے اگرچہ لوگوں کی نظر میں یہ عمل بہت حقیر ہے

۲- نسیان آیت اور سورت :- اس سے انسان کی غفلت اور لاپرواہی کا پتہ چلتا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے :-

لَاَنْ یَمْتَلِیَ اَحَدُکُمْ	آدمی کا اندرون پیپ سے
قَیْحًا خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ	بھر جائے یہ بہتر ہے کہ اشعار
یَمْتَلِیَ شِعْرًا [1]	سے بھرے

اس سے ثابت ہوا کہ آیات کا بھولنا کلام اللہ کی دل میں عظمت نہ ہونے کی دلیل ہے اور ایک قسم کا اعراض اور استخفاف ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے زیادہ کوئی چیز باعظمت نہیں ہے یہ اللہ کی صفت ہے حضورؐ نے فرمایا ہے۔

مَنْ حَفِظَ الْقُرْآنَ فَکَاَنَّمَا	جس نے قرآن یاد کیا گویا اس
اُدْرِجَتِ النُّبُوَّۃُ بَیْنَ	نے پہلو میں نبوت کو داخل
جَنْبَیْہِ اِلَّا اَنَّہٗ لَا یُوْحٰی	کر لیا فرق اتنا ہے کہ اسکی طرف
اِلَیْہِ [2]	وحی نہیں بھیجی جاتی۔

اس لئے اس نعمت کو کھو دینا سب سے بڑا گناہ ہے اسلئے نسیان قرآن ایک بڑی عقوبت ہے اگرچہ نسیان فعل اختیاری نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن اس میں ترک حق اللہ لازم آرہا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے :-

---

[1] متفق علیہ اشعار سے مراد بیہودہ اور مذموم قسم کے اشعار ہیں حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص۲۰۹

[2] مشکوٰۃ شریف فضائل قرآن

لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ — تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ
نَسِيْتُ آيَةَ كَذَا — میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ
فَاِنَّهُ نُسِّيَ ل؎ — اسکو بھلا دیا گیا ہے

پس نسیان قرآن ایک بڑی عقوبت ہے گناہ نہیں ہے کیونکہ گناہ اپنے اختیار سے ہوتا ہے لیکن حدیث میں نسیان قرآن کو گناہ اس وجہ سے قرار دیا ہے کہ اس کا سبب لاپرواہی ہے اور دیگر مشاغل میں مشغولیت ہے اس لئے سب سے بڑی عقوبت نسیان قرآن ہے کیونکہ نسیان قرآن اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے کے مترادف ہے اور جس نے اللہ کو بھلا دیا وہ دونوں جہان میں خسارہ میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ — ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ
نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ — جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا، ہم
اَنْفُسَهُمْ (الآیۃ) — نے انکو ان کے نفسوں سے ہی بھلا دیا ہے۔

اور جو آدمی بڑھاپے یا خرابی صحت کی وجہ سے بھول جاتے ہیں لیکن قرآن کی تلاوت پر مداومت رکھتے ہیں وہ گنہگار نہیں ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے،

انما هو بالقرآن — قرآن کا ماہر بزرگ اور
مع السفرة الكرام — بڑے فرشتوں کے
البررة ۲؎ — ساتھ ہے

ل؎ مشکوٰۃ شریف جمع الفوائد کیونکہ یہ کہنا احترام قرآن کے خلاف ہے

۲؎ متفق علیہ پوری حدیث یہ ہے والذی یقرأ القرآن ویتتعتع وھو علیہ شاق لہ اجران۔ جو قرآن پاک پڑھے کہ اس پر مشقت اور پڑھنے میں تعب (دشواری) ہو تو اس کیلئے (باقی حاشیہ ص۱۰۳ پر)

جو آدمی قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کو ترک نہیں کرتے ان کا دوگنا اجر ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ	جس نے جوانی میں قرآن پڑھا
فِی شَبِیْبَتِہٖ اِخْتَلَطَ بِلَحْمِہٖ	وہ اس کے گوشت اور خون میں
وَدَمِہٖ وَمَنْ تَعَلَّمَ بِکِبَرِہٖ	مل جاتا ہے اور جس نے بڑھاپے
وَھُوَ یَنْقَلِبُ مِنْہُ وَلَا	میں پڑھا اور اس کی لوٹ بدل
یَتْرُکُہٗ فَلَہٗ اَجْرُہٗ	کرتا ہے اور ترک نہیں کرتا اس
مَرَّتَیْنِ لہ	کا دوگنا اجر ہے۔

قرآن کو اچھی آواز سے پڑھنا

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کو جو تاکیدی حکم اچھی آواز سے قرآن پڑھنے کے لئے فرمایا اتنا تاکیدی حکم کسی دوسری چیز کے لئے نہیں دیا ٢ہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲) دو ثواب ہیں یہ ان ہی لوگوں کیلئے ہے جن کو کسی عذر کی وجہ سے قرآن پاک پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے مثلاً نظر کی کمزوری وغیرہ۔ اسی معنی کی ایک دوسری حدیث ہے جو بلا دیکھے قرآن پڑھے اسے ایک ثواب اور جو مصحف میں دیکھ کر پڑھے اسے دوگنا ثواب۔ مشکوٰۃ شریف

لہ جمع الفوائد باب فضائل القرآن۔ اس سے یہ بھی ثابت ہے اگر قرآن شریف نہ بھی پڑھا جائے تب بھی اس کی ورق گردانی ثواب سے خالی نہیں ہے

٢ہ ابوداؤد شریف

شیخ نے فرمایا یہ انسانی فطرت ہے کہ غم والم کو دور کرنے اور تسلی خاطر کے لئے اور وحشت دور کرنے کے لئے بسا اوقات وہ ترنم کا سہارا لیتا ہے شعر اور منظوم کلام کو ترنم سے پڑھنے سے اسکو سکون اور راحت حاصل ہوتی ہے ایسے ہی انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اور صدیقین کو جب امور دین کی وجہ سے کرب اور بےچینی ہوتی ہے تو وہ اللہ کے ذکر سے فرحت حاصل کرتے ہیں اور بےچینی کو دور کرتے ہیں اس کے لئے وہ بلند آواز سے قرآن پاک بھی پڑھتے ہیں اس سے ان کے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے اور محبت الہٰی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے انکا اشتیاق جس قدر بڑھتا جاتا ہے اسی قدر ان کی آواز بلند ہوتی جاتی ہے اور اس میں ترنم آجاتا ہے اس لئے قرآن پاک کی قرأت میں آواز سے ہی حضورؐ کی خشیت کا پتہ چل جاتا تھا[۱]

آپ سے دریافت کیا گیا سب سے اچھا قرآن کون پڑھتا ہے؟ فرمایا جسکو پڑھتے وقت دیکھو کہ اس میں زیادہ خشیت پیدا ہوگئی ہے وہی اچھا پڑھنے والا ہے[۲] (شیخ نے فرمایا) یہ حال انبیاء اور خواص کی قرأت کا ہوتا ہے آواز کا توڑنا. لوٹانا (آواز کا زیر وبم) یہ گویوں اور شہوت پرستوں کا طریقہ ہے[۳] جو لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور اپنے دل کے خناس کو دور نہیں کرپاتے

حدیث شریف میں اَذِنَ سے مراد رَضِیَ ہے یعنی اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور دوسری حدیث شریف میں ارشاد گرامی ہے

مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالقرآنِ لیسَ مِنَّا — جو قرآن پاک کو فرحت اور نشاط حاصل نہ کرے وہ ہم میں نہیں[۴]

حدیث میں تغنی سے مراد فرحت ہے اور یہ اس کے اقتضائی معنی ہیں یعنی جسکو قرآن پاک سے فرحت و نشاط حاصل نہ ہو وہ وصفاً ہم میں سے نہیں ہے اگرچہ بظاہر وہ مسلمان ہے. بالفاظ دیگر جو رنج و غم کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے سکون حاصل نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے

---

[۱] حضرت عائشہؓ نے روایت کیا ہے کہ خشیت کی وجہ سے آپکے سینہ سے ہانڈی کے جوش کی سی آواز آتی تھی (ابحار)

[۲] جو اوپر گذر چکا ہے [۳] اسی کے ہم معنی مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے [۴] زاد المعاد از ابوداؤد باب القرآن اس معنی کے بیان کرنے میں شیخ منفرد ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسرا باب

آئینہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (الآیۃ)	اے نبی۔ ہم نے آپکو شاہد بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اسکی طرف دعوت دینے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

تیسرا باب

آئینہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ نے ب سند متصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (جس میں راوی کا نام نہیں بتلایا گیا)

مقام نبی صلعم

حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔
میرے قلب پر بھی غین واقع ہوتا ہے اور میں ہر دن سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں [1]

شیخ نے فرمایا کہ غین ایک غیر محسوس پردہ ہے جو قلب کو ڈھانپ لیتا ہے لیکن بالکل نہیں ڈھانپتا بلکہ اس میں مشاہدہ باقی رہتا ہے گویا یہ ہلکے قسم کا ایک ابر سا ہوتا ہے جیسے سورج کی روشنی بالکل نہیں چھپتی بلکہ ظاہر ہوتی رہتی ہے اسی صفت کی وجہ سے حضورؐ سو مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے

اکابر صوفیہ حضرات نے اس کے بارے میں مختلف مطالب بیان کئے ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک ہلکے قسم کا قرض قلب ہے بعض نے کہا کہ اس سے مراد ایک حالت سے لیکر دوسری حالت کیطرف منتقل ہونا ہے اس وقفہ انتقال کو آپ نے اپنے حق میں عیب قرار دیا ہے جس کی وجہ سے آپ نے استغفار کیا۔ اسی طرح اور بہت سے باریک نکات اور اشارے ذکر کئے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضور کا مقام

---

[1] رواہ ابوداؤد

اور مرتبہ انتہائی بلند اور بالا ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

اللہ تعالے نے تمام مخلوق کو دو قسم پر تقسیم کیا ہے اور مجھے سب سے بہتر قسم میں قرار دیا ہے[1]

اور وہ دو قسم یہ ہیں۔ اصحاب[1] الیمین اور اصحاب[2] الشمال میں اصحاب الیمین میں سب سے بہتر ہوں۔ پھر ان دو قسموں کی تین تین قسمیں کی ہیں یعنی اصحاب المیمنہ، اصحاب المشئمہ اور السابقون۔ اور میں سابقین میں سب سے افضل ہوں پھر اللہ تعالے نے ان قسموں کے قبائل بنائے ہیں اور میں ان قبیلوں میں سے سب سے بہتر قبیلہ ہوں[2]۔ اللہ تعالے نے فرمایا :

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّ	ہم نے تم کو شاخ اور قبیلہ
قَبَائِلَ	بنایا۔

میں آدم کی اولاد میں سب سے زیادہ مکرم ہوں لیکن اس پر فخر نہیں[3] اس کے بعد قبائل میں گھرانے بنائے اور میں سب سے بہتر گھرانے سے ہوں۔ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ	اے اہل بیت (نبی) اللہ تعالیٰ
عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ	تم سے گندگی دور کرنا چاہتا ہے
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الآیۃ)	اور پاک کریگا تم کو اللہ پاک کرنا

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالے نے حضورؐ کو تمام انبیا میں افضل بنایا اللہ تعالے نے حضورؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا	ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا: اللہ تعالے نے جو رسول بھی بھیجا

---

[1] رواہ ترمذی [2] جمع الفوائد باب فضائل النبی م [3] متفق علیہ

وہ اسی قوم تک محدود تھا لیکن حضورؐ کو تمام خلائق کے لئے مبعوث فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ہم نے آپکو تمام انسانوں کے لئے بھیجا ہے۔

اور حضور کا جو نام رکھا گیا اس میں بھی آپ کی فضیلت پر دلیل ہے قرآن میں موجود ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ اور محمد ایک رسول ہی تو ہیں

یعنی بہت زیادہ حمد کرنے والے ایسے ہی حضورؐ کا اسم گرامی احمد بھی ذکر فرمایا ہے اس سے آپ کے تمام صفات حمیدہ کی طرف اشارہ کیا ہے اسی اعتبار سے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میرے قلب پر بھی غین واقع ہوتا ہے اور اس پر اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی اطلاع نہیں پا سکتا اسی وجہ سے حضورؐ ہر دن میں سو بار استغفار کیا کرتے تھے یہ بھی ممکن ہے کہ غین سے مراد ایک خاص قسم کا سکینہ ہو جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا اللہ تعالےٰ نے آپ پر سکینہ نازل کیا اور آپ کی مدد ایسے لشکر سے کی جسکو تم نہیں دیکھ سکتے تھے

اسی کو حضورؐ نے غین سے تعبیر کیا ہے اور اس مطلب کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت اسید بن حضیرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا میں گذشتہ شب قرآن پاک پڑھتا تھا کہ ایک چیز نے مجھے آکر ڈھانپ لیا آپ نے ارشاد فرمایا یہ سکینہ[له] تھا اور ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:۔

میرے لئے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے

له متفق علیہ

جو کسی مقرب ترین فرشتہ کو بھی حاصل نہیں [1]
اس لئے حضورؐ کے اوقات انسانوں کے ادراک سے خارج
ہیں اسی اعتبار سے حضورؐ نے اپنے غین کے بارے میں بیان فرمایا ہے
اور ایک سکینۃ بنی اسرائیل کے تابوت میں تھا جس کو وہ لشکر کے
آگے رکھا کرتے تھے اور اس کی بدولت فتح حاصل ہوا کرتی تھی [2] وہی
طمانینت اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے قلوب کو عطا فرمائی ہے۔ اور
وہی چیز حضرت اسید بن حضیرؓ پر نازل ہوئی تھی اس سکینۃ کے
نزول پر حضورؐ کا استغفار کرنا یہ اظہار عبودیت کے طور پر تھا اور
یہ وصف اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسندیدہ ہے۔
(شیخ نے فرمایا) غین کا ایک دوسرا مطلب اور بھی ہو سکتا
ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

---

[1] اس حدیث کو صرف حضرات صوفیائے کرام نے روایت کیا۔ موضوعات کبیر۔ [2] سکینہ بنی اسرائیل کے بارے میں قرآن شریف نے اسقدر بیان کیا ہے اِنَّ اٰیَةَ مُلْکِہٖٓ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ (ترجمہ) اور طالوت کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئیگا جسمیں تمہارے رب کی جانب سے سکینۃ ہے اور اس میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی آل کے باقیات یعنی آثار اور تبرکات ہیں۔ اس کی تفسیر میں مفسرین نے بہت اقوال اور آثار روایت کئے ہیں تمام تفسیرات میں اس کی تفصیل ملتی ہے اسی کی ایک تفسیر شیخ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے اور یہ تفسیر زیادہ بہتر ہے حضرت ابن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں بھی سکینہ کا لفظ آیا ہے اس کے معنی اطمینان کے ہیں بجز سورہ بقرہ کے قرآن شریف میں چھ جگہ لفظ سکینۃ آیا ہے لیکن سورۂ بقرہ میں جو سکینۃ کا لفظ آیا ہے اس کے بارے میں مفسرین نے بہت زیادہ بے سروپا باتیں کہی ہیں ان سب روایات کا جمع کرنا اور تطبیق دینا بھی ممکن نہیں ہے ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضؓ سے ایک روایت ایسی نقل کی ہے کہ سورۂ بقرہ والے سکینۃ کے معنی بھی اطمینان اور سکون کے ہیں۔ لغات القرآن صـ۲۲۳ ج ۳

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — جان لیجئے! وہ لا الٰہ الا اللہ
وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ ۔ (الآیۃ) — ہے اور اپنے گناہ کی معافی چاہیئے

اس سے معلوم ہوا کہ علم لا الٰہ الا اللہ یہ حضورؐ کے اعلیٰ ترین مقامات میں سے ہے اور حضورؐ کا علم اللہ کی ذات کے بارے میں ایسا ہی تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ صبر تھا ارشاد ہے

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ — صبر کیجئے! اور آپ کا صبر اللہ
اِلَّا بِاللّٰهِ (الآیۃ) — کے ساتھ ہے

اس لئے حضورؐ کا اظہار عبودیت (استغفار کے ذریعہ) ربوبیت الٰہی کے ظہور کی وجہ سے ہے جیسا کہ حدیث قیامت میں مذکور ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میرا بوسہ لیگا اور میں سجدہ میں گر پڑونگا۔ ارشاد ہوگا۔ محمد فرمائیے! سنا جائیگا، شفاعت کیجئے! آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔ میں عرض کرونگا "یارب اُمتی" حکم ہوگا جاؤ! جس کے قلب میں رائی کے آدھے دانہ کی برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لو! اور جنت میں داخل کرو چنانچہ میں جاؤنگا اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو جنت میں داخل کرونگا پھر دوسری مرتبہ حاضر خدمت ہونگا۔ اللہ تعالیٰ میرا بوسہ لیگا اور میں سجدہ میں گر پڑونگا الخ[۱]

اور حضرت انس رضؓ نے ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بھی کوئی کرامت اترتی ہے اس کے ساتھ اتنا ہی خضوع بھی نازل ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے الطاف کریمانہ جسقدر بھی حضورؐ پر نازل ہوئے اور ہونگے اتنا ہی حضورؐ کے

---

[۱] مشکوٰۃ شریف، وجمع الفوائد باب الشفاعت

قلب پر سکینہ نازل ہوا اور اسی قدر حضور کے خضوع میں اضافہ ہوا جس کا اظہار آپ نے استغفار کے ذریعہ فرمایا ہے۔

اور استغفار کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں جو بہت لطیف ہیں استغفار کے معنی ہیں اللہ تعالٰی کو محبت کے ساتھ دیکارنا۔ اس طرح حضور جتنی مرتبہ بھی اللہ تعالٰی کو محبت سے پکارتے تھے اسی قدر آپ پر سکینہ نازل ہوتا تھا اور پھر اسی قدر آپ پر خضوع طاری ہوتا تھا[1]

حضورؐ کی شفقت شیخ نے بسند متصل حضرت عائشہ رضی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جس نے اپنے ظالم کو بدلہ لینے سے چھوڑ دیا اللہ اس کی مدد کرے گا

شیخ نے فرمایا کہ حضور اپنی امت پر بہت زیادہ مہربان اور شفیق ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کی شان میں فرمایا ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ	تم ہی میں سے تمہارے پاس
أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا	رسول آیا ہے شاق ہے اس پر
عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ وَ	تمہاری تکلیف حریص ہے تم پر اور
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ	مومنین کے ساتھ مہربان ہے

چنانچہ یہ آپ کی شفقت اور رحمت ہی کی بات ہے کہ آپ عفو درگذر کو پسند فرماتے تھے اور انتقام لینے کو اچھا نہیں جانتے تھے اور مومنین کی پردہ پوشی کو محبوب رکھتے تھے چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

[1] غین کے یہ معنی بیان کرنے میں شیخ منفرد ہیں حقیقت یہ ہے کہ غلبہ محبت اور عبودیت کے امتزاج (ملنے) سے جو ایک تیسری کیفیت قلب میں پیدا ہوتی ہے وہی غین ہے یہ ترجمہ صرف علمائے ربانی ہی کر سکتے ہیں دوسروں کے بس کا کام نہیں ہے۔

	عربی	ترجمہ
١۔	من ستر على المسلم ستره الله في الدنيا والآخرة [1]	جس نے مومن کی پردہ پوشی کی اللہ تعالے دنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی کریگا۔
٢۔	من عَفى رجلٌ عن مظلمہ الا زادہ اللہ بہا عزاً [2]	جس نے کسی کے ظلم کو معاف کیا اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے اس کی عزت زیادہ بڑھاتا ہے۔
٣۔	يَا مَعشَرَ المسلمِينَ مَن اَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَم يُفضِ الايمانُ الى قلبِہٖ لا تؤذوا المسلِمِينَ وَلَا تعيّرُوهم وَلَا تَتَبِعُوا عوراتهم [3]	اے مسلمانو! جو زبان سے تو اسلام لایا اور ایمان اس کے قلب میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کو ایذا نہ دو اور نہ ان میں عیب نکالو! اور نہ ان کی چھپی باتوں کے پیچھے پڑو۔

شیخ نے فرمایا یہ تمام احادیث حضورؐ کی شفقت اور رحمت کا پتہ دیتی ہیں آپ کو یہ پسند تھا ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی مدد کیجائے بعض دفعہ آپ مظلوم کی مدد کو ترک بھی کر دیتے تھے اور دعا کرتے تھے تاکہ ظالم اس کا مزہ چکھے باوجودیکہ آپ معافی کو زیادہ پسند فرماتے تھے اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے۔

	عربی	ترجمہ
١۔	وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيْلٍ (الآیۃ)	اور جو کوئی بدلہ لے اپنے مظلوم ہونے کے بعد سو ان پر بھی نہیں کوئی الزام
٢۔	فَمَنْ عَفٰى وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الآیۃ)	جس نے معاف کردیا اور اصلاح کی پس اسکا اجر اللہ تعالے پر ہے

---

[1] رواہ مسلم، ابوداؤد، جمع الفوائد معناً [2] جمع الفوائد [3] رواہ ترمذی۔

۲۔ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا — معاف کر دو اور درگزر کر دو۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَهٗ — جس نے ظالم کے لئے بددعا کی
اِنْتَصَرَ۔ — اس کی مدد کی جائے گی۔

اس میں تعریف تو ہے لیکن معافی کی طرف اشارہ ہے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا تھا جب وہ اپنے چور کے لئے بددعا کر رہی تھیں آپ نے اس کو سن لیا تو فرمایا

لَا تُسَبِّخِي بِدُعَائِكِ — اپنی دعا میں اسکے لئے حیا کو
عَنْهُ[1] — اختیار نہیں کرتی ہو؟

یعنی تمہیں ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ حضرت عائشہ رض کے ساتھ چوری کا یہ واقعہ پہلی مرتبہ پیش آگیا تھا اسی وجہ سے انکو افسوس تھا۔ جب ان کو بے چینی ہوئی تو حضورؐ ڈر رہے اور فرمایا چور کے لئے بددعا نہ کرو بلکہ اس کو معاف کردو تمہیں اس بارے میں شرم کرنا چاہیئے اس صورت میں تمہارا اجر اللہ تعالےٰ پر ہوگا پس آپ نے یہ پسند فرمایا کہ حضرت عائشہ رض اجر سے محروم نہ ہو جائیں اور چور پر اس وجہ سے شفقت فرمائی تاکہ اس کا مواخذہ نہ ہو جائے اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ — جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا
ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ — بیشک یہ بڑے درجہ کی بات ہے

اور حضرت عائشہ رض نے فرمایا ہے میں نے حضورؐ کو ظالم سے بدلہ لیتے نہیں دیکھا البتہ جب اللہ تعالےٰ کے محارم کو کوئی توڑتا تھا تو آپ کو بہت غصہ آتا تھا اور آپ شدت اختیار کرتے تھے۔

---

[1] زاد المعاد از مسند احمد سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے یہ چیز (ی) ایک عورت نے کی تھی سیرت۔ رسالتمآب حصہ دوم

حضور کا مقام قرب

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل روزہ رکھنا شروع کر دیے (صوم وصال) حضرات صحابہ رض کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے بھی صوم وصال رکھنا شروع کر دیا آپ نے انکو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا

إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي	میں تمہاری طرح نہیں ہوں
أَظَلُّ عِنْدَ رَبِّي يُطْعِمُنِي	میں اپنے رب کے پاس سے
وَيَسْقِينِي [1]	کھلایا پلایا جاتا ہوں

دوسری حدیث میں آپ سے مروی ہے۔

إِيَّاكُمْ وَصَوْمُ الْوِصَالُ	صوم وصال سے بچو (تین مرتبہ)
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالُوا فَإِنَّكَ	فرمایا۔ عرض کیا آپ بھی صوم وصال
تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ	رکھتے ہیں۔ فرمایا تم اس بارے
قَالَ لَسْتُمْ فِي ذٰلِكَ	میں میری طرح نہیں ہو مجھے
مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ	میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے
يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي	پس ویسا عمل کرو جس کی
فَاعْمَلُوا مِنَ الْعَمَلِ	طاقت رکھتے ہو۔
مَا تُطِيقُونَ [2]	

شیخ نے فرمایا ظلول اور بیوتت سے مراد کل زمان ہے اور ان دونوں سے یہی مراد لی جاتی ہے گویا حضور نے اپنے بارے میں خبر دی ہے کہ میں پورے دن اور پوری رات اپنے رب کے حضور میں رہتا ہوں گویا :-

---

[1] مشکوۃ شریف [2] ایضاً

يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ	دن رات خدا کی تسبیح بیان
وَلَا يَفْتُرُوْنَ ١ۙ (الآیۃ)	کرتے ہیں ناغہ نہیں کرتے۔

اس اعتبار سے حضور ﷺ کے ارشاد گرامی

لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ	میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے

اس سے مراد بھی کل وقت لیا جائیگا وہ آدمی جن کے پاس نہ تو خواص کی آمد ہو اور عوام کو رسوخ ہو اس کا مخلوق سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ لوگوں کا اس سے تعلق آداب شریعت اور اوصاف عبودیت سیکھنے کے لئے ہوگا اور یہ مقام صرف انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے کیونکہ انبیاء واسطہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا ہے۔

۱۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اِنَّمَا يُوْحٰى اِلَیَّ	فرما دیجئے! میں تمہاری ہی طرح ایک بشر ہوں میری طرف تو فقط وحی بھیجی جاتی ہے۔
۲۔ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ	آپ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے

ان آیات میں یہی بتلایا ہے کہ انبیاء میں بھی اوصاف بشریت ہوتے ہیں ان کے سامنے حوادثات بھی آتے ہیں لیکن انبیاء کے بواطن اوصاف ربوبیت کے ساتھ ہوتے ہیں اس لئے ان کے لئے صفت بشریت قابل اعتراض نہیں جیسا کہ بتلا یا جا چکا ہے کہ لَا يَنَامُ قَلْبِی

ا؎ یہ فرشتوں کے بارے میں فرمایا ہے

میرا دل نہیں سوتا ہے اور

اِنِّی اَرَاکُم مِن وَرَاءِ ی[1] اور میں اپنے پیچھے کی طرف بھی دیکھتا ہوں۔

بہر حال انبیاء کا ظاہر بشریت کے ساتھ اور ان کی حقیقت رب کے ساتھ ہوتی ہے

۱۔ وَتَخْشَی النَّاسَ — اور لوگوں سے ڈرتے ہو

۲۔ عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ (الآیۃ) — معاف کر دیا اللہ تعالٰے نے آپکو

اور حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اَنْسٰی — میں تمہاری طرح انسان ہوں

کَمَا تَنْسَوْنَ[2] — بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو

ایسے ہی حضورؐ نے پیٹ سے پتھر باندھا، آپ کو نماز میں سہو ہوا ان تمام امور میں حضور مقام تادیب میں تھے قولاً بھی اور فعلاً بھی اور اللہ تعالٰے نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے:-

۱۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی — نہیں بولتے وہ اپنی جانب سے
اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی — ان پر تو وحی بھیجی جاتی ہے

۲۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ — اور نہیں تیر پھینکا آپ نے جب آپ نے تیر پھینکا تھا
وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی — وہ تو اللہ نے تیر پھینکا تھا۔

یہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء کا باطن حق کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مخلوق کے ساتھ وابستگی کے بارے

---

[1] یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے، یہ حدیث ثابت ہے۔ تذکرۃ الموضوعات از علامہ طاہر پٹنی ص۸۸
[2] رواہ ابوداؤد

میں بھی ہے۔

۱۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ	وہ مومنین کے ساتھ مہربان ہیں۔
۲۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ	آپ خلق عظیم پر ہیں۔
۳۔ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ (الآیۃ)	اور جب زید اپنی خواہش پوری کر چکے تو ہم نے زینب کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ مومنین پر اپنے منھ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں تنگی نہ رہے۔

ان آیات سے ثابت ہے کہ انبیاء کے ظواہر مخلوق کیلئے آئینہ ہوتے ہیں اور ان کے باطن غیب میں اپنے رب کے پاس ہوتے ہیں اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں واللہ تعالےٰ اعلم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ کے علاوہ جھوٹ نہیں بولا [1]

۱۔ انہوں نے ایک مرتبہ تو یہ فرمایا اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں بیمار ہوں

۲۔ یہ فرمایا۔

بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ هٰذَا — بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے

---

[1] مشکوٰۃ شریف باب مناقب انبیاء علیہم السلام

۳۔ جب وہ چلے جا رہے تھے تو ایک ظالم بادشاہ نے ان
سے کہا یہ حسین ترین عورت کون ہے؟ تو حضرت ابراہیم ؑ نے
فرمایا تھا "ہٰذِہٖ اُختی" یہ میری بہن ہے [1]

---

[1] یہ حدیث متفق علیہ ہے اس جگہ شیخ رح کی شرح کو ملاحظہ فرمانے سے پہلے ان تینوں باتوں کا اجمال معلوم ہونا چاہیے پہلی بات کے بارے میں قرآن شریف میں ہے

۱۔ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ	پھر نگاہ کی ایک بار ستاروں میں پس کہا
إِنِّي سَقِيمٌ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ	میں بیمار ہوں پس بھاگ گئے وہ پشت
فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا	پھیر کر پس جا گھسے ان کے خداؤں میں
تَأْكُلُونَ مَا لَا تَنطِقُونَ فَرَاغَ	اور بولا کیوں نہیں کھاتے کیوں نہیں بولتے
عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ فَأَقْبَلُوا	پس داخل ہوا ان کو داہنے سے مارتے
إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ۔ (الصافات)	ہوئے پھر لوگ آئے ابراہیم کے پاس دوڑتے گھبراتے ہوئے
۲۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا	پس جب اس پر رات آئی تو دیکھا
(الی قولہ) قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ	ستارا (الی قولہ) اے قوم میں بری
مِّمَّا تُشْرِكُونَ (الانعام)	ہوں اس سے جنکو تم شریک بناتے ہو
۳۔ وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُم	قسم خدا کی میں تمہارے بتوں کے
بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ (الی قولہ)	ساتھ ایک داؤ کرونگا جب تم چلے
قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا	جاؤگے (الی قولہ) فرمایا بلکہ کیا ہوگا
	ان کے بڑے نے یہ

ان تینوں آیات کو جن جن سورتوں میں یہ ہیں ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صحیح فرمایا تھا لیکن چونکہ انمیں ایک قسم کی تعریض اور توریہ ہے جو خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پیغمبرانہ عزمیت کے خلاف ہے اسوجہ سے انکو کذب یا خطا سے تعبیر کیا ہے، تیسرا واقعہ حضرت سارہؓ کے بارے میں ہے جو حدیث میں ہے اس کا مطلب بھی تعریض ہی ہے

شیخ نے فرمایا کذب وہ ہے کہ جو خلاف خبر ہو۔ اب رہی یہ بات کہ ان تینوں کی اصل کیا ہے ؟

۱۔ حضرت ابراہیم ؑ نے یہ جو فرمایا تھا کہ میں بیمار ہوں تو اس میں دو احتمال ہیں جب انہوں نے چاند سورج اور ستاروں کو دیکھا اور انہوں نے جسطرح استدلال کیا کہ گویا ان کو ان حالتوں میں تردد ہے اسوقت انہوں نے اپنی کیفیت کی خبر دی تھی اور اپنی دلیل عقلی کی کمزوری کو بیان کیا تھا یہ نہیں کہ ان کو کوئی شک تھا ! گویا انہوں نے اپنی علت سقم (بیماری) کو بیان کیا تھا چنانچہ اللہ تعالٰے نے ان کے بارے میں فرمایا ہے :-

۱۔ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا	اے قوم جن کو تم شریک بناتے ہو میں ان سے بری ہوں میں نے اپنا چہرہ اسی ذات کی طرف کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے میں حنیف ہوں۔
۲۔ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ	فرمایا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو اور اس نے مجھے ہدایت دی ہے
۳۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ (الآیۃ)	بیشک اللہ تعالٰے لاتا ہے سورج کو مشرق سے، تو لا اس کو مغرب سے پس حیران رہ گیا کافر

لہذا حضرت ابراہیم ؑ کا پہلا قول دلیل اور حجت کی کمزوری کے اعتبار سے سقیم تھا اور اسی کو انہوں نے بیان کیا تھا اور دوسرے ارشاد کے

معنی بالکل ظاہر ہیں اگر یہ بت بول سکتے ہوں تو ان کے بڑے سے دریافت کر دیکھو یہ فعل ان کے بڑے کا معلوم ہوتا ہے ہٰذا سے اشارہ بھی اسی اعتبار سے ہے۔

۳۔ اور حضرت سارہ کو "ہٰذا اختی" کہنا یہ باعتبار دین کے کہا تھا یعنی وہ دینی بہن ہیں چنانچہ آگے حدیث میں اس کی اسی طرح تفسیر ہے کہ حضرت ابراہیم ع نے حضرت سارہ رض سے فرما دیا تھا کہ اگر یہ دریافت کرے تو اس کو یہی بتا دینا اور اس وقت میری تکذیب نہ کرنا کیونکہ تو کتاب اللہ کے اعتبار سے بہن ہے کیونکہ اس وقت بجز تیرے کوئی میرے دین پر نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ حضور ص نے یہ فرمایا ہے

لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلٰثًا [۱] — تین مرتبہ جھوٹ کے علاوہ جھوٹ نہیں بولا۔

پس یہ سننے والے کے وہم کے اعتبار سے فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ دینی مضرت کے دفع کے لئے ہو۔ اور اس حالت میں یہ معصیت نہیں کیونکہ حضور ص نے فرمایا ہے۔

تین جھوٹ کے علاوہ جائز نہیں ہے ۱۔ عورت کو راضی کرنے کے لئے، ۲۔ جنگ کے لئے۔ ۳۔ آپس میں صلح کرانے کے لئے [۲]

اور حدیث شفاعت میں ہے کہ جب لوگ حضرت ابراہیم ع کے پاس جائینگے تو وہ کہینگے کہ میں نے تین جھوٹ بولے ہیں [۳]

---

[۱] یہ پوری تفصیل مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے

[۲] جمع الفوائد باب الصلح ذات البین

[۳] مشکوٰۃ شریف باب الشفاعت۔

تو حضورؐ نے فرمایا وہ جھوٹ نہیں ہے جو آدمی دینی مضرت کو دور کرنے کے لئے کہتا ہے پس وہ کذب حلال ہے۔ مترجم راقم الحروف کہتا ہے کہ ان تاویلات کے علاوہ ان تینوں کذب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفعت منزلت کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حدیث شفاعت میں اسی نسبت سے اس کا اعتراف ہے جیسا کہ:۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ — نیکوں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک گناہ ہیں۔

اس اعتبار سے معنی میں بہت وسعت ہے اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس کذب کے معنی جھوٹ کے نہیں ہیں بلکہ لغت میں کذب خطا کو کہتے ہیں اس لئے یہ دو تاویل کر دینے کے بعد اتنی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

حضورؐ کا مقامِ شفاعت

شیخ نے بسند متصل حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں قیامت میں

۱۔ سب سے اول اپنی قبر سے اٹھوں گا اور اس پر فخر نہیں

۲۔ میں قیامت میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں

۳۔ اور قیامت میں میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور اس پر فخر نہیں۔

۴۔ اور میرے لئے ہی سب سے اول جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس پر فخر نہیں۔

۵۔ میرا بوسہ اللہ تعالےٰ لے گا اور میں سجدہ میں گر پڑونگا اور اس پر فخر نہیں (یہ طویل حدیث بعینہٖ گذر چکی [۱] ہے)

---

[۱] مشکوٰۃ شریف باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ نے فرمایا۔ آپؐ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ میں قیامت میں تمام انسانوں کا سردار ہونگا حالانکہ آپ دنیا میں بھی تمام انسانوں کے سردار ہیں لیکن قیامت کو اس وجہ سے خاص کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کس کے لئے ملک ہے۔

حالانکہ ہر حال اور ہر وقت اللہ ہی کا ملک اور حکم ہے تو یہ اس وجہ سے فرمایا ہے کہ اس دن تمام دنیا کے بادشاہوں کے احکام اور ملک ختم ہو چکے ہونگے اور اس دن سب لوگوں کی سرداری ختم ہو چکی ہوگی صرف حضورؐ کی سرداری باقی رہے گی اور یہ بھی وجہ ہے کہ سید قوم یا ملک وہ ہوتا ہے جو قوم کے امور اور معاملات کو برداشت کرے۔

سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

أَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا وَفَدُوا میں ان کا خطیب ہوں جب وہ
وَأَنَا شَفِيعُهُمْ إِذَا حُبِسُوا وفد ہونگے اور میں ان کا شفیع ہوں
وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أُبْلِسُوا جب وہ روک دیئے جائینگے اور
وَلَا فَخْرَ [1] میں ان کو خوشخبری دونگا جب
وہ مایوس ہونگے اور اس پر فخر نہیں

۲۔ لوائے حمد کے معنی یہ ہیں کہ قیامت میں مختلف قسم کے لوگوں کے پاس مختلف علامتی جھنڈے اور نشانات ہونگے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

غدر کرنے والوں کے سرین کے پیچھے جھنڈا ہوگا جس سے وہ شناخت ہونگے۔ [2]

[1] مشکوٰۃ شریف باب فضل النبی صلعم [2] قیامت اور اس کے احوال جمع الفوائد۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء القیس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کے پاس حوائے شعر ہوگا اور وہ دوزخ کی طرف لیجایا جائیگا۔ شیخ نے فرمایا یہ جھنڈے تو رسوائی اور ذلت کے لیئے ہونگے کیونکہ حدیث میں اسکی طرف اشارہ ہے کہ وہ سرین کے پاس لگے ہونگے یہ چیز ذلت اور حقارت ظاہر کرنے کے لئے فرمائی گئی ہے لیکن لوائے حمد حضورؐ کے ہاتھ میں ہوگا اور حضورؐ کے لیئے حمد و ثنا کے ایسے ابواب کھول دیئے جائیں گے جو کسی کو حاصل نہ ہونگے۔ آپ نے فرمایا لیکن اللہ تعالےٰ کی اس عطا پر مجھے فخر نہیں ہے بلکہ میرا فخر اللہ تعالےٰ پر ہے

۳۔ اللہ تعالےٰ میرا بوسہ لیگا اور میں سجدہ میں گر پڑونگا الخ۔

شیخ نے فرمایا یہ عمل اکرام، رضا، اور قبول پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں فلاں امیر کے پاس گیا اور اس نے میرا بوسہ لیا یعنی میرا اکرام کیا علاوہ ازیں پیشانی پر بوسہ لینا بربنائے اکرام اور محبت ہوتا ہے اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے شرف قبولیت سے نوازے گا اور میری شفاعت کو قبول فرمائیگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس کے دل میں جَو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کو دوزخ سے نکال لیا جائیگا۔

اس حدیث میں دلالت ہے کہ اعمال صالحہ ایمان کا جزو ہیں[1]۔ اور قلب کا ذکر اس وجہ سے کہ اعمال کا تعلق نیت سے ہے جیسا کہ

---

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال صالحہ تکمیل ایمان کا جزء ہیں نفس ایمان کا جزو نہیں ہیں (جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا) یہ مسلک معتزلہ کا ہے وہ اعمال سے خالی ایمان کی نفی کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اعمال نہ ہونے سے ایمان ختم نہیں ہوتا البتہ ایمان کامل وہ ہے جس کے ساتھ اعمال صالحہ بھی ہوں۔ فتح الملہم باب الایمان۔

حضور ﷺ نے فرمایا

اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات   اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مومن کے دل میں تیمم کے لئے جو رحمت اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کے دل میں جو امید ہوتی ہے اس کی طرف اشارہ ہو اور یہ سب افعال قلب ہیں اس لئے ایمان سے مراد یہی ہے اجزائے ایمان مراد نہیں ہیں کیونکہ وہ تو توحید خالص ہے اور کفر سے بالکل علیحدگی کا نام ہے۔ اس کے اجزاء نہیں ہوتے کلمۂ توحید میں اسی طرف اشارہ ہے" لا الٰہ الا اللہ

امت محمدیہ میں نے جو یہ تاویل کی ہے ابو قلابہ کے ایک واقعہ سے بھی ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک بھتیجا تھا وہ شراب کا کاروبار کرتا تھا وہ مریض ہوا اور ایک رات اس نے میرے پاس اپنا آدمی مجھے بلانے کو بھیجا۔ میں جب آیا تو میں نے دو کالے سانپوں کو دیکھا کہ وہ اسے لپٹے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا یا اللہ میرا بھتیجا ہلاک ہو گیا۔ فوراً ہی دو سفید سانپ ایک گوشہ سے نمودار ہوئے اور وہ کالے سانپ بھاگ گئے انہوں نے اس کے منہ کو سونگھا اور کہا نہیں اس میں ذکر کی بو نہیں معلوم ہوتی پھر پیٹ کو سونگھا تو کہا اس سے روزہ کی بو نہیں آتی پھر پیروں کو سونگھا تو کہا ان سے نماز کی بو نہیں آتی۔ تب دوسرے نے کہا کچھ بھی سہی یہ امت محمدیہ کا آدمی ہے اگرچہ اس کے پاس کوئی خیر نہیں ہے" ابو قلابہ[1] نے کہا کہ انہوں نے زبان کو سونگھا تو کہا:

اللہ اکبر! ایک مرتبہ اس نے اللہ کی راہ میں انطاکیہ میں تکبیر کہی تھی

---

[1] اس حدیث کے ایک راوی کا نام ہے

اس کے بعد اس کی روح پرواز کر گئی میں نے پورے گھر کو خوشبو سے بھرا ہوا پایا۔ میں صبح ہوتے ہی مسجد پہونچا اور میں نے وہاں لوگوں سے دریافت کیا تم میں کوئی اہل انتاکیہ میں سے ہے لوگوں نے کہا انتاکیہ نہیں انطاکیہ کہو میں نے کہا میں وہی نام لونگا جو فرشتوں نے لیا ہے

شیخ نے فرمایا اسکو صرف ایک ہی تکبیر سے فائدہ ہوگیا اور یہ تکبیر علاوہ کلمہ شہادت کے تھی اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں ایمان سے مراد وہ خیر ہے جو ایمان کے علاوہ ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت فائدہ دے جائے گی آپ کی شفاعت مرتکب کبیرہ مومنین کے لئے بھی ہوگی۔ ان کے پاس ایمان کے بعد حسب قدر بھی خیر ہوگی اس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالےٰ کا فضل ہوگا اور وہ دوزخ سے نجات پا جائینگے۔

حدیث دیگر شیخ نے بسند متصل حضرت عمرو بن العاص رضی سے روایت کیا ہے کہ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن

ایک آدمی لایا جائیگا کہ اس کے ۹۹ دفاتر ہونگے اور ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک نظر جاتی ہے اس میں اس کے گناہ اور خطایا ہونگے ان سب کو میزان کے ایک پلڑہ میں رکھ دیا جائیگا اور پھر اس کا ایک کاغذ کا پرزہ بقدر آدھی انگشت لایا جائیگا اور اس کو دوسری جانب رکھ دیا جائیگا اس میں صرف کلمہ شہادت اشہدان لاالٰہ الا اللہ و اشہدان محمد رسول اللہ ہوگا وہ خطا اور ذنوب سے بڑھ جائیگا [1]

---

[1] تاج الفوائد احوال آخرت

شیخ نے فرمایا یہ انشاء اللہ یہ کلمہ شہادت ہے جو علاوہ کلمۂ ایمان کے ہے جس کے ذریعہ آدمی کافر سے مومن ہو جاتا ہے اور یہ کلمہ شہادت جو یہاں مراد ہے وہ ذکر کے اعتبار سے مراد ہے جو ایک عمل ہے اور اگر ایمان والا کلمہ شہادت مراد لیا جائے تو پھر یہ مطلب ہو گا کہ کوئی مومن دوزخ میں داخل ہی نہیں ہو گا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا

۱- فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ — پس جس کی میزان بھاری ہوگئی
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ — پس وہی لوگ کامیاب ہیں

اور جس کو اس دن فلاح حاصل ہوگئی وہ دوزخ میں داخل نہ ہو گا۔

۲- وَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ — جس کی ترازو بھاری ہوگئی
فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ — وہ پسندیدہ عیش میں ہو گا۔

اور احادیث میں بکثرت وارد ہے کہ مومنین دوزخ سے ایمان کی وجہ سے کثیر تعداد میں نکلینگے اور نکلنا داخلہ ہی کے بعد ہو سکتا ہے۔ دوزخ سے نکلنے کے بعد ان کو نہر حیات میں غسل دیا جائیگا لہٰذا اس جگہ حدیث میں قرطاس شہادت سے مراد یہی ہے کہ جس مومن نے ایمان لانے کے بعد یہ کلمہ بطور ذکر کے پڑھا تھا اس طرح سے یہ کلمہ ایک مقبول قسم کی طاعت اور عبادت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کلمہ سے مراد آخری کلمہ ہو جو کسی نے مرتے وقت ادا کیا ہو جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے

مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ — جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَجَبَتْ — ہوگا اس کے لئے جنت واجب
لَهُ الْجَنَّةُ [1] — ہوگی۔

اصحاب اعراف کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ ان سے مراد وہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان

لوگ ہیں کہ جن کی نیکی اور گناہ برابر ہیں اس لئے اگر اس کلمہ سے مراد کلمہ ایمان لیا جائے تو پھر یہ بات غلط ہو جائے گی اس لئے یہی تسلیم کر لینا پڑیگا اس کلمہ شہادت سے مراد کلمہ شہادت بطور ذکر ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کلمہ شہادت سے مراد وہ کلمہ شہادت ہے کہ جس میں نجات اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے تو اس اعتبار سے یہ مشیت مومنین کے بارے میں ہوگی نہ کہ کافروں کے بارے میں اس اعتبار سے بھی اس کلمہ شہادت سے مراد کلمہ شہادت ذکر والا ہے اس بارے میں علمار کی ایک جماعت کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہر وہ آدمی جس کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائیگا اور ہر وہ آدمی جس کی میزانِ عمل ثقیل ہو جائے گی کہ جن کے بارے میں فرمایا

۱۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ — وہی کامیاب ہیں

۲۔ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ — وہ عیش میں ہیں۔

اس سے مراد دوزخ میں داخل ہونے کے بعد پھر نکلنا ہے بہرحال اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا وہ سب سے پوچھ سکتا ہے۔

حضورؐ کی دعا

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں بہت عرصہ حضورؐ کی خدمت میں رہا میں نے اکثر حضورؐ کو یہ دعا کرتے سنا ہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ	الٰہی میں آپ کی پناہ غم سے
مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ	حزن سے مانگتا ہوں اور آپکی
اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ	پناہ عجز اور کسل اور بخل اور
وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ	بزدلی اور قرضہ کے دباؤ

وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ	اور آدمیوں کے دباؤ سے
الرِّجَالِ لے	مانگتا ہوں۔

شیخ نے فرمایا ہمّ اور حزن دونوں ایک قسم کی تکلیف دہ کیفیت ہیں اور غم بھی ایک تکلیف دہ کیفیت ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ ہمّ کا تعلق ماضی اور مستقبل دونوں سے ہے اور غم اس چیز کا نام ہے کہ آدمی کسی سے خوف یا امید رکھتا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

مَنْ اَصْبَحَ وَھَمُّہٗ فِی	جس نے غم دنیا میں صبح کی اللہ
الدُّنْیَا شَتَّتَ اللّٰہُ عَلَیْہِ	تعالےٰ اس کے حالات پریشان
شَمْلَہٗ ٢ــہ	کردے گا۔

پس معلوم ہوا کہ ھمّ کا تعلق آنے والے وقت سے ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ لِکَیْلَا لَا تَحْزَنُوْا عَلٰے	تاکہ تم غم نہ کرو فوت شدہ پر
مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَا اَصَابَکُمْ	اور جو مصیبت اس وقت ہے
تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ	نازل ہوتے ہیں ان پر
اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا	فرشتے یہ کہ نہ خوف کرو اور
(الآیۃ)	نہ غم کرو۔

کہا گیا ہے کہ اس جگہ لَا تَخَافُوْا سے مراد آئندہ اور سامنے کا اندیشہ ہے اور وَلَا تَحْزَنُوْا سے مراد زمانہ ماضی کا غم ہے پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جس ھمّ سے استعاذہ کیا ہے وہ غم دنیا اور مصالح نفس میں جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکم کے مطابق

لے مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات ٢ــہ حوالہ گذر چکا ہے۔

ہو کر رہینگے پس آدمی پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور فکر دنیا میں مشغول نہ ہو اور شیطان کے فریب میں نہ آئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ	شیطان تم سے وعدہ کرتا ہے
الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ	فقر کا اور امر کرتا ہے بے حیائی
وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً	کا اور اللہ وعدہ کرتا ہے تم سے
مِّنْہُ وَفَضْلًا وَاللّٰہُ وَاسِعٌ	مغفرت کا اپنی اور فضل کا اور
عَلِیْمٌ (الآیۃ)	اللہ تعالیٰ وسعت والا علیم ہے۔

گویا آپ نے استیلائے شیطان اور غلبۂ شیطان سے استعاذہ کیا ہے۔ تفرق شمل سے مراد یہی فقر ہے جس سے شیطان خوف زدہ کرتا ہے چنانچہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

مَنْ کَانَتِ الْاٰخِرَۃُ	جس کا غم آخرت ہو اللہ تعالیٰ
ھَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ غِنَاہُ	غنا اس کے قلب میں کر دیگا اور اس
فِیْ قَلْبِہٖ وَجَمَعَ لَہٗ شَمْلَہٗ	کے حالات درست فرما دیگا اور
وَآتَتِ الدُّنْیَا وَھِیَ	دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر
رَاغِمَۃٌ [1]	آئے گی

۲۔ حزن سے استعاذہ ممنوعات سے استعاذہ ہے جیسا کہ آیت پاک میں مذکور ہے گویا آپ نے زمانہ ماضی اور مستقبل دونوں زمانوں میں دنیا کے ساتھ مشغولیت میں خدا کی پناہ چاہی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ھمّ اور حزن سے آخرت کا غم مراد لیا جائے یعنی دین میں طاعت اور عبادت کے فوت ہونے کی بنا پر اور آخرت میں مطلوب کے حاصل نہ ہونے کی بنا پر کیونکہ جب دنیا طاعت کے ساتھ نہ گذاری تو آخرت

---

[1] حوالہ گذر چکا ہے

میں مطلوب کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ
اِسْتَعْمَلَہٗ کرے اسکو عمل کی توفیق دیتا ہے

جب صحابہ رضؓ نے دریافت کیا استعمال کیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

یُوَفِّقُہٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ اللہ تعالےٰ اسکو مرنے سے پہلے
قَبْلَ مَوْتِہٖ ہی عمل صالح کی توفیق دیتا ہے

اس طرح حضور ﷺ نے اللہ تعالےٰ کی توفیق فوت ہونے سے استعاذہ کیا ہے

اور زمانہ حال کا حزن یہ ہے کہ تمام اوقات اللہ تعالیٰ کی طاعت اور ذکر سے خالی گذریں تو اس پر غم کرنا واجب ہے اور گذرے ہوئے پر حزن واجب ہے گویا آپ نے تمام اوقات کے معمور رہنے کا سوال کیا ہے اور ان کے خالی رہنے سے استعاذہ کیا ہے

۳۔ اَلْعَجز - اس کے معنی سلب قوت کے ہیں اصل میں انسان کی صفت اصلیہ عجز ہے اللہ کی عطا سے اس میں قوت آتی ہے تو حضور ﷺ نے عبدیت کی اس کمزوری سے پناہ مانگی ہے کیونکہ جب یہ کمزوری (عجز) پیدا ہوتی ہے تو آدمی خسارہ میں رہتا ہے. اسطرح آپ نے گمراہی سے پناہ مانگی

۴۔ اَلْکَسَل - ایک قسم کا فتور اور ثقل ہے یہ بھی عجز ہی کے قریب ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ عجز کے ہوتے ہوئے عمل ممکن نہیں اور کسل کے ہوتے ہوئے فعل ممکن ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :-

۱۔ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ	وہ نماز کو کسل کے ساتھ ہی
اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (الآیۃ)	ادا کرتے ہیں

یعنی منافقین کسل اور ثقل کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں

۲۔ وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ کو ان کا اٹھنا
انْبِعَاثَهُمْ	ناپسند ہے

اس سے معلوم ہوا کہ عجز اور ہے اور کسل اور ہے اگر ان کو عجز ہوتا تو اس آیت میں معذور کا منع لازم آتا ہے جیسا کہ چند آدمی روتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ انکو غزوہ میں شرکت کے لئے کوئی سواری عطا فرمادیں اور حضور کے پاس کوئی سواری نہ تھی تو وہ روتے ہوئے واپس ہوگئے اللہ تعالیٰ نے انکو معذور قرار دیا اور فرمایا۔

۱ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ	اور نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ
وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ	مریضوں پر اور نہ ان پر کہ جن
لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا	کے پاس خرچ کرنے کو نہیں ہے
يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ	حرج
حَرَجٌ	
وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا	اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج
مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ	ہے جو آپ کے پاس آئے کہ
قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا	آپ سوار کرادیں اور آپ نے
اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا	فرمادیا کہ میرے پاس تمہاری
وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ	سواری کو نہیں ہے تو واپس
مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا	ہوگئے کہ غم سے آنکھوں سے
(الآیۃ توبہ)	آنسو جاری تھے

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے سے کسل اور ثقل سے اور معذورین کے سے عجز سے پناہ چاہی اور استعاذہ کیا ہے

۴۔ بخل۔ مال خرچ نہ کرنے کا فتنہ بخل کہلاتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

بِئْسَ الشَّیْئُ الْبُخْلُ[له]	بخل بری چیز ہے

اور حضرت ابن مسعود رض نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا

مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ	جو بچایا گیا اپنے جی کے
فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	بخل سے وہی ہیں کامیاب

فرمایا شحِ نفس یہ ہے کہ اپنے بھائی کا مال ظلماً کھا جائے[له] اور ایسا معاملہ بخل کی وجہ سے کیا جاتا ہے گویا حضور رض نے بخل سے پناہ چاہی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے پیشانی اور پہلو داغے جائینگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ	جو لوگ گاڑتے ہیں سونے اور
الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ	چاندی کو اور نہیں خرچ کرتے
وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ	اس کو اللہ کی راہ میں پس
سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ	ان کو دردناک عذاب
بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَّوْمَ	کی بشارت دیدیجئے جس
یُحْمٰی عَلَیْھَا نَارُ	دن تپایا جائیگا ان پر دوزخ
جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا	کی آگ کو اور داغا جائیگا

له معلوم ہے ۱ اور ۲ یہ ایک ہی روایت کے دو ٹکڑے ہیں جنکو ابن ابی حاتم نے سورۂ حشر کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ ابن کثیر ص ۳۳۹ ج ۴۔

جِبَاهُهُمْ ؎۱   اس سے انکی پیشانیوں کو۔

اور بخل اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوءظن کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور سوءظن کفر ہے جیسا کہ قرآنی آیات میں خرچ کرنے پر وعدۂ ثواب ہے اور جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے

۱۔ بلال! خوب خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔؎۲

۲۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ بخل سے بڑھ کر کوئی بیماری نہیں؎۳

اسی طرح حضورؐ نے کفر سے استعاذہ کیا ہے (یعنی اعوذ بك من الفقر والکفر)

۵۔ الجبن۔ بزدلی۔ امساک نفس کو کہتے ہیں جیسے بخل امساک مال کا نام ہے دونوں سے بچنا واجب ہے جو آفتیں بخل میں داخل ہوتی ہیں وہی آفتیں بزدل میں ہوتی ہیں بلکہ جُبن بخل سے کچھ بڑھا ہوا ہی ہے بزدل آدمی ہر قسم کی خیر سے محروم رہتا ہے۔ جُبن کی وجہ سے بہت سے اوصاف رذیلہ پیدا ہو جاتے ہیں گویا حضورؐ نے ان تمام اوصاف رذیلہ سے استعاذہ کیا ہے

؎۱ ان آیات اور قرآن پاک کی دیگر آیات میں مال روکنے کی مذمت فرمائی ہے سورۂ حشر میں ارشاد ہے کیلا یکون دولۃ بین اغنیائکم یعنی تاکہ دولت مالداروں میں محصور نہ ہو جائے۔ یاد رہے اسلام دولت کے روکنے کی مذمت کرتا ہے لیکن کسی کو ملکیت سے محروم نہیں کرتا کمیونزم کا فلسفہ ہے کہ وہ ملکیت سے بھی محروم کرتا ہے مگر اس کے پاس اس کا جواب نہیں ہے کہ سرمایہ دار کون ہے؟ اسلام تو مالک نصاب کو سرمایہ دار کہتا ہے اور اس پر خرچ کرنے کے احکامات جاری کرتا ہے

؎۲ ؎۳ ؎۵ تفسیر ابن کثیر۔ سورۂ حشر سورۂ تغابن

۶۔ ضلع الدین۔ قرضہ کا بوجھ۔ ضلع دراصل ٹیڑھ پن کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے ا۔

ضَلَعَ فلان مع فلان	فلاں فلاں کے ساتھ جھک گیا

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

المَرأۃ خُلِقَت مِن ضلع	عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے[1]

پس ضلع دین سے آدمی میں ٹیڑھا پن ہوجاتا ہے تو گویا آپ نے دین ثقیل سے پناہ چاہی ہے اور جب حضور کفر اور دین سے پناہ چاہتے تو صحابہ رض نے دریافت کیا آپ نے کفر اور دین دونوں کو برابر قرار دیا ہے آپ ص نے ارشاد فرمایا ہاں

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس جنازہ کی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے جو مقروض ہو اور ادائیگی کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو۔ جب فتوحات ہوئیں تو پھر ادائیگی کی ذمہ داری آپ نے قبول کرلی تھی اور آپ نماز پڑھا دیا کرتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا ؛

مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهٖ	جس نے مال چھوڑا وہ اسکے
وَمَن ترکَ دَیْنًا فَإِلَیَّ	وارثوں کا اور جس نے قرضہ
أَنَا أَولیٰ بالمُؤمِنِینَ مِنْ	چھوڑا (وہ) میری طرف اور
اَنْفُسِہِمْ [2]	میں مومنین کیلئے زیادہ مقدم ہوں

اور حضور ص نے ارشاد فرمایا ؛

نَفْسُ المُؤمِنِ مُعَلَّقَۃٌ	مومن کی روح قرض کی وجہ
بِدَینِہٖ حَتّیٰ یُقْضٰی عَنْہُ [3]	سے ٹنگی رہتی ہے یہاں تک کہ
	اسکو ادا کردیا جائے

---

[1] اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے اس لئے یہ ٹیڑھ پن سے کنایہ ہے [2] [3] یہ تمام ثابت ہیں اور جمع الفوائد میں موجود ہیں ملاحظہ فرمائیے ہماری کتاب اسلامی دستور۔ مشکوٰۃ، مرقاۃ صفحہ ۱۰۲ ج ۶

اسی وجہ سے حضور ؐ نے قرضہ سے پناہ مانگی ہے۔ شیخ نے فرمایا یہ ممکن ہے کہ ضلع دین سے مراد دنیا کے لئے قرض ہو کہ جس کو فضول طور پر خرچ کیا گیا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تین آدمی ہیں جن کی جانب سے اللہ تعالیٰ ادا فرمائیگا

۱۔ وہ جوان جو اپنے نفس پر خوف کرتا ہو اور نکاح کے لئے مال اس کے پاس نہ ہو اور وہ قرضہ سے نکاح کرے

۲۔ وہ آدمی کہ اس کے پاس کسی مسلمان کا انتقال ہوا اور اس نے اس کے کفن کے لئے قرضہ لیا

۳۔ اور وہ آدمی جو دین کے لئے قرض دار ہوا [۱]

پس یہ ثابت ہے کہ جس نے دینی ضرورت سے قرضہ لیا اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ ادا کرادیگا یا تو دنیا میں یا آخرت میں پس وہ قرضہ جو کفر کے درجہ میں ہے وہ ہے جو دنیا کے لئے ہو اور اس کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کا بھی اتلاف ہے اور بندوں کا حق بھی تلف ہوتا ہے اور اسی سے آپ نے پناہ مانگی ہے۔

ادائیگی قرضہ شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا

مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ	جس نے لوگوں سے مال
يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى	ادائیگی کی نیت سے لیا اللہ
اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَهَا	تعالیٰ اسکو ادا کرادیگا اور جس نے
يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ	مارنے کی نیت سے لیا اللہ تعالیٰ
اللّٰهُ [۲]	اسکو برباد کردیگا۔

گویا حضور ؐ نے ضلع الدین سے اتلاف اموال (مال کا برباد کرنا)

---

[۱] [۲] دیکھئے حاشیہ ص۱۳۲ مسئلہ ۳

کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسی سے پناہ چاہی ہے اس میں حقوق العباد کی عظمت اور ان کے تلف کرنے میں اس گناہ کی برائی کو بیان فرمایا اور اس سے ڈرایا ہے۔

۶۔ غلبۃ الرجال۔ ممکن ہے کہ اس سے قرضہ ہی مراد ہو کیونکہ جن کا مال ہوگا بہر حال وہ تقاضہ میں مدیون پر غلبہ کرینگے اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں قہر الرجال مروی ہے

اور غلبہ رجال سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کمزور سمجھتے ہوئے ان پر غالب آنے کی کوشش کریں۔ ان تمام امور کو (جن سے حضورؐ نے استعاذہ کیا ہے) اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے

۱۔ عجز

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا — انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے

۲۔ کسل

مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ — تم کو کیا ہو گیا جب تم کو کوچ کرنے کو کہا جاتا ہے اللہ کی راہ میں تو بوجھل ہو جاتے ہو۔

۳۔ جُبن۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا — انسان جی کا کچا پیدا کیا گیا ہے جب اسکو مصیبت پہونچتی ہے تو جزع کرتا ہے۔

۴۔ بخل۔

وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا — اور خیر پہونچتی ہے تو ناشکرا ہو جاتا ہے۔

۵۔ جحود الحق

اِنَّ الاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ — بیشک انسان کھلا ہوا ناشکرا ہے

۶۔ غلبہ

وَکَانَ الاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا — انسان بہت جھگڑالو ہے

۷، ۸۔ ھم۔ حزن۔

لِکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ الخ — تاکہ فوت شدہ پر غمگین نہ ہو۔

یہ تمام اوصاف انسان کے ہیں۔ ان سب سے حضورؐ نے پناہ چاہی ہے اور اللہ تعالےٰ سے حفاظت طلب کی ہے۔ چنانچہ عجز کے بدلہ میں قوت، بخل کے بدلہ میں سخاوت، جحود حق کے بدلہ میں عدل۔ کفر کے بدلہ میں شکر کو آپ نے طلب فرمایا ہے اور یہ سب چیزیں اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے ہیں۔

معراج اور حیات موسیٰ علیہ السلام

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جس رات مجھے معراج میں لے جایا گیا تو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں سرخ ٹیلے کے پاس نماز پڑھتے دیکھا۔[1]

راوی نے کہا ہے کہ میں نے وکیع سے دریافت کیا۔ فرمایا خراسانی جس طرح کوئی حدیث روایت کی جائے اس کو قبول کرو چنانچہ وکیع اور ایک جماعت کا یہی مسلک ہے کہ وہ اس قسم کی روایات میں کوئی

[1] مشکوٰۃ شریف باب المعراج

بحث نہیں کرتے ہیں لیکن دوسرے حضرات اس میں بحث کرتے ہیں اور تاویل سے کام لیتے ہیں ان لوگوں نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کے معنی حقیقی ہی مراد ہیں حضور ص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیقتہً قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ہے [1] اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ	جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل
قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	ہو گئے ان کو مردہ نہ کہو وہ
اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ	زندہ ہیں اپنے رب کے پاس
رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ	سے رزق پاتے ہیں۔

جب شہیدوں کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ زندہ ہیں تو مقام انبیاء تو ان سے اعلیٰ اور ارفع ہے چنانچہ حضور ص نے حضرت جابر رض سے فرمایا

جب تیرے والد اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے دریافت کیا کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے دنیا میں بھیجدیا جائے تاکہ پھر قتل کیا جاؤں۔ [2]

اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ حضور ص نے ارشاد فرمایا

شہید جنت کے دروازہ پر سبز گنبد میں ہیں اور جنت کی طرف سے ان کے پاس رزق آتا ہے صبح کو بھی اور شام کو بھی [3]

---

[1] وجہ شک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شب معراج میں ان کی قبر میں بھی انکو نماز پڑھتے دیکھا اور جب آسمان پر تشریف لے گئے تو وہاں بھی پایا شیخ نے اسی شک کو صاف کیا ہے [2] جمع الفوائد باب فضل الشہید [3] ایضاً مرقاۃ صـ۲۷۷ ج ۷۔

لہذا جب یہ حال شہیدوں کا ہے تو انبیاء کا حال تو ان سے کہیں بلند ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ تاویل قیامت کے اعتبار سے ماضی کا صیغہ بول کر مضارع کے معنی مراد لئے گئے ہیں لیکن اس تاویل کو کسی نے قبول نہیں کیا بلکہ بات یہی ہے کہ کتاب وسنت سے شہیدوں کی اور انبیاء کی حیات ثابت ہے وہ زندہ ہیں اور خدا کی عبادت اور اس کا ذکر تے ہیں اس لئے حدیث کے معنی حقیقی ہی مراد لئے جائینگے اس کے بعد قبر کا معاملہ رہ جاتا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں بھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے [1]

اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے جسمیں وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اگرچہ ظاہر کے اعتبار سے زمین میں ان کی قبر سرخ ٹیلے کے پاس ہے جیسا کہ حضورؐ نے اپنے حجرہ اور منبر کے درمیان کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دیا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ معراج کی حدیث میں ایک جگہ یہ بھی مذکور ہے کہ حضورؐ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر دیکھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت موسیٰؑ کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ تو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے اور دوسری مرتبہ جب آپؐ پر نماز فرض ہوئی تھی اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر تھے اور دوسری آن مکہ مکرمہ میں تھے۔ یہ بھی تاویل ہوسکتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقۃ موت

---

[1] مشکوٰۃ باب عذاب القبر۔

واقع نہ ہوئی ہو بلکہ ان پر طور والی بے ہوشی طاری ہو گئی ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

میں سب سے پہلے اپنی قبر سے اٹھوں گا تو دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہوں گے میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے اٹھے یا ان پر طور والی بیہوشی طاری تھی۔ یا اللہ تعالےٰ نے ان کو مستثنیٰ کر دیا تھا؟[1]

بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر موت طاری نہیں ہوئی انہوں نے اس کی دو دلیل بیان کی ہیں ایک تو یہ کہ ان پر بے ہوشی طاری ہوئی اور یہی بے ہوشی ان کے لئے ذائقۃ الموت تھی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو مستثنیٰ کر دیا ہو جیسا کہ آیت مبارکہ میں موجود ہے۔

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ	پس بے ہوش ہو جائینگے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں مگر جس کو اللہ چاہے گا۔[2]

---

[1] بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی تفسیر روح المعانی ۲۴ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے چونکہ یہ بھی حدیث شریف ہے اور دوسری حدیث میں خود حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ہے اس لئے علامہ قرطبیؒ نے بیان کیا ہے کہ انبیاء کی موت کو عدم محض قرار نہیں دیا جا سکتا اس تاویل سے تمام شکوک ختم ہو جائینگے۔ [2] اسی قسم کے استثناء کی ایک آیت سورۂ نمل میں آئی ہے۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ	جس دن پھونکا جائیگا صور تو گھبرا جائینگے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر جسکو اللہ تعالےٰ چاہیگا۔

اس پر بہت طویل بحث صاحب تفسیر مظہری نے ذکر کی ہے اور یہ حدیث اس جگہ بھی ہے ص ۱۲۵ ج ۷

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جن کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضورؐ کی دعائیں شیخ نے بسند متصل حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکثر و بیشتر ان کلمات سے دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْغِنٰی وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ مَسِیْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَاَنْقِ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا اَنْقَیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَالْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ

الٰہی میں آپ سے دوزخ کے فتنے اور اس کے عذاب سے اور قبر کے عذاب اور اس کے فتنہ سے اور مالداری کے شر کے فتنہ اور فقر کے شر کے فتنہ اور مسیح دجال کے شر کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں۔ الٰہی میری خطایا کو برف کے ٹھنڈے پانی سے دھو دے اور میرے قلب کو خطاؤں سے ایسا صاف کر دے جیسا سفید کپڑے کو میل سے اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا فرق کر دے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے الٰہی میں آپ سے کسل سے اور بڑھاپے سے، گناہ اور قرضہ سے پناہ چاہتا ہوں

شیخ نے فرمایا فتنہ کے چند معنیٰ ہیں لیکن اس جگہ فتنہ سے مراد تصفیہ ہے اور تصفیہ کے معنیٰ تہذیب کے ہیں۔ بولا جاتا ہے

هٰذَا ذَهَبٌ مَفْتُونٌ — یہ صاف شدہ سونا ہے

جب سونے کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے تو وہ میل سے پاک ہو جاتا ہے اس لئے چاندی اور سونے کا فتنہ یہ ہے کہ آگ نے اس کو صاف کر دیا ہے اور ان دونوں سے کھوٹ دور کر دیا ہے۔ اہل لغت نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے[۱] اور یہی معنیٰ اللہ تعالیٰ کے قول میں مراد لئے گئے ہیں

۱۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ — اور ہم نے سلیمان کو فتنہ میں مبتلا
وَهَدَيْنَاهُ — کیا اور ان کو ہدایت دی

یعنی ان کو برے اوصاف سے صاف کر دیا

۲۔ وَظَنَّ دَاوُدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ — داؤد کو گمان ہوا کہ ان کو فتنہ میں مبتلا کیا گیا ہے

یعنی داؤد کو معلوم ہو گیا کہ ہم نے ان کو ادب سکھایا ہے اور منع کیا ہے اس لئے یہ مناسب ہے کہ فتنۃ النار سے مراد آگ کے ذریعہ تہذیب اور صفائی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً تو دنیا ہی میں خطا اور گناہوں کا کفارہ رنج و غم اور مصیبت اور تکالیف کے ذریعہ ہو جائیگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

مومن اس وقت تک بلایا مصائب میں مبتلا رہتا ہے کہ اس کے تمام گناہوں کا کفارہ نہیں ہو جاتا ہے اور اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا[۲]

---

[۱] یہی معنی زاد المعاد میں ابن قیم نے بیان کئے ہیں

[۲] جمع الفوائد باب المصیبت

دوسرا کفارہ بعد الموت قبر میں ہو جاتا ہے اور تیسرا کفارہ اہوال قیامت میں ہو جاتا اور یہ کفارہ معافی اور شفاعت کے ذریعہ ہوتا ہے اس کے بعد بھی اگر گناہ باقی رہتے ہیں تو دوزخ میں داخل کرکے کفارہ ہو جاتا ہے تو حضورؐ نے پناہ چاہی ہے کہ ان کا کفارہ آگ کے ذریعہ سے نہ کیا جائے لیکن اے اللہ وہ کفارہ تیرے فضل اور تیری معافی سے ہو جائے یا اس کی توفیق توبہ دنیا میں ہو جائے یا آخرت میں معاف کر دیا جائے گویا حضورؐ نے دعا کی ہے کہ۔

اے اللہ تو مجھے اہل نار میں سے نہ بنا کیونکہ اس کے اہل کافر ہیں۔

رہا مومنوں کا معاملہ وہ عذاب کی وجہ سے دوزخ میں داخل نہ ہونگے بلکہ مودب بنانے کے لئے داخل کئے جائینگے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مومن دوزخ میں داخل کئے جائینگے اور وہ اس سے اللہ کی پناہ چاہینگے تو دوزخ کی آگ ان کے پاس سے بھاگ جائیگی لیکن جو لوگ حقیقۃً دوزخی ہیں ان کے بارے میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے

وہ دوزخ میں نہ تو مرینگے اور نہ زندہ ہی رہینگے لیکن وہ لوگ جن پر اللہ کی رحمت ہوگی وہ دوزخ میں گرتے ہی مرجائینگے پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا [1]

ان احادیث سے ثابت ہے کہ مومنوں کا دوزخ میں داخلہ تادیب اور تہذیب اور صفائی کے لئے ہوگا اس طرح حضورؐ نے جو پناہ مانگی ہے وہ اہل نار اور دوزخی ہونے سے پناہ مانگی ہے اور اصل دوزخی وہی ہیں جن کے لئے دوزخ کو بنایا گیا ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

---

[1] جمع الفوائد باب احوال القیامت وغیرہ

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ اس دوزخ سے ڈرو جو کافروں کے لئے بنائی گئی ہے۔

اس کے بعد عذاب قبر اور فتنہ قبر کا معاملہ یہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب موحدین کے لئے ہوگا۔ رہا صلحاء کا معاملہ وہ دنیا ہی میں ہو جائیگا اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا[۱] وہ صبح و شام دوزخ پر لائے جائینگے یا دوزخ ان پر ظاہر کیجائیگی

اور ایک حدیث میں مذکور ہے کہ آپ دو قبروں کے پاس سے ہوکر گذرے تو آپؐ نے فرمایا ان پر عذاب ہو رہا ہے ایک پر تو اس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب سے احتیاط نہیں برتتا تھا اور دوسرا چغلخور تھا اور یہ دونوں ان کو بڑا گناہ نہیں جانتے تھے[۲]

۲۔ فتنۂ قبر اور فتنۂ قبر یہ ہے کہ فرشتے قبر میں شدت اختیار کریں حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ جب ہم حضرت سعد بن معاذ رضؓ کے دفن سے فارغ ہوئے تو حضورؐ نے بہت دیر تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اور لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا پھر آپ نے تکبیر کہی لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اس رجل صالح پر قبر تنگ ہونے لگی تھی اب اللہ تعالیٰ نے اس کو کشادہ کردیا[۳]

اس لئے ممکن ہے کہ فتنہ قبر سے مراد یہی فتنہ ہو اور اسکو عذاب قبر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ حضرت سعد رضؓ جلیل القدر صحابہ رضؓ میں سے ہیں اور ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

---

[۱] تفسیر سورۂ مومن ابن کثیر ص۸۴ج۴ فوائد عثمانی ص۶۱۲ [۲] رواہ ترمذی [۳] رواہ بخاری

کہ حضرت سعد رضہ کی روح کے لئے فرشتوں نے ہجوم کرلیا اور عرش میں حرکت آگئی [1]

۳۔ فتنۂ غنیٰ اور فقر

اس کے بعد حضور ﷺ نے غنیٰ اور فقر کے لئے بھی فتنہ کا لفظ استعمال کیا ہے اور دونوں میں شر بتلایا ہے اس سے مراد آزمائش ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً	ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش بنادیا ہے
۲۔ فَتَنَّاكَ فُتُونًا	اور آزمایا ہم نے آپکو آزمانا

یہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا اور ایسے ہی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں (ارشاد گذر چکا ہے [2]) اسی طرح سے غنیٰ کے ذریعہ بھی آزمائش ہوتی ہے اور فقر کے ذریعہ بھی آزمائش ہوتی ہے اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ الآیۃ	یہ میرے اللہ کا فضل میری آزمائش کے لئے ہے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفر کرتا ہوں

اس جگہ غنیٰ خیر کی صورت میں فتنہ اور آزمائش ہے اور شر کی صورت میں جو غنیٰ آزمائش ہو اس کی مثال قارون کی ہے بہر حال غنیٰ شر اور خیر دونوں طرح فتنہ اور آزمائش ہے یہی دونوں پہلو فقر میں بھی ہیں

۴۔ فتنۃ المسیح الدجال

یہ بھی ایک آزمائش ہے اس سے مومن کے ایمان میں اضافہ ہو گا

---

[1] بخاری۔ ترمذی۔ مسلم [2] یہاں شیخ نے پھر مکرر تفصیل بیان کردی

اور بد لوگ بھٹک جائیں گے

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے مسیح دجال کانا ہے اور اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) کانا نہیں ہے۔ دجال کی دونوں آنکھوں کے بیچ پیشانی پر "کافر" لکھا ہوگا اور بعض روایات میں ہے کہ ک ف ر لکھا ہوگا اس کو ہر مومن پڑھ لے گا اور کافر کو معلوم بھی نہ ہوگا لے

یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح دو ہیں ایک عیسیٰ بن مریم، وہ تو اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں اور رسول ہیں اور دوسرا مسیح دجال۔ اہل حدیث اس لفظ کو م کے زیر اور سین پر تشدید کے ساتھ "مِسّیح" پڑھتے ہیں اور اہل لغت اس میں کوئی فرق نہیں کرتے ان کا کہنا ہے کہ "مسیح" کے ساتھ لفظ دجال کی قید سے تمیز ہو جاتی ہے۔

۵۔ خطاؤں کو برف اور ثلج کے پانی سے دھونے کا ذکر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں باعث راحت اور سکون ہیں اسی وجہ سے راحت کو قرۃ العین اور غم کو سخنۃ العین کہا جاتا ہے دوسری حدیث میں مذکور ہے

اَسئلُکَ بَردَ عَفوِکَ	آپ سے میں آپ کی معافی کی
وَبَردَ العَیشِ الحدیث ؎۲	ٹھنڈک اور ٹھنڈا عیش مانگتا ہوں

مراد یہ ہے کہ خطایا اور ذنوب کی معافی طلب فرمائی ہے تاکہ اس سے دونوں جگہ راحت ہو۔

۶۔ ثوب ابیض۔ سفید کپڑے کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ اس میں ذرا سا بھی میل جلد ظاہر ہو جاتا ہے لیکن اگر کپڑا رنگین ہو تو اس

لے تیسیر: لفوائد، باب الفتن ؎۲ جمع الفوائد کتاب الدعوات۔ مرقاۃ ص ۲۱۲ ج ۵

میں جلد ظاہر نہیں ہوتا۔ اس طرح آپ نے دعا کی ہے کہ میرے قلب کو سفید کپڑے کی طرح خطاؤں سے پاک وصاف کر دیجئے تاکہ اس میں ذرہ برابر بھی کوئی نشان ظاہر نہ رہے

۷۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے اور خطاؤں کے درمیان ایسا فاصلہ کر دیجئے جیسا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے یعنی جسطرح مشرق اور مغرب دونوں آپسمیں جمع نہیں ہو سکتے ایسے ہی میں خطاؤں کے ساتھ جمع نہ ہو سکوں۔

۸۔ کسل۔ سستی یہ انسان کے جسم میں ایک قسم کا فتور ہو جاتا ہے کہ آدمی فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے معذور رہتا ہے اور جسم ادائیگی سے بوجھل سا محسوس ہونے لگتا ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا
مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ	ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ
انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ	اللہ کے راستہ میں نکلو تو تم
اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ	زمین کی طرف بوجھل ہو جاتے ہو

۹۔ ہرم۔ بڑھاپا یہ بھی ایک قسم کا فتور ہوتا ہے جو ضعف کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ مأثم وہ گناہ جو اللہ تعالےٰ کے حقوق سے تعلق رکھیں

۱۱۔ المغرم۔ وہ گناہ جو انسانوں کے حقوق سے تعلق رکھیں۔
(قرضہ۔ تاوان)

منافقین کی نماز جنازہ

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوقتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضورؐ کو کسی جنازہ کے لیے بلایا جاتا اگر لوگ اس آدمی کی بھلائیاں بیان

کرتے تو آپ نماز پڑھا دیتے تھے اور اگر اس کے خلاف بیان کرتے تو اپنے صحابہ رضؓ سے فرما دیتے تم لوگ پڑھو! اور آپ نماز نہ پڑھتے[1]

شیخ نے فرمایا ہے کہ جنازہ پر ترک صلوۃ ممکن ہے کہ آپ تادیبا (دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے) ایسا کرتے ہوں تاکہ لوگ بھلائیوں کا عمل اختیار کریں۔ ترک صلوۃ اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ اس کو محبوط العمل (جس کے اعمال ختم ہو چکے ہوں) جانتے ہوں اور اس کو دوزخی سمجھتے ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ دوسروں کو نماز پڑھنے کے لئے نہ فرماتے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے صرف مشرکین کے لئے دعا کرنے کو منع فرما دیا ہے

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ	نبی کے لئے مناسب نہیں ہے
آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا	اور نہ مومنین کے لئے کہ وہ
لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا	مشرکین کے لئے استغفار
اُوْلِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ	کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں
مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ	جبکہ ان کا دوزخی ہونا ظاہر
اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ	ہو چکا۔

فاسق اگرچہ مشرک نہیں ہوتا مگر وہ اصحاب الجحیم میں سے ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ترک صلوٰۃ اس وجہ سے کرتے ہوں کہ وحی الہٰی کے ذریعہ آپ کو معلوم ہو جاتا تھا کہ اس آدمی کی گناہوں سے پاکی دوزخ کے ذریعہ ہو گی اس وجہ سے آپ اس پر نماز نہ پڑھیں اس لئے اگر حضورؐ اس پر نماز پڑھ دیتے تو وہ دوزخ میں ہرگز داخل نہ ہوتا۔ اور دوسروں کو اس وجہ سے منع نہیں کیا گیا کہ مرنے والا اہل قبلہ میں سے تھا اس کے ایمان کی وجہ سے اس کے جنازہ پر نماز پڑھنا واجب ہے۔ وہ جنتی ہے اگرچہ تھوڑی مدت اس کو دوزخ

---

[1] جمع الفوائد

میں بھی رہنا ہوگا۔ (جیسا کہ کئی جگہ اہل جنت اور اہل نار کے بارے میں بیان ہو چکا ہے[۱]) اہل نار وہی ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہینگے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ منافقین کے جنازہ کی نماز ترک فرماتے ہوں اور اللہ تعالٰی نے آپکو حکم فرمایا ہے

۱۔ وَجَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ الآیۃ — کافروں اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو اور ان پر سختی کرو

۲۔ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا — اور ان میں سے اگر کوئی مرجائے تو آپ نماز نہ پڑھیں۔

دوسرے مسلمانوں کو معلوم نہیں تھا کہ وہ منافق ہے یا مومنین میں سے ہے اور حضورؐ پر واجب نہیں تھا کہ آپ لوگوں کے نفاق کو مسلمانوں پر ظاہر فرمائیں کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آپ نے صرف حضرت حذیفہ کو منافقین کا نام بتلایا تھا چنانچہ حضرت حذیفہ کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے لیکن وہ دوسروں کو منع نہیں کرتے تھے[۲]

حدیث قرطاس

شیخ نے بسند ابن جبیر روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضؓ نے فرمایا: جمعرات کا دن۔ اور جانتے ہو جمعرات کا دن کیا ہے؟ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضؓ بہت روئے اور فرمایا جمعرات کے دن حضورؐ بیمار ہوئے اور آپ کے مرض نے شدت اختیار کی تو آپ نے فرمایا میرے پاس لکھنے کو لاؤ تاکہ تم میرے بعد بھٹک نہ جاؤ! پس جو اس وقت

---

[۱] شیخ نے پھر بیاں مکرر تفصیل سے ذکر کیا ہے [۲] طبقات کبیر باب غزوہ تبوک

موجود تھے ان میں جھگڑا شروع ہوا اور حضورؐ کے پاس جھگڑنا مناسب نہیں تھا صحابہ رضؓ نے کہا :۔

مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوهُ	ان کو ہذیان نہیں ہے آپ سے دریافت کرلو۔

اور حضور سے دریافت کیا آپ نے فرمایا مجھے چھوڑدو ! جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ میں اپنی اس حالت میں بہتر ہوں اور آپؐ نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی

أَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَأَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ[1]	آنے والے وفود کو اسی طرح انعامات دو جس طرح سے میں ان کو دیتا تھا اور مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکالدو اور میں تیسری بات بھول گیا

شیخ نے فرمایا ممکن ہے کہ حضورؐ کو اس وجہ سے لکھنے سے منع فرمایا ہو کہ مبادا آپ کچھ تحریر فرمائیں اور پھر لوگوں میں اختلاف ہو تو وہ اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور ان باتوں کو جو آپ لکھانا چاہتے تھے صحابہ رضؓ حضورؐ سے پیشتر سے سنے ہوئے تھے ، مختلف روایات کے تحت وہ یہ امور تھے :۔

۱۔ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ لَنْ تَضِلُّوا	میں تمہارے درمیان وہ چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے ان کو

---

[1] متفق علیہ۔ روایت میں نسیت الثالثۃ سلیمان (راوی) کا قول ہے وہ تیسری بات کیا تھی؟ لبعض نے کہا ہے کہ حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کا حکم تھا اور اکثر حضرات نے فرمایا ہے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے میں حکم تھا لبعض نے کہا ہے کہ یہ ہدایت تھی کہ میرے بعد میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا مشکوۃ شریف۔ حاشیہ مشکوۃ صفحہ ۵۴۸ مرقات باب وفات النبی
• اس مسئلہ میں ہم نے سیر حاصل بحث اپنی کتاب سیرت اصحاب النبی میں کی ہے

بَعْدِی کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِی [۱]	اختیار کیا تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور اپنی عترت۔
۲۔ اِنِّیْ مُخْلِفٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ	میں اپنے پیچھے دو محکم چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ اور اپنی عترت ان دونوں میں فرق نہ کرنا یہاں تک کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو۔
۳۔ اَللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ فِیْکُمْ	اللہ تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہے
۴۔ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ حِیْنَ اَمَرَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَسَمِعَ تَکْبِیْرَ عُمَرَ فَقَالَ یَاْبَی اللّٰہُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ [۲]	اور حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں جب ان کو نماز کا حکم فرمایا تھا اور حضرت عمرؓ کی آپ نے تکبیر کی آواز سنی تو فرمایا اللہ اور مومنین اس کا انکار کرتے ہیں۔

جب آپ نے لکھنے کو طلب فرمایا تھا تو اس اندیشہ کی وجہ سے کہ شاید شدتِ کرب کی وجہ سے کہیں بھول نہ جاؤں اسی وجہ سے حضراتِ صحابہ رضؓ نے دریافت کیا تھا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علی رضؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضورؐ کے پاس سے باہر تشریف لائے تو صحابہ رضؓ نے دریافت کیا حضور کا کیا حال ہے؟ فرمایا الحمدللہ بہتر حال ہے حضرت عباس رضؓ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا

---

[۱]، [۲] رواہ ترمذی۔ بعض روایات میں عِتْرَتِی کی بجائے سُنَّتِی ہے۔
[۳] مشکوٰۃ شریف باب وفات النبی ومناقب ابی بکر صدیق۔

علی! تم لاٹھی والے ہو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے حضورؐ کے چہرۂ انور سے آثار موت دکھلائی دے رہے ہیں وہی آثار بنو عبدالمطلب کے چہروں سے دیکھتا رہا ہوں حضرت عباس رضؓ ہم کو لیکر حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے اور ہم نے آپس میں کہا!

خلافت ابی بکرؓ

اگر یہ معاملہ ہمارے درمیان ہی ہے تو ہم جانتے ہیں اور اگر کسی غیر کے لیئے ہے تو آپ حکم فرما دینگے۔

پس حضرت عباس رضؓ نے ارادہ کیا تھا کہ مسئلہ خلافت کے بارے میں حضورؐ سے دریافت کریں اور حضرت علی رضؓ اس بات کو اچھا نہیں جانتے تھے کیونکہ اگر کسی غیر کے لئے حکم ہو گیا تو وہ اس کے سپرد نہ کرینگے بلکہ درست یہی ہے کہ معاملہ کو رہنے دیا جائے اور جس طرح ہو جائے رائے اور صواب وہی ہے

بہر حال حضرت علیؓ اور حضرت عباس رضؓ نے جب حضورؐ سے سوال کیا تھا تو حضور جانتے تھے یہ لوگ بربنائے صلاح اور رحمت معلوم کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر نہ لکھایا گیا تو جو کچھ طے ہوگا وہی صواب اور حق ہوگا اسی وجہ سے آپ نے فرمایا تھا

اَللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ فِیْکُمْ — تمہارے درمیان اللہ میرا خلیفہ ہے۔

اس لئے آپ کا کتابت کے لئے طلب کرنا باقتضائے سوال تھا اور پھر بعد میں جو آپ نے فرمایا

دَعُوْنِیْ فَاِنَّ الَّذِیْ اَنَا فِیْہِ خَیْرٌ مِمَّا — مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں اس سے بہتر ہوں

تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ — جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو

یعنی میری وصیت کتاب اللہ اور اپنی عترت کے بارے میں ہے اور مسئلہ خلافت کو اللہ کے بھروسہ پر ہی چھوڑتا ہوں کہ وہ ان کا خلیفہ ہے یہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائیگا اور جو بہتر ہوگا وہی کریگا۔

اور اگر اس سے یہ مخصوص کرلیا جائے کہ آپ نے یہ ارشاد "لکھنے کے لئے ہی فرمایا تھا تو آپ حضرت عمرؓ کے فرمانے سے ہرگز ترک نہ کرتے اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ آپ کی مراد ارسال اور تفویض تھی آپ نے اسی کو بہتر جانا اور وہی فرمادیا۔

حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا "اَھجر استفھموہ" فرمانا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ گمان تھا کہ شدت مرض کیوجہ سے نعوذ باللہ آپ کو ہذیان ہوگیا ہے بلکہ وہ جانتے تھے کہ آپ معصوم اور محفوظ ہیں اسی وجہ سے انہوں نے ہمزہ استفہام کے ساتھ فرمایا ہے گویا یہ استفہام توبیخی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے بر بنائے محبت اور شفقت فرمایا تھا جیسا کہ بر بنائے محبت حضرت ابوایوبؓ نے خیبر کے موقعہ پر شب عروسی کے وقت آپؐ کے خیمہ کا پہرہ دیا تھا[1] حالانکہ حضرت ابوایوبؓ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی حفاظت کا اعلان ہوچکا ہے حضرت ابوایوبؓ نے عرض کیا

خِفْتُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ ھٰذِہٖ الْمَرْأَۃِ — حضور! مجھے آپ کے بارے میں اس عورت سے خوف ہوا

---

[1] غزوۂ خیبر سے واپسی پر حضورؐ نے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب سے عقد کیا تھا اور راستہ ہی میں ایک شب خیمہ میں ہی فرمائی تھی اسی طرف اشارہ ہے

كَانَتْ اِمْرَاءَةٌ قَدْ قُتِلَتْ اَبَاهَا وَزَوْجُهَا وَقَوْمُهَا ۔ ل؎
اس عورت (حضرت صفیہ) کا باپ شوہر اور قوم قتل ہو گئی ہے۔

یہ سنکر حضور م نے حضرت ابوایوب رض کے لئے دعا کی تھی الہٰی اسکی حفاظت فرما جس طرح اس نے میری حفاظت کی ہے تو اسی طرح سے حضرت عمر رض اور بعض دیگر حضرات کو بر بنائے محبت خیال ہوا تھا اور ایسے ہی بر بنائے محبت آپ کو دوا پلائی گئی تھی جب حضور م نے دریافت کیا تو عرض کیا:۔

خشینا ان یکون بک ذات الجنب فقال انھا من الشیطان وما کان اللہ یسلطہ علیّ ۲؎
ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں آپ کو ذات الجنب ہو فرمایا یہ مرض شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالےٰ شیطان کو مجھ پر مسلط نہیں کر سکتا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت جو آپ نے کتابت کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا اور پھر رک گئے تھے تو ممکن ہے کہ آپ وحی کے انتظار میں رک گئے ہوں جب وحی آئی تو آپ نے لکھانے کا ارادہ ترک فرما دیا اور حضرت عمر رض کی رائے کو حق سمجھا کیونکہ آپ نے حضرت عمر رض کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:۔

فضیلت حضرت عمر رض

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ
اللہ تعالےٰ نے حق کو عمر رض کی زبان پر جاری کیا ہے۔

ل؎ جمع الفوائد غزوہ خیبر ۲؎ جمع الفوائد باب وفات النبی م

۲۔ قَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ أُنَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ وَ اِنْ يَكُنْ فِىْ اُمَّتِىْ هٰذِهٖ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ لہ

تم سے پہلے کچھ لوگ محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر ہے۔

بہر حال جب حضورؐ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کر دیا حضورؐ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور حضورؐ نے اسی کی ان کو وصیت کی تھی تو حضورؐ کو اطمینان ہو گیا اور آپ نے اپنا ارادہ ترک فرما دیا

اور یہ بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو اختیار تھا چنانچہ آپ اپنے صحابہ رضؓ سے مشورہ کرکے دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیتے تھے جیسا کہ حضرات صحابہ رضؓ نے یوم بدر میں عرض کیا تھا حضور! یہ جگہ آپ کے لئے ہے" تو آپ نے اپنے صحابہ رضؓ کے مشورہ سے اسی کو اختیار کیا۔

اسی طرح سے حضرت معاذ بن جبل رضؓ نے روایت کیا ہے صحابہ کا شروع میں یہ طریقہ تھا کہ جب نماز کی کوئی رکعت ان سے چھوٹ جاتی تو پہلے وہ اس کو ادا کرتے پھر امام کے ساتھ شریک ہوتے چنانچہ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضؓ کی کوئی رکعت رہ گئی تو صحابہؓ نے اشارہ سے کہدیا کہ ہم دو رکعت پڑھ چکے ہیں حضرت معاذ رضؓ نے ادہر توجہ نہ دی بلکہ امام کے ساتھ شریک ہو گئے جب امام نماز سے فارغ ہو گیا تو حضرت معاذ رضؓ نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۔ اِنَّ مُعَاذًا قَدْ سَنَّ معاذ رضؓ نے تمہارے لئے

لَکُمْ سُنَّۃً فَافْعَلُوْا مِثْلَ — سنت بیان کر دی ہے (اب)
مَا فَعَلَ مُعَاذٌ ؎۱ — ایسے ہی کرو جیسے معاذ نے کیا ہے،

اس سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے طریقہ کو پسند فرمایا اور دوسروں کو بھی وہی طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ایسے ہی آپ نے عبداللہ بن زید رض کی اذان جو انہوں نے خواب میں دیکھی تھی فرمایا

اِنَّ ھٰذِہٖ لَرُؤْیَا حَقٌّ — یہ سچا خواب ہے اور ان کو حکم
وَاَمَرَہٗ اَنْ یُلْقِیَہٖ — دیا کہ یہ بلال کو بتلا دو۔
عَلٰی بِلَالٍ رض ؎۲

ان دو واقعات اور دیگر واقعات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا تھا کہ آپ اپنے صحابہ کے واسطے سے جو اختیار کرینگے وہی درست ہے اسی طرح سے آپ نے حضرت عمر رض کے فرمانے سے کتابت کو ترک کر دیا اور حضرت عمر رض کے واسطہ سے امت کے لئے وہی اختیار کیا جو اللہ تعالے نے آپکی امت کیلئے اختیار کیا تھا۔

حضور صلعم کے والدین

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا" کیا آپ اپنے والدین کی شفاعت کرنے والے ہیں ؟

آپ نے فرمایا :

"ہاں میں شفاعت کرنے والا ہوں خواہ عطا کیا جاؤں یا منع کیا جاؤں "۔

؎۱ جمع الفوائد کتاب الصلوۃ ؎۲ مشکوۃ شریف باب الاذان

شیخ نے فرمایا یہ آپ نے ممانعت نازل ہونے سے پہلے فرمایا تھا۔

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَ	نبی اور مومنین کے مناسب
الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ	نہیں ہے کہ وہ مشرکین
یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ	کے لئے استغفار کریں
وَلَوْ کَانُوْا اُوْلِیْ قُرْبٰی	اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں

(الآیۃ)

یہ استغفار بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استغفار تھی۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّہٗ	الٰہی میرے باپ کی مغفرت
کَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ	فرما وہ گمراہوں میں سے تھا

میرا خیال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بعد وفات والد فرمایا تھا کیونکہ جب انکو امید نہ رہی تو بوجہ ادائیگی حق والد یہ دعا کی تھی کیونکہ حیات میں ان سے وعدہ بھی کر لیا تھا۔

سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ	میں آپ کے لئے اپنے رب سے استغفار کرونگا۔

لیکن جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ممانعت ہوگئی تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استغفار نہیں کی تھی۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے [1]

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارے میں اختلاف ہے علامہ جلال الدین سیوطی رح نے انکے ایمان کو تسلیم کیا ہے اور جمہور امت کا مسلک یہ ہے کہ اسمیں سکوت کیا جائے کیونکہ مقام ادب ہے، تیسرا قول شیخ نے اختیار کیا ہے

(اگلے صفحہ پر)

(بقیہ صفحہ ۱۵۷) میرے نزدیک یہ تینوں اقوال اپنی جگہ درست ہیں لیکن ان میں بھی علامہ جلال الدین سیوطی رح کا قول تاریخی شہادتوں کی روشنی میں زیادہ مناسب ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اور آپکے دادا کا شرک ثابت نہیں ہے بلکہ یہ حضرات زمانہ فترت کے موحدین میں سے ہیں اور حنیف ہیں مکہ معظمہ میں سات حضرات حنیف شمار ہوتے تھے ان میں سے ایک عبدالمطلب بھی ہیں ان ہی تاریخی شہادتوں کے پیش نظر علامہ جلال الدین سیوطی نے والدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن تسلیم کیا ہے. واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب "عزیز الرحمٰن غفرلہ"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھا باب

سیرت انبیاء علیہم السّلام

فاولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده (الایۃ)

ان ہی کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس ان ہی کی ہدایت کی اقتدا کی جائے

چوتھا باب

سِيرَةُ أَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

تخلیق آدم علیہ السلام

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى	اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی
صُورَتِهٖ طُولُهٗ سِتُّونَ	صورت پر پیدا کیا ان کا طول
ذِرَاعًا [1]	ساٹھ ذراع کا تھا۔

ابوالزناد نے کہا[2] میں نہیں جانتا مجھ سے تو اعرج نے ایسا ہی روایت کیا ہے اور شیخ نے فرمایا

۱۔ صورت آدم سے مراد وہی صورت ہے جو یوم قبضہ (یعنی ابتدائی دن) میں ان کی صورت تھی ایسا نہیں کہ پہلے علقہ ہوا پھر مضغہ پھر ہڈیاں بنیں اور پھر ہڈیوں پر گوشت آیا وغیر ذلک یعنی آدم کو مختلف مراحل کے ساتھ پیدا نہیں فرمایا (بلکہ وہ یکبارگی پیدا کیے گئے)

۲۔ یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ جو صورت آدم کی جنت میں تھی وہی صورت زمین پر اترنے کے بعد رہی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ان کا نور

---

[1] حدیث متفق علیہ ہے اس باب میں جس قدر روایات ہیں وہ سب مختلف اسناد سے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں روایت کی ہیں۔ ج ۵ ص ۹۷ [2] حدیث کے راوی کا نام

اور ان کی لمبائی بدستور ویسی ہی رہی یعنی ساٹھ ذراع

۳۔ صورت سے مراد صورت حال بھی ہو سکتی ہے اللہ تعالے نے فرمایا ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ	ہم نے جن اور انسانوں کو عبادت
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ	ہی کے لیے پیدا کیا ہے

ان ہی اوصاف اور احوال پر اللہ تعالے نے آدم کو پیدا فرمایا یعنی تمام مخلوق کو ایک ہی حال پر پیدا کیا ہے بعض روایات میں "صورت الرحمن" مذکور ہے اگر یہ الفاظ محفوظ ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جو صورت اللہ کو پسند تھی اس پر پیدا فرمایا احادیث سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آدم سے پہلے کوئی مخلوق آدم کی صورت کی نہیں تھی اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا :۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ	ہم نے آدم کو سب سے بہتر
فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ	تقویم پر پیدا کیا ہے

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ارشاد گرامی خَلَقَ آدَمَ الخ اس ارشاد کے بعد ہے یعنی

لَا تَقُوْلُوْا قَبَّحَ اللّٰهُ	یہ نہ کہو کہ اللہ تیرے چہرے
وَجْهَكَ فَاِنَّ آدَمَ	کو ذلیل کرے کیونکہ آدم
خُلِقَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ	اللہ کی صورت پر پیدا ہوئے
	ہیں۔

ان دونوں روایتوں کا مطلب ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالے نے اپنی پسند کی صورت پر آدم کو پیدا کیا اور وہ صورت احسن تقویم (سب سے اچھی صورت) ہے۔

ایک حدیث میں ہے جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارے

تو اس کے چہرے پر نہ مارے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جب تم اپنی اولاد میں سے کسی کا نام محمد رکھو تو اس کو ملامت نہ کرو اور اس پر لعنت نہ کرو [۱]

کیونکہ اس صورت میں حضور ؐ کی تکریم ملحوظ رکھنا چاہیئے اور آدم کی صورت کا خیال رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے

انبیاء کی فضیلت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا کہ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا

مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ [۲] — جس نے کہا میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا۔

اور دوسری روایت میں ہے،

لَا تُفَضِّلُوْنِيْ عَلٰى اَخِيْ يُوْنُسَ [۳] — مجھے میرے بھائی یونس سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔

۱۔ جس نے کہا "میں یونس بن متی سے بہتر ہوں" کا مطلب یہ ہے کہ نبوت اور رسالت کے اعتبار سے کیونکہ نبوت اور رسالت ایک ہی چیز ہے البتہ فضیلت ان حالات کے اعتبار سے ہے جو نبوت اور رسالت کے بعد پیش آئے اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے فوقیت اور فضیلت دی ہے

۲۔ انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضرت یونس ؑ کا ہی نام اس

---

[۱] جمع الفوائد باب الاسماء والکنی [۲][۳] جمع الفوائد باب فضائل الانبیاء

وجہ سے ذکر کیا ہے کہ ان کے بعض حالات ایسے گذر چکے ہیں کہ جن کو دیکھتے ہوئے ان کے درجہ کے کم ہونے کا وہم ہو سکتا تھا کہ وہ شاید مرتبہ میں کم ہیں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ (انبیاء)	یونس کو گمان ہوا کہ ہم اس کو پکڑ نہ سکینگے۔
۲۔ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ	جب بھاگ کر پہونچے بھری کشتی پر
۳۔ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ (الصافات)	پس نگل گئی ان کو مچھلی وہ الزام کھائے ہوئے تھے۔
۴۔ لَوْلَا اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ	اگر پکڑتا احسان تیرے رب کا تو پھینکے گئے تھے چٹیل میدان میں الزام کھائے ہوئے

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

”نبوت ایک بہت بھاری چیز ہے جس میں سے چوتھائی حصہ حضرت یونس علیہ السلام نے پھاڑ دیا تھا [۱]

---

[۱] یہ حدیث نہیں ہے بلکہ وہب بن منبہ رح کا قول ہے جسکو شیخ نے یا پھر کسی ناقل کی عنایت سے حدیث کی صورت میں نقل ہو گیا ہے وہب بن منبہ کا پورا قول یہ ہے:۔

وَقَالَ وَهَبٌ اِنَّ يُوْنُسَ بْنَ مَتّٰى كَانَ عَبْدًا صَالِحًا وَكَانَ فِيْ خُلُقِهٖ ضِيْقٌ	اور وہب نے کہا کہ یونس بن متی ایک نیک بندے تھے لیکن ان کے مزاج میں کچھ تنگی تھی

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۴ پر)

اس جگہ حضورؐ نے اوہام کو فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رکھا ایسا
ہی آپ نے بعض انصار کی حفاظت فرمائی کہ ایک مرتبہ عشاء کے
بعد آپ کے پاس حضرت صفیہ تھیں کہ انصار میں سے کوئی صاحب
ادہر سے گذرے تو آپ نے فرمایا یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۳)

فلما حمل علیه اثقال	جب ان پر بار نبوت پڑا تو اسکے
النبوة تفسخ تحتها	چوتھائی حصہ کے بقدر پھٹ گیا
تفسخ الربع تحت حمل	بھاری بوجھ کے نیچے آنے کی وجہ
الثقیل یقذفها بین	سے تو انہوں نے اس کو گرا دیا اور
یدیها وخرج هاربا	اس سے بھاگ گئے اسی وجہ
منها فلذلك اخرجه	سے اللہ تعالے نے انکو اولو العزم
الله من اولی العزم من	رسولوں میں سے نکال دیا چنانچہ
الرسل فقال لنبیه صلی	اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے
الله علیه وسلم فاصبر	اپنے نبیؐ سے فرمایا آپ صبر کیجئے
کما صبر اولو العزم	جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے
من الرسل ولا تکن کصاحب	صبر کیا ہے اور مچھلی والے کی
الحوت. مظہری ص۲۳۲ ج ۶	طرح نہ ہوں

اس اثر کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام بار نبوت کو نہ تھام سکے۔
اور انہوں نے بقدر چوتھائی نبوت کے گرا دیا اور پھاڑ دیا یعنی وہ اولوالعزم رسولوں
کی طرح پوری عزیمت کا مظاہرہ نہ کر سکے کسی نبی یا رسول کے بارے میں اگر
کوئی آیت ہے یا کوئی حدیث ہے تو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کسی ایسے قول
کو قبول کرنے کے لئے ہمارا قلب آمادہ نہیں ہے

انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ! حضور میں آپ کے بارے میں کوئی گمان کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا شیطان انسان کے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے۔

افعال انبیاء علیہم السلام

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موت کے فرشتہ کو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا وہ جب حضرت موسیٰ کے پاس آئے تو حضرت موسیٰ ع نے فرشتہ کے چپت ماردیا فرشتہ اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کرگیا اور عرض کیا "آپ نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجدیا جو مرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ! ان سے کہو کہ وہ کسی بیل کی کمر پر ہاتھ رکھدیں جتنے بال ان کے ہاتھ کے نیچے آجائینگے ہر بال کے بدلہ ایک سال کی عمر بڑھادی جائے گی"۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ع کے چپت سے فرشتہ کی آنکھ نکل گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا الٰہی نہیں! میں تو یہ چاہتا ہوں۔ ارض مقدس میں دفن کیا جاؤں حضور ص نے فرمایا وہ سرخ ٹیلے کے پاس دفن کئے گئے اگر میں اس جگہ ہوتا تو آپ لوگوں کو ان کی قبر کی جگہ بھی دکھلا دیتا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رض نے روایت کیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا موت کا فرشتہ لوگوں کی روح قبض کرنے عیاناً آیا کرتا تھا ایسے ہی حضرت موسیٰ ع کی روح قبض کرنے آیا تھا۔

نقد و تبصرہ

شیخ نے فرمایا اس حدیث کو بہت سے ائمہ حدیث نے مختلف اسناد سے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے لیکن محدثین کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے اور

---

[1] رواہ بخاری

ضعیف قرار دیا ہے یہ ان حضرات کی حدیث کے بارے میں قلتِ معرفت کی دلیل ہے اہل علم نے اس حدیث کی سند کو قبول کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ جب یہ حدیث روایۃً صحیح ہے تو ضرور قبول کرنا چاہیئے اگر حدیث متواتر ہو تو اس پر یقین کرنا اور عمل کرنا واجب ہے اور اگر خبر احاد ہے تو اس پر عمل واجب یقین واجب نہیں ہے۔ اگر یہ حدیث بعض حضرات کے نزدیک علم (یقین) کو واجب نہیں کرتی ہے تو اگر عملیات سے اس کا تعلق ہوتا تو اس پر عمل کرنا واجب تھا کیونکہ نفس روایت کے اعتبار سے اس کی سند معتبر ہے اور حدیث صحیح ہے اس لئے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا بعض ائمہ نے اگرچہ اس کو رد کیا ہے لیکن میں نے ابو محمد احمد بن عبداللہ مزنی سے سنا ہے انہوں نے فرمایا

اخبار متشابہات میں علماء حدیث کے دو مذہب ہیں ایک یہ کہ ان پر یقین کرنا فرض ہے جیسا کہ متشابہات قرآن پر یقین کرنا فرض ہے

وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ	اور علم میں پختہ حضرات کہتے
يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهِ	ہیں ہم اس پر ایمان لائے ہر
كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	ایک اللہ کی طرف سے ہے

یعنی ہر ایک محکم اور متشابہ منجانب اللہ ہے اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے متشابہ کے علم کو خود اختیار فرمایا ہے اسی طرح اخبار رسول میں سے جو متشابہات ہیں جن کا علم ہم پر واضح نہیں تو ان پر یقین کرنا ہمارے لئے واجب ہے اور اس کے معنیٰ مراد کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف محمول کرنا ضروری ہے۔

اس کے بعد احمد بن عبداللہ نے بیان کیا کہ امام زہریؒ سے بعض نے اخبار متشابہ کے بارے میں دریافت کیا ہے تو فرمایا، اللہ تعالےٰ ہی جانتا

ہے رسول نے تو ہم تک پہونچا دیا ہم پر تسلیم کرنا واجب ہے۔
حضور کی حدیث کو اسی طرح قبول کرو جیسا وہ منقول ہے
امام مالک رح سے جب استوار علی العرش[۱] کے بارے میں دریافت
کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:
"استوار غیر مجہول ہے اور اس کی کیفیت معقول ہے اور اس
پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال
کرنا بدعت ہے"
اور یہی مذہب اکثر علمار کا ہے دوسرے فریق کا کہنا ہے کہ جو کچھ حضور م
نے فرمایا ہے اس پر ایمان رکھنا فرض ہے اور قرآنی متشابہات اور اخبار
رسول کے بارے میں بحث کرنا اصولاً واجب ہے، عروہ نے کہا یہ مذہب
حضرت علی رض حضرت ابن عباس رض اور دیگر حضرات کا ہے۔

حقیقت حال | محکم اور متشابہ کو جاننا، فاضل اور مفضول، عالم اور متعلم، حکیم اور غیر حکیم میں فرق کرنا ضروری ہے
اور احادیث کا منکر صرف منکر ہے کافر نہیں ہے مسلمان ہے ان کے
علوم اور حقائق کو اللہ تعالیٰ کی طرف سونپنا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ
ہر علم والے کے اوپر ایک علیم ہے اخبار متشابہات کا رد کرنا آسان ہے
ہر عالم اور جاہل رد کر سکتا ہے لیکن علمار کی فضیلت اور فوقیت ان
پر بحث اور تفتیش سے کھلتی ہے یہ حدیث جو اوپر بیان کی گئی ہے کتاب اللہ
میں بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

وَرَجَعَ مُوسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ	اور لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی
اَسِفًا (الیٰ قولہ)	قوم کی طرف افسوس میں (الیٰ قولہ)
وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ	اور پکڑا سر اپنے بھائی کا اور گھسیٹا
يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ قَالَ يَابْنَ اُمَّ	اس کو اپنی طرف کہا اے بھائی

---
[۱] یعنی اللہ تعالےٰ عرش پر کیسے قائم ہوگا

لَاتَاخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا — مت پکڑ میری داڑھی اور
بِرَاسِیْ — نہ میرا سر

اس جگہ پکڑ کر گھسیٹنا ، خشونت اور شدت کی وجہ سے تھا
یہی شدت اور خشونت چپت مارنے میں بھی پائی جاتی ہے اس بارے
میں دونوں برابر ہیں اور حضرت ہارون علیہ السلام تو فرشتہ سے مرتبہ
میں کم نہیں تھے بلکہ وہ بڑھے ہوئے تھے ۔ اکثر علماء کا یہی مسلک
ہے کہ وہ نبی مرسل تھے

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوسٰی وَ — پھر بھیجا ہم نے موسیٰ اور ہارون
هٰارُوْنَ بِاٰیٰاتِنَا وَ — کو اپنی آیات اور کھلے معجزات
سُلْطَانٍ مُّبِیْنٍ — کے ساتھ ۔

اور حضرت ہارون ؑ حضرت موسیٰ ؑ سے بڑے بھی تھے حضور ؐ نے
ارشاد فرمایا ہے

حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰی — اور حق بڑے بھائی کا چھوٹے
صَغِيْرِهِمْ كَحَقِّ وَالِدٍ — پر مثل حق والد کے ولد
عَلٰی وَلَدِهٖ [۱] — پر ہے ۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کیا بوجہ شدت کے کیا تھا اسی
وجہ سے حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا تھا

لَاتَاخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا — میری داڑھی اور سر نہ پکڑیے
بِرَاسِیْ اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ — مجھے ڈر ہے کہ یہ کہینگے کہ تو نے
تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْ — بنی اسرائیل میں تفریق کر دی
اِسْرَائِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ — اور میرے قول کا بھی انتظار
قَوْلِیْ ۔ الآیۃ — نہ کیا ۔

---

[۱] بیہقی از خیر المواعظ

واقعہ مذکور کی تفصیل میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چھوٹی یا بڑی کسی قسم کی خطا تھی ان سے اس بارے میں توبہ بھی منقول نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو کتاب اللہ میں کم از کم اس کا اشارہ ضرور ہوتا اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی لغزشوں کو بیان فرمایا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا اس سے رجوع اور اس پر استغفار بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا	کیا ہم نے تم دونوں کو اس
الشَّجَرَةِ۔ الآیۃ	پیڑ سے منع نہیں کیا تھا۔

یہ عتاب ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کا عذر پیش کرنا اور توبہ کرنی بھی ثابت ہے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا	دونوں نے کہا ہم نے اپنے اوپر
اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا	ظلم کیا اگر آپ نے ہمیں معاف کیا

حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے

فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ	آپ مجھ سے اس بارے میں نہ
بِهٖ عِلْمٌ الآیۃ	پوچھیں جس کا آپ کو علم نہیں ہے

اور حضرت نوح علیہ السلام کا عذر اور توبہ بھی ثابت ہے

رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ	الٰہی میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں
اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ	کہ آپ سے وہ سوال کروں جس
لِیْ بِهٖ عِلْمٌ الآیۃ	کا مجھے علم نہ ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ میں ہے

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ	اور داؤد کو خیال ہوا کہ ہم نے ان کو
ـــــ (الآیۃ)	آزمائش میں مبتلا کیا ہے

اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں قبطی کے قتل پر انہوں نے اعتراف

کیا تھا

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ	یہ شیطانی عمل ہے وہ کھلا ہوا
إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ	گمراہ کرنے والا دشمن ہے اور کہا
رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي	الٰہی میں نے ظلم کیا مجھے معاف
فَاغْفِرْ لِي	کر دیجئے ۔

اسی طرح سے اگر داڑھی کو پکڑ کر گھسیٹنا کوئی لغزش ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کا ضرور اعتراف کرتے اور اللہ تعالیٰ کا ضرور عتاب ہوتا اور ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ معصیت کا عمل نہیں تھا یہی حال فرشتہ کے چپت مارنے کا ہے ۔

یہ بھی تاویل کی جا سکتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ یہ معاملہ (باوجود نبوت، رسالت، قربت اور اخوت) اللہ کے لئے تھا نہ کہ نفس کے لئے، اسمیں حمیت دینی تھی، غضب تھا، عجلت تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ	آپ اپنی قوم سے پہلے کیوں آگئے
يَا مُوسٰى قَالَ هُمْ هٰؤُلَاءِ	اے موسیٰ ۔ عرض کیا وہ میرے
اِثْرِيْ وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ	پیچھے ہیں اور میں جلدی آگیا
رَبِّ لِتَرْضٰى (الآية)	آپ کے پاس تاکہ آپ خوش ہو جائیں

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں صفت عجلت بھی رضاء الٰہی کے لئے تھی یہی حال ان کے غضب اور حرارت کا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب غصہ ہوتے تو چہرہ سرخ ہو جاتا رگیں پھول جاتیں ۔ یہی وصف اللہ تعالیٰ نے مومنین کا بیان فرمایا ہے

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ	شدید ہیں کافروں پر رحیم ہیں
بَيْنَهُمْ	آپس میں ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے صحابہ رض کی مختلف صفات کو بیان فرمایا ہے حضرت ابوبکر رض کے رحم اور رقت کو حضرت ابراہیم ؑ کے رحم اور رقت کے مشابہ قرار دیا ہے اور حضرت عمر رض کی شدت اور غلظت کو حضرت نوح علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے

ان امور سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے اوصاف قابل مدح اور ستائش ہیں اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرشتہ کے چپت مارنا بھی اسی قبیل سے تھا اور یہ بھی بات ہے کہ فرشتہ آپ کے پاس بصورت انسان آیا تھا حضرت موسیٰ ؑ شناخت نہ کر سکے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا رسول اور فرستادہ ہے جیسا کہ حضور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو (جب وہ آپ سے ایمان کے بارے میں دریافت کرنے آئے تھے) شناخت نہ کر سکے تھے جب حضرت جبرئیل ؑ چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ	وہ تمہارے پاس تمہیں دین سکھانے
وَاللّٰہِ مَا اَتَانِیْ فِیْ صُوْرَۃٍ	آئے تھے قسم خدا کی وہ جس صورت
قَطُّ اِلَّا وَ اَنَا عَرَفْتُہٗ	میں بھی کبھی آئے ہیں میں نے
اِلَّا فِیْ ھٰذِہِ الصُّوْرَۃِ	ان کو شناخت کر لیا مگر اس
(مشکوٰۃ شریف)	مرتبہ کی صورت میں

پس اسی طرح اس کو حضرت موسیٰ ؑ شناخت نہ کر سکے اور جب اس نے ارادہ قبض روح ظاہر کیا تو آپ کو اس پر غصہ آ گیا اور اس کے چپت مار دیا کہ وہ انسان ہو کر ایسا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ انبیاء کی ارواح انسان قبض نہیں کر سکتا کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب فرشتہ دوسری بار آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا (جس کا ذکر ہو چکا ہے) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رضاء الٰہی میں موت کو اختیار کر لیا۔

اب یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چپت سے فرشتہ کی آنکھ پھوٹ گئی یہ اللہ تعالیٰ کا فعل تھا جو اس نے اس صورت میں ظاہر کیا جس میں فرشتہ آیا تھا کیونکہ انسان کا عمل اپنی جنس میں چلتا ہے غیر جنس میں نہیں مارنے سے الم محسوس ہونا، زہر سے زہر کا اثر ہونا مرجانا یہ تمام اللہ تعالے کے افعال ہیں

علاوہ ازیں فرشتوں کی جنس کون و فساد کو قبول نہیں کرتی ان میں توالد اور تناسل جاری نہیں ہوتا وہ نہ سوتے ہیں اور نہ کھاتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام آفات اور حوادث ہیں جو فرشتوں کے لئے نہیں اس لئے فرشتہ کی آنکھ پھوٹ جانا ممکن نہیں بلکہ وہ عمل اور فساد شکل انسان میں واقع ہوا تھا اور بہرحال انسان انسان ہی ہے اور اگر انسانی خواص کسی نوع حیوان میں پائے جائیں لیکن صورت انسان کی سی نہ ہو تو محض خواص سے وہ انسان نہیں بنتا۔ انسان کے لئے اور اسی طرح ہر نوع کے لئے صورت اور خواص دونوں ضروری ہیں۔

اب رہا فرشتوں کا معاملہ وہ اپنے خواص کے اعتبار سے فرشتہ ہیں صورت کے اعتبار سے نہیں کیونکہ ان کی صورتیں مختلف ہیں اور خواص ایک ہی ہیں۔ بعض ان میں سے انسان کی صورت ہیں بعض پرندوں کی صورت، بعض درندوں کی صورت، بعض چوپاؤں کی صورت ہیں اور وہ سب فرشتے ہیں[1] ان کے مختلف تعداد میں بازو بھی ہیں (یعنی پرندوں کی طرح کے) اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ	تعریف اللہ تعالیٰ کی جو پیدا کرنے
وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ	والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا
رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى	اور کرنے والا ہے فرشتوں کو رسول

[1] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرشتوں کے بارے میں یہ سب کچھ بیان کیا ہے

وَثُلاثَ وَرُبَاعَ (الآیۃ) جو بازو والے ہیں دو، تین، چار
وَیَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا اور زیادہ کرتا ہے خلق میں جو
یَشَاءُ چاہے۔

اور عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کے بارے میں، کہا گیا ہے کہ وہ چار فرشتے ہیں ایک ان میں سے انسان کی صورت ہے جو اللہ تعالیٰ سے رزق کے لئے شفاعت کرتا ہے دوسرا نسر کی صورت ہے جو پرندوں کے رزق کے لئے عرض کرتا ہے تیسرا شیر کی صورت ہے وہ درندوں کے رزق کے لئے اور ان سے مضرت دور کرنے کے لئے عرض کرتا ہے اور چوتھا بیل کی صورت ہے جو جانوروں کے لئے اسی قسم کی شفاعت کرتا ہے چنانچہ وہ روایت جس کو حضرت ابن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے امیہ بن ابی الصلت کے اس شعر کی تصدیق فرمائی

۱۔ رجل وثور تحت رجل یمینہ والنسر للاخری واللیث مرصد
۲۔ والشمس تطلع کل آخر لیلۃ حمراء یصبح لونہا یتورد
۳۔ تابی لما تطلع لنا فی رسلینا الا معذبۃ والا تجلد[1]

بہر حال فرشتے ان مختلف صورتوں میں ہونے کے باوجود فرشتے ہی رہتے ہیں کیا یہ بات نہیں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیہ الکلبی کی صورت میں آیا کرتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی یہی

---

[1] (ترجمہ) آدمی بیل کرگس اور شیر غراں سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ ۲۔ سورج رات ختم ہونے کے بعد سرخ اور گلابی رنگ کا ہو کر نکلتا ہے ۳۔ اس کا طلوع آسانی کے ساتھ نہیں ہوتا وہ تازیانہ لگایا جاتا ہے اور عذاب دیا جاتا ہے۔ اہل جاہلیت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ روایت کے تحت یہ سب تفصیل روایت کی ہے اور اس پر حضورؐ کی تصدیق بھی روایت کی ہے حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۹۹ ج ۱ باب احکام الجاہلیت۔

صورت تھی۔ حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہے

اَنَّہٗ رَاٰی جِبْرِیْلَ ؑ — اور حضور ؐ نے جبرئیل علیہ السلام
وَلَہٗ سِتُّ مِائَۃِ اَجْنَاحٍ ؎ — کو دیکھا ہے اور ان کے چھ سو پر تھے

حضرت انس رض نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اللہ تعالے نے (مرنے سے) جنکو مستثنیٰ کیا ہے وہ کون کون ہیں فرمایا جبرئیل۔ میکائیل۔ ملک الموت ؎۔ چنانچہ اللہ تعالے ملک الموت سے فرمائیگا میکائیل کی روح قبض کرو (یعنی اس کی حیات ختم کرو) چنانچہ جب میکائیل اس صورت پر گر ینگے جو اللہ تعالے نے ان کی پیدا کی ہے جیسے طود عظیم (عظیم جبۃ اور وجود) اس کے بعد اللہ تعالے ملک الموت کو حکم فرمائے گا مرجا! وہ مرجائیگا پس جبرئیل ؑ باقی رہیں گے اور ان کا مقام اللہ تعالے کے نزدیک وہی ہے جو تم سے بیان کیا جاچکا ہے پھر اللہ تعالے جبرئیل ؑ سے فرمائیگا جبرئیل! مرنا ضرور ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام سجدہ میں گر جائینگے ان کے بازو (پر) ظاہر ہو نگے اور عرض کرینگے:۔

سُبْحَانَکَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِکَ — الٰہی تو پاک ہے اور تیری تعریف
اَنْتَ الْبَاقِی الدَّائِمُ — ہے تو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے
وَجِبْرَئِیْلُ الْفَانِی الْهَالِکُ — اور جبرئیل فنا ہونے والا اور
الْمَیِّتُ — مرنے والا ہے۔

چنانچہ خود اللہ تعالے ان کی روح قبض فرمائے گا اور وہ بھی طود عظیم کی طرح گر پڑینگے اس کے بعد اللہ تعالے جتنا چاہے گا توقف فرمائیگا کسی مخلوق کو اس وقفہ کا علم نہیں

؎ رواہ مسلم ؎ یہ تمام تفصیل تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں سورہ مومن اور سورۂ نمل کی تفسیر میں احادیث کی کتابوں سے بیان کی ہے۔

(از مترجم) ان استدلالات سے اس قدر ثابت کرنا مقصود ہے کہ اگرچہ فرشتوں کی صورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں لیکن ان کی خاصیت ایک ہی ہے، اس لئے جو فرشتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا اس کی صورت انسان والی تھی اور اتفاق سے اس صورت نے کون وفساد کو قبول کرلیا تو حضرت موسیٰؑ کا یہ عمل فرشتہ کے ساتھ نہیں بلکہ انسان کے ساتھ اس کی جرأت کی بنا پر تھا (واللہ اعلم)

اور حضرت عائشہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میں نے جبرئیلؑ کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا ہے ان کا وجود زمین اور آسمان کو بھرے ہوئے تھا [1]

یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صورت تھی اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیہ کی صورت پر آیا کرتے تھے اور وہ اس صورت میں بھی حقیقۃً جبرئیل ہی ہوتے تھے اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے

وَنَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ (الآیۃ) — اور قرآن کو جبرئیل نے آپ کے قلب پر اتارا۔

تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیہ کی صورت میں آئے اور وہ اس صورت میں بھی جبرئیل ہی ہوتے تھے

میں نے بعض متکلمین سے سنا ہے کہ "اسوقت میں وہ انسان ہوجاتے تھے" یہ قول درست نہیں ہے بلکہ ان کا وہم ہے اگر یہ بات درست ہوتی تو اللہ تعالٰے یوں فرماتا۔

اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَر — قرآن کو بشر نے سکھایا ہے

اور اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے:۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر سورۂ اقرأ، سورۂ المزمل سورۂ المدثر

وَعَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی — اور اس کو بہت قوت والے نے سکھایا ہے۔

اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جنت میں ایک بازار ہوگا اس میں بیع اور شراء نہ ہوگی البتہ حسین و جمیل مرد اور عورتوں کی صورتیں ہونگی [۱]

بہرحال فرشتہ انسان کی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا اور آنکھ صورت انسانی کی پھوٹی تھی نہ کہ فرشتہ کی گویا وہ اس وقت کانا آدمی ہوگیا تھا" اور فرشتہ از خود فرشتہ سے انسان نہیں بنتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ اپنے افعال کی حکمت سے خوب واقف ہے

شریعت میں عدد کا مقام

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عمر رض سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا خادم کو کتنی مرتبہ معاف کرنا چاہیئے؟ یہ سنکر آپ خاموش ہوگئے اس نے پھر دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا

بِکُلِّ یَوۡمٍ سَبۡعِیۡنَ مَرَّةً — دن میں ستر بار

شیخ نے فرمایا اس سے مراد کثرت ہے کوئی تحدید (حد بندی) مراد نہیں ہے کہ اس کے بعد معاف نہ کیا جا سکے۔ گویا آپ نے فرمایا خادم کو ہمیشہ معاف کرنا چاہیئے

یاد رہنا چاہیئے کہ یہ صرف اپنے حقوق کے بارے میں ہے لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی حد ٹوٹتی ہو یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا کسی دوسرے مسلمان کی حق تلفی ہوتی ہو تو اس میں معافی نہیں ہے بلکہ اس وقت تادیب واجب ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رض نے روایت کیا ہے:-

میں نے حضورؐ کو کبھی کسی ظلم کا بدلہ لیتے نہیں دیکھا لیکن جب کوئی محارم کا ارتکاب کرتا تو حضور بہت شدید ہوجاتے تھے[1]

غرضکہ اخبار میں بہت جگہ سبعین (ستر) کے عدد کا ذکر ہے اور سب سے مراد کثرت ہی ہے اسی طرح کتاب اللہ میں مراد ہے

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا	آپ ان کے لئے استغفار کریں
تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ	یا نہ کریں ستر مرتبہ اللہ تعالیٰ
مَرَّةً لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (الآیۃ)	ان کو ہرگز معاف نہ کریگا

یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس وقت حضور نے عبداللہ بن ابیّ کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا تھا تو اس وقت حضرت عمرؓ نے منع کیا تھا کہ حضور! یہ دشمن اتنا زبردست منافق ہے تو آپ نے فرمایا تھا عمر! مجھے اختیار دیدیا گیا کہ چاہے میں استغفار کروں اور چاہے نہ کروں لہٰذا میں نے استغفار کو اختیار کیا ہے

فِی السِّلْسِلَةِ ذَرْعُهَا	زنجیریں کہ ان کی لمبائی ستر
سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا الآیۃ	ذراع ہے

یہاں بہت طویل ہونا مراد ہے نہ کہ صرف ستر ذراع یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی کوئی غایت اور انتہا نہیں ہے اور حضرت نوف نے فرمایا ہے وذراع سے مراد یہ ہے کہ ہر ذرع ستر ذرع کی برابر اور ہر ذرع اتنی لمبی ہوگی جتنا تیرے اور مکہ کے درمیان فاصلہ ہے (اس وقت راوی مسجد کوفہ میں تھا) اور حضرت کعب نے بیان کیا ہے کہ اس زنجیر کا ہر ایک حلقہ اتنا بڑا ہوگا کہ تمام دنیا کا لوہا اس میں کھپ جائے۔ احادیث

---

[1] حوالہ گذر چکا ہے۔

میں بھی حضور ﷺ نے اس عدد کو بہت استعمال کیا ہے آپ نے فرمایا کہ میں دن میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کرتا ہوں اس سے بھی مراد اکثر اوقات استغفار کرنا ہے ایسے ہی عذاب دوزخ کے بارے میں بیان فرمایا "سبعین خریفا" اس سے بھی مراد کثرت ہی ہے لیکن تمام اعداد میں سے صرف سبعین ستر ہی کو کیوں اختیار کیا ہے

معلوم ہونا چاہیئے کہ عدد دو قسم کے ہیں عدد قلیل اور عدد کثیر۔ ان دونوں میں سے قلیل تین سے کم پر بولا جاتا ہے اور کثیر تین سے زیادہ پر عدد کی دو قسم اور ہیں شفع اور وتر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

حساب — وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ — قسم ہے شفع اور وتر کی

اول شفع دو کا ہوتا ہے اور وتر تین کا ہوتا ہے ایک کوئی عدد نہیں ہے۔ دیکھو تو سہی جب ایک کو ایک سے ضرب دو تو کوئی عدد نہیں بنتا وہی ایک رہتا ہے محمد بن محمد نے کہا ہے

اَلْوَاحِدُ لَيْسَ بِعَدَدٍ — ایک کوئی عدد نہیں ہے۔

بلکہ عدد ایک جماعت مرکبہ کا نام ہے اور یہ بھی ہے کہ عدد عود سے ماخوذ ہے اور حساب میں چونکہ اعداد لوٹتے رہتے ہیں اس وجہ سے ان کا نام عدد ہے شفع ایک اور دو کے اعادہ کا نام ہے اور وتر تین مرتبہ اعادہ کا نام ہے اس لئے اول شفع اور اول وتر دو اور تین ہی کا ہوتا ہے اور ایک کوئی عدد نہیں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ — اللہ تعالیٰ واحد ہے وتر کو پسند کرتا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ فرد ہے وہ اعداد و شمار کو قبول نہیں کرتا۔ وہ واحد ہے جو کوئی عدد نہیں ہے اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ السبعۃ (سات) دونوں قسم (شفع اور وتر) کے اعداد کی پہلی جمع کثرت ہے اس لئے کہ اس میں تین اوتار ہیں اور تین شفع ہیں اول شفع دو پھر چار پھر چھ ایسے ہی اول وتر تین پھر پانچ پھر سات۔ اور ایک عدد کے اعتبار سے کوئی وتر نہیں ہے۔ بہر حال سات نوع کے اعتبار سے بھی جمع کثرت ہے اور عدد کے اعتبار سے بھی جمع کثرت ہے اور اعداد کا کمال دس پر جاکر ختم ہوجاتا ہے اس لئے احاد منفرد ہیں اور منفرد کی جمع دس ہے دس کے بعد گنتی اضافت والی گنتی کہلاتی ہے جیسے بارہ (اثنا عشر) تیرہ (ثلاثۃ عشر) اور عشرون بیس۔ دس کی تکرار کا نام اور ثلاثون تین مرتبہ تکرار کا نام ہے یہی حال سو تک ہے اس کے بعد پھر وہی گنتی چلتی ہے جیسے ایک اور دس کے درمیان چلی تھی اور ہزار پر جاکر گنتی ختم ہوجاتی اس کے بعد حساب کا کوئی نام نہیں ہے اگر ہے تو صرف الوف کو لوٹاتے رہتے ہیں

اس اعتبار سے سبعون (ستر) جمع کثرت کے اعتبار سے بھی ہے اور نوع کے اعتبار سے بھی ہے گویا اس جگہ کمال حساب ہے۔ نوع کے اعتبار سے بھی کمال اور عدد کے اعتبار سے بھی کمال اسی وجہ سے آپنے سبعین کا لفظ اختیار کیا اور اس کے بعد جب کثرت ہوتی ہے تو اسی عدد کو دس گنا کر دیتے ہیں یعنی سات سو مرتبہ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ	مثل دانہ کے کہ اگاتا ہے
سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ	سات بال اور ہر بال (خوشہ)
سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ	میں سو دانے ہوتے ہیں

اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔

وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَشَآءُ — اور اللہ جس کو چاہے بڑھاتا ہے

یعنی حد سے زیادہ۔ ایسے ہی حضور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو پیدل حج کرنے جائے اس کو ہر قدم کے بدلہ اتنی اتنی نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے ملیں گی اور عرض کیا گیا حسنات حرم (حرم کی نیکیاں) کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا :-

کُلُّ حَسَنَۃٍ سَبْعُ مِائَۃٍ — ہر نیکی سات سو کے برابر۔

یعنی کثرت میں مبالغہ مراد ہے اس کے علاوہ قرآن پاک میں جن اعداد کا ذکر ہے وہ بہت کم ہے اور کثرت مراد نہیں بلکہ وہ محصور ہیں مثلاً

۱- سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمَانِیَۃَ اَیَّامٍ الآیۃ — سات رات اور آٹھ دن

۲- تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ — یہ دس پورے ہیں۔

۳- فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً الآیۃ — پس پورا کیا وقت اپنے رب کا چالیس رات۔

۴- یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ — انتظام کرتا ہے آسمان اور زمین کا پھر چڑھتا ہے اس کی طرف دن میں کہ اس کی مقدار ایک ہزار سال ہے جس کو تم شمار کرتے ہو۔

یعنی زمین آسمان کے درمیان دوری متناہی ہے اور محدود ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ہے،

۱- اِنَّ بُعْدَ مَا بَیْنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ مَسِیْرَۃُ — دوری آسمان اور زمین کے درمیان مسافت ہے پانچ سو

خَمْسِیْنَ مِائَۃِ عَامٍ	سال ہے
۲۔ تَعْرُجُ الْمَلٰئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ سَبْعِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ	چڑھتے ہیں فرشتے اور روح اس کی طرف دن میں کہ جس کی مقدار ستر ہزار سال ہے۔

بہرحال کچھ بھی ہو یہ طول اور مسافت محدود ہے لیکن ستر کے عدد میں جو کثرت ہے وہ محدود نہیں ہے

عدد وتر پسند ہے

شیخ نے بسند متصل حضرت علی رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ اللہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ	اللہ تعالےٰ فرد ہے فرد کو پسند کرتا ہے۔

اس حدیث میں وتر سے مراد فرد ہے یعنی جس کا جوڑا نہ ہو اللہ تعالےٰ کے علاوہ جتنے افراد ہیں سب کے جوڑے ہیں اور اللہ تعالےٰ ایسا فرد ہے کہ اس کی وصفیت کسی مخلوق میں نہیں ہے اور وہ اپنے بندوں سے ایسی عبادت کو پسند کرتا ہے جس میں شائبہ شرک (جوڑ) بھی نہ پایا جائے حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے

" اے اہل قرآن! وتر کو اختیار کرو "

اس میں ضمناً وجوب وتر کی طرف بھی کنایہ ہے اگرچہ ظاہر عبارت سے یہ ثابت ہے کہ خدا کی عبادت میں توحید کو اختیار کرو ریا اور سمع کو نہ اختیار کرو اور اپنے ارادہ میں بھی شرک نہ آنے دو حدیث شریف میں ارشاد گرامی ہے

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ	اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

یعنی اے اہل قرآن عمل کو خالص اللہ کے لئے اختیار کرو۔ یہی

تعجب الوتر کے معنی میں

قصہ حضرت سلیمان

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آج کی رات اپنی ۹۰ بیویوں کے پاس جاؤنگا (طواف کرونگا ان سے صحبت کرونگا) اور فرمایا ان سے اولاد پیدا ہوگی اور وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہونگے۔ فرشتہ نے کہا انشاءاللہ کہو۔ انہوں نے انشاءاللہ نہیں کہا چنانچہ ایک عورت کے علاوہ کوئی حاملہ نہ ہوئی اور اس کے بھی ناتمکمل بچہ پیدا ہوا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر وہ انشاءاللہ کہہ دیتے تو بہت سے مجاہدین پیدا ہوتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے (متفق علیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تمنا کے (حضرت سلیمان ع) کی آفت پر تنبیہہ فرمائی ہے اور برے قول پر تنبیہہ فرمائی ہے کہ یہ دونوں چیزیں عبودیت کی علامات میں سے نہیں ہیں کیونکہ تمنا ایک قسم کا اعتراض ہے اور اختیار ایک قسم کا دعویٰ ہے اور اللہ تعالےٰ نے اس کی تردید فرمائی

۱۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ — تیرا رب جو چاہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہے اختیار کرتا ہے

۲۔ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ — ان کے لئے اختیار نہیں ہے

اور تمنی کی آفتیں انبیاء علیہم السلام اور حضرات صحابہ رضہ کے حالات میں اس کی مثالیں موجود ہیں اگرچہ انکی تمنائیں حق تھیں ان کا تعلق نفسانیت سے نہیں تھا اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

۳۔ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ الآیۃ — تمنا نہ کرو اس کی جو اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے

چنانچہ ابلیس نے حضرت آدمؑ کو تمنا دلائی۔

۴۔ وَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى — تم دونوں جنت سے نہ نکل ہو گئے پس اس نے شقاوت اختیار کی

۵۔ وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى — اور نافرمانی کی آدم نے پس بھٹک گئے

اس پر اللہ تعالٰی نے حضرت آدمؑ حضرت حوا دونوں کو تنبیہ فرمائی

۶۔ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ — کیا ہم نے تم دونوں کو اس پیڑ سے نہ منع کیا تھا

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی تھی اور فرمایا تھا۔

۷۔ رَبِّ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ — الٰہی آپ اپنے کو مجھے دکھا دیجئے میں آپ کو دیکھونگا۔

اور ایسے ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابو طالب کے بارے میں تنبیہ فرمائی

۸۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ — آپ جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت دیسکتا ہے۔

بہر حال ان حضرات کی تمنائیں اپنے علو اور اپنی بلندی کے لئے نہیں تھیں محض دین اللہ کی اشاعت کے لئے ان کی تمنائیں تھیں اسی پر ان حضرات کو امتحان میں مبتلا کر دیا گیا اور اس طرح ان کو ادب سکھایا گیا

تمنی کیا چیز ہے؟ اپنے ارادہ کی تکمیل چاہنے کا نام تمنی ہے

اور جاننا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے سامنے ارادہ کوئی چیز نہیں ہے
چنانچہ بعض اہل تفسیر نے آیت مبارکہ

اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی	مگر جب تمنا کرتا ہے تو ڈال
الشَّیْطٰنُ فِیْ اُمْنِیَّتِہٖ	دیتا ہے شیطان اسکی تمناؤں
(یعنی فی ارادتہ)	(ارادوں میں)

اور یہ اس لئے ہے کہ یہ حضرات جب کسی ایسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ کا قرب ہو تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور اللہ تعالےٰ اس کو دور کر دیتا ہے اور ان کے ارادہ (قربت) کو قائم کر دیتا ہے
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محبت مراد ہو جو تمنا کے بعد پیدا ہوتی ہے اور اس موقع پر تنبیہہ برائے شکر کی جاتی ہے اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ ؑ کو فرمایا :۔

اِنِّیْ اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ	میں نے تمہیں لوگوں پر اپنی
بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلَامِیْ فَخُذْ	رسالت اور کلام کے لئے منتخب
مَا اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ	کیا بس جو میں نے تمہیں دیا اس
الشّٰکِرِیْنَ	کو لو اور شکر گذار بنو۔

شیخ نے فرمایا میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ تمنا کرنے والا مثل غافل یا بھولنے والے یا سہو والے کی طرح ہے اللہ تعالےٰ نے اہل بدر کے بارے میں فرمایا ہے:۔

۱۔ لَقَدْ کُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ	اور تم پہلے تمنا کرتے تھے موت
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْہُ فَقَدْ	کی یہ کہ پاؤ اس کو بس دیکھ
رَاَیْتُمُوْہُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ	لیا تم نے اس کو اور تم
(الآیۃ)	دیکھتے تھے

اور اہل احد کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:۔

وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ	اور نہیں مڑکر دیکھتے تھے کسی
وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ	کو اور رسول تمہیں پیچھے سے
اُخْرٰکُمْ (الآیۃ)	پکارتا تھا۔

یعنی جب تمہاری تمنا پوری ہونے کا وقت آیا تو تم بھاگ نکلے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ تمنا بلکہ تمہارا سہو یا نسیان یا غفلت تھی اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ	دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو۔

اور حضرت خباب بن ارت رضؓ نے فرمایا تھا کہ اگر حضورؐ موت کی تمنا سے منع نہ کرتے تو میں موت کے لئے دعا کرتا۔ بہر حال یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر تمنا کا غلبہ ہوا تو مشیت الٰہی سے ان کو سہو ہو گیا اور وہ استثنار (انشاء اللہ) نہ کر سکے اور تمنی کی آفت یہی ہے کہ اس سے سہو اور نسیان ہو جاتا ہے اور ان حضرات کا سہو بھی ایک آفت ہے اور اللہ تعالٰے کی یہ سنت تمام انبیار کے بارے میں رہی ہے لیکن اس کے بعد ان حضرات پر اللہ تعالٰے کے بڑے انعامات ہوئے ہیں چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا۔

۱۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ	اور ہم نے آپکے ذکر کو بلند کیا۔
۲۔ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ	پھر نازل کیا اللہ نے اپنے رسول
عَلٰی رَسُوْلِہٖ (الآیۃ)	پر سکینہ۔

عمار بن حسن نے کہا ہے کہ اس سہو کے بعد حضرت سلیمانؑ کو جو تنبیہ ہوئی اس سے ان کے مراتب میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا اگر وہ استثنار کر لیتے اور پھر بھی مراد پوری نہ ہوتی تو مراد کی مخالفت لازم آجاتی اس لئے انکو مراد سے ہٹا دیا اس لئے مشیت، اللہ ہی کی

مثبت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے آخری حصہ (یعنی اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے الخ) کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے بطانت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اللہ تعالٰی نے ہر نبی اور ہر نبی کے خلیفہ کو ایک بطانت پوشیدہ مقبول دعا عطا فرمائی ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :-

ہر آدمی کے قلب میں واعظ سے بڑھ کر ایک داعی ہوتا ہے۔

یعنی منجانب اللہ قلب میں ایک مخصوص قسم کی استعداد ہوتی ہے اتفاق سے غلبہ محبت اور تمنا میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اس داعی کی آواز پر توجہ نہ کی اور انشاء اللہ نہ کہا۔ واللہ اعلم۔

انبیاء کی نوم اور بیداری

شیخ نے بسند متصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت عبدالرحمن رض نے حضور کی رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا :

حضور رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعات پڑھتے ان کے حسن اور طول کا کیا کہنا۔ پھر چار پڑھتے اور ان کے حسن اور طول کا کیا کہنا پھر تین رکعات پڑھتے تھے،

میں نے عرض کیا کیا حضور وتر سے پہلے سو جاتے تھے؟ تو فرمایا:۔

ینام عیناہ ولا ینام قلبہ	ان کی آنکھ سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

ایسے ہی حضرت انس رض نے روایت کیا ہے :-

تنام عیناہ ولا ینام قلبہ — آپ کی آنکھ سوتی ہیں دل نہیں سوتا

شیخ نے فرمایا یہی حال دیگر انبیاء علیہم السلام کا ہے انبیاء علیہم السلام اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں وہ اللہ کے اوامر اور نواہی کو ان تک پہونچاتے ہیں ان کا ظاہر تو انسانوں جیسا ہوتا ہے لیکن ان کا باطن اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ — فرما دیجئے میں تمہاری طرح انسان ہوں

(الآیۃ)

اگر ان کا ظاہر انسانوں جیسا نہ ہوتا تو وہ بندوں سے کلام نہ کر سکتے تھے مشرکین نے اعتراض کیا تھا

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِکَۃُ — کیوں نہیں اترے ہم پر فرشتے

اَوْ نَرٰی رَبَّنَا — یا دیکھتے ہم اپنے رب کو

تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو جواب دیا تھا

یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃَ — جس دن دیکھیں گے فرشتوں

لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ — کو تو اس دن مجرمین کے لئے

(الآیۃ) — کوئی بشارت نہیں ہے۔

یعنی وہ اگر فرشتوں کو دیکھ لیں تو مر جائینگے اور یہ ان کے لئے بشارت کی بات نہیں ہے اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے

لَوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ — اگر ہوتے زمین میں فرشتے

مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمْشُوْنَ — چلتے پھرتے اطمینان سے تو

مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْہِمْ — البتہ اتارتے ہم ان پر آسمان

مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا — سے کوئی فرشتہ رسول۔

یعنی انسانوں میں فرشتوں کو دیکھنے کا جی گردہ نہیں جب فرشتوں کا یہ معاملہ ہے تو انسان اوصاف حق کو دیکھنے کے کس طرح متحمل ہو سکتے

ہیں اور اس سے کس طرح کلام کر سکتے ہیں اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ (الآیۃ)	اگر اتارتے ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو دیکھتا آپ اس کو خوف زدہ ٹکڑے ٹکڑے خوف سے اللہ کے۔
۲۔ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً	ہم اتاریں گے عنقریب آپ پر بھاری قول۔

تو انبیاء کے ظواہر انسانوں جیسے ہوتے ہیں تاکہ تبلیغ رسالت ہو سکے اور بواطن حقیقت ملکیہ سے متصف ہوتے ہیں اسی وجہ سے وہ اسرار الٰہی اور وحی الٰہی کا تحمل کرتے ہیں اسی بارے میں اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی	اور نہ جھپکی آنکھ اور نہ بھٹکی
۲۔ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی	اور رسول کے دل نے جھوٹ نہیں کہا جو کچھ دیکھا

حضور کے اوصاف بشریت کے بارے میں مروی ہے

تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہُ بِطُوْلِ الْقِیَام	طویل قیام کی وجہ سے آپکے پیر متورم ہو جاتے تھے۔

یہ چیز لوازم بشریت میں سے ہے اور حدیث میں جو بیان کیا ہے وہ اوصاف ملکیت میں سے ہے، ایسے ہی آپ نے حضرات صحابہ رض کو صوم وصال سے منع فرمایا تھا

لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ	میں تم جیسا نہیں ہوں میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے

اس تفصیل کے بعد یہ بات اور باقی رہ جاتی ہے کہ جب آپ کی آنکھ سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا تو آپ کے بارے میں مروی ہے

نام علیہ السلام عن ... حضور نجر کی نماز سے سو گئے
صلوۃ الفجر حتی طلعت ... یہاں تک کہ سورج نکل
الشمس ... آیا

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انسانوں کو تعلیم کیا ہے کہ اگر وہ سو جائیں تو پھر کس طرح نماز ادا کریں اسی وجہ سے نوم میں کوئی مواخذہ نہیں ۔مواخذہ تو بیداری میں ہے ۔ علاوہ ازیں آپ کی نماز آنکھوں کی نیند کی وجہ سے فوت ہوئی تھی چنانچہ جب آپ سو کر بیدار ہوئے تو وضو کیا کرتے تھے مطلب یہ ہوا کہ آپ کا ظاہر سوتا ہے اور باطن بیدار رہتا ہے کیونکہ آپ کا مقام اس ذات کے پاس ہے جس کو نہ نیند آتی ہے ورنہ اونگھ آتی ہے ۔آپ نے فرمایا

اَظَلُّ عِنْدَ رَبِّیْ ... میں اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں

اس سے بھی قلب ہی مراد ہے کیونکہ آپ کا قلب تحت العرش رہتا ہے اور آپ کا جسدِ اطہر اپنے صحابہ رض کے درمیان رہتا ہے جن میں تمام اوصاف انسانیت اور لوازماتِ بشریت ہیں

ایک جواب یہ بھی ہے کہ نماز حرکاتِ بدن کا نام ہے نہ کہ حرکاتِ قلب کا اور نوم بھی بدن ہی کو عارض ہوتی ہے تو دونوں کا جمع کسطرح ہو کیونکہ نماز کا مقام قلب نہیں ہے ہاں قلب کا مقام نماز ہے اسی وجہ سے آپؐ نے ارشاد فرمایا

جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ... میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے

یہ نہیں فرمایا "میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے" بہرحال نماز میں مقام قلب ہے اور اسی میں آنکھ کی ٹھنڈک ہے اور قلب اس سے نہیں سویا تھا

بلکہ آنکھ سوئی تھی کہ حرکات نماز ادا نہ ہوسکیں ایسے ہی آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے

لست انسی — میں بھولا نہیں ہوں

کیونکہ نسیان غفلت کا نام ہے اور غفلت آفتِ قلبی کا نام ہے جو ظاہر پر نہیں بلکہ قلب پر وارد ہوتی ہے پس آپ کو سہو تو ہوجاتا تھا نسیان نہیں ہوتا تھا اور سہو ایک قسم کا شغل ہے بعض دفعہ آپ کو حرکات صلوٰۃ سے سہو ہوجاتا تھا لیکن نسیان نہیں ہوتا تھا اسی وجہ سے تقدیم اور تاخیر ہوجاتی تھی یہی حال نیند اور بیداری کا ہے۔

نوٹ:۔ اس عنوان کے تحت جس قدر احادیث مروی وہ احادیث کی تمام کتابوں میں ہیں بوجہ شہرت کے ان کا حوالہ نہیں دیا کیونکہ سب لوگوں کو یہ احادیث معلوم ہیں

خبر اور معائنہ

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لیس الخبر کالمعائنۃ[۱] — معائنہ مثل خبر کے نہیں ہے

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں یعنی معائنہ خبر کیطرح قوی نہیں بلکہ خبر زیادہ قوی ہے کیونکہ وہ آفات سے زیادہ محفوظ ہے یہ حکم اللہ اور اس کے رسول کی خبر کے بارے میں ہے

دوسرے معنی یہ ہیں کہ معائنہ خبر کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہے۔ جبکہ خبر اللہ اور رسول کے علاوہ اور کوئی دے کیونکہ مخبر کے لئے نسیان

---

[۱] مسند ابوعوانہ تفسیر ابن کثیر ص ۲۴۵ ج ۲ اس حدیث کی شرح کا مطلب یہ ہے کہ خبر اور معائنہ کا فرق ثابت کیا جائے شیخ نے فرمایا ہے اس میں اعتبارات کا لحاظ رکھنا پڑیگا خبر کس کی ہے اور معائنہ کس کا ہے ورنہ عام حالات میں عام حکم ہے۔

اور خطا ر شکوک اور ظن کے امکانات ہیں اور اگر مخبر سے کذب کے احتمال ختم کر دیا جائے لیکن نسیان اور خطات تو الگ نہیں کیا جا سکتا لیکن اللہ اور اس کے رسول کی خبر ان عوارضات سے پاک ہوتی ہے اس لئے اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہوتی علاوہ ازیں معائنہ میں خطا ہو سکتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انسان کوئی چیز دیکھے اور وہ اس کے دیکھنے کے خلاف ہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ ؑ اور ساحروں کے قصہ میں بیان فرمایا ہے۔

۱۔ فَلَمَّا اَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ — جب ڈالدیا انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں۔

۲۔ فَاَوْجَسَ فِي نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى — تو ڈرے موسیٰ خوف کرتے ہوئے اپنے جی میں

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو دوڑتے ہوئے سانپ نظر آرہے تھے۔ حالانکہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں تھیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

۳۔ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى — خیال ہو گیا ان کو ان کے جادو سے کہ وہ دوڑتے ہیں۔

اور قصہ بدر کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

۴۔ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا — جب تم کو اللہ نے دکھلایا ان کو جب تم ملے تمہاری آنکھ میں کم اور تم کو کم دکھلایا ان کی آنکھوں میں تاکہ فیصلہ کر دے اللہ تعالےٰ ہونے والے امر کا

ابوجہل نے کہا تھا یہ سب لوگ تو بہت معمولی خوراک ہیں اگرچہ اس کی آنکھ بھی سالم تھی ایسے ہی مومنین نے کافروں کو بہت تھوڑا جانا اس وجہ

سے ان کو خوف نہ معلوم ہوا اس لئے ہر فریق کو دوسرے کے ختم کر دینے کی حرص تھی لیکن جب جنگ شروع ہو گئی

۵۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ (الآیۃ)	تمہارے لئے نشانی ہے دو جماعتوں میں جب دونوں ملیں ایک جماعت جنگ کرتی تھی اللہ کے راستہ میں اور دوسری کافر تھی دیکھتے تھے وہ ان کو اپنے سے دو چند ظاہری آنکھوں سے۔

بعض حضرات نے کہا ہے مشرکین مومنین کو اپنے سے سہ چند دیکھ رہے تھے اور حقیقۃً تین سو سے کچھ زیادہ تھے کافر ۹۴۰ سے کچھ زیادہ تھے بعض نے کہا ہے دو چند دیکھ رہے تھے یعنی ۶۲۰ سے کچھ زیادہ اس طرح کا فروں پر رعب پڑ گیا اور وہ ہار گئے۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے

۶۔ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ	اور دیکھے گا تو پہاڑوں کو کہ گمان کرتے ہو جما ہوا حالانکہ وہ اڑینگے مثل بادلوں کے

بہرحال جب یہ بات ظاہراً جائز ہے اور موجود ہو چکی ہے تو خبر کا معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ اور رسول کی خبر معائنہ سے زیادہ مؤکد اور قوی ہے اور اسی وجہ سے مومنین نے اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق کی ہے اور اس پر ایمان لائے ہیں

۷۔ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ	جب لیا تیرے رب نے بنی آدم کو ان کی پشت سے ان کی اولاد کو اور ان کو ان ہی پر گواہ کیا (فرمایا) کیا میں تمہارا رب

قَالُوْا بَلٰى	نہیں ہوں؟ بولے بیشک آپ
(الآیۃ)	ہمارے رب ہیں

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے

اَنَّہٗ مَسَحَ ظَهْرَ اٰدَمَ	ملائکہ نے پشت کو آدم کی پس نکلی اس
فَاَخْرَجَ مِنْہُ ذُرِّیَّۃً	سے اولاد مثل چیونٹیوں کے
کَالذَّرِّ وَاَخَذَ الْمِیْثَاقَ	اور لیا عہد اور پھر لوٹا دیا انکو
ثُمَّ رَدَّھُمْ فِیْ صُلْبِہٖ[1]	ان کی پشت میں۔

مومنین نے اس خبر کی تصدیق کی اور وہ ان کے قلب میں جم گئی کہ اس خبر کا مخبر واقع کے خلاف نہیں کہہ سکتا یہ بات مومنین کے قلوب میں جم گئی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ معائنہ خبر کا مرتبہ حاصل نہیں کرسکتا اور یہ حکم اللہ اور اس کے رسول ہی کی خبر کا ہے دیگر انسانوں کی خبر کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ معائنہ زیادہ قوی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا ہے

قصہ موسیٰ علیہ السلام کا

یَرْحَمُ اللّٰہُ مُوْسٰی	اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے مخبر دیکھنے
لَیْسَ الْمُعَایِنُ کَالْمُخْبَرِ	والا (موسیٰ) خبر دینے والے کے برابر نہیں
اَخْبَرَہٗ رَبُّہٗ عَزَّ وَجَلَّ	ہے اللہ تعالیٰ نے انکو خبر دی تھی کہ انکی
اَنَّ قَوْمَہٗ فُتِنُوْا بَعْدَہٗ	قوم انکے بعد فتنہ میں مبتلا ہو گی تو موسیٰ
فَلَمْ یُلْقِ الْاَلْوَاحَ فَلَمَّا	نے الواح کو نہیں گرایا لیکن جب انکو
رَاٰھُمْ وَعَایَنَھُمْ اَلْقَی الْاَلْوَاحَ[2]	دیکھ لیا تو الواح کو گرا دیا۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۶۲ ج ۲ از مسند احمد [2] تفسیر ابن کثیر از مسند ابو عوانہ صفحہ ۲۴۸ ج ۲

اگر یہ خبر محفوظ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا حال معائنہ کے وقت وہ نہیں رہتا جو خبر کے وقت رہتا ہے کیونکہ آدمی جب وہ اپنی محبوب چیز کو دیکھتا ہے تو خبر کے وقت اس کو فرحت ہوگی اگر مخبر صادق ہے تو اسکو کوئی شک نہیں ہوتا لیکن جب وہ مکروہ چیز کو دیکھتا ہے تو اس کو بہت اضطراب ہوتا ہے اور اسکو الم شدید ہوتا ہے اور فکر مند ہوتا ہے اگرچہ مخبر صادق ہونے کی وجہ سے اس کو کوئی شک نہیں ہوتا ہے۔ غور کیجئے اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے

فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ	ہم نے تیری قوم کو تیرے بعد
مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ	فتنہ میں مبتلا کر دیا ان کو سامری
السَّامِرِیُّ فَاَخْرَجَ لَهُمْ	نے گمراہ کر دیا ان کے لئے بچھڑا
عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ	بنا ئیا کہ اس کے جسم ہے اور اس
فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ	کے آواز ہے پس اس نے کہا یہ
اِلٰهُ مُوْسٰى	تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی خبر سے موسیٰ علیہ السلام کو قوم کا فتنہ معلوم ہوا اس وقت صفت موسیٰ ٹھنڈی اور خاموش تھی اور وہ عجز بشریت اور ضعف انسانیت ہے اسوقت تک وہ الواح کو تھامے رہے لیکن انہوں نے جب قوم کا معائنہ کیا تو ان کی صفت نظر کے دیکھنے سے عود کر آئی تو حالت اضطراب میں ہوگا الواح کو تھامے نہ رہے لہذا انہوں نے الواح کو گرا دیا اور اپنے بھائی کا سر اور داڑھی پکڑ کر گھسیٹا جب ان کا اضطراب ختم ہوگیا تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں عذر پیش کیا۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ	الٰہی مجھے اور میرے بھائی کو
وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ	معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت

فَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ میں داخل کر تو سب سے زیادہ
(الآیۃ) رحم کرنے والا ہے۔

مقام حبیب و کلیم

یہی حال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وہ نزدیک ہو گئے بقدر دو کمان
کے یا اس سے بھی نزدیک

کے وقت ثابت قائم رہے کیونکہ اس وقت وہ اوصاف حق سے متصف اور متجلی تھے آپ نے ارشاد فرمایا

وَضَعَ رَبِّیْ یَدَہٗ بَیْنَ اور رکھدیا میرے رب نے اپنا
کَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُ ہاتھ میرے مونڈھوں کے درمیان
بَرْدَ یَدِہٖ[1] یہاں تک کہ محسوس کی میں نے
اس کے ہاتھ کی ٹھنڈک۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی جگہ قائم نہ رہ سکے اور گر پڑے وجہ فرق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوصاف حق کی وجہ سے قائم تھے اور اس وقت آپ کے اوصافِ انسانیت دب گئے تھے اور کوئی اثر انسانی اوصاف کا اس وقت باقی نہیں تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اوصاف انسانیت کے ساتھ دیکھ رہے تھے ارشاد ہے (کیونکہ انہوں نے مطالبہ کیا تھا)

وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ اور لیکن دیکھ پہاڑ کی طرف

اور موسیٰ علیہ السلام اس وقت اسی کے مکلف تھے اور ماموربھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مفعول تھے اور بلائے ہوئے تھے اللہ تعالے نے فرمایا ہے:۔

---

[1] حدیث المعراج متفق علیہ۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْریٰ — پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے
بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (الآیۃ) — بندے کو راتوں رات

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَلَمَّا جَاءَ مُوْسیٰ لِمِیْقَاتِنَا — اور جب آئے موسیٰ ہمارے
وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ (الآیۃ) — میقات پر اور بات کی اپنے رب سے

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی صفت انسانیت کے ساتھ آئے تھے اور حضورؐ کو لے جایا گیا تھا وہ منظور الیہ تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

۱- وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغیٰ — اور نہ جھکی آنکھ اور نہ بھٹکی
۲- وَلَقَدْ رَایٰ مِنْ آیَاتِ — اور دیکھا اپنے رب کی
رَبِّہِ الْکُبْریٰ — بڑی آیات کو۔

اس لئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم قائم تھے بخلاف اس کے جب حضورؐ صفت انسانیت میں تھے تو حضرت جبرئیلؑ ہی کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگئے تھے حضرت ابن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے

فَلَمَّا رَاٰہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ — پس جب دیکھا جبرئیلؑ کو
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَعِقَ فَاَتَاہُ — حضورؐ نے تو بیہوش ہوگئے
جِبْرَئِیْلُ فَبَعَثَہٗ [۱] — پس آئے جبرئیل اور آپ کو اٹھایا

---

[۱] حدیث کیفیت ابتداء وحی تفسیر ابن کثیر سورۂ اقراء۔ شیخ سعدی رحؒ نے گلستاں میں اس مضمون کو بہت عمدہ اور مختصر پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم + گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اور اسی چیز کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضؓ سے فرمایا ہے جو کیفیت تمہاری میرے پاس رہتی ہے اگر ہر وقت رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں (اوکما قال) صوفیا اسی کیفیت کو عروج اور نزول سے تعبیر کرتے ہیں۔

بہر حال اوصافِ بشریت اوصافِ ربوبیت کے سامنے عاجز ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف عالی و عظیم ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

شیخؒ نے بسند متصل حضرت عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

مجھے حضرت یوسفؑ کے صبر اور کرم پر تعجب ہے کہ جب شاہی قاصد ان کے پاس پہونچا اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو جیل سے نکلنے میں جلدی کرتا لیکن انہوں نے اپنا عذر ظاہر فرما دیا۔ اگر وہ بات زبان سے نہ کہتے تو قید میں اتنے دنوں نہ رہتے جتنے دن رہے [۲]

شیخ نے فرمایا اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و سکون اور عدمِ اضطراب کی خبر دی ہے اور ان کی قدر و عظمت کو بیان فرمایا ہے اور اپنے بارے میں انکسار کا اظہار کیا ہے (باوجودیکہ آپ بہت عظیم مرتبہ کے ہیں) حضورؐ نے اس حدیث میں اپنے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے حق کو ترجیح دی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ کے حق کو ترجیح دی تھی حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ ان ہی لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے جو اُن پر غالب آگئے تھے اور ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے جو آپ کے ساتھ قیدی تھے چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ — اے جیل کے ساتھیو! کیا بہت سے

لہ یہاں تک ایک حدیث ہے جو مرسل ہے اور اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے تفسیر ابن کثیر ص ۲ حدیث متفق علیہ اس سے مختصر ہے ۲ہ مسند احمد یہ حدیث ضعیف ہے ایضا

مُتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ — متفرق رب بہتر ہیں یا ایک
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ — خدائے غالب۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کو دعوت حق دی اور جیل سے نکلنے کو مؤخر کیا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو ترتیب سے پڑھا جائے قرآن پاک میں مذکور ہے

مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ — اسکی جزا کیا ہے جس نے تیری بیوی
بِاَهْلِكَ سُوْءً — کے ساتھ برا ارادہ کیا۔

چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام پر یہ الزام تھا اسی وجہ سے آپ نے تاخیر کی تھی اور اسی وجہ سے آپ نے قاصد کو واپس کر دیا تھا

اِرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ — اپنے مالک کے پاس جا اور پوچھ
فَاسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ — ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں
الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ — نے اپنے ہاتھوں کو کاٹا تھا۔

اس کے بعد جب مصر کی عورتوں سے تحقیق کی گئی تو انہوں نے جواب دیا

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا — کہا انہوں نے قسم خدا کی ہمیں اس
عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ قَالَتِ — کی برائی معلوم نہیں عزیز کی عورت
امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْاٰنَ — نے کہا اب حق ظاہر ہو گیا میں نے
حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ — ہی اس کو اپنے نفس کے بارے
عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ — میں پھسلایا تھا بیشک وہ سچا
الصّٰدِقِيْنَ — ہے۔

اس وقت بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے عذر کو قبول کیا اور ان کو جیل سے باہر نکلوا لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں جیل سے نکلنے میں جلدی کرتا یعنی بادشاہ کو دعوت حق دینے میں جلدی کرتا کیونکہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

۱۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ — اعلانیہ بیان کرتے رہیے جس کا آپکو امر ہے

۲۔ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (الآیۃ) — پہنچا! جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر اترا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالے کے حق کی اور حکم کی تعمیل کے لئے حکم ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں چونکہ بہت خفیف سی تقصیر بھی موجود ہے اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے اور وہ جیل میں ایک بات کے کہنے کی وجہ سے زیادہ رہے اسی طرح آپ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے[1]:-

لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ (الآیۃ) — کاش کہ میرے لئے تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی محفوظ پناہ گاہ میں ہوتا

---

[1] (مترجم کہتا ہے) متفق علیہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں

وَيَرْحَمُ اللهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ (متفق علیہ) — اللہ تعالے لوط پر رحم فرمائے کہ وہ محفوظ پناہ گاہ چاہتے تھے اور اگر میں اتنے دنوں جیل میں رہتا جتنے دن یوسف رہے تو میں بلانے والے کی دعوت کو قبول کر لیتا

رکن شدید سے مراد رسالت اور نبوت[۱] ہے اور وہ کلمہ جو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا یہ ہے

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ اُذْكُرْنِي	اے جیل کے ساتھیو! میرا ذکر
عِنْدَ رَبِّكَ	اپنے بادشاہ کے پاس کر دینا۔

چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہونچے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کیا بات ملیں آپ کو مجرمین کے درمیان دیکھتا ہوں فرمایا اللہ تعالے نے آپ کے پاس بھیجکر میرا اعزاز فرمایا ہے اور اللہ تعالے آپ کو سلام کہتا ہے اور فرمایا ہے :-

کیا آپ کو میرے علاوہ دوسرے سے مدد طلب کرتے ہوئے حیا معلوم نہیں ہوئی؟ اپنے عزت وجلال کی قسم ابھی میں آپکو

---

[۱] رکن شدید کی جو تاویل شیخ نے کی ہے وہ ہر اعتبار سے قابل نظر ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا اگر مجھے نبوت اور رسالت حاصل ہوتی، ممکن ہے شیخ کا یہ منشا ہو اسوقت اصل رسالت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کی رسالت انکے تابع تھی لیکن یہ تاویل بہت کمزور ہے اور غالباً کسی نے اختیار نہیں کی ہے اور قرآن پاک کے سیاق وسباق کے بظاہر خلاف ہے قرآن شریف میں یہ ہے

اور جب آئے ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس تو اچھا نہ جانا انکی آمد کو اور گھٹنے لگا انکی وجہ سے حضرت لوط کا سینہ اور کہا آج بڑا سخت دن ہے اور انکی قوم انکے پاس دوڑتی ہوئی آئی اور وہ پہلے ہی سے حرام کار واقع ہوئے تھے فرمایا لوط علیہ السلام نے یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں (ترجمہ سورہ ہود)

یعنی اسوقت حضرت لوط علیہ السلام پر اتنی سخت پریشانی آئی کہ وہ پیشکش بھی کر دی جو نہ کرنی چاہیئے تھی یعنی اپنی بیٹیوں کو پیش کر دیا جب ظالم لوگ اس پر بھی باز نہ آئے اور چڑھتے چلے گئے تو حالت اضطرار اور مہمانوں کی خاطر یہ بول اٹھے الخ یہ وہی اوصاف بشریت کے غالب آنے والی بات ہے جس کی تفصیل شیخ نے پیچھے بیان کی ہے اسی سہو کیطرف حضور ؐ نے اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالے لوط پر رحم فرمائے اس قسم کے سہو سے انبیاء کے مراتب میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ انکے مراتب اور بلند ہو جاتے ہیں شیخ نے بھی یہی فرمایا ہے

چند سال اور جیل میں رکھونگا [1]

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا جبرئیل! اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی بھی ہے یا نہیں؟ فرمایا وہ آپ سے راضی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو پھر کوئی غم نہیں ہے

شیخ نے فرمایا اگر قول سے مراد یہی ہے تو بھی صحیح ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ قول سے مراد وہ ہے جو بعض روایات میں بھی ہے

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ	الٰہی مجھے جیل زیادہ پسند ہے
مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ	اس چیز سے جس کی طرف وہ عورتیں بلاتی ہیں

کیونکہ بلا اور مصیبت بات ہی پر نازل ہوتی ہیں چنانچہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے :-

آزمائش میں سب سے زیادہ شدید انبیاء ہیں پھر ان کے قریب پھر ان کے قریب [2]

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا

اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا	اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے
صَبَّ عَلَیْہِ الْبَلَاءُ صَبًّا [3]	محبت کرتا ہے تو اس پر مصیبتیں بہاتا ہے

شیخ نے فرمایا کلمہ (قول) سے مراد قضا اور حکم الٰہی بھی ہو سکتا ہے یعنی اگر حکم الٰہی نہ ہوتا تو یوسف علیہ السلام جیل میں اتنے زیادہ نہ رہتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے

۱- لَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِنْ	اگر پہلے ہی سے تیرے رب کا حکم
رَّبِّکَ لَقُضِیَ بَیْنَہُمْ	نہ ہو چکا ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا

---

[1] یہ حسن بصری اور وہب بن منبہ کا قول ہے مظہری ص ۱۶۶ ج ۵ [2] مشکوٰۃ شریف

[3] مشکوٰۃ شریف

اور دوسری آیت ہے :-

۲- وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا — اور پورا ہو گیا حکم تیرے رب کا سچا اور انصاف کا

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل میں رہنا حکم اور قضاء الہٰی کی وجہ سے تھا نہ کہ کسی گناہ کی وجہ سے۔ (مترجم کہتا ہے) لیکن ان تاویلات کا تعلق حدیث صحیح کی وضاحت سے نہیں ہے حدیث شریف کی وضاحت پہلے ہو چکی یہ توجیہات زیادہ ہیں اور بلا ضرورت ہیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچواں باب

فضائل ــــ اور ــــ مناقب

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ

میرے صحابی مثل تاروں کے ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

تو اسلام کی وارث ایک قوم چھوڑی
زمانے میں جسکی مثالیں ہیں تھوڑی

پانچواں باب

فضائل اور مناقب

فضیلت شیخین شیخ نے بسند متصل حضرت علی رضہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اچانک سامنے سے حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ آتے ہوئے دکھلائی دیئے تو حضور صلعم نے ارشاد فرمایا

هٰذَانِ سَیِّدَا کُهُوْلِ	یہ دونوں انبیاء اور رسولوں
اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ	کے علاوہ اولین و آخرین
وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ	میں سے تمام جنتیوں کے
وَالْمُرْسَلِیْنَ یَا عَلِی	ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں
لَا تُخْبِرْهُمَا [1]	اے علی ان دونوں کو نہ بتلانا

اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھ سے پہلے اے علی! تو ان کو خبر نہ دینا گویا آپ بذات خود ان دونوں کو خبر دینے والے اور بشارت دینے والے ہوں تاکہ ان دونوں کی قدر و منزلت اور زیادہ بڑھ جائے۔ اور بشارت دینے کی سبقت والی فضیلت آپ کو حاصل ہو یہ بات نہیں ہے کہ حضور صلعم کو کوئی اندیشہ تھا کہ کبھی وہ دونوں کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں

[1] اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

بلکہ آپ تو اس سے بھی بڑی فضیلت ان کی ظاہر فرما چکے تھے کہ :-

اہل جنت اہل علیین کو اس طرح دیکھینگے جیسا کہ افق پر کسی چمکدار ستارے کو دیکھتے ہیں اور ابوبکر و عمر رضہ ان میں سے ہیں بلکہ اور بہتر [۱]

یہ ارشاد فرماتے ہوئے آپ مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ میں سے ایک صاحب داہنی طرف تھے اور ایک صاحب بائیں طرف تھے اور آپ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اسوقت آپ نے ارشاد فرمایا ہم قیامت میں اسی طرح مبعوث ہونگے [۲]

بہر حال اس حدیث میں اور دوسری احادیث میں ہے کہ آپ نے ان دونوں کو خبر دیدی تھی یہ بات نہیں ہے کہ کسی فتنہ کے اندیشہ کیوجہ سے ایسا فرمایا تھا یہ حضرات اس درجہ کے ہیں کہ فتنہ سے محفوظ ہیں، عجب نفس جو مہلکات میں سے ہے جو اس میں مبتلا ہو تو اس کو نہ بتلایا جائے تو کوئی بات نہیں ہے علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ میں سے متعدد حضرات کو ان کی فضیلت سے آگاہ کیا ہے جو حضرات شیخین رضہ کے مرتبہ کے نہ تھے مثلاً آپ نے حضرت عکاشہ رضہ سے فرمایا

میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے داخل ہونگے حضرت عکاشہ رضہ نے عرض کیا حضور آپ میرے لئے دعا فرمائیے ! آپ نے فرمایا تو ان میں سے ہے [۳]

اور حضرت بلال رضہ سے آپ نے فرمایا تھا

میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تیرے جوتوں کی آواز محسوس کی ہے [۴]

---

[۱] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، [۲] ترمذی [۳] رواہ بخاری [۴] رواہ مسلم

اور بہت سے صحابہ کو آپ نے جنت کی بشارت دی ہے اور ان پر فتنہ کا اندیشہ نہیں کیا کیونکہ وہ حضرات فتنہ سے محفوظ ہیں چہ جائیکہ حضرات شیخین کہ ان کے برابر فضیلت میں انسانوں میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

حضرت جابر رضؓ کا واقعہ

شیخ نے بسند متصل الوالیمن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ حضرت جابر رضؓ سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سنائیے تاکہ میں اس کو آپ سے روایت کر دوں۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کھود رہے تھے کہ ہم پر تین دن بالکل صاف گذر گئے کہ کوئی چیز کھانے کو نہ ملی اور ہم اس پر قادر بھی نہ تھے اسی حال میں ایک سخت چٹان آگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے میں نے دیکھا کہ آپ کے پیٹ سے پتھر بندھا ہوا تھا آپ نے کدال لیا اور ایک ضرب ماری کہ وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ [1]

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی حالت میں پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے" یہ یا تو اہل عرب کی عادت تھی یا اہل مدینہ کی عادت تھی کہ جب ان کے پیٹ خالی ہوتے تو ان پر پتھر باندھ لیتے تھے جب صحابہ رضؓ کی یہ حالت ہوئی تو آپؐ نے بھی ان کی موافقت میں پیٹ سے پتھر باندھ لیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر آپ صلعم کے یہاں کچھ بھی کھانے کو ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے، کیونکہ آپؐ میں تحمل زیادہ تھا۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ نے مسلسل روزہ رکھنا شروع کیا صحابہ نے بھی مسلسل روزہ رکھنا شروع کیا تب آپؐ نے ان کو منع فرمایا

---

[1] جمع الفوائد باب غزوۃ الخندق

حضرات صحابہ رضہ نے عرض کیا آپ تو برابر صوم وصال رکھ رہے ہیں تب آپ نے ارشاد فرمایا میں تم جیسا نہیں ہوں بلکہ

یطعمنی ربی ویسقینی میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

گویا اللہ تعالےٰ نے آپ کو کھانے پینے سے مستغنی کر دیا تھا اس لئے مذکورہ واقعہ میں آپ کا پیٹ سے پتھر باندھنا حضرات صحابہ کی موافقت اور ان کی دل جوئی کے لئے تھا جیسا کہ ایک دوسری حدیث سے بھی ثابت ہے جس کو حضرت انس رضہ نے روایت کیا ہے۔

ہم نے اپنے پیٹوں پر صرف ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا حضورم نے دو پتھر باندھ رکھے تھے [۱]

حضرات صحابہ رضہ نے جب بھوک کی حضورم سے شکایت کی تو اس وقت یہ کیفیت پیش آئی تھی، ایک دوسری حدیث میں موافقت صحابہ کا واقعہ مذکور ہے۔

ایک مرتبہ رات کو حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ مسجد میں آئے اس وقت آپ بھی باہر تشریف لائے آپم نے دریافت کیا آپ دونوں اس وقت کیوں؟ عرض کیا۔ حضور! صرف بھوک کی وجہ سے نکل کر آئے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا میں بھی صرف بھوک ہی کی وجہ سے آیا ہوں۔

اس واقعہ سے بھی ثابت ہے کہ آپ حضرات صحابہ رضہ کی دل جوئی اور خوشی کے لئے ان کی موافقت کرتے تھے تاکہ ان پر اپنی حالت سہل ہو جائے اور وہ اپنی حالت پر راضی ہو جائیں

پیٹ پر پتھر باندھنے سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے

---

[۱] جمع الفوائد باب غزوۃ الخندق۔

اس چیز سے کام لیا جس میں وہ صلاحیت نہیں تھی پیٹ بھرنے اور بھوک دور کرنے کی صلاحیت کھانے میں ہے پتھر میں نہیں لیکن اس موقعہ پر دفع بھوک اور تسکین کا کام پتھر سے لیا ہے گویا اس چیز سے وہ کام لیا جس کے لئے وہ چیز پیدا نہیں کی گئی تھی گویا اس طرح اللہ تعالےٰ پر کامل درجہ کا توکل ظاہر کرنا مقصود ہے یعنی اعتماد اللہ تعالےٰ پر کرنا چاہیئے اعتماد اسباب پر نہ کرنا چاہیئے

یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ بھوک میں جس ضعف کا اظہار اور کھانے کی ضرورت کا اظہار حضرات صحابہ رض نے کیا اور اپنا عاجز اور مجبور محض ہونا ظاہر کیا وہی عجز آپ نے بھی ظاہر فرمایا کہ آپ میں بھی ضعف بشریت اور عجز انسانیت موجود ہے جیسا کہ قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا	ہم نے کوئی جسم ایسا نہیں
لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ	بنایا جو نہ کھاتا ہو اور آپ سے
وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ	پہلے جو بھی رسول بنائے
مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ	گئے وہ بھی کھانا کھاتے
اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ	تھے

لیکن جب حضرات صحابہ رض نے اپنے بارے میں صوم وصال کی قوت ظاہر کی تو آپ نے ان کی کمزوری کو اور اپنے مرتبہ کو ظاہر فرما دیا اور حضور ص نے مہینہ بھر تک برابر صوم وصال رکھا اور فرمایا اگر چاند نہ ہوتا تو میں ایک مہینہ اور روزہ رکھ لیتا [1]

فضیلت ابوبکر رض — شیخ نے بسند متصل حضرت ابوحذیفہ رض سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ صحابہ رض نے

[1] زاد المعاد از ابن قیم

حضورؐ سے عرض کیا آپ ہم پر اپنا کسی کو خلیفہ مقرر فرما دیں آپ نے فرمایا اگر میں اپنے بعد کسی کو خلیفہ منتخب کر دوں تو تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کروگے اور پھر تم پر عذاب نازل ہوگا اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اگر تم یہ معاملہ حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کر دو تو ان کو اللہ کے معاملہ میں قوی پاؤگے اور اپنے جسم کے بارے میں کمزور اور اگر علی کو مقرر کرلو تو ان کو ہادی اور مہدی پاؤگے جو تم کو صراط مستقیم پر لے چلیں گے لہ

شیخ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں نہایت ہی اعلےٰ درجہ کے سمجھدار تھے چنانچہ حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی کا معاملہ گذر چکا ہے جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی :۔

اَخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ میری قوم میں مجھکو خلیفہ بنا دیجئے۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا کہ بنی اسرائیل گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے اور پھر ان کی نہایت سخت توبہ مقرر کی گئی ارشاد فرمایا ہے

اُقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو

اسی چیز سے حضورؐ نے اپنے اصحاب کو ڈرایا ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا دیا اور وہ اشارتاً خلیفہ رسول اللہ ہیں اور بیاناً خلیفۃ اللہ ہیں ؎ اور حضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں جو بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے معاملہ میں قوی ہیں اور اپنے جسم میں کمزور ہیں اور حضرت عمرؓ اپنے جسم کے بارے میں بھی قوی ہیں۔ اور اس پر اہلسنت

لہ رواہ حاکم دمسند حذیفہ بن یمان ازالۃ الخفاء ؎ منشا یہ ہے کہ آپ حضورؐ کے اشارات کے مطابق ہی خلیفہ مقرر ہوئے

واجب ہے کا اتفاق ہے کہ حضور ؐ کے بعد تمام انسانوں میں افضل اولاً حضرت ابوبکرؓ، پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ (پھر حضرت علیؓ۔ از مترجم) اور محمد بن حنفیہ بن علی رضؓ نے اپنے والد حضرت علی رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا کہ انسانوں میں افضل بعد رسول اللہ ؐ کون ہے فرمایا حضرت ابوبکرؓ۔ پھر کون؟ فرمایا عمر رضؓ میں نے عرض کیا کہ ممکن ہے کہ اب حضرت عثمان رضؓ کا نام لیا جائے پھر میں نے کہا اور آپ؟ فرمایا

"میں تو صرف مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں" [۱]

بہر حال حضرت ابوبکر رضؓ حضرت عمر رضؓ سے افضل ہیں اگرچہ وہ بدن کے اعتبار سے حضرت عمر رضؓ سے کمزور تھے اور دونوں اللہ کے معاملہ میں قوی ہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قوتِ بدن پر فضیلت موقوف نہیں ہے اور نہ کثرتِ اعمال پر فضیلت مبنی ہے بلکہ صحت عمل پر فضیلت ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے فضیلت اس کی جس کو اللہ تعالےٰ فضیلت دے اور اسی طرف اللہ تعالےٰ کی نظر رہی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ (الحدیث)	اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال اور صورتوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ

اس کو دیکھتا ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے یا جس کو وہ اختیار کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن میں قلب ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

۱۔ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ	جو لوگ خریدتے ہیں اللہ کے عہد
بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا	کے بدلے تھوڑی سی قیمت یہی لوگ
أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ	ہیں کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ
فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ	نہیں۔ وہ قیامت کے دن نہ ان
اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ	سے بات کریگا اور نہ ان کی طرف

[۱] مسند امام احمد

يَوْمَ الْقِيَامَةِ   دیکھے گا۔

اللہ کے دیکھنے اور محبت کی جگہ قلب ہے اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے

۲۔ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ   وہی ذات جس نے اتارا سکینہ
السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ   مومنین کے دلوں میں تاکہ انکے
الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْا   ایمان میں مزید زیادتی ہو جائے
اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ   (الآیۃ)

۳۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ   تیرا رب جو چاہے پیدا کرے اور
وَيَخْتَارُ   جو چاہے اختیار کرے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے :-

اگر تم علی کو والی بناؤ تو ان کو ہادی اور مہدی پاؤ گے [1]

اور حضرات صحابہ رضہ نے شروع میں ایسا نہیں کیا تو گویا آپ نے پیشگی ہی اس کی خبر دیدی تھی کہ تم ایسا نہ کر سکو گے اور ان کے معاملہ میں مختلف اور متفرق ہو جاؤ گے [2] چنانچہ ایک جماعت اس سے پھر گئی اور ایک جماعت اس پر قائم رہی چنانچہ حضرت علی رضہ طریق مستقیم پر قائم رہے اور اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے۔ حضرت حسن بصری رح نے ذکر فرمایا ہے

جس وقت دین میں ٹیڑھ پیدا ہو گئی تھی اس وقت حضرت علی رضہ نے دین کو قائم کیا اور لوگوں کو راستہ دکھلایا [3]

یعنی جب خلافت ختم ہو رہی تھی اور امراء و حکام میں ابتری پھیلی ہوئی تھی اس وقت حضرت علی رضہ ہی نے لوگوں کو راہ مستقیم دکھلائی اور ان کو دین پر قائم رکھا۔ حضرت ابوبکر رضہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

---

[1] مسند احمد [2] ایضاً [3] مسند احمد

حیات ہی میں فرما دیا تھا۔

حضرت ابوبکر رض سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں [۱]

یہ حضور ص نے اس وقت فرمایا تھا جب حضرت بلال رض نے دریافت کیا تھا کہ لوگوں کو کون نماز پڑھائے۔ عبداللہ بن زمعہ بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رض سے عرض کیا آپ کھڑے ہو جائیں۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رض نے تکبیر کہی اور حضور ص نے ان کی آواز سنی۔ (کیونکہ انکی آواز بلند تھی) تو حضور ص نے فرمایا تھا۔

ابوبکر کہاں ہیں۔ اللہ اور مسلمان اس سے انکار کرتے ہیں۔ اللہ اور مسلمان اس سے انکار کرتے ہیں۔ اللہ اور مسلمان اس سے انکار کرتے ہیں [۱]

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ یہی حدیث میں جو ارشاد فرمایا ہے اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے یعنی:

اَنْ تَوَلَّوْهَا عَلِيًّا — تم علی کو والی بنا دینا

یعنی میری وفات کے بعد یا میرے بعد تو وہ پہلے آدمی ہونگے کہ امر خلافت کو قائم کرینگے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خلافت کا معاملہ جب ان پر منتہی ہوگا تو وہ اس کو قائم رکھینگے اس طرح ولایت ان پر منتہی ہوگی۔

مقام عمر رض

شیخ نے بسند متصل حضرت عقبہ بن عامر رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ — اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا
لَكَانَ عُمَرَ — تو عمر ہوتے۔

حضور ص نے اس چیز کے بارے میں خبر دی ہے جو نہیں ہو سکتی تھی اور یہ بھی ہو سکتا تھا اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے:-

---

[۱] متفق علیہ ص۵۵ مشکوۃ شریف

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا	اگر تم انہیں لوٹا دو تو اسی کی طرف
نُهُوْا عَنْهُ	لوٹینگے جس سے منع کیا گیا ہے

یہی معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ہیں کہ اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے کیونکہ ان میں امانت ہے اور وہ اوصاف ہیں جو انبیاء میں ہوتے ہیں اور ان کے حالات انبیاء کے حالات کے قریب ہیں اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ نبوت کسی استحقاق اور برتری کی وجہ سے نہیں ملتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو اللہ تعالے کے اختیار اور انتخاب پر موقوف ہے اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے:۔

۱۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ	اللہ تعالے فرشتوں اور انسانوں میں سے جسکو چاہے رسول بنائے
۲۔ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الآیۃ)	اور کہتے ہیں کیوں نہیں اترا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دونوں بستیوں میں سے کیا وہ بانٹتے ہیں اللہ کی رحمت کو؟ ہم نے بانٹ دیا ہے ان کے درمیان ان کی روزی کو دنیا کی زندگی میں

حضورؐ نے حضرت عمرؓ کے جامع اوصاف کو بیان فرمایا ہے جو موجب رسالت ہو سکتے ہیں لیکن رسول بنانا اللہ کے انتخاب پر ہے اور یہ سلسلہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں وہ اوصاف کیا تھے؟

ا۔ اللہ کے دین کو قائم کرنا اور اس کو غالب رکھنا
ب۔ حق اور باطل کو علیحدہ علیحدہ کر دینا اسی وجہ سے اُن کو

فاروق کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہے
ج۔ حضرت عمر رض کا ایمان فتح تھا ان کی امارت رحمت تھی
اور ان کی ہجرت نصرت تھی۔ ہم لوگوں میں بیت اللہ میں نماز
پڑھنے کی طاقت نہ تھی جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں
نے کافروں سے جنگ کی اور ہم نے بیت اللہ میں
نماز ادا کی

د۔ قاسم بن عبدالرحمن نے کہا ہے کہ عبداللہ نے مجھ سے
اوصاف انبیاء علیہم السلام کو شمار کرایا۔
اللہ کے ساتھ صدق کا معاملہ کرنا، اللہ تعالےٰ پر اعتماد
کرنا، اللہ کے سوا سب سے اعراض کرنا، صدق قول،
شجاعت قلب، سخاوت چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے:-

اگر میرے پاس تہامہ کے اشجار کے برابر خزانہ ہو جائے
تو میں اس کو تمہارے درمیان تقسیم کر دونگا۔ تم مجھے
نہ بزدل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بخیل۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے یہ اوصاف وہ ہیں جو
اعلانیہ سب پر ظاہر ہیں ان کے علاوہ دیگر اوصاف جو اُن کے اور اللہ کے
درمیان ہیں ان پر اللہ کے علاوہ کوئی مطلع نہیں ہو سکتا
ان اوصاف میں سے اکثر اوصاف حضرت ابوبکر رض میں پائے جاتے
ہیں اور حضرت علی رض میں بھی پائے جاتے ہیں اور حضرت عمر رض میں بھی
اکثر اوصاف پائے جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے فرمایا۔

اگر مجھے یہ بھی اندیشہ ہو کہ مجھے اس وادی (مدینہ) کے درندے
پھاڑ ڈالینگے تب بھی میں جیش اسامہ کو ضرور بھیجوں گا۔

یہ حضرت ابوبکر رضؓ ہی ہیں کہ جنہوں نے حضور ﷺ کے بعد حق کو باطل سے امن دی اور اہل ردت (مرتدین[1]) سے جنگ کی ان ہی کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا

اپنے عیال کے لئے کیا چھوڑا ؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول

اور صدق تو ان کے اوصاف میں سب سے چھوٹا وصف ہے۔ اور حضرت علی رضؓ کے اوصاف بھی بہت ہیں صدق معاملہ ، دنیا سے اعراض وغیرہ لیکن اس کے باوجود حضور نے یہ نہیں فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ابوبکر ہوتے یا علی ہوتے لیکن اگر فرمایا تو یہ فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے

اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ حضرت عمر رضؓ حضرت ابوبکر رضؓ سے افضل ہیں یہ بات نہیں ہے اسی حدیث سے اس کا بھی انکار ہوتا ہے کیونکہ عمر رضؓ باوجود اوصاف نبوت کے نبی نہیں ہوئے اس لئے وہ حضرت ابوبکر رضؓ سے افضل نہیں ہیں بلکہ ابوبکر ان سے افضل ہیں

حضرت عمر رضؓ کی عظمت

شیخ نے بسند متصل روایت کیا ہے کہ ایک دن قریش کی چند عورتیں بلند آواز سے حضور ﷺ سے کچھ دریافت کر رہی تھیں۔ اتنے ہی میں حضرت عمر آگئے اور وہ حضرت عمر رضؓ کو دیکھ کر بھاگ گئیں یہ دیکھکر حضور ﷺ مسکرا دئے تب حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا

میرے ماں باپ آپ پر قربان ! آپ کیوں مسکرائے

فرمایا مجھے ان عورتوں پر تعجب ہے جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو بھاگ گئیں۔ عرض کیا حضور ! اس کے لئے آپ ہی زیادہ مناسب ہیں کہ وہ آپ سے ڈریں

آپ نے فرمایا عمر ! تم جس راستے سے چلوگے شیطان

---

[1] حضور ﷺ کے بعد قبائل عرب نے زکوۃ کے دینے سے انکار کر دیا تھا بعض لوگوں نے دعوی نبوت بھی کر دیا تھا ملاحظہ کیجئے ہماری کتاب سیرت اصحاب النبی

وہاں سے بھاگ جائیگا [1]

شیخ نے فرمایا ظاہر حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان حضرت عمرؓ سے ڈرتا ہے اور حضور سے نہیں ڈرتا اور یہ کہ جہاں عورتیں ہوتی ہیں وہاں شیطان ہوتا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں شیطان کے موجود ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے خبر دی ہے کہ عورتیں اپنی کمزوری کی وجہ سے حضرت عمرؓ سے ڈرتی تھیں اور وہ کیوں نہ ڈریں جبکہ شیطان حضرت عمرؓ سے ڈرتا ہے ایسا بھی نہیں ہے کہ شیطان وہاں موجود تھا کیونکہ شیطان حالت معصیت میں ہوتا ہے اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو حضورؐ اس سے روک دیتے

مقام علیؓ شیخ نے بسند متصل حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اے علی! تیرے لئے جنت میں ایک خزانہ ہے اور اے علی تو ذوالقرنین ہے نظر کی پیروی نہ کر تیرے لئے صرف پہلی نظر ہے اور دوسری نظر کی تجھے اجازت نہیں ہے [2]

شیخ نے فرمایا ذوالقرنین کے معنی یہ ہیں کہ اے علیؓ تیرے لئے ملک اکبر (سب سے بڑا ملک) مخصوص ہے اور وہ جنت ہے جیسا کہ ذوالقرنین کے لئے تھا کہ وہ مشرق سے لیکر مغرب تک کا حکمراں تھا اللہ تعالےٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:-

۱- حَتّیٰ اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ — حتی کہ جب وہ سورج غروب

---

[1] متفق علیہ [2] احادیث اور سیرت کی کتابوں میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ	ہونیکی جگہ پہونچا تو پایا اس کو کہ غروب ہوتا ہے ایک دلدل کے چشمہ میں
۲ــ وَاِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا	اور ہم نے قوت دی تھی اس کو زمین میں اور دیئے تھے ہم نے اسکو ہر قسم کے اسباب۔

اس لئے اس نے اول سے لیکر آخر تک پورے ملک کا سفر کیا اسی طرح جنت میں بہت سے ملوک ہیں حضور صلعم نے فرمایا ہے کیا تمہیں جنت کے بادشاہوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ عرض کیا ضرور بتلایئے۔ ارشاد فرمایا

كُلُّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ [ل]	ہر پریشان بال گرد آلود دو چادر والے اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو وہ اس کو رد نہ کریگا۔

اور فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اگر امراء کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہیں تو ان کو اجازت نہ ملے لیکن قیامت میں ان کو ایسا نور حاصل ہوگا اگر تمام اہل سماوات پر تقسیم کردیا جائے تو سب کو ڈھانپ لے گا۔ دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضہ نے روایت کیا ہے کہ:

اور حضرت علی رضہ ان میں سب سے بڑے بادشاہ ہیں اسی کی خبر اللہ تعالیٰ نے بھی دی ہے

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ	اور کہینگے تعریف ہے اللہ کی جس نے سچا کردیا اپنا وعدہ اور وارث کرینگے ہم انکو زمین کا۔ ٹھکانا بنائیں جنت میں جہاں چاہے۔

ل جمع الفوائد

اور تمام اہل جنت کے درجات ہیں اور ان کے مساکن ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے ؛۔

اِنَّ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ	اور اہل جنت کے ایسے ایسے
مَنْزِلَۃٌ کَذَا وَکَذَا	مکانات ہیں

اور حضرت علی رضہ کے ملک کی کوئی انتہا نہیں ہے ان کا مالک تمام جنت ہے وہ جہاں چاہیں رہیں اور حضورؐ کا یہ ارشاد کہ اے علی رضؓ! تمہارے لئے جنت میں خزانہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے خبر دی ہے کہ جنت کا خزانہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ[1] ہے اسکے دو معنی ہیں:

۱۔ جس نے اللہ کی قوت اور حول (قوۃ) کو اختیار کیا اس نے گویا جنت میں خزانہ قائم کر دیا۔

۲۔ یہ کلمات جنت کے خزانوں کے مشابہ ہیں۔ ایسے ہی خواتیم سورۂ بقر کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا ہے

اب رہا نظر کا معاملہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمداً ممنوعات کی طرف نہ دیکھنا چاہیئے اگر بلا قصد و ارادہ کے نظر پڑ جائے تو پھر دوبارہ قصداً اور ارادتاً نہ دیکھنا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا	اگر ہم بھول جائیں یا خطا ہو
اَوْ اَخْطَاْنَا (الآیۃ)	جائے تو آپ مواخذہ نہ فرمائیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے میری امت سے خطا اور نسیان کو اٹھا لیا گیا ہے یعنی اس کو معاف کر دیا گیا ہے اس لئے پہلی نظر خطا اور نسیان میں داخل ہے اور دوسری نظر گناہ میں شمار ہوگی وہ بلا توبہ کے معاف نہ ہوگی۔

---

[1] ابوداؤد۔ ترمذی۔

دوسری حدیث شیخ نے بسند متصل روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے بیان کیا کہ اس نے حضرت علی رض سے کوفہ کی مسجد کے منبر پر یہ سنا کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا

میں آپ کو زیادہ محبوب ہوں یا وہ یعنی حضرت فاطمہ رض

فرمایا وہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تو مجھے اس

سے زیادہ عزیز ہے۔

معلوم رہے محبت صفت محِب کی ہے اور عزیز ہونا صفت عزیز کی ہے تو حضورؐ نے حضرت فاطمہ رض کے بارے میں اپنی صفت محبت کی خبر دی ہے اور حضرت علی رض کے بارے میں ان کی صفت کی خبر دی ہے علاوہ ازیں محبت حضورؐ کی صفت طبعی ہے اور عزیز کے لئے طبع اور نفس میں کوئی اثر نہیں ہوتا بخلاف محبت کے وہ اثر پذیر ہوتی ہے اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ علی رض حضرت فاطمہ رض کے مقابلہ میں زیادہ عزیز ہیں اور یہ صفت علی رض کی ہے اس طرح حضورؐ نے حضرت علی رض کی جلالت قدر اور عظمت کو ظاہر فرمایا ہے

حدیث دیگر شیخ نے بسند متصل حضرت ابوسعید خدری رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَا يَنْبَغِيْ لِمُسْلِمٍ وَلَا يَصْلُحُ	مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ
لَهُ اَنْ يُّجْنِبَ فِي الْمَسْجِدِ	وہ حالت جنابت میں مسجد میں جائے
اِلَّا اَنَا وَ عَلِيٌّ [1]	مگر میں اور علی

---

[1] اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ، ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

شیخ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے دروازے چونکہ مسجد کے اندر کو کھلے ہوئے تھے اس وجہ سے حضورؐ نے ان کو مسجد میں شامل کیا ہے۔ ابن وہب نے سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ میرے والد سے حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا یہ حضورؐ کا دولت کدہ ہے اور یہ حضرت علی رضؓ کا گھر ہے (اس وقت ان دونوں کے دروازے مسجد کی جانب کو کھلے ہوئے تھے) شیخ نے فرمایا کہ چونکہ گھروں میں رہتے ہوئے حالت جنابت بھی ناگزیر ہے اور مسجد ہی کی طرف کو دروازہ ہونے کی وجہ سے ان کا مسجد میں سے گذرنا ناگزیر ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے اور حضرت علی رضؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت عنایت فرما دی تھی۔ ایک حدیث میں مروی ہے:

کوئی دروازہ مسجد میں کو کھلا نہ رہنے دیا جائے بجز ابوبکر صدیق رضؓ کے دروازے کے۔[1]

صورت یہ ہے کہ سب گھروں کے دروازے مسجد کے باہر کو تھے البتہ ان کی کھڑکیاں مسجد کی جانب کو کھلی تھیں آپ نے ان ہی کے بند کرنے کا حکم فرمایا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی کھڑکی ادھر کو کھلی رہنے دیا گیا تھا حضرت علی رضؓ کے دروازہ کا معاملہ ایسا نہیں ہے ان کا دروازہ مسجد ہی کو طرف کو تھا۔

اہل بیت شیخ نے بسند متصل مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معرفت دوزخ سے براءۃ کا ذریعہ ہے۔

اور آل محمدؐ سے محبت کرنا پل صراط سے گذرنے کا ذریعہ ہے

---

[1] متفق علیہ

اور آل محمدؐ سے دوستی عذاب سے امن کا ذریعہ ہے[1]

شیخ نے فرمایا آل محمد سے مراد اہل بیت ہیں۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے دریافت کیا آل محمدؐ کون ہیں؟ فرمایا آل عباس آل علی، آل جعفر[2] اور میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اس روایت میں زید بن ارقمؓ نے روایت کیا ہے آل علی، آل جعفر، آل عقیل، آل عباس۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ آل سے مراد آدمی کی اولاد اور اس کی نسل ہوتی ہے[3]

پس اب معلوم ہونا چاہئے کہ معرفت آل محمدؐ سے مراد ان کے حق کی معرفت ہے کیونکہ معرفت کے حق کا اقتضا یہی ہے ابوالقاسم حکیم نے کہا ہے

معرفت اشیاء میں ان کی صورت ان کی علامت اور ان کے حقائق داخل ہیں

اس معرفت میں یہ جاننا داخل ہے کہ وہ آل علی، آل جعفر، آل عقیل آل عباس ہیں گویا جس نے ان کو جان لیا اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کو جانا اور جب یہ جان لیا تو ان کے وجوب حق کو شناخت کر لیا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے حق اور آپ کی طاعت کو واجب کیا ہے اور جس نے ایسا کیا اس کی دوزخ سے براۃ ہو گئی جیسا کہ حضورؐ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسین رضؓ کے بارے میں فرمایا ہے

جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی[4] اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے

---

[1] یہ روایت مل نہیں سکی [2] تفسیر ابن کثیر سورۂ احزاب ج ۳ ص ۴۸۷ [3] ایضاً [4] یہاں تک متفق علیہ اور اصحاب السنن نے بھی روایت کیا ہے لیکن بعینہ یہ پوری حدیث طبرانی نے حضرت علیؓ کے بارے میں روایت کی ہے۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۱۔

مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

اس لئے معرفتِ حق کا معاملہ بھی یہی ہے کہ آپ نے اپنے حق کی معرفت کی دعوت دی ہے

اور آل محمد سے محبت کرنا پل صراط سے گذرنے کا سبب ہے۔
حدیث میں ہے میں پل صراط کے پاس ہونگا، اور میں میزان کے پاس ہونگا اور میں حوض کے پاس ہوں گا۔[۱] لہٰذا جس نے آپ کی آل سے محبت کی وہ آپ کی آل کے ساتھ ہوگا اور جب آل کے ساتھ ہوگا تو پل صراط سے گذر جائے گا حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کریگا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بنی الحارث بن عبد المطلب کے دو جوان حضورؐ کے پاس آئے اور عرض کیا ہمیں صدقات وصول کرنے پر عامل بنا دیجئے تاکہ ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا

صدقہ محمد اور آل محمد کے لئے حلال نہیں ہے لیکن تھوڑا انتظار کرو

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آل محمد سے مراد بنو ہاشم ہیں اور ان کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ جب لوگ جنت میں داخل ہونگے تو جنت کے دروازہ پر ان کو پہلے داخل کیا جائیگا اور اس وقت ان پر دوسروں کو ترجیح نہ دی جائے گی

اور آلِ محمد سے دوستی دوزخ سے امن ہے، ولایت اور موالات (دوستی) اس کی ضد معادات (عداوت) ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کے بارے میں فرمایا ہے:-

---

[۱] باب حدیث الشفاعت، جمع الفوائد

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ[1] (الحدیث)	الٰہی اس سے دوستی کر جو علی رض سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے

الولایۃ کے معنی صداقت کے بھی ہیں اور ولایت کے معنی نصرت کے بھی ہیں اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ الْکَافِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ — کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔

اور الولایۃ کے معنی اختصاص کے بھی ہیں اور ان تمام چیزوں کا تعلق اختصاص (خصوصیت) ہی سے ہے نصرت، دوستی، محبت، صداقت سب چیزیں اختصاص سے تعلق رکھتی ہیں گویا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت ان کی دوستی بعینہٖ حضور م کی نصرت اور حضورؐ کی دوستی ہے اور اس سے اللہ تعالٰی کی ولایت (نصرت، دوستی، مدد) حاصل ہوتی ہے اور اس کا عذاب سے امن ہونا ظاہر ہے

عذاب کا معاملہ بھی یہ ہے کہ وہ عذاب قبر بھی ہے قیامت کا عذاب بھی ہے غرضکہ جو بھی عذاب ہے سب عذابوں سے امن ہے اور حضرت انس رض نے روایت کیا ہے، حضور م سے صحابہ رض نے دریافت کیا آپ کے آل کون ہیں؟۔ آپ نے فرمایا، تم نے اس چیز کے بارے میں سوال کیا کہ تم سے پہلے کسی نے سوال نہیں کیا تھا فرمایا

آلُ مُحَمَّدٍ کُلُّ تَقِیٍّ — ہر متقی آل محمد ہے۔

پس اتقیاء کی معرفت ان سے دوستی ان کی نصرت انکی مدد عذاب سے امن ہے کیونکہ جو آدمی کسی قوم کے ساتھ مخالطت، محبت اور دوستی رکھتا ہے وہ ان کے افعال اور اخلاق اختیار کرلیتا ہے، گویا آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:-

---

[1] اخرجہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء ص۱۱۹ ۔

جس نے اتقیاء سے تعلق رکھا ان کی اقتداء کی ان کے افعال کو اختیار کیا وہ عذاب سے مامون ہوگیا۔

اور اتقیاء کے افعال میں خاص چیز تقویٰ ہے لہذا اس کو بھی تقویٰ حاصل ہو جائیگا اور یہ بھی متقی ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا — پھر نجات دینگے ہم ان کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور چھوڑینگے ظالموں کو دوزخ میں گھٹنے ہوئے

۲۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا (الآیۃ) — جو ڈرتا ہے اللہ سے کفارہ ہو جائیگا اس کے گناہوں کا اور اس کو بڑا اجر ملیگا

اور جس کو بڑا اجر دیا گیا اور گناہوں کا کفارہ ہوگیا اسکو بڑی کامیابی حاصل ہوگئی۔ لہ

لہ شروع باب میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس حدیث اور اس کی حیثیت سے ہم انکار نہیں کرتے کیونکہ ہماری علمیت ہی کیا ہے کہ جو انکار یا تردید کریں لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ شیعہ راویوں نے اس قسم کی احادیث بہت وضع کی ہیں چنانچہ آیت مبارکہ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (احزاب) سے انہوں نے اہل بیت کی فضیلت پر ان کی معصومیت پر استدلال کیا ہے یہ تسلیم ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں لیکن اہل بیت سے انہوں نے صرف حضرات حسنین رض اور حضرت علی رض اور فاطمہ رض اور ان کی نسل ہی مراد لی ہے اسی کے اوپر حضرت شیخ نے کلام کیا ہے اور آخر میں تحریر کر دیا ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر متقی داخل ہے اور اس باب میں دیگر احادیث بھی ہیں بتفصیل ملاحظہ فرمائیں ابن کثیر ص۴۸۶ ج ۵ یہ حاشیہ اس کی گنجائش نہیں رکھتا ہے۔

اختلافاتِ صحابہؓ کی تاویل اور اسوۂ صحابہؓ

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا	مت جھگڑو! اور نہ بغض رکھو اور
وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا	نہ قطع تعلق کرو! اور اللہ کے
عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ؎	بندے بھائی بھائی ہو جاؤ

بغض سے حضورؐ کا اشارہ گمراہ کن اوصاف اور گمراہ کن آراء کی طرف ہے آپ نے سواد اعظم کی مخالفت سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ دین میں مخالفت ہی بغض کا سبب بن جاتی ہے اس کے علاوہ دوسرے امور میں لڑائی جھگڑے بغض کا سبب نہیں بنتے ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرات صحابہ میں ولایت اور خلافت کے بارے میں نزاعات ہوئے لیکن ان میں آپس میں بغض نہیں ہوا یاد رکھنا چاہیئے مومنین سے بغض رکھنا بہت برا ہے حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہے

اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا ؎	ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

اور اس آیت کو تلاوت فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ	جن لوگوں کو ہماری جانب سے
مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا	پہلے ہی بھلائی ہو چکی وہی اس سے
مُبْعَدُوْنَ ؎	دور ہونگے۔

؎ متفق علیہ ؎ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن سبا اور اسکے ساتھی جو لفظاً ہر مسلمان تھے اور حضرت علی کے لشکر میں تھے انہوں نے ہی حضرت علی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب سیرت اصحاب النبی ؎ یہ آیت سورۂ انبیاء کی ہے اور جنتیوں کے بارے میں ہے حضرت علی رضؓ نے اسکو بطور استدلال کے پڑھا

فرمایا میں ان میں سے ہوں، ابوبکر ان میں سے ہیں۔ عمر اُن میں سے ہیں، زبیر ان میں سے ہیں، طلحہ ان میں سے ہیں، عثمان ان میں سے ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف ان میں سے ہیں اور سعد ان میں سے ہیں، اس کے بعد نماز کھڑی ہو گئی اور اس میں انہوں نے پڑھا

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا[۱] اور نہیں سنیں گے دوزخ کی آواز۔

روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت معاویہ رضؓ کے پاس آیا اور ایک مسئلہ دریافت کیا۔ بولے اس کو حضرت علی رضؓ سے دریافت کرو وہ زیادہ عالم ہیں اس آدمی نے کہا امیر المومنین! میں تو آپ سے جواب چاہتا ہوں فرمایا تیرے اوپر افسوس ہے تو اس آدمی سے کراہت کرتا ہے جس کے علم پر حضورؐ کو اعتماد تھا[۲] حضورؐ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے

أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ — تو میرے نزدیک ایسا ہی ہے
هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى[۳] — جیسا حضرت موسیٰؑ کے نزدیک ہارون تھے

اور حضرت عمر رضؓ بھی جب ان پر کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت علی رضؓ ہی سے دریافت کیا کرتے تھے بہر حال حضرات صحابہ رضؓ کے بارے میں ایسے بہت سے اخبار ہیں باوجودیکہ ان میں خلافت اور ولایت کے بارے میں اختلاف تھا لیکن آپس میں بغض نہیں تھا حضورؐ کے ارشاد کا یہی منشاء ہے بغض مت اختیار کرو۔ یاد رہنا چاہیئے دین میں بدعت اختیار کرنا اور صحیح راستہ سے ہٹ جانے سے بغض پیدا ہوتا ہے اور اسی سے دوستی میں فرق آتا ہے۔ اسی کے بارے

---

[۱] رواہ ابن ابی حاتم تفسیر ابن کثیر ص ۱۹۸ ج ۲ [۲] سیرت اصحاب النبی ص
[۳] مشکوٰۃ شریف مناقب علی رضؓ متفق علیہ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ	جو مخالفت کرے رسول کی ہدایت
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہٗ	ظاہر ہونے کے بعد اور چلے
الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ	مومنین کے راستہ کے علاوہ
سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ	
۲۔ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ	میرے اور اپنے دشمن کافر کو
وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ	دوست نہ بناؤ

اور منافست کے معنی اس جھگڑے کے ہیں جو دنیا میں رغبت کی وجہ سے ہو کیونکہ اگر منافست علم اور عبادت میں ہو تو وہ مطلوب ہے اور اگر دنیا کے بارے میں ہو تو اس کے لئے ارشاد ہے

مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا	جس نے دنیا حلال طور پر زیادتی
حَلَالًا وَمُکَاثِرًا	اور فخر کے لئے کمائی وہ اللہ سے
مُفَاخِرًا لَقِیَ اللہَ وَھُوَ	اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس
عَلَیْہِ غَضْبَانُ[1]	پر غصہ ہوگا

اس لئے دنیا کے بارے میں مناقشہ[2] وہ دنیا میں حریص بنا دیتا ہے

---

[1] رواہ ابو نعیم بیہقی عن ابی ہریرۃ۔ احیاء ص ۲۱۷ ج ۳ [2] لڑائی جھگڑا یاد رہے عام طور پر دنیا طلب مال اور معاش کو قرار دیا جاتا ہے حقیقت یہ نہیں نہ مال مذموم اور نہ معاش مذموم بلکہ انکا بیجا استعمال اور اغراض بیجا مذموم ہیں صرف ان ہی کا ہو رہنا مذموم ہے لیکن اگر ہر چیز کو اس کی حد میں رہنے دیا جائے تو کوئی خرابی نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

التاجر الصدوق حبیب اللہ — سچا تاجر اللہ کا دوست ہوتا ہے

اگر صحیح چیز کو برے مقاصد میں استعمال کیا جائے تو وہ بھی غلط اور بری ہو جاتی ہے روزہ نماز حج وغیرہ اگر ریا اور شمع کے لئے ہوں تو یہی دنیا ہے اور کسب معاش اور طلب مال ... کی نصرت کیلئے ہو تو یہی بہترین آخرت اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے تفصیل آئیگی۔

حضورؐ نے ان ہی چیزوں اور ان کے اسباب سے منع فرمایا ہے۔
اور لَا تَدَابَرُوْا کے معنی بھی لَا تَجَادَلُوْا یعنی جنگ اور لڑائی نہ کرو۔ اور لَا تَغْتَابُوْا کے معنی کسی کی غیبت نہ کرو ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا — کوئی کسی کی غیبت نہ کرے

بلکہ آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہو کیونکہ تم سب اللہ کے بندے ہو بھائی وہ نہیں جو ایک دوسرے سے برسرپیکار رہے بلکہ بھائی وہ ہے کہ ایک دوسرے کے سامنے رہے اور محبت کرے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ — بھائیوں کی طرح تختوں پر آمنے سامنے

یعنی کوئی ایک دوسرے سے اعراض نہ کرے گا۔

حدیث دیگر شیخ نے بسند متصل حضرت جابر رضؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ — فرما دیجئے وہ قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے نیچے سے عذاب بھیجے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ — میں آپ کے باعزت چہرہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

راوی نے بیان کیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ — یا بھڑا دے تم کو ٹکڑیاں کر کے کہ چکھا دے مزا لڑائی کا ایک دوسرے کی۔

تو حضور ؐ نے ارشاد فرمایا یہ آسان ہے[1]

شیخ نے فرمایا اس سے مراد آپس کا اختلاف اور افتراق ہے اور ممکن ہے اس سے خلافت اور ولایت کے اختلاف کی طرف اشارہ ہو یعنی ان کے درمیان فرقت ابدان اور اختلاف نفس واقع ہوگا اور وہ لوگ دنیا کے معاملے میں آپس میں جھگڑا کرینگے لیکن وہ ملت سے خارج نہ ہوں گے

ایک آدمی نے حضرت معاویہ رضؓ سے عرض کیا" اللہ تعالیٰ آپ کی سب سے چھوٹے آدمی، اور سب سے بزدل آدمی، اور سب سے بخیل آدمی سے کفایت فرمائے، یعنی حضرت علی رضؓ سے۔ حضرت معاویہ رضؓ نے فرمایا تیرے اوپر افسوس ہے۔ حضرت علی رضؓ وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے اول تصدیق کی اور وہ سب سے اول ایمان لائے وہ صدیق اکبر ہیں وہ عرب میں سب سے زیادہ شجاع ہیں اور وہ سب سے زیادہ سخی ہیں ان کے پاس نہ سفید رہتا ہے انٹے نہ زرد رہتا ہے اس آدمی نے جواب دیا اگر وہ ایسا ہی ہیں تو ان کو ایک غلام قتل کر دیگا۔

شیخ نے فرمایا اس سے ثابت ہے کہ صحابہ رضؓ میں اختلاف دین کی وجہ سے نہ تھا بلکہ دنیا کی وجہ سے تھا اور وہ دین کے معاملہ میں مجتمع تھے ان میں سے جو بھی والی ہوا اس نے دین کی نصرت کی شرک کو مٹایا، شہروں کو فتح کیا اور کافروں کو مسلمان بنایا اور فسق و فجور کو مٹایا اور دین کی طرف دعوت دی لیکن مناصب دنیا میں متفرق ہو گئے[2] تو اللہ تعالیٰ نے آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ سے آپس ہی میں قتال کرایا حضور ؐ نے ارشاد فرمایا۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر سورۃ انعام جلد ۲ [2] لیکن اختلاف اجتہادی تھا محض طلب دنیا کے لئے نہ تھا

اِنَّ اُمَّتِی اُمَّۃٌ مَرْحُوْمَۃٌ	میری امت، امت مرحومہ اور
مغفورۃ لہا جعل اللہ	بخشی ہوئی ہے اللہ تعالےٰ نے
عَذَابَہَا بِاَیْدِیْہَا فِی	ان کے عذاب کو ان ہی کے ہاتھوں
الدُّنْیَا فَاِذَا کَانَ یَوْمَ	دنیا میں رکھ دیا ہے جب قیامت
القیامَۃِ اَعْطَی اللّٰہُ کل	ہوگی تو اللہ تعالےٰ میری امت
رجلٍ مِن اُمَّتِی رَجُلًا مِن	کے ہر آدمی کو دوسرے دین کا
اَھْلِ الْاَدْیَانِ یَقُوْلُ	ایک آدمی دے گا اور فرمائیگا
ھٰذَا فِدَاءُکَ مِنَ النَّارِ [1]	یہ تیری نجات دوزخ کے لئے فدیہ ہے،

اور ایک دوسری روایت ہے کہ آپ ص نے ارشاد فرمایا

اِنَّ اُمَّتِی اُمَّۃٌ مَرْحُوْمَۃٌ	میری امت امت مرحومہ ہے
اِنَّمَا جُعِلَ عَذَابُہَا فِی	اس کا عذاب قتل، زلزلوں
الْقَتْلِ وَالزَّلَازِلِ وَالْفِتَنِ [2]	اور فتنوں میں رکھ دیا گیا ہے

شیخ نے فرمایا: اور صحابہ رض کا دین کے بارے میں اختلاف تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور دین میں باعث وسعت ہے اور دین میں سے تنگی اور سختی کو دور کرنے کا سبب ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا	الٰہی ہم پر نہ ڈال وہ بوجھ جس کی
طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ	طاقت نہیں

رہی یہ بات کہ حضور ص نے آپس کے اختلاف یعنی قتل وقتال کو آسان قرار دیا ہے وجہ دراصل یہ ہے کہ اگر دین کے بارے میں اور عقیدۂ توحید کے بارے میں اختلاف ہوتا تو قدیم امتوں کی طرح آسمان سے پتھر برستے

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں " اذا کان یوم القیامۃ دفع اللّٰہ الیٰ کل مسلم یہودیاً اونصرانیاً فیقول ھذا فکاکک من النار " [2] مشکوۃ شریف رواہ ابوداؤد

ان کو بجلی اور کڑک اچک لیتی، زمین میں دھنسا دئیے جاتے اور اس عذاب میں وہ بھی مبتلا ہو جاتے جو مرتکب نہ تھے مثلاً بچے اور جنہوں نے کبائر کا ارتکاب نہیں کیا تھا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لوگ بیت اللہ پر حملہ کرنے آئینگے اللہ تعالےٰ ان کو زمین میں دھنسا دیگا کسی نے عرض کیا حضور ہو سکتا ہے بعض ان میں زبردستی لائے گئے ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت میں اللہ تعالےٰ ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق ظاہر کرے گا۔

اور اسی طرح سے ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے۔ شیخ نے فرمایا اس سے ثابت ہے کہ دین میں اختلاف کہ جس کی وجہ سے آدمی کفر اور شرک میں مبتلا ہو جائے وہ زیادہ خطرناک اور زیادہ شدید ہوتا ہے خسف اور قذف سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث میں "ھذا اھون" کا مرجع

یُذِیْقُ بَعْضَکُمْ بَاْسَ	چکھائے گا مزا لڑائی کا بعض
بَعْضٍ	کی بعض سے

ہو اور یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا کی طرف مرجع نہ ہو[1]

---

[1] جس حدیث کی شرح شیخ نے کی ہے اس کے آخر میں ہے ھٰذَا اَیْسَرُ یہ چیز آسان ہے تو اب منشایہ ہے ایسر میں ھذا سے مراد یا تو تفریق امت ہے یا ان کی آپس کی لڑائی تو یہ صاف ظاہر ہے کہ تفریق کی وجہ سے ہی لڑائی اور جنگ ہو گی اور حدیث میں مذکور ہے میں نے تین چیزیں (دوسری روایت میں ہے) چار چیزوں کے لئے دعا کی تھی جن میں سے اللہ تعالےٰ نے تین عطا فرما دیں اور ایک سے منع کر دیا اور جس سے منع کر دیا وہ پہلی چیزوں کے مقابلہ میں آسان ہے

فضیلت امت محمدیہ

شیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی تو اس کو جب پڑھا تو اس میں اس امت کی فضیلت تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی میں نے الواح میں ایک امت کا ذکر پایا ہے جو آخر میں ہوگی لیکن قیامت میں پہلے ہوگی اس کو آپ

۱۔ میری امت بنا دیجئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے

۲۔ پھر عرض کیا میں نے ایک امت کا ذکر پایا ہے وہ سابق ہونگے اور ان کی شفاعت قبول ہوگی اس کو میری امت بنا دیجئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یہ امت محمدؐ ہے

۳۔ پھر عرض کیا الٰہی میں نے یہ بھی لکھا پایا ہے کہ ان کے سینوں میں ان کی کتاب محفوظ ہوگی) اور وہ اس کو پڑھینگے۔ آپ اسکو میری امت بنا دیجئے۔ ارشاد فرمایا یہ امت احمد ہے

۴۔ پھر عرض کیا میں نے لکھا دیکھا ہے کہ ان کے لیئے مال غنیمت حلال ہوگا تو اس امت کو میرے لیئے کر دیجئے فرمایا یہ امت احمدؐ ہے

۵۔ پھر عرض کیا میں نے لکھا دیکھا ہے کہ اگر وہ نیکی کا ارادہ کرینگے تو بلا کیئے نیکی کا ثواب ملیگا اور جو نیکی کرینگے تو دس گنا ثواب ملیگا۔ اس کو میری امت بنا دیجئے! فرمایا یہ امت احمد ہے۔

۶۔ پھر عرض کیا اگر وہ گناہ کا ارادہ کرینگے تو گناہ نہیں لکھا جائیگا اور جب کرینگے تو صرف ایک گناہ لکھا جائیگا تو اس کو میری امت بنا دیجئے! فرمایا یہ امت احمد ہے

۷ پھر عرض کیا انکو اولین اور آخرین کا علم عطا ہوگا وہ مسیح دجال کو قتل کرینگے ان کو میری امت بنا دیجئے ! فرمایا یہ امت احمد ہے
آخر میں فرمایا اچھا تو مجھے امت احمد میں کر دیجئے ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ ! ہم نے آپ کو اپنا رسول بنایا ہے آپ اس پر شکر ادا کریں۔ عرض کیا الٰہی میں راضی ہوں

شیخ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ مرتبہ اور مقام ہے کہ وہ دس فرسخ کے فاصلہ سے اندھیری رات میں چیونٹی کو دیکھ لیا کرتے تھے انہوں نے جب امت محمدیہ کے فضائل اور مناقب کو دیکھا تو رشک ہوا کیونکہ یہ امت مقربین کی امت ہے تو یہ رشک تقرب کی وجہ سے تھا سابقین ہونے کی وجہ سے نہیں تھا۔ شیخ نے اسی طرح تمام نمبرات پر تفصیل وار تاویلات بیان کی ہیں (بیکار طول کی وجہ سے مختصر کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا: اس امت کا علم کثیر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

۱۔ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا	جس کو حکمت دی گئی اس کو گویا خیر کثیر عطا ہوئی۔
۲۔ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ	ہم نے آپ کی طرف کتاب اور حکمت نازل کی۔

حکمت سے مراد قرآن اور فہم قرآن ہے اس کی وجہ سے اس امت کو صفات حق حاصل ہیں اور ایسی صفات ہیں:۔

كَادَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْفُقَهَاءِ اَنْبِيَاءَ [1]	قریب تھا کہ فقہاء انبیاء ہوتے۔

---

[1] یہ حدیث موضوع ہے موضوعات کبیر از ملا علی قاری اس جگہ بھی ناقل سے غلطی ہوئی ہے

اس امرت کی حقانیت اس سے ظاہر ہے کہ قتل دجال کے موقعہ پر ہر پتھر اور ہر پیڑ پکارے گا اے مومن یہ یہودی ہے اسکو قتل کردے[1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امت محمدیہ میں ہونے کی اس وجہ سے درخواست کی کہ یہ امت والے اللہ کے دوست ہیں تو گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو اللہ کے دوستوں میں شمار کرانے کے لئے خواہش ظاہر کی تھی۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس امت میں زمانہ کے اعتبار سے ہونے کی درخواست کی تھی یہ نہیں ہے کہ رسالت کے مقابلہ میں غیر رسالت کو پسند کیا تھا یہ تسلیم کہ اس امت کی فضیلت زیادہ ہے لیکن نبی کا مرتبہ تو کہیں زیادہ ہوتا ہے امت نبی کے مرتبہ کو ہرگز نہیں پہونچ سکتی ہے۔

بعض افاضل نے اس حدیث سے انکار کیا ہے اور یہ ان لوگوں کا وہم اور اتباع نفس ہے انہوں نے کہا ہے نبی یہ کیسے سوال کرسکتا ہے کہ وہ ولی ہو جائے اور مرسل الیہ بنا دیا جائے بلکہ بات یہ ہے کہ نبی کا "ان میں ہونا" سے زوال نبوت لازم نہیں آتا کیونکہ ایک زمانہ میں دو نبی ہو سکتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام تھے اور ایسے ہی حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے اور حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام تھے تو یہ بھی جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے ہوئے بھی رسول اور نبی ہی رہتے اس صورت میں ان کی شریعت شریعتِ محمدی ہی ہوتی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں حضرت لوط علیہ السلام کے لئے بھی شریعت

---

[1] مشکوٰۃ شریف فتنہ دجال

ابراہیمی ہی تھی. حضرت ابن عباس رضہ نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت عیسیٰ ؑ اگر زندہ ہوتے تو ان پر میری اتباع واجب تھی لہ

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن حدیث مرفوع کے مثل ہے اور اہل علم اور اہل اثر کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان دنیا سے اتریںگے اور دجال کو قتل کرینگے تو یہ نہیں ہے کہ وہ مرتبہ نبوت سے اتر جائینگے اسی طرح سے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا معاملہ ہے اگر وہ اس امت میں ہوتے تو نبی اور رسول ہی رہتے اگرچہ ان کی شریعت منسوخ ہوجاتی. اور ثقہ اور عادل راویوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں احادیث روایت کی ہیں وہ احادیث صحیح ہیں کہ وہ اس امت میں رہتے ہوئے بھی نبی اور رسول ہونگے ان کی طرف وحی آئے گی چنانچہ روایت کیا ہے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں منارۂ شرقی سے فرشتوں کے پروں پر اتریںگے کہ ان کے سر پر سے پانی کے قطرات ٹپکتے ہونگے اور وہ موتی کی طرح صاف اور شفاف ہونگے ان کی خوشبو سے کافر مرجائینگے اور ان کی خوشبو انکی نظر کی حد تک جائے گی. حضرت عیسیٰ ؑ دجال کو مقام لد کے قریب قتل کرینگے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس وحی آئے گی کہ ہمارے بندوں کو طور پہاڑ کے قریب جمع کردو اور اس کے بعد اللہ تعالےٰ یاجوج ماجوج کو پیدا فرمائیگا. ٢ه

لہ جمع الفوائد باب الاعتصام ٢ه جمع الفوائد علامات قیامت.

اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قریب ہے کہ تمہارے درمیان حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے وہ حکم اور مقسط (انصاف کرنے والے اور حکم کرنے والے) ہونگے۔ صلیب کو توڑ دینگے خنزیر کو قتل کرینگے اور جزیہ مقرر فرمائینگے۔ اور مال اتنا بہے گا کہ کوئی قبول نہ کریگا ؎

اور یہ حدیث حسن صحیح ہے اس کے علاوہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت احادیث ہیں جنکو ائمہ فن نے روایت کیا ہے ان کو صرف معاندہی رد کرسکتے ہیں اور جابر بن عبد اللہ رضہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جس نے خروج مہدی کا انکار کیا اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور جس نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اس نے کفر کیا اور جو قدر خیر اور قدر شر پر ایمان نہ لایا اس نے کفر کیا (یعنی جو کچھ اچھا ہوتا ہے یا برا وہ تقدیر الٰہی ہے)

شیخ نے فرمایا جب یہ بات جائز ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدی میں ہونگے اور اس کے باوجود وہ نبی اور رسول ہی ہونگے اور ان کی طرف وحی بھیجی جائیگی تو یہی معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اگر قیاس کرلیا جائے تو کیا بات ہے۔ حضرت موسیٰ نبی اور رسول ہونگے اور ان کی شریعت شریعت محمدی ہوگی۔ اور یہ بھی

؎ متفق علیہ۔

ممکن ہے کہ حدیث شریف کے یہ معنی ہوں جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے :

۱۔ وَ آتُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ — اور آئینگے وہ جہاں سے چاہیگا اللہ تعالے۔

یعنی "فی حیث" مراد فرج ہے۔

۲۔ قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ — فرما دیجئے! بتلاؤ بھی اپنے شریکوں کو جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا دکھلاؤ مجھے کیا پیدا کیا انہوں نے زمین میں

یعنی "فی الارض" یعنی زمین میں (یعنی حدیث کے معنی بالفرض کر کے بیان کئے جائیں تب بھی کوئی خلافِ اصل بات لازم نہیں آتی کہ جسکی وجہ سے حدیث کا انکار کیا جائے۔

حدیث دیگر شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک آدمی کا انتقال ہوگیا لوگوں نے اس کی بہت تعریف کی تو آپؐ نے فرمایا "وجبت" واجب ہوگئی

جب دوسرے کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو آپ نے فرمایا "وجبت" واجب ہوگئی اس وقت حضرات صحابہؓ نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا

أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ لے — تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو

شیخ نے فرمایا اللہ تعالے نے اس امت کو دوسری امتوں کا گواہ قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے۔

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ — ایسے ہی کیا ہے ہم نے تم کو امت وسط تاکہ ہو تم لوگوں پر گواہ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت میں ہر ایک نبی کو بلایا جائیگا اور دریافت کیا جائیگا کیا تم نے تبلیغ رسالت کی؟ عرض کرینگے ہاں! دریافت کیا جائیگا تمہارے گواہ کون ہیں۔؟ بولینگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت "آپ نے ارشاد فرمایا پس تم ان کی گواہی دوگے اس آیت کے یہی معنی ہیں لہ

وسط کے معنی عدل کے ہیں اللہ تعالےٰ نے جب اس امت کو گواہ قرار دیا تو گویا ان کو صفتِ عدل سے بھی نوازا اور عادل کی شہادت قبول ہوتی ہے اور اس پر فیصلہ واجب ہوتا ہے اگرچہ وہ خلاف واقعہ بات کہیں کیونکہ حاکم پر صرف اس قدر واجب ہے کہ وہ عادل کی شہادت پر فیصلہ کردے پس اس امت کا عدل قرآن سے ثابت ہے اور خود حضور ؐ نے ان کا تزکیہ فرمایا ہے ارشاد ہے

۱۔ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا — اور رسول تمہاری گواہی دیگا۔

۲۔ اَنْتُمْ خَيْرُ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ — تم خیر امت ہو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو

پس اللہ تعالےٰ نے اس امت کا وصف بیان کیا ہے اور دوسری امتوں کے لئے فرمایا ہے

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ — کیا حکم دیتے ہو لوگوں کو نیکی کا اور بھلا دیتے ہو اپنے کو۔

لہ تفسیر ابن کثیر ص۱۹۱ ج ۱ از حاکم۔

اس صفت پر یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب تھے مومنین کے اوصاف وہ ہیں جن کو بیان کر دیا گیا ہے اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجبت، وجبت۔

" زبانِ خلق کو نقارہ خدا سمجھو " (مترجم)

ایک مرتبہ حضورؐ ایک جنازہ کے لئے جا رہے تھے لوگوں نے مرنے والوں کی خوب تعریف کی حضرت جبرئیلؑ حضورؐ کے پاس آئے اور عرض کیا

" مرنے والا ایسا نہیں ہے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں"

وہ آدمی چھپ کر یہ کرتا تھا اور اعلانیہ یہ کرتا تھا[۱] لیکن اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تصدیق کی اور اس کو معاف کر دیا اللہ تعالیٰ چاہے تو مستحق عذاب کو معاف کر دے

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ — وہی اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی معاف کرنے والا ہے

حدیث دیگر حضرت شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں
اس کا اول بہتر ہے یا اس کا آخر بہتر ہے[۲]

اور حضرت ابوہریرہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ صحابہ رضؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ آدمیوں میں بہتر کون ہے؟ فرمایا

اَنَا وَمَنْ مَعِیَ — میں اور جو میرے ساتھ ہیں۔

---

[۱] اصل روایت جس کو حاکم نے روایت کیا ہے یہ نہیں بلکہ یہ ہے فقال الرجل اللہ اعلم بالسرائر الحدیث آدمی نے کہا اللہ تعالیٰ چھپے ہوئے کو جانتا ہے ابن کثیر از حاکم ج ۱ ص ۱۹۱

[۲] مشکوۃ شریف و جمع الفوائد۔

پھر عرض کیا، پھر کون ؟ فرمایا پھر ان کے بعد والے !
پھر عرض کیا، پھر کون ؟ فرمایا پھر ان کے بعد والے !
پھر سوال کیا تو حضور صلعم نے جواب نہیں دیا [1]

شیخ نے فرمایا پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ امت اوصاف میں یکساں اور مشابہ ہوگی اور جب احوال اور اوصاف میں قربت اور مشابہت پائی جائے تو یہ بھلائی اور خیر کی علامت ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا ؛ بہترین انسانوں میں میں اور جو میرے ساتھ ہیں تو اب یہی حکم دینا واجب ہے اور اسی خبر کے مطابق حکم لگایا جائیگا یعنی آپ کے بعد مرتبہ میں حضرات صحابہ اور پھر ان کے بعد تابعین ہیں

یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تاویل کی جائے کہ یہ امت حکم کے اعتبار سے مساوی ہے یعنی خیریت اور بھلائی میں اس امت کا آخر اول کے برابر ہے کیونکہ ان کے درمیان قرآن موجود رہے ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاچکے ہیں وہ حضور صلعم پر ایمان لائے انہوں نے حضورؐ کی تصدیق کی انہوں نے حضور صلعم کی مدد کی ہجرت کی۔ یہ تمام افعال آخر امت میں بھی پائے جاتے ہیں اور پائے جائینگے باوجودیکہ زمین میں فساد پھیل جائیگا۔ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک زمین پر اللہ اللہ کہنے والا باقی رہے گا (مشکوٰۃ)

۲۔ اسلام غریب پیدا ہوا ہے اور وہ آخر میں غریب ہی رہ جائیگا جیسا کہ شروع میں تھا پس غربا قابل مبارکباد ہیں۔ (مشکوٰۃ)

---

[1] رواہ حاکم۔ اس کے ہم معنی حدیث متفق علیہ ہے۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ غریب کون ہیں؟ آپ نے فرمایا قبائل سے دور رہنے والا جب معاملہ اس منزل پر آجائے تو اس وقت ایمان رکھنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایمان لانے والا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی مومنین کے ایمان بالغیب کی تعریف کی ہے ارشاد فرمایا ہے

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ایمان لاتے ہیں غیب پر

حضورؐ کے صحابہؓ کا ایمان عیناً اور مشاہدۃً تھا کیونکہ ان کے سامنے وحی نازل ہوتی تھی وہ آیات اور معجزات کا مشاہدہ کرتے تھے اور آخرین امت محض سن کر غیب پر ایمان رکھتے ہیں اسی وجہ سے یہ لوگ سب سے بہتر ایمان والے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ تم جانتے ہو سب سے بہتر ایمان کس کا؟ عرض کیا فرشتوں کا۔ فرمایا ملائکہ کیوں نہ مومن ہوتے وہ تو سب کچھ مشاہدہ کرتے ہیں۔ پھر بولے نبیوں کا ایمان افضل ہے۔ فرمایا انبیاء کا ایمان کیوں نہ افضل ہو ان پر وحی اترتی ہے۔ پھر بولے حضور آپ کے صحابہؓ کا ایمان بہتر ہے فرمایا ان کا ایمان کیوں نہ بہتر ہو وہ مجھے دیکھتے ہیں۔ فرمایا بہتر ایمان ان کا ہے جو مجھ پر میرے بعد ایمان لائینگے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا وہ میرے بھائی ہیں[1]

ایسے زمانہ میں ایمان پر قائم رہنے والا بہت افضل ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

۲۔ اختلاف اور بگاڑ کے وقت میری سنت کو اختیار کرنے والا مثل چنگاری کو ہاتھ میں لینے کے ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] ایضاً باب تغیر الناس

۳۔ آخر زمانہ میں ایمان کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہونا پڑیگا جیسا کہ پہلے مومنین کو ایمان قبول کرنے کی وجہ سے اذیتوں میں مبتلا ہونا پڑا [۱]

اس لئے جب ان اوصاف میں مساوات اور برابری ہے تو خیریت (فضیلت) میں بھی برابری اور مساوات ہے۔ حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ ہم حضور ص کے زمانہ میں حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر رض، پھر حضرت عثمان رض کو سب سے افضل جانا کرتے تھے پھر کسی کو افضل نہیں جانتے تھے [۲]

حضرت ابن عمر رض نے خبر دی ہے کہ وہ بقیہ صحابہ رض کے درمیان برابری جانتے تھے نہ کہ دیگر انسانوں کے درمیان۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضور ص کے زمانہ میں سب ہی بہتر نہیں تھے کہ سب میں تو ابوجہل امیہ بن خلف، مسیلمہ کذاب۔ طلیحہ اسدی اور دیگر مشرکین بھی تھے بلکہ بہترین انسان بعض تھے نہ کہ سب۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خیر الناس میں ابوبکر رض، عمر رض، عثمان رض (جیسا کہ حضرت ابن عمر رض نے فرمایا ہے) اور حضرت علی رض تھے (جیسا کہ اکثر اہل علم کا مذہب ہے) بہر حال دونوں فریق کے نزدیک ان کے علاوہ دیگر مسلمین برابر ہیں (یہ تو اولین امت ہیں آخرین امت کے بارے میں فرماتے ہیں)

اور اس امت کے آخری لوگ وہ ہیں جو دجال سے جنگ کرینگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرینگے اس طرح وہ انصار النبی علیہ السلام ہیں۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی نے فرمایا ہے کہ ایک دن ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے فرمایا

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] مشکوٰۃ شریف مناقب صحابہ رض

کاش کہ! میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتا ہم نے عرض
کیا کیا ہم آپ کی امت میں آپ کے بھائی نہیں ہیں
ہم نے آپکے ساتھ ہجرت کی آپ کی نصرت کی، آپ کی اتباع
کی آپ کی تصدیق کی۔ آپنے پھر وہی فرمایا اور ہم نے پھر
یہی عرض کیا۔ پھر آپ نے یہی فرمایا اور ہم نے پھر یہی عرض
کیا۔ آپ نے فرمایا بیشک! لیکن میرے بھائی وہ ہیں
جو میرے بعد ہونگے اور تمہاری طرح مجھ پر ایمان لائینگے
اور تمہاری طرح مجھ سے محبت کرینگے اور تمہاری طرح
میری نصرت کرینگے اور تمہاری طرح میری تصدیق کرینگے
پس کاش میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتا۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ ہم نے عرض کیا کیا ہم آپ کے بھائی
نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا:

لَا اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ[1] نہیں تم میرے صحابہ ہو

ابو ثعلبہ حبشی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ جب تم دیکھو کہ
لوگ دین میں خیانت مال سے محبت کرنے لگے ہیں۔
اور لوگوں نے خود رائی کو اختیار کر لیا ہے اس وقت تم
اپنے نفس کے ساتھ یکسو ہو جاؤ! اس وقت دین پر جو
ہونگے ان کا اجر اُن کے پچاس عامل کی برابر ہوگا۔
فرمایا نہیں بلکہ تمہارے پچاس عامل کی برابر ہوگا[2]

اس سے معلوم ہوا کہ اس امت کے آخر والے کا اجر اور ثواب اس امت
کے پہلوں سے بڑھا ہوا ہوگا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بقیہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] مشکوٰۃ شریف باب الامر بالمعروف از ترمذی و ابن ماجہ

۱۔ ہر چیز کا اقبال اور ادبار (آگا پیچھا) ہے اور اس دین کا بھی اقبال اور ادبار (یعنی ابتدائی زمانہ اور آخری زمانہ) ہے

۲۔ افضل امت اول اور آخر کی ہے اور درمیان میں کی زیادہ پن ہے۔

۳۔ ایک قوم میرے بعد ہوگی جو کتاب اللہ سے محبت رکھے گی اس پر ان کا ایمان ہوگا اور وہ اس کی تصدیق کرینگے وہ تم سے بہتر ہونگے [1]

شیخ نے فرمایا اس امت کے آخر والے بعض صحابہ رضی سے افضل ہونگے لیکن اسی کے ساتھ صحابہ رضی کی فضیلت میں جو احادیث ہیں مثلاً

لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِی فَوَالَّذِی	میرے صحابی کو گالی نہ دو قسم خدا
نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْاَنَّ اَحَدَکُم	کی اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ
یُنْفِقُ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا	کے برابر سونا خرچ کرے تو ان
مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ [2]	کے مد کے برابر نہ ہوگا

اس سے فضیلت سابقین اسلام کی ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے

لَا یَسْتَوِی مِنْکُمْ مَنْ	نہیں برابر تم میں سے وہ جنہوں
اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ	نے فتح سے پہلے خرچ کیا
وَقَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ	اور جہاد کیا یہ لوگ درجہ
دَرَجَۃً مِنَ الَّذِیْنَ	میں ان سے بڑے ہیں
اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا	جنہوں نے بعد میں خرچ کیا
(حدید)	اور جنگ کی۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] مشکوٰۃ شریف

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ انفاق اور ایمان میں سابق ہیں وہ افضل ہیں

یاد رہے السبق (سابق ہونا) دو اعتبار سے ہوتا ہے سابق اعمال سابق الزمان۔ سابق الزمان والوں کو بہر حال فضیلت حاصل ہے اور اس میں ان کے کسب کو دخل نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس جگہ آخر امت سے مراد زمان کے اعتبار سے ہے اس لئے جس نے حضور م کے ساتھ رہ کر قتال کیا اور آپ کے ساتھ رہ کر انفاق (خرچ) کیا اسکو سبقت کی وجہ سے فضیلت ہے لیکن نفس قتال اور نفس انفاق اس کا تعلق کسب سے ہے اس میں آخر اور اول دونوں برابر ہوں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لئے صحابہ رض کے انفاق اور قتال کو سبق زمان کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کے مد کے برابر نہیں ہو سکتا الخ

اب رہی یہ بات کہ آپ نے امت کو بارش سے تشبیہ دی ہے اس میں اقوال اور افعال اور انفاق اور وہ چیزیں جو از قبیل اکتساب ہیں داخل ہیں پس اس اعتبار سے اوّل اور آخر سب برابر ہیں اسی اعتبار سے مفردون کے معنی ہونگے اور یہی معنی خیر الناس کے باعتبار سبقت زمان کے ہونگے۔ بہر حال انبیا اور مرسلین کو چھوڑ کر اور ان کو چھوڑ کر جن کے نام کے ساتھ نص وارد ہوئی ہے سب کے لئے یہی تاویل ہوگی۔

اقسام امت

شیخ نے بسند عبد العزیز بن یمانی روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ ایک شب میں نے حضور م کو بستر پر نہ پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کے سر پر تین نور تھے۔ جب آپ

نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تو کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں عائشہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو نے تین نور دیکھے ہیں میں نے عرض کیا ہاں دیکھے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس میرے رب کا فرستادہ آیا تھا اور اس نے مجھے بشارت دی تھی کہ میرا رب میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب اور بلا عذاب کے جنت میں داخل کریگا۔

پھر دوسرا آیا تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرستادہ تھا اس نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کی جگہ ستر ہزار بغیر حساب اور بلا عذاب کے جنت میں داخل کریگا۔

پھر تیسرا نور آیا تو اس میں بھی مجھے بشارت تھی کہ آپ کی امت میں سے دونوں ستر ہزار میں سے ہر ایک کے بدلہ ستر ہزار کو جنت میں بلا حساب اور بلا عذاب کے داخل کریگا

میں نے عرض کیا اے اللہ! میری امت اس تعداد کو نہ پہونچے گی فرمایا آپ کے لئے وہ لوگ تعداد پورا کر دینگے جو نہ روزہ رکھینگے اور نہ نماز پڑھینگے [1]

شیخ نے فرمایا امت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ ہیں۔ بعض حضرات نے تو یہ فرمایا ہے اس میں اہل ملت داخل ہیں۔ دوسرے لوگوں نے فرمایا ہے امت وہ جن کی طرف نبی مبعوث

---

[1] یہ حدیث مجھے معلوم نہیں لیکن باب الحوض والشفاعت میں اور دوسری احادیث ہیں جو اس مضمون کو پورا کرتی ہیں۔

ہوا ہے اور جن پر دعوت کی حجت قائم ہو چکی ہے بس اس میں وہ لوگ (اعراب) بھی داخل ہیں جن سے یہ تعداد پوری ہو گی۔ ان پر حجت لازم ہو گئی اور انہوں نے دعوت کو قبول کیا ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ جن کی طرف کوئی نبی مبعوث ہوا وہ امت ہے لیکن ان کے احوال میں اختلاف ہے

(۱) وہ اہل ادیان، اور اہل کتاب اور مشرکین جنکی طرف نبی مبعوث ہوا لیکن انہوں نے دعوت کو قبول نہ کیا تو یہ ہرگز ہرگز جنت میں داخل نہ ہونگے

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ.	یہاں تک کہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکہ میں

۲۔ وہ لوگ جن کو دعوت دیگئی اور انہوں نے دعوت کو قبول بھی کرلیا لیکن دعوت پر عمل نہیں یہ لوگ توحید اور رسالت کو قبول کر لینے کی وجہ سے مومن ہیں یہ لوگ امت دعوت اور امتِ اجابت ہیں یہ لوگ امت اتباع نہیں ہیں۔

۳۔ وہ لوگ جنہوں نے دعوت کو قبول کیا اور اس پر عمل بھی کیا یہ امتِ اجابت اور امتِ دعوت اور امتِ اتباع ہیں۔ پس اعراب جنہوں نے دعوت کو قبول کیا لیکن اس پر عمل نہیں کیا یہ لوگ امت اجابت تو ہیں لیکن امت اتباع نہیں ہیں کیونکہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر نہیں چلے۔

پس حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اعراب (وہ لوگ جنہوں نے دعوت کو قبول کیا لیکن عمل نہیں کیا یہ) امت اتباع نہیں ہیں لیکن آپ کی امت کی تعداد کو پورا کرنے والے ہیں اور حضور ؐ نے جو فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو میری اتباع کرتے ہیں وہ میری امت ہیں اور

وہ اس قدر (یعنی اس تعداد میں نہیں ہیں اس تاویل کی طرف حدیث کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔

مَنْ لَا یَصُوْمُ وَلَا یُصَلِّی — جو لوگ نہ روزہ رکھتے ہیں اور نہ نماز پڑھتے ہیں

۔ اور اس معنی کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جسکو حضرت ابوہریرہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے جس نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ کہا اور اس کی موت اس حالت میں ہوئی کہ اس کو اس بارے میں کوئی شک نہ تھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

طبقات امت | شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صؐ نے ارشاد فرمایا، میری امت کے پانچ طبقات ہونگے اور ہر طبقہ چالیس سال کا ہوگا

۱۔ میرا طبقہ اور میرے صحابہ رضؓ اہل علم و ایمان کا طبقہ
۲۔ دوسرا طبقہ ۸۰ سال تک ہے وہ صلہ رحمی اور اہل تقویٰ کا طبقہ ہے
۳۔ تیسرا طبقہ ایک سو بیس ۱۲۰ سال تک ہے یہ طبقہ اہل تراحم اور اہل تواصل کا طبقہ ہے
۴۔ چوتھا طبقہ ۱۶۰ سال تک ہے یہ اہل تقاطع اور اہل تدابر کا طبقہ ہے
۵۔ پانچواں طبقہ ۲۰۰ سال تک ہے یہ اہل ہرب اور اہل ہرج کا طبقہ ہے اس زمانے میں کتے کے بچہ کی پرورش تیرے بچہ کی پرورش سے بہتر ہوگی [۱]

---

[۱] یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ باوجود تلاش کے نہیں ملی شیخ نے جو تشریح معنی کے اعتبار سے کی ہے اس کا مطلب یہ ہے ان اوصاف کے لوگ اتنے اتنے وقت میں کثرت سے ملینگے جب ایک طبقہ چالیس سال کا گذر جائیگا (باقی حاشیہ صفحہ ۲۴۹ پر)

شیخ نے فرمایا علم وہ چیز ہے جس سے کسی چیز کی اصلیت اور حقیقت معلوم ہوتی ہے اور ایمان اور یقین وہ تصدیق کا نام ہے علم قلب کے لئے ایسے ہی ہے جیسا کہ آنکھ سر کے لئے اور جس چیز کا ادراک آنکھ کرتی ہے اس کو رویت کہتے ہیں اور جس چیز کا ادراک قلب کرتا ہے اس کو علم کہتے ہیں اور یقین فواد (چشم قلب) کے لئے ایسے ہی ہے جیسا کہ علم قلب کے لئے۔ اس طرح جس چیز کا ادراک فواد کرتا ہے اس کا نام یقین ہے۔ داخل قلب کا نام فواد ہے اور ظاہر قلب کا نام صدر ہے اس تشریح کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ پہلے طبقہ جسکے بارے میں حضور ص نے ارشاد فرمایا ہے

وہ میرا طبقہ اور میرے صحابہ رض اہل علم اور ایمان کا طبقہ ہے

اس سے مراد اہل دل اہل مکاشفہ اور اہل مشاہدہ ہیں اس لئے کہ کسی چیز کا علم شئے معلوم کے کشف کے بعد ہی ہوتا ہے جس طرح سے آنکھ

(بقیہ حاشیہ متعلقہ ص ۲۴۸) تو دوسرے چالیسویں طبقہ میں اپنے سے مقدم والے طبقہ کے اوصاف کے لوگ کم ہو جائینگے اور جاری ہے جب آخری طبقہ آئیگا جو دوسوویں سال کا ہو اسمیں اکثریت جنگجو اور قتل و غارتگری کرنے والوں کی ہو جائیگی اور قیامت تک ان ہی لوگوں کا غلبہ رہیگا اور اہل خیر لوگ بہت کم ہو جائینگے بعض احادیث میں ان کی تعداد کی مثال دی ہے جیسے بالکل سیاہ بیل میں ایک چھوٹا سفید داغ ہوتا ہے۔ کتاب الفتن میں دوسری احادیث تو ہیں مثلاً اسلام کی چکی ۳۵ سال یا ۳۶ سال یا ۳۷ سال چلے گی الخ مشکوۃ شریف اور ایسے ہی مدت خلافت تیس سال قرار دیا ہے اور اس کے بعد ظالم شہنشاہیت کا دور ہوگا۔ لیکن شیخ نے جو روایت نقل کی ہے وہ نہیں ہے شیخ چونکہ بہت بڑے محدث ہیں (جیسا کہ حوالوں سے ظاہر ہے) انکی بیشتر مرویات صحیح اور جس میں اور متداول کتابوں میں ملتی ہیں بعض احادیث ایسی ہیں جو مجھے نہیں ملیں اور میرا علم ہی کیا ہے؟ اسلئے حدیث سے انکار نہیں ہے

کے سامنے سے جب موانع ختم ہو جائیں تب ہی رویت حاصل ہوتی ہے اور یقین فواد کے مشاہدہ کا نام ہے اس طرح جس قلب میں یقین اور مشاہدہ ہو اس قلب کو قلب سلیم کہتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :۔

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ الآیۃ	جو آیا اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر۔

اور مشاہدہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ	اور ڈالا کان کو اس طرح کہ مشاہدہ کرتا ہے۔

اور اسی مشاہدہ قلبی کو رویت قلبی قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے :۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی	نہیں جھٹلایا رسول کے دل نے جو کچھ دیکھا۔

اس سے مراد رویت حقیقی ہے اس طرح علم اور ایمان دونوں قلب سلیم کی صفت ہیں گویا حضور ؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس طبقہ میں اہل علم اور اہل ایمان داخل ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم عطا کیا ہے۔ اسی کے بارے میں حضرت حارثہ نے فرمایا ہے :۔ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے اس طرح شناخت کیا گویا اپنے رب کے عرش کا مشاھدہ کر رہا ہوں اور اہل جنت کو جنت کی نعمتوں میں اور اہل دوزخ کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضؓ نے فرمایا ہم اپنے رب کو اس مکان (طواف کرتے ہوئے) میں دیکھتے ہیں۔ اور حضرت علی رضؓ نے حضرت ابن عباس رضؓ کے بارے میں فرمایا وہ گویا غیب کو دیکھتے ہیں [۱]

---

[۱] یہ اثر احیاء علوم میں مشاہدات کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

بہرحال یہ حالات اوسط درجہ کے صحابہ رض کے ہیں لیکن حضرت صدیق اکبر رض اور حضرت فاروق اعظم رض حضرت عثمان غنی رض، حضرت علی مرتضٰے رض اور حضرات عشرہ مبشرہ اور اصحاب شجرہ ان کے مراتب کا کیا ٹھکانا ہے (شیخ نے فرمایا) حضرت ابن مسعود رض نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے جب قلوب کی طرف دیکھا تو سب قلوب میں حضور ص کے قلب کو اعلٰی اور ارفع پایا اس کو اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا پھر دیکھا تو حضرات صحابہ رض کے قلوب کو حضور ص کی صحبت کے لئے منتخب کیا (اس کے بعد یہ ہے کہ پس جسکو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جس کو مسلمان برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بُری ہے۔

۲۔ دوسرے طبقہ سے مراد ارباب نفوس اور اہل مجاہدہ ہیں جنکو اہل تقویٰ اور نیکیوں والے (اہل البر) قرار دیا ہے۔ مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالٰی کے ساتھ اخلاص کا معاملہ رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰے نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا	نیکی یہ نہیں کہ منھ کرلو اپنا مشرق کی
وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ	جانب یا مغرب کی جانب ا نیک
وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ	وہ ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور
مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ	آخرت کے دن پر
الْاٰخِرِ (الیٰ قولہ)	(الیٰ قولہ)
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا	یہی لوگ ہیں سچے اور یہی لوگ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ	ہیں متقی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل بر سے مراد اللہ تعالٰے کے ساتھ اخلاص رکھنے والے ہیں دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے

۱۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (الآیۃ) — جنہوں نے ہمارے لئے جہاد کیا ہدایت دینگے ہم ان کو اپنے راستوں کی

۲۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى — لیکن جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اور روکا نفس کو خواہشات سے پس جنت اس کا ٹھکانا ہے

اسی کا نام حسن التقویٰ (اچھا تقویٰ) ہے اس طرح طبقہ ثانیہ میں اہل معاملات اور اصحاب مجاہدات (اولیاء اللہ) داخل ہیں۔

تیسرے طبقہ کی صفت تراحم اور تواصل قرار دی ہے (یعنی آپس میں رحم اور شفقت سے پیش آنے والے اور آپس میں جوڑ رکھنے والے) اس میں وہ لوگ داخل ہیں جو اللہ کے ساتھ معاملہ دنیا کے ذریعہ رکھتے ہیں یعنی اہل دنیا کے ساتھ نیکی اور شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ لوگ مشاہدہ میں پہلے طبقہ کے لوگوں کے مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتے۔ اس طرح ان تینوں طبقات کا خلاصہ یہ ہے

۱۔ طبقہ صحابہ میں ارباب القلوب اور اہل مشاہدہ داخل ہیں
۲۔ دوسرا طبقہ ارباب معاملہ اور اہل مجاہدہ کا (یعنی اولیاء اللہ کا طبقہ)
۳۔ تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو اہل دنیا کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرتے ہیں (یہ تین طبقے اہل خیر کے ہیں اور دو طبقہ اہل شر کے ہیں وہ یہ ہیں)
۴۔ چوتھا طبقہ جھگڑے باز اور فسادی لوگوں کا ہے۔ یہ لوگ رغبت دنیا کی وجہ سے گویا آخرت سے بالکل دور ہو گئے ہیں گویا آخرت سے پشت کر لی ہے اور اس سے قطع تعلق کر لیا ہے اسوجہ سے یہ لوگ اہل تقاطع اور اہل تدابر ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:-

مجھے تمہارے فقر سے اتنا خوف نہیں جتنا تمہاری دنیا سے خوف ہے جب وہ تمہارے لئے پھیلا دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلوں پر پھیلا دی گئی تھی وہ اس میں جھگڑے اور ہلاک ہو گئے ایسے ہی تم بھی جھگڑو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے [۱]۔

ایک دفعہ حضورؐ اہل صفہ کے پاس تشریف لائے اور السلام علیکم کیا۔ اہل صفہ نے جواب دیا وعلیک السلام یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا حال ہے؟ عرض کیا، ہم اسلام پر ہیں۔ آپ نے فرمایا تم پر ایک زمانہ ایسا آئیگا تم آپس میں حسد کرو گے اور بغض رکھو گے اور لڑو گے۔

شیخ نے فرمایا۔ اس طرح تقاطع اور تدابر کا سبب دنیا ہی ہے اور اسی کے بارے میں لوگ آپس میں لڑتے ہیں اور قطع تعلق کرتے ہیں۔

۵- دنیا کی وجہ سے ایسی لڑائی جس کی وجہ سے قتل و غارت ہونے لگے اسکو اہل ہرب اور اہل حرج قرار دیا ہے اسی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں کتیا کا بچہ پالنا اپنے بچہ کی پرورش سے زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ کتیا کا بچہ پرورش کی وجہ سے پالنے والے سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور اپنا بچہ باعث قتل اور خصومت ہوتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

آخرت میں مقام امت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے رب کو بالکل اعیاناً واضح طور پر دیکھو گے اور آپؐ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا جیسا کہ اس

چاند کو دیکھتے ہو اور تمہیں اس کے دیکھنے میں کوئی مزاحمت اور وجہ انکار نہیں ہے (یعنی یہ بالکل واضح اور کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جس میں کوئی تردد کی بات ہی نہیں ہے [۱]

جب قیامت ہوگی اور اولین اور آخرین جمع ہونگے اعلان کرنے والا اعلان کریگا جو خدا کے سوا غیر کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے چنانچہ ان کے خداؤں کو ان کے سامنے کر دیا جائیگا اور وہ ان کے پیچھے ہو جائیں گے اور ان کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا

جب یہ امت باقی رہ جائے گی ان سے کہا جائیگا تم کیوں رہ گئے جبکہ دوسرے لوگ چلے گئے! کہینگے ہمارا رب ہے ہم نے ابھی اس کو نہیں دیکھا ہے۔ کہا جائیگا کیا تم اپنے رب کو پہچانتے ہو؟ کہیں گے ہمارے لئے ایک نشانی ہے ہم اس نشانی کے ذریعہ شناخت کرلیں گے۔ اس وقت

فَيُكْشَفُ لَهُمْ عَنْ سَاقٍ فَيَخِرُّوْنَ لَهٗ سُجَّدًا [۲]

پس پردہ ہٹا دیا جائیگا پنڈلی سے اور وہ اس کو سجدہ کرتے ہوئے گر پڑینگے۔

اس وقت ایک قوم باقی رہ جائے گی جو سجدہ نہ کرسکے گی پھر دوزخ کے اوپر پل صراط کو قائم کیا جائیگا وہ تلوار کی برابر تیز ہوگی اور تمہارے لئے سعدان کی مثال کافی ہے کیا تم نے سعدان کو دیکھا ہے؟ عرض کیا ہاں حضور! دیکھا ہے فرمایا وہ بھی ایسا ہی ہر اللہ تعالے کے علاوہ پل صراط کی لمبائی کو کوئی نہیں جانتا اور اسکے

---

[۱] مشکوۃ شریف باب الرویتہ۔ [۲] ایضاً باب الحوض والشفاعت۔ اور ایک حدیث اسی قسم کی باب الحساب میں حضرت ابوامامہ رض کی نقل ہے۔

دونوں جانب فرشتے ہونگے اور کہتے ہونگے ۔

اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ الٰہی سلامتی فرما سلامتی فرما۔

اس وقت کہا جائیگا اپنے اعمال کے بقدر اس کو عبور کرو پس بعض کی رفتار پلک جھپکنے کے برابر ہوگی اور بعض بجلی کی طرح گذر جائینگے اور بعض ہوا کی طرح اور بعض پرندوں کی طرح ، بعض گھوڑے کی طرح بعض پیدل دوڑنے والے کی طرح ان میں سب سے آخر میں گذرنے والا وہ ہے جو ہاتھ اور پیروں کو گھسیٹ گھسیٹ کر چلتا ہوگا اور آگ اسکو چھونے کے قریب ہوجائے گی جب وہ پار کرلے گا تو اللہ تعالٰے اس کا بوسہ لیگا اس وقت یہ کہیگا ۔

اللہ کی ذات بڑی برکت والی ہے اسی نے مجھے نجات دی آج کے بعد میں تجھے اے دوزخ) نہ دیکھونگا [1]

اس کے بعد وہ جناب باری میں عرض کریگا ۔ حضور میرا چہرہ دوزخ کی جانب سے پھیر دیجئے ! اس کی ہوا نے تو مجھے جھلس رکھا ہے اور اس کے دھوئیں سے میں جلا جاتا ہوں ۔ اللہ تعالٰے فرمائیگا اس کے بعد کچھ نہیں مانگے گا ؟ عرض کریگا اس کے بعد کچھ نہ مانگوں گا ۔ اللہ تعالٰے فرمائیگا اگر تیری مراد پوری کردی گئی تو ۔ تو پھر سوال کریگا وہ اللہ تعالٰے سے عہد کریگا تو اس کا چہرہ دوزخ کی طرف پھیر دیا جائیگا ۔ اس وقت اس کو جنت کے دروازہ پر ایک درخت دکھائی دیگا وہ کہیگا الٰہی بس اس درخت کے سایہ میں پہونچا دیجئے میں اس کے سایہ میں بیٹھوں گا ۔ ! اللہ تعالٰی فرمائیگا ابن آدم ! تو نے تو عہد کیا تھا اور قسم کھائی تھی اس سے

---

[1] شیخ نے اس جگہ چند حدیثوں کو جوڑ کر یہ بیان کیا ہے پورے مضمون میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ احادیث سے ثابت ہے مشکوٰۃ شریف کے متفرق ابواب میں ہیں ۔

پھرتا ہے ؟ عرض کریگا الٰہی! یہ پہلی بار ہے اس کے بعد میں آپ سے کچھ نہ مانگونگا۔ اور پھر عہد و میثاق کے بعد اللہ تعالےٰ اسکو پیڑ کے نیچے پہونچا دیگا۔ جب یہ پیڑ کے نیچے پہونچ جائیگا تو اس پر جنت ظاہر ہو جائے گی۔ عرض کرے گا الٰہی! مجھے اس کے اندر پہونچا دے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر وہی کہا جائیگا اور یہ پھر وہی عہد و میثاق کریگا چنانچہ اس کو جنت میں داخل کر دیا جائیگا اور یہ وہاں پہونچکا کھڑا ہوگا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا اب کیوں نہیں مانگتے ؟ عرض کریگا اب مجھے شرم معلوم ہوتی ہے اللہ تعالےٰ فرمائیگا کیا میں تجھے اتنی بڑی جنت دیدوں جو دنیا کے پیدا ہونے سے قیامت تک کی ہو اور اس کے ساتھ اتنی اور

حضرت ابوسعید رضؓ جو حضرت ابوہریرہ رضؓ کے برابر بیٹھے تھے انھوں نے اشارہ کیا ابوہریرہ! نہیں اس سے دس گنی زیادہ فرمایا تھا حضرت ابوہریرہ رضؓ نے کہا، نہیں مجھے ایسے ہی یاد ہے بہرحال وہ بندہ کہے گا الٰہی! آپ میرے ساتھ مذاق فرماتے ہیں آپ تو رب العٰلمین ہیں۔!؟ یہ بیان فرماکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیگا میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کرتا میں اس پر قادر ہوں کہ یہ تجھے عطا کردوں۔ اب یہ آدمی کہیگا اچھا تو آپ مجھے جنتی لوگوں سے ملا دیجئے! چنانچہ جب وہ چلے گا تو ایک چمک دیکھے گا تو سجدہ میں گر پڑے گا اس سے کہا جائیگا کیا حال ہے۔؟ عرض کرے گا:۔

کیا یہ ہمارا رب نہیں ہے ؟ نہ اس نے تجلی فرمائی ہے۔
سر اٹھاکر دیکھے گا تو اس کو ایک آدمی کھڑا دکھلائی دیگا اور کہیگا:۔

میں تیرا رب نہیں ہوں یہ تو تیرے مکانات میں سے ایک مکان ہے اور میں تیرے غلاموں میں سے ایک ہوں اور تیرے لئے تو مجھ جیسے ہزارہا خادم ہیں۔ پھر یہ آدمی چلیگا اور ایک مکان کے پاس پہونچے گا جس سے نظر بھی پار ہو جاتی ہو گی کہا جائیگا یہ میری مملکت کی آخری حد ہے اس کی مسافت سو سال کی مسافت کے برابر ہے

حضرت ابو ہریرہ رض جب یہ حدیث روایت کرتے اور اس جگہ پہنچتے کہ آپ تو میرے رب ہیں میرے ساتھ کیوں مذاق کرتے ہو تو حضرت ابو ہریرہ رض ہنسا کرتے تھے کہ ان کے دانت ظاہر ہو جاتے تھے اس وقت حضرت ابو ہریرہ رض کے پاس جو بھی تھے ان میں سے ایک نے دریافت کیا آپ نے چند مرتبہ یہ حدیث روایت کی ہے اور ہر مرتبہ ہنسے ہو۔ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ بیان فرما کر ہنسے تھے!

شیخ نے فرمایا قیامت میں اللہ تعالیٰ کی رویت آنکھ سے عقلاً بھی جائز اور قیاساً بھی جائز ہے اور کتاب وسنت سے بھی ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

۱۔ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ	چہرے اس دن تر و تازہ ہونگے
إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ	اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوئے
۲۔ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ	بیشک وہ اپنے رب سے اس
لَمَحْجُوبُونَ	دن پردہ میں ہونگے
۳۔ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ	جنہوں نے نیکی کی ان کے بدلہ
وَزِيَادَةٌ	ہوگا اچھا اور زیادہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ اس سے مراد رویت باری تعالیٰ ہے اور یہ روایت صحیح ہے جس کو متعدد صحابہ رض نے روایت کیا ہے اور ثابت ہے اور اس کو دین سے

زیادہ راویوں نے روایت کیا ہے جو صحاح کے راوی ہیں اور تمام اہل سنت کا آج تک اس پر اجماع ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ان ہی آنکھوں سے ہوگا جن لوگوں نے انکار کیا ہے وہ گمراہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور علماء امت کا رد کرتے ہیں اور عقول سلیمہ کے خلاف کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہماری حفاظت فرمائے

اگر جنت میں اللہ تعالیٰ کی رویت نہ ہو تو وہ اہل معرفت اور اہل اللہ کے لئے بیکار رہے کیونکہ اولیاء اللہ اسی سے راضی ہیں ان میں نہ بغض ہے اور نہ وہ حسد کرتے ہیں اور نہ وہ لڑتے ہیں یہی اوصاف اہل جنت کے ہیں اگر جنت میں بھی رویت حاصل نہ ہو تو ان کے لئے دنیا اور جنت دونوں برابر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خواص کے لئے اپنی رضا مندی کی بشارت دی ہے۔ ارشاد ہے:۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ	اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی
الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ	ہو گیا جب وہ پیڑ کے نیچے آپ
تَحْتَ الشَّجَرَۃِ	سے بعت ہوتے تھے۔

جب ان کو رضاء الہٰی کا پروانہ مل گیا تو رضاء الہٰی کی جگہ جنت ہے عبدالواحد بن زید نے فرمایا ہے

اللہ کی رضاء اللہ کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔

اگر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت نہ ہوتی تو اس کو دنیا میں بیان نہ کیا جاتا اگر رویت نہ ہو تو ان کے نزدیک دنیا اور آخرت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نیز عبدالواحد بن زید نے فرمایا

اگر عابدین کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ آخرت میں اپنے رب کو نہ دیکھ پائینگے تو ان کے قلوب برف کیطرح بہہ جائیں۔

بہرحال حضورؐ کا ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کی رویت میں تمہیں کوئی اشتباہ نہ ہوگا جیسا کہ تم چاند اور سورج کو دیکھتے ہو اور تمہاری نظروں پر اس کا کوئی مفر اثر نہیں ہوتا اسی طرح سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی رویت حاصل ہوگی تم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے

۲۔ یہ ارشاد کہ اس امت کے منافقین باقی رہ جائینگے یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ دنیا میں بظاہر مومنین کے ساتھ تھے اور مومنین کے معبود (اللہ تعالیٰ) ہی کی عبادت کرتے تھے اس لئے قیامت کے دن ان میں بھی مومنین کے سے انوار دکھلائی دینگے اس لئے ان کو بھی یقین ہوگا کہ وہ بھی نجات پا جائینگے اس لئے وہ اپنے آپ کو مومنین میں شمار کرینگے جیسا کہ دنیا میں شمار کرتے تھے مگر یہ ان کے جہل کی بات ہے جیسا کہ کافر اپنے جہل میں کہینگے :-

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ — ہمارا رب اللہ ہے ہم مشرک نہیں تھے۔

اگر ان کو یہ معلوم ہوجاتا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر اور پوشیدہ سے واقف ہے تو وہ جھوٹی قسمیں نہ کھایا کرتے وہ اللہ کو بھی دھوکہ دیتے تھے اور مومنین کو بھی اس لئے قیامت میں ان کے اور مومنین کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی کہ اس کے اندر کی جانب رحمت اور باہر کی جانب عذاب ہوگا

۲۔ اور یہ بات کہ مومنین کہینگے کہ ابھی ہم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے اس میں دلیل ہے کہ وہ منتظر ہونگے۔ اس لئے کہ وہ جان چکے ہیں کہ ان کے رب نے ان سے وعدہ کرلیا ہے اور یہ وعدہ اس کتاب میں ہے کہ جس میں کوئی باطل نہیں ہے اور ان کے رسول صادق نے خبر دی ہے اور ان کا ارشاد بھی وحی الٰہی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ

اپنے اور اپنے رسول کے وعدہ کو ضرور پورا کریگا۔ اسی وجہ سے وہ کہینگے کہ الٰہی ہم نے ابھی آپ کو نہیں دیکھا ہے۔ حضرت ابو بردہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا کان یوم القیامۃ	جب قیامت ہو گی تو ہر ایک
مثل لکل قوم الی ما	قوم کے لئے ان کے معبودوں
کانوا یعبدون من	کو متمثل کر دیا جائیگا جنکو وہ
دون اللہ فی الدنیا	پوجتے تھے دنیا میں پس ہر قوم
فیذھب کل قوم الی ما	اپنے معبودوں کے پاس جائیگی
کانوا یعبدون ویبقی	اور مومنین رہ جائینگے ان سے
اھل التوحید فیقال	کہا جائیگا تم کیا انتظار کرتے
لھم ما تنتظرون وقد	ہو سب لوگ تو چلے گئے۔
ذھب الناس فیقولون	بولیں گے ہمارا بھی رب ہے ہم
ان لنا ربا کنا نعبدہ	جس کی دنیا میں عبادت کیا
فی الدنیا فما نرا ہ لہ	کرتے تھے ہم نے ابھی اسکو
	دیکھا نہیں ہے۔

کہا جائیگا کیا تم اس کو پہچان لوگے اگر دیکھو گے۔ پس وہ کہینگے ہاں کہا جائیگا کسطرح پہچانوگے حالانکہ تم نے اس کو نہیں دیکھا ہے کہینگے ہمیں اس میں کوئی شبہ نہیں ہے تو پردہ ہٹے گا پس وہ اپنے رب کو دیکھیں گے اور سجدہ میں گر پڑینگے۔

اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا۔ پس ان سے کہا جائیگا۔ تم کس کی عبادت کرتے ہو کہینگے ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کا کسی کو شریک نہیں بناتے ان سے کہا جائیگا کیا اپنے رب کو

مشکوۃ شریف

پہچان لوگے ؟ کہینگے سبحان اللہ اگر وہ ہمیں تعارف کرائیگا تو ہم اس کو پہچان لینگے۔ پس اس وقت

یکشف عن ساق[۲] پردہ اٹھا دیا جائیگا پنڈلی سے

شیخ نے فرمایا اس کے معنی ہیں ان سے خوف اور رعب دور کر دیا جائیگا جو اُن پر غالب تھا اور اسی خوف کی وجہ سے وہ اپنے ہی احوال اور صفات سے غائب تھے مثلاً ان کا ننگا پن[۱] اس لئے جب ان سے خوف دور ہو جائیگا تو ان کے قلوب مطمئن ہو جائینگے اسوقت ان کو تجلی دکھائی جائے گی اس وقت وہ سجدہ میں گر پڑینگے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ ساق کھلنے سے مراد طمانینت حاصل ہونا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کشف ساق سے مراد تجلی رب ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے

کشفت الحرب عن ساقہا جنگ اپنی پنڈلیوں سے ظاہر ہوگئی

حالانکہ جنگ کی کوئی ساق (پنڈلی) نہیں ہوتی ہے اس لئے کشف ساق مراد ظاہر ہونا ہے شاعر نے کہا ہے

قد شمرت عن ساقہا فتشمری

عروہ نے کہا عبد اللہ بن زبیرؓ نے فرمایا۔

یتمثل فی کل جہۃ اللہ تعالیٰ ہر جہت سے متمثل ہوگا

اہل عرب بولتے ہیں :۔

قامت الحروب بنا علی الساق ہمارے لئے لڑائی ساق پر کھڑی ہوگئی یعنی متمثل ہو کر سامنے آگئی

---

[۱] تفسیر ابن کثیر مذکورہ آیت کی تفسیر میں مختلف اسناد سے روایات ہیں
[۲] مشکوۃ شریف باب الحشر۔

۴۔ رہی یہ بات کہ منافقین سجدہ نہ کر سکیں گے وجہ یہ ہے کہ منافقین مومنین کا سا سجدہ کرنا چاہینگے لیکن وہ کر نہ سکینگے اس طرح وہ متمیز ہو جائینگے اس وقت ان سے کہا جائیگا

وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ مجرموا علیحدہ ہو جاؤ

۵۔ صراط کو دوزخ پر قائم کر دیا جائیگا۔ وہ ایک پل ہے جو دوزخ کے اوپر ہوگا یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو دوزخ کے پیدا کرتے وقت پیدا کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی وقت ظاہر فرمائیگا

۶۔ فرشتے اس کے پاس کھڑے ہوئے سَلِّمْ سَلِّمْ کہینگے (سلامتی فرما) اس سے مومنین کی فضیلت ثابت ہے کہ مومنین کے اکرام میں فرشتوں کو کھڑا کیا جائیگا یا ان کی حفاظت کیلئے کھڑا کیا جائے گا جیسا کہ دنیا میں اللہ تعالےٰ نے مومنین کی فرشتوں کے ذریعہ حفاظت کی۔ اللہ تعالےٰ کے فرشتے مومنین کی قبر پر مقرر کر دئے جاتے ہیں کہ وہ قیامت تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح سے پل صراط پر انکو کھڑا کیا جائیگا تاکہ مومنین ڈگمگا نہ جائیں اور مومنین جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو فرشتے جنت کے ہر دروازہ سے آکر ان کو سلام کرینگے۔

سَلَامٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ سلامتی ہو تم پر صبر کرنیکی وجہ سے

۷۔ یہ ارشاد کہ بقدر اعمال گذرو (نجات پاؤ) دراصل نجات اور صراط سے گذرنا محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہوگا لیکن ان کا گذرنا بقدر اعمال ہوگا اور ان کی سرعت بقدر اعمال ہوگی اور اس کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے ہے (جیسا کہ رفتار کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے) ان کے لئے نور ظاہر ہوگا جس میں وہ چلینگے جس کے

دل میں ایمان ہوگا ان سے وہ نور جدا نہ ہوگا اور جس کا ایمان صرف
زبان پر ہوگا اس کا نور مرنے کے وقت ہی ختم ہوجائیگا اور جب وہ
قیامت میں اٹھے گا تو اس وقت دوسروں کے نور کی روشنی میں اٹھیگا
جس کی وجہ سے اس تک اسلام پہونچا تھا اس کے بعد خبیث کو
طیب سے جدا کردیا جائیگا اور یہ اندھیرے میں رہ جائیگا

جب کہینگے منافقین اور منافقات مومنین سے ذرا ٹھہرو ہم بھی
تم سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ کہا جائیگا پیچھے جاؤ اور روشنی
تلاش کرو! (سورۂ حدید)

اور جن کو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے نجات دیگا وہ کہینگے

تَبَارَكَ الَّذِیْ اَنْجَانِیْ	برکت والی ہے وہ ذات جس نے
مِنْكَ بَعْدَ مَا اَرَانِیْكَ	مجھے تجھ سے (دوزخ سے) نجات
مِنْكَ (الحدیث)	دی اسکے بعد کہ میں نے تجھے دیکھا

اس وقت اس کے دل میں کوئی حاجت باقی نہ رہیگی تب اللہ تعالےٰ
کی جانب سے اس کے دل میں سوال ڈالا جائیگا پس یہ سوال کریگا اور
اس کا سوال پورا کیا جائیگا

آسمان اور زمین کا امن

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوموسیٰ رضہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا:
ایک دن ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز
ادا کی اور بیٹھے رہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر واپس ہونگے۔ عشاء کی نماز
کے لئے جب حضور تشریف لائے تو فرمایا آپ لوگ ابھی تک یہیں ہیں؟
ہم نے عرض کیا عشاء کی نماز پڑھ کر ہی جانا مناسب معلوم ہوا۔ آپ نے
فرمایا آپ لوگوں نے بہت اچھا کیا۔ پھر حضورم نے آسمان کی طرف کو
سر اٹھایا اور آپ بسا اوقات ایسا ہی کیا کرتے تھے اس کے بعد آپنے فرمایا

اَلنُّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِاَهْلِ — ستارے علامت امن ہیں اہل
السَّمَاءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ — آسمان کے لئے پس جب تارے
اَتَی اَهْلَ السَّمَاءِ مَا — گر پڑینگے تو آئیگا اللہ تعالےٰ
یُوْعَدُوْنَ وَاَنَا اَمَنَةٌ — کا وعدہ اور میں علامت امن ہوں
لِاَصْحَابِیْ فَاِذَا ذَهَبْتُ — اپنے صحابہ رضؓ کے لئے جب میں
اَنَا اَتَی عَلٰی اَصْحَابِیْ مَا — چلا جاؤنگا تو آئیگا وہی جس کا
یُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِیْ — وعدہ ہے اور میرے صحابہؓ امت
اَمَنَةٌ لِاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَهَبَ — کے لئے علامت امن ہیں
اَصْحَابِیْ اَتَی اُمَّتِیْ مَا — جب میرے صحابی نہ ہونگے تو
یُوْعَدُوْنَ [له] — آئیگا وہی جس کا وعدہ کیا گیا۔

شیخ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آسمان میں ستارے قائم ہیں اس وقت تک اہل آسمان کو موت نہ آئیگی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

١۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا — جب سورج ختم ہوجائے اور
النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (الآیۃ) — ستارے ماند پڑجائینگے

٢۔ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ — تو بیہوش ہوجائینگے جو آسمانوں
مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ — میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر
شَاءَ اللّٰهُ — جسکو چاہے اللہ تعالےٰ

٣۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ — ہر نفس کیلئے موت کا ذائقہ ہے۔

٤۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى — جو بھی زمین پر ہے فانی ہے باقی
وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ — رہیگا تیرا رب جلال اور اکرام
وَالْاِكْرَامِ — والا۔

یہ وقت موعود اس وقت آئیگا جب صور پھونکا جائیگا

٥۔ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ — اور پھونکا جائیگا صور میں۔

[illegible]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کہ میں اپنے صحابہ کے لئے امن ہوں الخ اس سے مراد اختلافات اور نزاعاتِ صحابہ بھی ہو سکتے کیونکہ جب تک حضور رہے سب کے قلوب جوڑے رہے اور ان کی نظر کسی طرف متوجہ نہ ہوئی لیکن حضور م کا وصال ہوگیا تو صحابہ رض کے قلوب میں تغیر واقع ہوگیا اسی کو حضرت انس رض نے بیان فرمایا ہے

ابھی ہم نے حضور م کے دفن سے ہاتھ جھاڑے بھی نہ تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں اوپراپن محسوس کیا۔

یعنی ان کے قلوب کی کیفیات میں تغیر واقع ہوگیا تھا اسی کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا

لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا	میرے بعد ناشکرے نہ ہوجانا
يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ	کہ بعض بعض کی گردن کاٹے
بَعْضٍ[1] (الحدیث)	

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ تم کو میرے بعد ناگوار قسم کے امور پیش آئینگے ایک حدیث میں ہے

الخلافۃ بعدی	میرے بعد خلافت تیس
ثلثون سنۃ[2]	سال تک ہے

اور ایسے ہی آپ نے حضرت عثمان رض سے فرمایا تھا

عنقریب تم کو اللہ تعالےٰ ایک قمیص پہنائیگا اور منافقین اس کے اتارنے کی کوشش کرینگے تم اس کو ہرگز نہ اتارنا (۳ مرتبہ فرمایا)[3]

حضرت عائشہ رض نے روایت کیا ہے کہ حضور م نے فرمایا میرے صحابہ رض امت کے لئے امن ہیں اور ان میں سے ایک حضرت عثمان رض ہیں۔

---

[1] مشکوۃ شریف [2] ایضا [3] ایضا

شیخ نے فرمایا یہ بھی ممکن ہے کہ امن سے مراد اختلاف دین اور بدعات سے امن مراد ہو کیونکہ حضرات صحابہ رض تک امت دین حنیف ہی پر قائم رہی اور اس کے بعد بدعات شروع ہو گئے اور بعض نے بعض کی تکفیر کی اس طرح بہت سے فرقے پیدا ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

۱۔ گذشتہ امتوں میں ۷۱ فرقے ہوئے میری امت میں ۷۳ فرقے ہونگے۔ آخر زمانہ میں ایسی جدید قومیں پیدا ہونگی جن کی عقلیں کمزور بیوقوفوں جیسی ایمان ان کے دل میں نہ اترا ہوگا اور زبان سے بات (قال الرسول ص) بہترین قسم کی کہینگے [۱]

۲۔ تم لوگ گذشتہ امتوں کی برابر چلو گے یعنی بالشت بہ بالشت دراع بہ ذراع [۲]

بہرحال مذکورہ احادیث میں اختلاف صحابہ رض کی طرف اشارہ ہے حضور ص نے حضرت زبیر رض سے فرمایا تھا: تم ایک شخص سے جنگ کرو گے (یعنی حضرت علی رض سے) اور اس میں تم ظالم ہوگے [۳]۔ اور حضرت عائشہ سے فرمایا تھا وہ وقت کیسا ہوگا جس وقت حواب کے کتے تجھ پر بھونکیں گے [۴] اور حضرت عمار رض سے فرمایا تھا:۔ تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ یہ وہ امور تھے جو حضرات صحابہ رض کو آپ کے بعد پیش آئے۔ اس طرح حضور اپنے صحابہ رض کے لئے امن تھے۔

امتیوں کو جس امن کے بارے میں ڈرایا گیا ہے اس سے

---

[۱] ترمذی۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، ملا علی قاری نے مختلف اسناد سے موضوعات کبیر میں روایت کی ہے موضوعات کبیر صفحہ ۱۷ [۲] [۳] [۴] [۵] مشکوۃ شریف [۵] یہ احادیث موضوع ہیں۔

مراد ظہور بدعات ہے آپ نے فرمایا میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جنکو میری شفاعت حاصل نہ ہوگی۔ ایک مرجیہ ہیں اور دوسرے قدریہ ہیں آپ نے فرمایا آخری زمانے میں ایک قوم رافضہ پیدا ہوگی حضرت ابن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے

یکون قوم فی آخر الزمان	آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا
یُسمون الرافضۃ	ہوگی جن کا نام رافضی ہوگا وہ
یرفضون عن الاسلام	اسلام سے خارج ہوجائینگے
ویلفظونہ فاقتلوھم	اور زبان سے اسلام کا دعوی
فانھم مشرکون لہ	کرینگے ان کو قتل کرو وہ مشرک ہیں

اس قسم کی مثالیں بہت ہیں جو حضرات صحابہ رضؓ کے بعد وجود میں آئیں اس لئے حضرات صحابہ رضؓ امت کے لئے امن تھے

خیر القرون شیخ نے بسند متصل حضرت عمران بن حصین رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بہترین انسان میرے زمانہ کے ہیں، پھر ان سے متصل پھر ان سے متصل۔ پھر ان کے بعد جو قوم آئے گی وہ مٹاپے کو پسند کرینگے اور بلا طلب کے گواہی دینگے ۲ہ

شیخ نے فرمایا۔ بلا طلب کے گواہی سے مراد جھوٹی شہادت ہے مثلاً کسی بادشاہ کسی رئیس کے لئے شہادت دینا تاکہ اس کی عزت ہو۔ یاد رہنا چاہئیے گواہی ایک متبرع (نفلی نیکی) ہے جب تک گواہ نہ بنایا جائے گواہی نہ دینا چاہیئے اور گواہ بن جانے پر خاموش نہ رہنا چاہیئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

اِذَا مَا دُعُوا — جب بلایا جائے

لہ یہ حدیث موضوع ہیں ۲ہ مشکوۃ شریف۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں شہادت سے مراد، شہادت زنا چوری وغیرہ حدود ہوں ان میں بلا طلب کے گواہ ہو جانا جائز نہیں ہے ان میں جہاں تک ممکن ہو چھپائے حضور ؐ نے ارشاد فرمایا ہے

لا تتبعوا عورات	مسلمانوں کی چھپی باتوں کے پیچھے
المسلمین فان من	نہ پڑو جو بھی کسی مسلمان کے
تتبع عورۃ مسلم یتبع	چھپے عیب کی طرف پڑے گا
اللہ عورتہ یفضحہ	اللہ تعالےٰ اس کے چھپے عیب
ولو فی جوف بیتہ [۱]	کی طرف پڑے گا اور اس کو
	رسوا کر دیگا اگرچہ وہ گھر کے اندر ہو

اسی لئے جس آدمی نے اپنے بھائی پر گواہی دی تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔

اسلام میں سب سے پہلی حد جب قائم کی گئی تو چور کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور گواہ پیش کئے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے افسردگی کے آثار ظاہر ہونے لگے صحابہ رضؓ نے حضور ؐ سے عرض کیا کیا حد قائم کرنا آپ پر بار خاطر ہوا؟ فرمایا ہاں! اور مجھ پر کیوں نہ بار ہو کیا میں شیطان کی اعانت کروں؟

عرض کیا گیا تو پھر اس کو آپ چھوڑ دیجئے!

فرمایا نہیں! اگر تم میرے پاس گواہی نہ لاتے۔ اب تو حد پوری کی جائے گی۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا معاف کردو، درگذر کردو

بہرحال آپ نے بلا طلب کی گواہی کو شیطان کی اعانت

---

[۱] مشکوۃ شریف

قرار دیا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حدیث کے یہی معنی ہوں
جہاں تک حقوق کا تعلق ہے اس میں گواہی دینے والا بہترین شاہد قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں گواہی نہ دینے سے صاحب حق کا انکار لازم آتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں مظلوم کی نصرت بھی ہے اور حدود میں بلا طلب کی گواہی بُری گواہی ہے اور اس میں شیطان کی مدد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ عدلت الشھادت الزور اشراکاً باللہ[۱]	جھوٹی شہادت اللہ کے شرک کی برابر شمار کی گئی ہے
۲۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان و اجتنبوا قول الزور	بچو گندگی سے یعنی بتوں سے اور بچو جھوٹے قول سے۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف

(نوٹ) شیخ نے بلا طلب کی شہادت کو اور خاص طور سے حدود میں شیطان کی اعانت قرار دیا ہے حدیث پاک میں استعارہ اور کنایہ کے تحت دو چیزوں کو بیان کیا ہے جس میں سے ایک چیز کی طرح شیخ قدس سرہٗ نے کر دی ہے۔ دوسری چیز دلالۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور خلق عظیم کو بتلا رہی ہے حدیث میں موجود ہے کہ چوری کی حد قائم کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے یعنی اِتقضائے رحمت اور شفقت آپ غمگین ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ اس کو معاف کر دیتا اس طرح وہ آدمی دنیا اور آخرت کی اذیت سے بچ جاتا۔
(باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۰ پر)

(بقیہ حاشیہ متعلقہ ص۲۶۹)

لیکن جب شہادت قائم ہوگئی تو دوسرے کا حق قائم ہوگیا اس لئے حد کو قائم کرنا ضروری ہوا

اس کی واضح مثال ایک حدیث سے اور ثابت ہے وہ یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنازہ پر آتے تو دریافت کرتے کہ میت پر کسی کا قرضہ تو نہیں ہے؟ اگر ہوتا تو آپ صحابہ رض کو امر فرما دیتے کہ وہ جنازہ کی نماز پڑھیں اس میں اشارہ ہے کہ اگر آپ خود جنازہ کی نماز پڑھا دیتے تو اس میت کی مغفرت یقینی تھی لیکن ساتھ ہی صاحب حق کا حق بھی مارا جاتا آپ نے وہ طریقہ اختیار کیا کہ صاحب حق کو آخرت میں شکایت نہ ہو رہا مرنے والے کا معاملہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی میں ہے چاہے معاف کرے اور صاحب حق کے حق کو اپنے پاس سے ادا کرے اور چاہے اس کی نیکیاں صاحب حق کو دلائے اس طرح کسی کی حق تلفی نہیں ہوئی۔ یہی مطالب مندرجہ حدیث سے اخذ کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام بلاغت نظام کی بہت خوبیاں ظاہر ہونگی اور شریعت کے بہت سے مسائل کی حقیقت واضح ہوجائیگی

" عزیزالرحمن عفرلہ "

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹا باب

مومنین اور حالات مومنین

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الآیۃ)

مومنین وہ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں

چھٹا باب
مومنین اور حالاتِ مومنین

مقام اولیاء

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے

من آذی لی ولیاً فقد بارزنی بالمحاربۃ[1]	جس نے میرے دوست کو ایذا دی اس نے میرے ساتھ جنگ کی

شیخ نے فرمایا اولیاء سے مراد مخصوصین ہیں جن کو اللہ تعالٰی نے منتخب کر لیا ہے ان سے اغیار کو دور کر دیا ہے اور ان کو مختلف اوصاف سے متصف کیا ہے اور مختلف احوال سے مزین کیا ہے وہ علم و حکمت میں صادق ہیں رحم اور کرم میں عادل ہیں۔ اللہ تعالٰی نے ان کے اوصاف اور افعال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا :-

۱- فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ (الآیۃ)	انہوں نے کافروں کو قتل نہیں کیا اللہ نے قتل کیا ہے
۲- وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى	نہیں تیر پھینکا آپ نے جب تیر پھینکا لیکن اللہ نے تیر پھینکا۔

---

[1] یہ حدیث دوالفاظ کے ساتھ مروی ہے اور دونوں طرح سنن میں موجود ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ان کے دشمنوں کو قتل کیا ہے اور انکی مدد کی ہے وہ انصار اللہ ہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :-

۳ - وَیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ — وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں

۴ - قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ — کہا کون ہیں مددگار میرے کہا حواریوں نے ہم ہیں اللہ کے مددگار

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۵ - اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا — جو لوگ جنگ کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کے لئے۔

اللہ تعالےٰ نے ان کے دشمنوں کا نام محاربین رکھا ہے کیونکہ وہ اس کے اولیاء کو ایذا دیتے ہیں ان کا مال چھینتے ہیں ان کا خون بہاتے ہیں۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ گویا اللہ سے جنگ کرنے کے لئے باہر آگئے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا ہے

شیخ نے فرمایا مومنین پر مختلف احوال گزرتے رہتے ہیں بعض احوال ایسے ہیں جو مکروہ ہیں مثلاً موت سب سے مکروہ چیز ہے لیکن اللہ تعالےٰ اپنے بعض بندوں کے لئے موت کو ان کے نزدیک محبوب بنا دیتا ہے اور زندگی اسکو بری معلوم ہونے لگتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب ملک الموت ان کی روح قبض کرنے آیا تو وہ روئے پھر فرشتہ ان کے سامنے ایک بوڑھے کی شکل میں ظاہر ہوا کہ انگور کھا رہا تھا اور اس کا شیرہ اس کی ڈاڑھی پر بہہ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا بڑے میاں! کتنی عمر ہوگئی ہے بولا ابراہیم علیہ السلام کی عمر کے برابر۔ یہ سنکر حضرت ابراہیم

کو موت کی طرف رغبت ہوئی فوراً ہی آپ کی روح قبض کر لی گئی [1]
شیخ نے فرمایا یہ لطیفہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم السلام سے
موت کی کراہت دور کرنے کے لیئے ظاہر فرمایا تھا اور اس کی بہت سی مثالیں
ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومن اس کے قریب رہے۔ وہ مومن کو
کرامت کی جگہ رکھنا چاہتا ہے وہ باقی رہنے والا ملک دینا چاہتا ہے اس
پر فنا طاری نہ ہوگی وہاں مومن مریگا نہیں وہاں ہمیشہ زندہ رہیگا وہاں
مومن اللہ تعالیٰ کے دیدار سے ہمیشہ لذت اندوز ہوتا رہیگا لیکن یہ نعمت
کی جگہ اس کو موت ہی کے بعد حاصل ہو سکے گی اس لیئے موت کا آنا
ناگزیر ہے اس کو اللہ تعالیٰ اپنے لطف و فضل سے زائل کر دیتا ہے
کہ پھر موت میں کراہت باقی نہیں رہتی۔

تقرب باری

یاد رہے انسان کے قبضہ قدرت میں نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکے کیونکہ اللہ
تعالیٰ کے مثل کوئی نہیں ہے فرشتے اس کی طاقت نہیں رکھتے یہ
تقرب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور لطف سے حاصل ہوتا ہے اس کے
لیئے اللہ تعالیٰ نے فرائض کی ادائیگی کو ذریعہ تقرب قرار دیا ہے۔

انسان خطایا اور گناہوں کی وجہ سے آلودہ ہوتا ہے وہ طاہر اور
قدوس کا تقرب کس طرح حاصل کرے۔ اس لیئے کہ قدوس کا تقرب
پاک اور طاہر حاصل کر سکتا ہے اس کے لیئے اللہ تعالیٰ نے فرائض
کی ادائیگی کے لیئے فرمایا ہے تاکہ فرائض اس کو گناہ کی گندگی سے
پاک کر دیں اور عیوب کی نجاست کو دور کر دیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

---

[1] اس عمر کو قرآن پاک میں ارذل عمر قرار دیا ہے اور ایسی ہی عمر سے حضورؐ نے پناہ چاہی ہے۔

۱۔	إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّآتِ	نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔
۲۔	خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً وَتُطَهِّرُهُمْ	ان کے مال سے صدقہ لے اور ان کو پاک کر دے
۳۔	إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ	اللہ تعالیٰ پاک لوگوں کو دوست رکھتا ہے

پس اس وقت انسان اس پاک مقام میں داخل ہونے کے قابل ہوں گے اور اس وقت ان کو قدوس کا قرب خاص ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ لہ	بندہ نفل کے ذریعہ جب میرا تقرب چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں

اور چونکہ فرائض کے اوقات معدود چند ہیں ان سے فراغت کے بعد ان کے مثل (نوافل) کی طرف مسارعت (جلدی) کرنا چاہیئے اس سے محبت میں زیادتی ہوگی اور محبت وسیلہ تقرب ہوتی ہے مثلاً ایک غلام جس کو مولے نے مکاتب بنا دیا جب وہ مال کے تمام حصے ادا کر دیگا آزاد ہو جائیگا ایسے ہی اللہ تعالے نے بندوں پر چند فرائض کو لازم کر دیا ہے جب بندہ ان کو ادا کر دیگا وہ بھی آزاد ہو جائیگا اور جو غلام حالت غلامی میں مزید ادائیگی حق کریگا مولے کو اس غلام سے محبت ہو جائے گی اور اسکو مولی کا تقرب حاصل ہو جائیگا اسی کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

كُنْتُ سَمْعًا وَبَصَرًا وَيَدًا لہ	میں اس کے کان آنکھ ہاتھ ہو جاتا ہوں

اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے

لہ مشکوۃ شریف لہ ایضاً

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (الآیۃ) — اللہ ان سے محبت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

محبت جب کسی پر غالب ہوجاتی ہے تو اس کے بہت سے اوصاف اس سے جدا ہوجاتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا ہے

ا۔ حبك الشئ يعمي ويصم[1] کسی چیز کی محبت اندھا کردیتی ہے اور بہرا

اس بارے میں قیس اور لیلے کی حکایت مشہور ہے شیخ نے فرمایا میں نے قیس اور لیلے کے بارے میں بہت اشعار یاد کرلئے تھے لیکن میں سب کو بھول گیا۔

شیخ نے فرمایا جب یہ معاملہ فانی اور مخلوق کی محبت میں ہوتا ہے پس جو آدمی اللہ تعالےٰ سے محبت کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے اشیاء کو ہٹا دیتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے جیسا کہ وہ اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس محبت کی وجہ سے اس کو خلق جدید عطا فرما دیتا ہے کان کے بدلہ کان، آنکھ کے بدلہ آنکھ ہاتھ کے بدلہ ہاتھ۔ پس وہ بجز خدا کے کسی کو نہیں دیکھتا اور بجز خدا کے کسی کو نہیں سنتا اسی کے لئے پکڑتا ہے اسی کے لئے اس میں قوت ہوتی ہے غرضکہ اس کو دارین میں بجز خدا کے کوئی غیر نہیں دکھائی دیتا اس کے سوا کس کو پکارے اور اس کے علاوہ کوئی جواب نہیں دیتا اس کا محبوب اس کا رب ہوتا ہے اور اس کا محبوب اس کا رب ہوتا ہے آدمی کی شہوت باطل ہوجاتی ہے اور اس کا ارادہ ختم ہوجاتا ہے وہ اپنے نفس کو اللہ کو سونپ دیتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے سامنے ڈال دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (حدیث قدسی)

---

[1] ایضاً

اِنَّ مِنْ عِبَادِی مَنْ یُّرِیدُ	میرے بندوں میں سے جو عبادت
الْبَابَ مِنَ الْعِبَادَةِ فَاَصْرِفُهٗ	کے ذریعہ میرا دروازہ چاہتے
عَنْهُ کَرَاهِیَةً اَنْ یَّدْخُلَهٗ	ہیں میں ان سے عجب کی
عُجْبٌ لہٗ	کراہت شادیتا ہوں

یہ بندہ کو نصیحت ہے تاکہ وہ شہوات نفس میں مبتلا نہ ہو جو آدمی عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ ڈھونڈتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے اور محب کو یہ بات ناگوار ہوتی ہے کہ اس کا محبوب کسی غیر کی طرف توجہ کرے اور اس میں سب سے بڑا فریب عجب ہے اور عجب یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو بنظر استحسان دیکھے پس جو آدمی اپنے نفس کے ساتھ مشغول ہو گیا وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا اسی کے بارے میں فرمایا ہے

ہم اس میں عجب داخل ہونے نہیں دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ مومن سے اس کے ایمان کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور جس کے قلب میں ایمان پیدا ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے کفر فسوق، عصیان کو دور فرما دیتے ہیں

یاد رہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف طبائع پر پیدا کیا ہے بعض قوی، بعض ضعیف، بعض رقیق، بعض شریف اللہ تعالیٰ جس کے قلب میں ضعف دیکھتا ہے کہ وہ فقر کا تحمل نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ اسکو غنی بنا دیتا ہے اس طرح اس کی حفاظت کرتا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے اعمال کے ذریعہ ۔ پانچ چیزوں سے بچو

۱۔ وہ مالداری ۔ جو نافرمان بنا دے

۲۔ وہ فقر ۔ جو بھلا دے

لہ جمع الفوائد

۳ ـ وہ بڑھاپا۔ جو بد حواس کر دے

۴ ـ وہ مرض۔ جو فساد پیدا کر دے

۵ ـ وہ موت۔ جو اچانک واقع ہو لے

تو جو فقر لوگوں میں باعث نسیان اور (ناشکری) ہو جائے اللہ تعالیٰ ان سے اس فقر کو دور کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا حبیب بھول جائے ایسے ہی وہ جس کے بارے میں یہ جانتا ہے کہ اس کا ایمان بغیر فقر کے ٹھیک نہ ہوگا تو اس کو فقر میں مبتلا کر دیتا ہے کیونکہ اللہ سب کو جانتا ہے اسے سب چیزوں کا علم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا	جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے
صَبَّ عَلَيْهِ الْبَلَاءَ	محبت کرتا ہے تو اس پر بلا یا
فَاِذَا دَعَا قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ	بہا دیتا ہے جب وہ دعا مانگتا ہے
صَوْتٌ مَعْرُوْفٌ	تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ تو جانی پہچانی آواز ہے۔

اور جبرئیل علیہ السلام جناب باری میں عرض کرتے ہیں الٰہی اپنے فلاں بندے کی حاجت پوری فرمائیے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جبرئیل مجھے اس کی آواز سننا پسند ہے لے

بہر حال فقر اگرچہ بہت عظیم بلا اور مشقت ہے لیکن اللہ تعالےٰ یہ اپنے اسی بندے کے لئے منتخب کرتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے وہ اس کی دعا کی آواز سننا چاہتا ہے وہ اس کے فقر کو دیکھنا چاہتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لے جمع الفوائد ۲ حوالہ گذر چکا ہے۔

قیامت میں میزان (ترازو) کو قائم کیا جائیگا پس اہل عبادۃ ہونگے ان کو بھی پورا اجر دیا جائیگا اور جب اہل بلایا کو اجر دیا جائیگا ان کے لئے میزان کو نصب نہ کیا جائیگا اور نہ ان کے دفتر کو کھولا جائیگا ان پر اجر کو بغیر حساب بہایا جائیگا اس وقت اہل عافیت (جو کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوئے تھے) کہینگے کاش کہ ہمارے اجساد کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا لے بہرحال اللہ تعالے جو کچھ کرتا ہے وہ بندے کی محبت میں کرتا ہے تاکہ بندہ اس کی طرف ہرحال میں مائل اور متوجہ رہے۔

لے خیر المواعظ از بیہقی غالباً یہی وجہ ہے کہ دنیا میں انبیاء علیہم السلام پر زیادہ مصائب نازل ہوئے ہیں کیونکہ آخرت میں ان کے مرتبے بھی بلند تھے اسی طرح انبیاء سے جس کو جتنی قربت ہوگی اتنے ہی اس پر زیادہ مصائب نازل ہونگے حدیث شریف میں ہے

اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل	انسانوں میں زیادہ مصیبت میں انبیاء ہوتے ہیں اور پھر انکے زیادہ مثل اور پھر ان کے زیادہ مثل

یہی اللہ تعالے نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے اللہ کی اس سنت میں تبدیلی نہ ہوگی

لنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات و بشر الصابرین	ہم تم کو ضرور آزمائینگے کچھ خوف سے اور بھوک سے اور اموال کو اور جانوں کو اور پھلوں کو کم کرکے۔ بشارت ہو صابرین کو۔

یعنی مومنین کی آزمائش ضرور ہوگی۔

یقین کا مرتبہ شیخ نے سند کیسا تھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رض کی اولاد میں سے ایک نے بیان کیا کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے نماز کا انتظار کر رہے تھے کہ حضرت ابوذر آ گئے انھوں نے مسجد کے ایک ستون کے پاس نماز ادا کی میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا چلو ابوذر رض کے پاس چلیں چنانچہ جب حضرت ابوذر رض نماز سے فارغ ہوئے تو ہم ان کے گرد بیٹھ گئے اور ان کو سلام کیا اور عرض کیا کہ حضور م کی کوئی حدیث روایت فرمائیے! انہوں نے فرمایا کہ حضور م نے میری محبت کی بناء پر فرمایا۔

جو آدمی فرض نماز ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور زکوۃ ادا کرے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ یہ سنکر ہم میں سے قبیلہ جہینہ کے ایک جوان نے کہا چچا! گناہوں کا کیا ہوگا فرمایا بھتیجے! تیرا چچا اس سے اسی طرح غافل نہیں تھا جس طرح تو غافل نہیں ہے۔ میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ یقین ان کو زائل کر دیگا[1]

شیخ نے فرمایا یقین کے معنی تصدیق قلب کے اور زبان سے اقرار کرنے کے ہیں یہ یقین ان چھوٹے گناہوں کو زائل کر دیگا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ	نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

رہا کبائر سے اجتناب کا معاملہ تو اللہ تعالے نے ان کے بارے میں

---

[1] جمع الفوائد از مسند احمد و بیہقی

ارشاد فرمایا ہے

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا — جن کبائر سے تمہیں روکا گیا ہے
تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ — اگر تم ان سے بچے تو ہم تمہارے
سَيِّئَاتِكُمْ — گناہوں کا کفارہ کردینگے

یعنی صدق ایمان اور ادائے فرائض کی وجہ سے تمام صغائر کو معاف کردیا جائیگا یہ بھی تاویل ہوسکتی ہے کہ صدق ایمان اور ادائے فرائض کیوجہ سے صغیرہ اور کبیرہ سب گناہ معاف ہوجائیں دنیا میں تو مکروہات اور مصائب میں مبتلا ہوکر اور آخرت میں شفاعت اور مشیت الہی کی وجہ سے اور آخر درجہ میں دوزخ کے ذریعہ پاکی کرائی جائے اس کے بعد جنت میں داخلہ ہوگا

یہ تطہیر (پاکی) دنیا میں اور آخرت میں (دونوں جگہ) اہل یقین کو حاصل ہوگی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یقین سے مراد شہود قلب (قلب کا مشاہدہ) مراد لیا جائے یعنی جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے از قبیل وعدہ اور وعید فرمایا ہے اس کا مشاہدہ قلب کی آنکھ سے ہو (جیسا کہ حدیث حارثہ میں مروی ہوچکا ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اُعْبُدُوا اللّٰهَ كَاَنَّكَ — اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا اس
تَرَاهُ — کو دیکھتے ہو

یہی یقین خاص ہے اور اس کے بعد ارشاد ہے

فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ — پس اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ
يَرَاكَ — تجھے دیکھتا ہے

یہ یقین عام ہے تو یقین عام کی وجہ سے چھوٹے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور یقین خاص کی وجہ سے گناہ کبیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور صغیرہ تو یقیناً بالکل ختم ہی ہوجاتے ہیں

دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ صاحب کشف کو جب کوئی خبر وعدہ اور وعید کے بارے میں معلوم ہوتی ہے تو اس پر یقین ہی سے گناہ صغیرہ ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ جب آدمی کو اس درجہ کا یقین حاصل ہو گا اس کی خواہشات نفس مردہ ہو چکی ہوتی ہیں اور اس کا نفس کسی برائی کا حکم نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ	نفس تو برائی ہی کا امر کرتا ہے
بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ	مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے

اس طرح اس آدمی سے گناہ صغیرہ کا ارتکاب بھی مشکل ہے۔

حضرت انس رض نے روایت کیا کہ ایک دن حضرت معاذ رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کیا حال ہے؟ عرض کیا ویسے تو میں مومن ہوں آپ نے فرمایا:-

لِکُلِّ قَوْلٍ مِصْدَاقٌ وَ	ہر قول کا مصداق ہوتا ہے اور
لِکُلِّ حَقٍّ حَقِیْقَۃٌ فَمَا	ہر ایک حق کی حقیقت ہوتی ہے
مِصْدَاقُ مَا تَقُوْلُ	جو تو کہتا ہے اس کا مصداق کیا ہے؟

عرض کیا ہر صبح کو مجھے یہی یقین رہا کہ میں شام نہ پکڑ سکوں گا اور شام کو یہ یقین رہا کہ صبح نہ کر سکوں گا اور ہر قدم کے اٹھاتے وقت یہی یقین رہا کہ دوسرا نہ اٹھا سکوں گا میں ہر وقت گویا ان امتوں کو دیکھتا ہوں جو قیامت میں اپنے اعمالنامے کے لئے پکارے جائینگے اور میں ہر وقت اہل نار کے عذاب اور اہل جنت کے ثواب کو دیکھتا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا اسی پر قائم رہو[1]

شیخ رح نے فرمایا حضرت معاذ رض نے قلب کی آنکھ سے ان چیزوں کا مشاہدہ کیا تھا اور اسی کا نام یقین ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

---

[1] رواہ بیہقی و مسند احمد از خیر المواعظ

۱۔ وَاحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللهِ — اور جمع کرو ظالموں کو اور ان کے جوڑوں کو جو کچھ پوجتے تھے اللہ کے سوا۔

۲۔ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ (الآیۃ) — قریب کر دیا جائیگا جنت کو متقیوں کے لئے اور ظاہر کر دیا جائیگا دوزخ کو باغیوں کے لئے

۳۔ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ — جب آئے گی ان کی موت تو نہ ہٹ سکیں گے ایک ساعت پیچھے اور نہ آگے ہو سکینگے۔

۴۔ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ — نہیں جانتا کوئی نفس کونسی زمین میں مرے گا۔

جس آدمی کا یہ مشاہدہ ہو وہ کس طرح خواہشات کے پیچھے چل سکتا ہے اس لئے وہ آدمی صغیرہ گناہوں سے از خود محفوظ ہے

مومنین کا مرتبہ

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حدیث قدسی) اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

۱۔ اے ابن آدم میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی۔ عرض کریگا یہ کیسے ممکن ہے آپ تو رب العالمین ہیں اللہ تعالےٰ فرمائیگا فلاں مریض ہوا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا

۲۔ اور اے ابن آدم! میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ عرض کریگا یہ کیسے ہو سکتا ہے اور آپ تو رب العلمین ہیں فرمایا میرا فلاں بندہ پیاسا تھا اگر تو اس کو پانی

پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا

۳۔ اور اے ابن آدم! میں بھوکا تھا اور تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا الخ [1]

اللہ تعالیٰ نے اس حدیث میں مومنین کے مرتبہ کی عظمت کو ظاہر فرمایا ہے کیونکہ اپنے ساتھ ان کو خاص فرمایا اور ان کے عمل کو اپنا عمل قرار دیا اور جو اپنے اسمار بھی وہی مومنین کے لئے مقرر فرمائے مثلاً:-

۱۔ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی اَلسَّلَام اور المؤمن بھی ہے چنانچہ مومنین اور مسلمین ناموں کا ذکر ہے

المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات

۲۔ اللہ تعالیٰ اَلْبَرُّ، الرحیم ہے ارشاد ہے، اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِی نَعِیْم اور ارشاد فرمایا، کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا

۳۔ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی صادق ہے مومنین کے بارے میں فرمایا ہے وَالصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَات

۴۔ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی شَاکِرٌ ہے مومنین کے بارے میں فرمایا سَنَجْزِی الشَّاکِرِیْنَ

غرضیکہ بہت سے اسمار گرامی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مقرر فرمائے ہیں وہ مومنین کے لئے بھی مقرر فرمائے ہیں اور مومنین کے لئے وہ بہت سی صفات مقرر فرما دی ہیں جو اپنے لئے رکھی ہیں مثلاً نعتم، الحکم، الکرم، الصدق۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے بارے میں فرمایا ہے۔

۱۔ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ — عزت تو اللہ کی اور رسول کی اور مومنین ہی کے لئے ہے۔

---

[1] مشکوۃ شریف

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے وہ اوصاف جو حادث ہی کو پیش آسکتے ہیں لیکن مومن کی نسبت سے اپنی طرف منسوب فرمائے ہیں یہ مومنین کی تخصیص اور عظمت اور علو مرتبہ پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کے فعل کو بعینہ اپنا فعل قرار دیا ہے

۲۔ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ — نہیں قتل کیا انہوں نے ان کو لیکن اللہ نے قتل کیا ان کو

۳۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى — اور نہیں تیر پھینکا آپ نے الخ

۴۔ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور مومنین کو۔

۵۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ — جزا ان کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ سے الخ

اور منافقین نے جب مومنین کو برے القاب سے یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے الٹا ان ہی کو برا قرار دیا۔

ایمان اور مومن

شیخین نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

زانی زنا کے وقت، چور چوری کے وقت، شرابی شراب پیتے وقت اور غارت گر غارت گری کے وقت مومن نہیں رہتا کہ مظلوموں کی نظریں اس کی طرف اٹھتی ہوں اور وہ غارت گری کرتا ہو[1]

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام زہری سے دریافت کیا کہ پھر وہ کیا ہوتا ہے

[1] مشکوٰۃ شریف

فرمایا ایمان سے نکل جاتا ہے اور احادیث کو ایسے ہی قبول کرو جیسا کہ تم سے پہلوں نے قبول کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ارتکاب معصیت کے وقت اس کو ایمان مکشوف نہیں ہوتا اور جن چیزوں پر ایمان لایا ہے اس کا مشاہدہ اس وقت نہیں رہتا گویا حقیقت ایمان اس سے محجوب ہو جاتی ہے اور شہوت اس پر غالب آجاتی ہے یعنی عقیدہ کے طور پر تو ایمان رہتا ہے مگر نور ایمان ختم ہو جاتا ہے

۱۔ یاد رکھنا چاہیئے ایمان کے اعتبار سے مومنین کے تین درجہ ہیں ایک وہ لوگ جو صرف زبان سے کلمہ کہتے ہیں ان کے بارے میں ہے

۱۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر۔

۲۔ وہ مومن جو مضطرب الحال ہوں یعنی دل میں ایمان ہو اور اخلاص کے ساتھ ہو لیکن بعض دفعہ شہوت غالب آجاتی ہے

۲۔ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا	دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اعتراف کیا اپنے گناہوں کا اور ملایا نیکیوں سے دوسرے گناہ کو
۳۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ	ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو کر نہیں سکتے۔
۴۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ	ایمان والو! طے شدہ معاملات کو پورا کرو۔

ان لوگوں سے صدق معاملہ کا مطالبہ ہے۔ جب ان لوگوں کو

نظر ایقان نصیب ہوتی ہے تو ان کی حالت بدل جاتی ہے فرمایا ہے

۵ ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ آیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا

مومن وہی ہیں جب ذکر کیا جائے اللہ کا تو لرزا ٹھتے ہیں ان کے دل اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے

(الآیۃ)

ان لوگوں سے اگر معصیت کا صدور کسی وقت ہو جاتا ہے تو یہ ایمانی کیفیت ان سے دور ہو جاتی ہے اور اس وقت ایسے لوگ حقیقت ایمان سے دور ہو جاتے ہیں وہ اگرچہ عقیدہ کے اعتبار سے تو مومن رہتے ہیں۔ اس طرح حضور ص کے ارشاد گرامی کے دو معنی ہوئے

۱ ۔ وہ لوگ جنہوں نے زنا کا ارتکاب جحود اور استکبار[۱] کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ مجبوراً کیا اور استتار[۲] کیا

۲ ۔ آپ نے تحذیراً اور ڈرانے کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہے تاکہ لوگ ارتکاب معاصی سے بچیں۔ کیونکہ اگر نہ بچے تو پھر ایک دن کفر میں ملوث ہو جائینگے اور ایمان سے بہت دور ہو جائیں گے

۶ ۔ اَنُؤْمِنُ کَمَا آمَنَ السُّفَھَآءُ اَلَا اِنَّھُمْ

کیا ایمان لائیں ہم جیسا کہ بیوقوف لوگ ایمان لائے ہیں خبردار!

---

[۱] جحود اور استکبار یہ کہ آدمی غرور نخوت کی وجہ سے ایمان نہ لایا اور اسکی خدائی کا انکار کر دیا [۲] استتار یہ کہ شہوت کی وجہ سے جن چیزوں پر ایمان لایا ہے وہ اوجھل ہو جائیں اور صرف لذت گناہ سامنے رہے۔

هُمُ السُّفَهَاءُ — یہی لوگ بیوقوف ہیں

۷ — اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ — اللہ ہی ان سے ٹھٹول کرتا ہے

ان آیات سے ثابت ہے اللہ تعالےٰ کا مؤمنین کے ساتھ کیا تعلق اور خصوصیت ہے جب شیطان نے انسانوں کو گمراہ کرنے کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالےٰ نے شیطان کو جواب دیا

۸ — اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ — میرے بندوں پر تیرا قبضہ نہ ہو سکے گا

اور اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو ہدایت فرمائی ہے

۹ — وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ — اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مؤمنین ہو

اور مؤمنین کے قول کو اعزازاً نقل فرمایا :۔

۱۰ — وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ — اور کہا انہوں نے اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے

اور اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کے اعمال کو شرف قبولیت سے نوازا

۱۱ — هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ — وہی اللہ قبول کرتا ہے توبہ کو اپنے بندوں کی اور لیتا ہے صدقات کو۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

۱ — اِنَّ اللّٰهَ یَاْخُذُ الصَّدَقَةَ بِیَمِیْنِهٖ [۱] — اللہ تعالیٰ صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے

۲ — اِنَّ الصَّدَقَةَ تَقَعُ بِیَدِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ بِیَدِ السَّائِلِ [۲] — صدقہ اللہ کے ہاتھ میں پہونچ جاتا ہے سائل کے ہاتھ سے پہلے۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] مشکوٰۃ شریف

بالکل اسی طرح سے حدیث میں مذکورہ اوصاف مرغن پیاس بھوک وغیرہ کا معاملہ ہے کیونکہ جب محبت مستحکم ہوجاتی ہے تو افعال میں ایک اعتبار سے اتحاد ہوجاتا ہے (جیسا کہ گذر چکا ہے) تو اللہ تعالےٰ نے بھی اپنی تمام کائنات کو مومنین کے لیے خاص کر دیا ہے ارشاد فرمایا ہے:

۱۔	سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَمِيعًا	اللہ تعالےٰ نے آسمانوں اور زمین کو سب کو تمہارے لئے مسخر کر دیا
۲۔	اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	جو اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور جو عرش کے گرد ہیں حمد کرتے ہیں اپنے رب کی اور ایمان لائے ہیں اس پر اور مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں
۳۔	اَلْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ	اور فرشتے تسبیح کرتے اس کی حمد کے ساتھ اور زمین والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اللہ تعالےٰ نے ہر مومن پر ۱۶۰ فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں وہ ان سے مضرتوں کو دور کرتے رہتے ہیں جیسا کہ گرمی کے دنوں میں کمزور بکریوں سے مکھیوں کو دور کیا جاتا ہے اگر ان کو ظاہر کر دیا جائے تو تم ان کو ہر سخت اور نرم جگہ میں دیکھو گے اور اگر بندہ کو ذرا سی دیر کے لئے بھی نفس کے لئے چھوڑ دیا جائے تو شیطان اس کو اچک لے جائے[1]

---

[1] جمع الفوائد مشکوٰۃ شریف

اس حدیث کو سلیمان بن عامر نے حضرت ابوامامہ رضہ سے روایت کیا ہے

مومن کا گناہ | شیخ نے بسند متصل حضرت بلال رضہ سے روایت کیہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ مومن کے لئے عجب سے بہتر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مومن اور گناہ کے درمیان نہ ہوتا[1]

شیخ نے فرمایا چونکہ مومن اللہ تعالیٰ کا حبیب اور دوست ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مفسدات سے حفاظت فرماتا ہے اور فساد کے بدلہ صلاح عطا فرما دیتا ہے اور مومن کے لئے سب سے زیادہ بہتر چیز وہ ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردے اور بدترین چیز وہ ہے جو اسے اللہ تعا سے دور کردے گناہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور عجب اس کو اس کے نفس کی طرف متوجہ رکھتا ہے عجب سے عزور پیدا ہوتا ہے اور گناہ سے اضطرار پیدا ہوتا ہے افتقار (محتاجگی) آتی ہے اور بند کے اوصاف پسندیدہ میں اس کی محتاجگی ہے اور سب سے زیادہ امید افزا حال اضطرار ہے[2] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

۱۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ	مضطر کی دعا کو کون سنے جب وہ اس کو پکارے اور ہٹائے اسکی مصیبت کو؟ (وہ خدا ہی ہے)
۲۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ	اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ وہ بے نیاز ہے اور لائق حمد ہے

---

[1] یہ حدیث تلاش کے باوجود معلوم نہ ہوسکی [2] شیخ نے عجب اور دیگر گناہوں میں فرق کیا ہے عجب وہ ہے اور گناہ ایک عارضی حال ہے عجب ایک سنگین دیوار ہے جو خدا اور بندے کے درمیان حائل ہے عزیز الرحمٰن غفرلہ

اس میں اشارہ ہے کہ اگر تم اپنے فقر کو دیکھو گے تو اللہ تعالٰی نے تمہیں اپنے سوا سے غنی کر دیگا اور تمہاری تعریف کریگا اس لئے تم اس کے نزدیک محمود بن جاؤ گے اور یہ ظاہر ہے کہ سب سے اچھی حالت وہی ہے جو مومن کو اللہ تعالٰی کی طرف پھیر دے اور گناہ مومن کو اللہ تعالٰی کی طرف پھیر دیتا ہے اس لئے گناہ مومن کے لئے سبب وصال ہے چنانچہ جب بندہ گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالٰی کی طرف سے اس کو تنبیہہ ہوتی ہے اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسطرح بندہ جب بھی گناہ کرتا ہے، توبہ کرتا ہے اور جب بھی کسی دوسری چیز میں مشغول ہوتا ہے پھر دوبارہ اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :-

۱۔ اگر بندے سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالٰی بھی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اگر پھر کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالٰی اُس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ مومن سے جب گناہ ہو جاتا ہے وہ اس کو ایسا جانتا ہے کہ پہاڑ اس پر گر پڑیگا اور فاجر سمجھتا ہے کہ گویا ناک پر مکھی بیٹھ گئی ہے فرمایا (اس طرح سے) پس وہ اڑ گئی [لہ]

۳۔ اور اللہ تعالٰی اپنے بندہ کی توبہ سے اتنا زیادہ خوش ہوتا ہے کہ (مثلاً) اس کی اونٹنی جو کھانے پینے کے سامان سے لدی ہوئی تھی ہلاکت کی جگہ میں گم ہو گئی اور وہ اس کی تلاش میں سرگرداں رہا کہ مرنے کے قریب ہو گیا پھر وہ وہیں لوٹ کر آیا جہاں اس کی اونٹنی گم ہوئی

[لہ] مشکوۃ شریف

تھی اور وہاں آکر سو گیا بیدار ہو کر دیکھا تو وہ اونٹنی پاس کھڑی تھی اس وقت اس کو جو خوشی ہوتی ہے اس سے زیادہ اللہ تعالےٰ کو بندہ کی توبہ سے خوشی ہوتی ہے [۱]

پس وہ مومن جو گناہ کو مثل پہاڑ کے جانتا ہے وہ بہت محتاط بندہ ہے اور بہت ڈرنے والا ہے وہ اللہ کے علاوہ کسی غیر سے امید نہیں رکھتا اور اس کے علاوہ کسی غیر کو نہیں پکارتا۔ یہی بندہ متوجہ الی اللہ ہے اور ایسے ہی بندہ کے لئے اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ خوشی ہوتی ہے

اس سے ثابت ہے کہ بندہ کے لئے گناہ سے زیادہ کوئی دوسری چیز نفع بخش نہیں ہے اس لئے یہ حالت اور صفت بہت بڑی ہے یعنی وہ توبہ کہ جس کی توفیق گناہ سے ہوئی ہے

شیخ نے فرمایا گناہ اور بندہ کے درمیان اللہ تعالےٰ ہوتا ہے اس کا مطلب یہی ہے جو بیان کیا گیا ہے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

مَنْ سَرَّتْہُ حَسَنَۃٌ — جس کو نیکی سے خوشی ہو وہ
فَھُوَ مُؤمِنٌ — مومن ہے۔

اسطرح وہ اپنے نفس کے ساتھ مطمئن ہو جاتا ہے گویا اللہ سے لوٹ کر اپنے نفس حقیر اور ذلیل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ حالت اسی کی ہوتی ہے جس کا عقیدہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ درست ہو وہ نیکی کو خدا کی توفیق سے جانے گا اور اپنے افعال کو بنظر استحسان نہ دیکھے گا اس کی مثال ایسی ہے گویا کسی کو نظر لگ گئی ہے اور نظر نے اسکو ہلاک کر دیا ہے۔ ابوالقاسم نے فرمایا:

---

[۱] مشکوٰۃ شریف و جمع الفوائد

آنکھ سے اپنے کسی عمل کو اچھا جاننا یہ عُجب ہے
اور نظر کے بارے میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ الْعَیْنَ لَیُدْخِلُ الْمَرْءَ	نظر آدمی کو قبر میں داخل کردیتی
الْقَبْرَ وَالْجَمَلَ الْقِدْرَ ؎	ہے اور اونٹ کو ہانڈی میں

یعنی جس طرح نظر آدمی کو مار دیتی ہے اسی طرح اس کے اعمال کو بھی مار دیتی ہے اور اس کے عمل کو باطل کر دیتی ہے لیکن جو لوگ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کر دیتے ہیں تو پھر ان کے اعتقاد میں عجب داخل نہیں ہوتا ہے

صحبتِ مومن شیخ نے بسند متصل حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا	ہمیشہ مومن ہی کی صحبت
وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا	اختیار کر اور تیرا کھانا متقی کے
تَقِیٌّ ؎	علاوہ کوئی نہ کھائے

اس حدیث میں غیر تقی کو کھانا کھلانے سے بظاہر ممانعت ہے مگر وہ کھانا کھلانا منع ہے جس سے محبت پیدا ہو اور اختلاط بڑھ جائے کیونکہ محبت پیدا ہونے کے اسباب میں کھانا کھلانا بھی ہے اس سے محبت بڑھ جاتی ہے جو دین کے لئے مضر ہے اس طرح حضورؐ نے بروں کی صحبت سے بچایا ہے کیونکہ اشرار اور فاجروں کی صحبت سے دین میں فساد پیدا ہوتا ہے کیونکہ یا تو ان کی اتباع کیجائے گی یا چشم پوشی ہوگی یہ بات نہیں ہے کہ غیر متقی کو کھانا کھلانا حرام ہے حضورؐ نے خود مشرکین کو کھانا کھلایا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے :۔

؎ مشکوٰۃ شریف و جمع الفوائد ؎ ایضاً۔

نیکی کا برتاؤ ہر ایک سے کرو خواہ وہ اس کا اہل ہو یا اہل نہ ہو [1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کھانا کھلانے سے مراد وہی کھانا ہے جس سے محبت پیدا ہو جائے آپ نے کلیتہً منع نہیں فرمایا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ	اور کھانا کھلاتے ہیں اسکی
عَلٰى حُبِّهٖ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا	نسبت میں یتیم کو اور قیدی کو

اور دار الاسلام میں اسیر مشرک ہی ہو سکتا ہے [2] اور اسکو کھانا کھلانے کو اللہ تعالے نے پسند فرمایا ہے اور اس کی تعریف کی ہے یہ بھی ممکن ہے کہ قصداً اور ارادۃً متقی حضرات کو کھانا کھلانے کا امر فرمایا ہو کیونکہ اسی صورت میں نیکی اور تقویٰ کی اعانت ہوتی ہے اللہ تعالے نے فرمایا ہے

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ	مدد کرو نیکی میں اور تقویٰ میں
وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا	اور مدد نہ کرو گناہ میں اور
عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	زیادتی میں۔

یعنی متقیوں کو کھانا کھلا کر تقویٰ کی مدد کرو اور بروں کو کھانا کھلا کر برائی کی مدد نہ کرو۔ بعض مشائخ نے بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کی کافروں کے ساتھ جنگ رہتی تھی لیکن جب رات

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] اس جگہ شیخ نے اس موضوع روایت کی تردید کردی جسکو بعض شیعہ راویوں نے روایت کردیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرات حسنین رضؓ میں سے کوئی بیمار ہوا تو حضرت علی رضؓ حضرت فاطمہ رضؓ اور انکی خادمہ نے نذر کی کہ اگر ان بچوں کو صحت ہوجائے تو تین دن کے روزے رکھینگے جب آرام ہوگیا تو نذر کے روزے رکھے اور تینوں دن ایک قیدی آگیا تو وہ کھانا اسکو دیدیا گیا۔ یہ روایت موضوع ہے اور اسکا راوی شیعہ ہے ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر سورۂ دہر

ہوتی تو وہ دشمن کو اپنے دستر خوان پر کھانا کھلاتے تھے یہ بات سخاوت اور مروت کی ہے (مومن کا یہی اعلیٰ کردار ہوتا ہے)

ایمان اور مغفرت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

۱- اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّھَا مِائَۃَ سَنَۃٍ لَا یَقْطَعُھَا	جنت میں ایک پیڑ ہے کہ سوار اس کے سایہ میں سو سال چلے تو اسکو طے نہ کر سکے گا۔
۲- قَالَ رَجُلٌ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ - لِاَھْلِہٖ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاَحْرِقُوْہُ.... فَاذْرُوْا نِصْفَہٗ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَہٗ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰہِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ لَیُعَذِّبَنَّہٗ عَذَابًا لَا یُعَذِّبُہٗ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِیْنَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا مَا اَمَرَ مِنْہُ اَمَرَ اللّٰہُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِیْہِ وَاَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِیْہِ ثُمَّ قَالَ لِمَ فَعَلْتَ ھٰذَا قَالَ خَشْیَتُکَ یَا رَبِّ وَاَنْتَ	ایک آدمی اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی اس نے کہا جب میں مروں تو جلا کر (راکھ) کو آدھی سمندر میں بکھیر دینا اور آدھی خشکی میں قسم خدا کی اگر خدا مجھ پر قادر ہو گیا (پکڑا) تو ایسا عذاب دیگا کہ عالم میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا جب وہ مر گیا تو ویسا ہی کیا گیا۔ اللہ نے سمندر کو امر کیا اور وہ سب راکھ جمع کر لی گئی اور خشکی کو حکم دیا تو وہ جمع کر لی گئی۔ پھر فرمایا! ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا الٰہی! آپ کے ڈر کی وجہ سے اور تو جانتا ہے پس

اَعْفَرَ فَغَفَرَ لَہٗ لہ — اس کو معاف کر دیا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ آدمی موحد اور مومن تھا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعتراف کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں کوئی حکم دیا تو عذاب شدید کا حکم ہوگا لیکن اسکے باوجود وہ اپنے نفس کے معاملہ میں مسرف (نفس کو ضائع کرنے والا) تھا اس کے پاس بجز ایمان کے کوئی خیر نہ تھی اگر اس کو عذاب دیا جاتا تو شدید عذاب دیا جاتا مگر اس کو ایمان کی وجہ سے معاف کر دیا گیا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا لیکن وہ اگر یہ سب کچھ نہ جانتا ہوا ہوتا تو مومن نہیں تھا۔ حدیث میں اس آدمی کے لیے خوف اور امید دونوں چیز ثابت ہیں اسی وجہ سے اس کی ایمانیت بھی ثابت ہے اور اسی ایمان کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوئی تھی خوف یہ کہ اس نے اپنے جلانے کو کہا اور راکھ اڑا دینے کی وصیت کی وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا تو اسکو عذاب دیا جائیگا اس لئے اس کو گمان ہوا کہ یہ عمل کیا گیا تو شاید عذاب نہ کیا جاؤں اسطرح عذاب سے نجات مل جائے گی اس گمان کرنے میں اس سے غلطی ہوئی۔ دوسری طرف اس کا خوف تام تھا لیکن یہ امید تھی کہ اس طریقہ کے اختیار کرنے سے اس کی نجات ہوجائے گی وہ اپنے آپ کو ثواب اور جنت کا بالکل مستحق نہیں جانتا تھا کیونکہ اس کے پاس بجز ایمان کے کوئی خیر نہ تھی اس لئے اسکو خیال ہوا اس کے ساتھ معاملہ بہائم کے مثل ہوگا اور بہائم کو آخر میں مٹی کر دیا جائیگا اس کی تائید دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے اس میں ہے

لَعَلِّی اَضِلُّ رَبِّی — شاید کہ میں اپنے رب سے بالکل فوت ہوجاؤں

لہ مشکوٰۃ شریف

یعنی لاشئے محض بن جاؤں۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے

قَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا — اور جب ہم لاشئے ہو جائینگے۔

چنانچہ اس سے اللہ تعالے نے دریافت کیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے جواب دیا آپ کے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا تھا پس اسکو اس کے ایمان کی وجہ سے بخش دیا جائیگا حدیث شریف میں وارد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میں اللہ تعالے سے برابر شفاعت کرتا رہوں گا۔ وہ میری شفاعت قبول فرمائیگا۔ آخر میں میں عرض کرونگا... الہی! آپ ان لوگوں کے بارے میں بھی میری شفاعت قبول فرمائیں جنہوں نے صرف لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ حکم ہوگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ نہ آپ کے لئے ہے اور نہ کسی دوسرے کے لئے یہ تو صرف میرے لئے ہے۔ اپنی عزت وجلال رحمت وکرم اور حلم کی قسم میں اس بندے کو دوزخ میں نہ چھوڑوں گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے اور کوئی عمل خیر نہیں کیا ہے [1]

زیادہ سے زیادہ حدیث شریف میں اس آدمی کا جہل ثابت ہوتا ہے اور جہل کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے اس نے عذاب اور ثواب اور عقاب کی اخبار پر شک نہیں کیا بلکہ ان پر اس کا یقین تھا اس کو صرف اعادہ کے بارے میں جہل ہوا یعنی وہ اپنے دوبارہ زندہ ہونے سے جاہل تھا اسیوجہ سے اسنے ایسا کیا [2]

---

[1] جمع الفوائد [2] اس جگہ اس حدیث کو اور پڑھا جائے:۔ "میری رحمت میرے عذاب سے بڑی ہے"۔ مشکوٰۃ شریف

حضورؐ کی رفاقت

شیخ نے فرمایا ربیعہ بن کعب اسلمی نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو اور قضاء حاجت (استنجاء) کے لئے پانی لے کر حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا، مانگو! میں نے عرض کیا میں جنت میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں۔ فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ۔ میں نے عرض کیا صرف یہی چاہتا ہوں تب آپ نے ارشاد فرمایا

فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ	زیادہ سجدے کر کے میری مدد
السُّجُوْدِ [1]	اپنے لئے کرو

شیخ نے فرمایا حضورؐ کا ارشاد "اس کے علاوہ اور کچھ" آپ کو معلوم تھا کہ ربیعہ کا ارادہ صرف جنت میں میری مرافقت کا ہے تاکہ ان کو بھی مقام رفیع حاصل ہو جائے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ حضورؐ کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتے تھے لیکن انہوں نے جواب دیا صرف یہی چاہتا ہوں۔ اس سے ان کی رغبت ظاہر ہوتی ہے تو آپ نے ان کے لئے کثرت سجود [2] کو فرمایا کیونکہ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا:۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ	اور سجدہ کر اور قربت اختیار کر

اور حضرت ابن مسعودرضؓ ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا	الٰہی! میں آپ سے وہ ایمان
لَا یَرْتَدُّ وَنَعِیْمًا لَا یَنْفَدُ	مانگتا ہوں جس میں ارتداد نہ ہو
وَمُرَافَقَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ	اور وہ نعمت مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ [3]	اور حضورؐ کا ساتھ مانگتا ہوں

---

[1] مسلم [2] کثرت سجود سے مراد کثرت صلوۃ ہے کیونکہ سجدہ نماز کا اہم جزو ہے ایسے ہی قیام سے مراد بھی نماز ہی ہوتی ہے [3] مشکوۃ شریف۔

اور جنت کا اعلیٰ درجہ جنت الخلد ہے تو جنت الخلد میں آپ کی مرافقت (ساتھ رہنے) کا سوال ہے یہ نہیں کہ وہ اس درجہ میں رفاقت چاہتے ہیں کہ ایک ہی درجہ میں ہو جائیں کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درجہ میں مساوات کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی

مومنین کے دشمن شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ لِاَھْلِ الْعِلْمِ — اہل علم کے بہت دشمن ہوتے ہیں
اَعْدَاءً فَاحْذَرُوْھُمْ[۱] — پس ان سے ڈرو!

شیخ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کی سب سے بڑی نعمت اسلام اور ایمان ہے اور ابلیس لعین نے اس بارے میں بہت شدت کے ساتھ دشمنی کی اور کرتا رہتا ہے اور اس بارے میں اس نے اللہ تعالےٰ کے سامنے قسم کھاکر عہد کیا تھا اور اللہ تعالےٰ نے بھی اس کی دشمنی سے ڈرایا ہے

اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ — شیطان تمہارا دشمن ہے اسکو
فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا — دشمن ہی سمجھتے رہو۔

اس لئے شیطان اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گا جب تک یہ نعمت زائل نہ کر دے اس لئے اس کی کوشش برابر رہتی ہے اس لئے اس سے مکمل پرہیز کرنا چاہیئے اور یہ ظاہر ہے کہ شیطان کی گھات سے حفاظت بجز علم کے کسی دوسری چیز سے ممکن نہیں ہے اس لئے وہ برابر حصول علم میں رکاوٹیں ڈالتا رہتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ پر توکل کرنے سے اس کی نصرت اور حفاظت حاصل ہو گی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

جب آدمی کوئی آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان

---

[۱] جمع الفوائد

ملعون ہو کر رہتا ہے اور کہتا ہے کہ ابن آدم کو سجدہ کا حکم دیا اس نے سجدہ کیا اس کے لئے جنت ہے اور میں نے سجدہ سے انکار کیا میرے لئے دوزخ ہے[1]

شیخ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کی توحید پر ایمان لانے کے بعد دوسری سب سے بڑی نعمت اللہ تعالےٰ کی معرفت ہے اور وہ چیزیں ہیں جن سے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے مثلاً ادائیگی فرائض، نوافل روزہ وغیرہ ان چیزوں کا سب سے بڑا دشمن نفس امارہ ہے وہ آدمی سے کسی وقت جدا نہیں ہوتا ہے وہ ہمیشہ آدمی کو خواہشات کی طرف بلاتا ہے اور وہی آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طاعت سے روکتا ہے اللہ تعالےٰ نے اس کی دھوکہ بازی سے تمہیں ڈرایا ہے

۱۔ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ — بیشک نفس بہت زیادہ برائیوں کا امر کرتا ہے

۲۔ يَوْمَ يَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا — جس دن آئیگا ہر نفس جھگڑیگا اپنے بارے میں

۳۔ اَنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ — وہ اٹکل ہی کی اتباع کرتے ہیں اور نفس ہی کی طرف مائل رہتے ہیں

نفس ہاروت اور ماروت سے بڑھ کر ساحر ہے اور اے بندۂ خدا تو بہت کمزور ہے اور سیدھا ہے اگر خدانخواستہ نفس تیرے اوپر غالب آجائے تو وہ تیرے اوپر سوار ہو جائیگا اور تجھے ہر راستہ پر لیجائیگا ہاں وہ آدمی جن پر اللہ تعالےٰ کا رحم ہو جائے وہ بچ جاتے ہیں ان دو نعمتوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت امن ہے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

۴۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا — چاہیئے کہ اس گھر کے رب کی

---

[1] مشکوۃ شریف

بَیْتِ الَّذِیْ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ وَّ آمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ	عبادت کریں جس نے بھوک میں کھلایا اور خوف میں امن دیا۔
۵۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔	اور جما دینگے ہم ان کو اس دین میں جسکو ان کے لئے پسند کیا ہے اور بدل دیا جائیگا ان کے خوف کے بعد امن

ان دو چیزوں میں تمہارا سب سے بڑا دشمن وہ لوگ ہیں جو عبادت من دون اللہ کرتے ہیں اور خدا کا شریک گردانتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

۶۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ	اور مہیا کرو انکے لئے جہاں تک بھی ہو سکے قوت اور گھوڑے ڈراؤ تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو

اور اگر دشمن قریب ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ پر توکل اور صبر کرنا چاہیئے اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنا چاہیئے ارشاد فرمایا ہے

۷۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا	ایمان والو جب تم کافروں کی جماعت سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو بہت
۸۔ اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ	جب تم کافروں سے لڑائی کے لئے مقابل ہو تو ان سے پشت نہ پھیرو
۹۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ	اللہ تعالےٰ ان لوگوں سے

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ

محبت کرتا ہے جو صف بنا کر اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی دیوار ہیں

اور جب مقابلہ ہو جائے تو ان کی کثرت سے نہ گھبرانا چاہیئے بلکہ اللہ تعالے کا ذکر کرنا چاہیئے

١٠ ـ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

ان سے نہ ڈرو مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مومن ہو

اور اللہ تعالے کا ذکر دو طرح ہوتا ہے زبان سے اور قلب سے اور یاد رکھو جب مقابلہ ہو جائے تو خوب جنگ کرو اور قتل کرو ارشاد فرمایا ہے

١١ ـ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْهُمْ مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ

مارو گردن کے اوپر اور مارو ہر جوڑ پر

اس کے بعد سب سے بڑی نعمت آپس میں محبت اور بھائی چارہ ہے اللہ تعالے نے فرمایا ہے

١٢ ـ اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا

یاد کرو اللہ کی نعمت کو اپنے پر جب تم دشمن تھے پس الفت ڈالدی تمہارے دلوں میں پس ہو گئے تم بھائی اس کے فضل سے

١٣ ـ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

مومنین تو آپس میں بھائی ہیں

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے قسم خدا

کی تم اس وقت تک ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ اور ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک تم آپس میں محبت نہ کرنے لگو اور وہ چیز جو تمہارے درمیان محبت پیدا کر دے وہ آپس میں سلام کا رواج ہے لہ اس نعمت کے بارے میں تمہارا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں تم میں سے ہوں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہے اور وہ منافق ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

۱۴- يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ	قسم کھاتے ہیں اللہ کی کہ
لَمِنْكُمْ وَمَاهُمْ مِنْكُمْ	وہ تم میں سے ہے حالانکہ وہ
(الآیۃ)	تم میں سے نہیں ہے

اور منافقین کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں آپس میں الفت نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

۱۵ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ	آپ ان کو جماعت خیال کرتے
قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى	ہیں حالانکہ ان کے قلوب
	متفرق ہیں۔

ان کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۶- وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ	چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ
كَمَا كَفَرُوْا	جیسا کہ وہ کافر ہیں۔

ان سے چھٹکارہ کی یہی صورت ہے کہ آپس میں سلام کا رواج پیدا کرو تاکہ آپس میں محبت پیدا ہو۔ اس کے علاوہ دوسرا طریقہ یہ ہے

تَهَادُوْا تَحَابُّوْا (الحدیث) ؎ آپس میں ہدیہ دو محبت پیدا کرو

اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لہ مشکوٰۃ شریف ؎ ایضاً

مَنْ لَا یُجِیْبُ الدَّعْوَةَ — جو دعوت قبول نہ کرے وہ
فَلَیْسَ مِنَّا لہ — ہم میں سے نہیں ہے

اس لئے کہ دعوت سبب الفت ہے اور دوستی کے اسباب میں سے ایک سبب زیارت اور ملاقات بھی ہے آپ نے فرمایا ہے:

زُرْغِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا لہ — زیارت کر غائب رہ کر زیادہ کر محبت کو۔

اور ایک دوسرے کے لئے خرچ کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا اور یہ محبت کی نعمت کا شکر ہے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اگر تم شکر کروگے تو ہم زیادتی کرینگے۔ پھر اس نعمت کے بعد سب سے بڑی نعمت دوسروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور دوسروں کی کفالت اور ان کے ساتھ فراخدلی کا برتاؤ ہونا چاہیئے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔

۱۷ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا — اور اللہ نے کیا تمہارے لئے گھروں کو قرار

۱۸ — وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ — اور کیا تمہارے لئے کشتی اور چوپائے تاکہ سوار ہو تم ان پر اور چڑھو ان کی کمر پر پھر یاد کرو اللہ کا احسان۔

اور سورہ النحل کی آیات میں ہے

۱۹ — اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا — اگر شمار کرو اللہ کی نعمت کو تو احاطہ نہ کرسکوگے۔

لہ مشکوٰۃ شریف ص۱۲ لہ ایضاً مطلب یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ملاقات بھی ہوتے رہنا چاہیئے

اور حدیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالے نے حضرت آدم ؑ کی پشت سے ان کی نسل کو ظاہر کیا تو ان میں سے بعض میں فقر کو بھی ظاہر فرمایا تو ارشاد ہوا

۲۰۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ — فضیلت دی اللہ نے بعض کو
بَعْضًا فِي الرِّزْقِ — بعض پر رزق میں

اور رزق کی نعمت کا دشمن حسد ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ إِلَّا وَ — ہر ایک مسلمان میں حسد اور
فِيهِ حَسَدٌ وَطِيَرَةٌ وَ — شگون لینا اور بدگمانی ہے
سُوْءُ ظَنٍّ[1]

اور حسد کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے بھائی کے لئے تباہی اور بربادی نہ چاہے حسد کے بارے میں حضور ؐ نے ارشاد فرمایا ہے

كَادَ الْحَسَدُ وَاَنْ — قریب تھا کہ حسد تقدیر پر غالب
يَغْلِبَ الْقَدَرَ[2] — آجائے

اور اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے:۔

۲۱۔ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ — پناہ چاہتا ہوں میں پھاڑنے
الْفَلَقِ (اِلٰی قولہ) — والے رب کی (الیٰ قولہ)
مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا — شر سے حاسد کے جب حسد کرے
حَسَدَ

اس نعمت کی عظمت اس صورت سے ظاہر ہے اور حسد کے زوال کی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالے سے استعاذہ کیا جائے اور یاد رکھو صاحب فضل ہی سے حسد کیا جاتا ہے اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے :۔

۲۲۔ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ — حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر کہ عطا کیا انکو اللہ نے اپنا فضل۔

میں نے ابوالفضل عبداللہ بن محمد فقیہہ سے سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے موسیٰ القمی سے سنا اور انہوں نے محمد بن شجاع سے سنا کہ ان کی مجلس میں اس آدمی کا ذکر ہوا جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تنقیص بیان کیا کرتا تھا۔ فرمایا

وَيَحْسُدُوْنَ وَشَرُّ النَّاسِ مَنْزِلَةً ٭ مَنْ عَاشَ فِي النَّاسِ يَوْمًا غَيْرَ مَحْسُوْدٍ

بعض ادیبوں نے بیان کیا ہے وسعت اور فراخدلی پر لوگ اس طرح حسد کرتے ہیں جیسا کہ باد شاہت پر۔ اس کی حفاظت دوسروں پر خرچ کرنے اور اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے ہوتی ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے :۔

۲۳۔ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ — خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا

۲۴۔ اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ — خرچ کرو اپنی پاکیزہ کمائی کو۔

اور جو لوگ انفاق سے گھبراتے ہیں ان کو اللہ تعالےٰ نے اصحاب الجنۃ کی مثال دیکر ڈرایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے باغات کو تباہ کر دیا تھا اور اس کے بعد مزید عقاب سے ڈرایا ہے ارشاد ہے

۲۵۔ وَكَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ — اور ایسے ہی عذاب ہے اور عذاب آخرت بڑا ہے۔

اور حدیث شریف میں بھی تنبیہہ ہے کہ جو لوگ دوسروں کی حاجت میں کام نہیں آتے ان کی نعمت زائل اور ختم ہو جاتی ہے حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا ہے :۔

ما احسن الدنیا و اقبالھا	اذا اطاع اللہ من نالھا
من لم یواس الناس من فضلہ	عرض للادبار اقبالھا
فاحذر زوال الفضل یا جابر	واعط من الدنیا من سالھا
فان ذا العرش جزیل العطاء	یعطف بالجنۃ امثالھا

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰہَ یختصھم بالنعم	اللہ نے خاص کیا ہے انکو نعمتوں
لمنافع العباد فاذا	کے لئے بندوں کے نفع کیلئے جب
امتنعوھا انتزعھا	منع کردیتے ہیں اس سے تو چھین لیا
منھم	جاتا ہے اس کو ان سے

پس یہ نعمتیں جنکو ہم نے شمار کرایا ہے اصول ہیں ؛ ور ان کے علاوہ کا حد و حساب نہیں ہے تو حضور ؐ نے ان نعمتوں کے دشمنوں سے ڈرایا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

المومن بین خمس	مومن پانچ شدتوں کے
شدیدۃ	درمیان ہے۔

۱۔ مومن اس سے حسد کریگا
۲۔ منافق اس سے بغض کرے گا
۳۔ دشمن اس کو قتل کریگا
۴۔ شیطان اس کو گمراہ کریگا
۵۔ اور نفس اس کو دھوکہ دیگا۔

شیخ نے فرمایا ان میں سے چار تو دشمن حقیقی ہیں کیونکہ وہ تیرے دین کو تجھ سے چھیننا چاہتے ہیں ؛ اور دین کے ضائع ہونے میں انسان کی ہلاکت ہے ؛ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۲۶۔ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا	جس نے اللہ کا شرک کیا

خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ — وہ گویا آسمان سے گر پڑا

۲۷۔ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ — وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے
حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ — یہاں تک کہ تمہیں دین سے ہٹا دیں
اِنِ اسْتَطَاعُوْا — اگر طاقت رکھیں۔

یہ تو کافروں کے بارے میں فرمایا ہے اور منافقین کے بارے میں فرمایا ہے

۲۸۔ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا — چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ
فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاءً — جیسا کہ وہ کافر ہیں پس ہو جاؤ برابر

اور نفس کے بارے میں فرمایا ہے

۲۹۔ اَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ — دیکھو تو جس نے بنایا اپنا
هَوَاهُ — معبود اپنی خواہشات کو۔

یہ تو وہ دشمن ہیں جو تمہارے دین کو تباہ کرنے والے ہیں رہا مومن کا معاملہ وہ تمہاری ذات کا دشمن نہیں ہے اور تمہارے دین سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہے وہ تمہاری نعمت کا زوال چاہتا ہے اس لئے اگر تمہاری نعمت ختم ہو جائے تو تمہارا صبر باقی رہیگا اور اس میں بھی تمہاری کامیابی ہے اس لئے مومن تمہارا مستقل دشمن نہیں ہے ان نعمتوں کے بعد دو بڑی نعمت اور ہیں جس پر بہت سے لوگ حسد کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ بِهِمَا — دو نعمتوں پر حسد کیا جاتا ہے
اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ [1] — تندرستی اور کشادگی۔

اور ان دو کی عظمت اس سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو! ان میں سے ان دو کو بھی فرمایا ہے:

---

[1] یہ تمام احادیث ثابت ہیں اور مشکوۃ شریف و جمع الفوائد میں موجود ہیں

فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ	تیری فراغت تیری مشغولیت سے پہلے
وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ [۱]	اور تیری صحت تیری بیماری سے پہلے

ان کی قدر و منزلت ان کے زوال کے بعد ہی محسوس ہوتی ہے یہ دو نعمتیں دو گروہ کے نیچے ہیں ان میں سے ایک قلت ہے اور دوسری بھوک ہے اصل فراغت قلت میں ہے حضرت ابو درداء رض نے فرمایا ہے

اعوذ باللّٰہ من تفرقۃ	پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی انتشار
القلب قیل وما تفرقۃ	قلب سے۔ کہا گیا انتشار قلب
القلب قال ان یکون	کیا ہے فرمایا یہ کہ تمام وادیوں میں
فی کل واد مال [۲]	مال ہو جائے۔

اور اس کا ضد وہی فراغ قلب ہے جو قلت میں حاصل ہوتا ہے کثرت میں نہیں اور بھوک کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جس سے اس کی کمر سیدھی رہے [۳]

اور طبیب عرب ابن کلدہ نے کہا ہے "کامل دوا پرہیز ہے" کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالے نے زمین کو پیدا کیا اور اس میں اس کی قوتیں رکھ دیں تو صحت نکل کر جنگل میں چلی گئی تو وہاں بھوک اس کے ساتھ ہو گئی تو صحت اور فراغ کی دشمن پیٹ بھرنا اور مالداری ہے اس لئے پرہیز اور قناعت کے ذریعہ حفاظت کرنا چاہیئے۔

---

[۱] حوالہ گذرچکا [۲] ایضاً (جو ارشاد فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مال کی کثرت باعث انتشار قلب ہوتی ہے اور مال کی قلت (تنگدستی نہ ہو) وہ باعث طمانینت قلب ہوتی ہے) [۳] ایضاً

ہر حال میں رجوع الی اللہ

شیخ نے بسند متصل حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

۱- اللہ تعالےٰ نے اپنے بعض انبیاء کی طرف وحی بھیجی کہ آپ میرے نیک بندوں سے فرما دیجئے وہ غرور نہ کریں، اگر میں ان پر اپنا عدل وانصاف قائم کروں اور ان کو عذاب دوں تو میں اس میں ظالم نہیں ہوں اور میرے گنہگار بندوں سے فرما دیجئے وہ کسی گناہ کو بڑا نہ جانیں اور میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

۲- اور بعض انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی آپ اپنی قوم سے فرما دیجئے کہ وہ ہماری مسجدوں میں ناپاک دل اور ناپاک ہاتھوں سے داخل نہ ہوں کہ وہ باطل ہاتھوں کو اٹھائیں اور مجھ سے مدد کی امید رکھیں اپنی عزت کی قسم اگر میں ان کو کسی مصیبت میں گرفتار کر لوں تو وہ اس سے نجات نہ پا سکینگے تا وقتیکہ مثل جدائی والی دعا نہ کریں۔

شیخ نے فرمایا تصدیق اور خطا بندوں کی دو صفت ہیں اور بندہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا مکلف ہے

۱- فَفِرُّوا اِلَى اللّٰهِ	اللہ ہی کی طرف بھاگو
۲- تُوبُوا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا	اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ سب اے مومنو !
۳- اَنِيبُوا اِلَى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوا لَهٗ	اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے تابعدار ہو جاؤ۔

پس ظاہرہ شکلوں کی طرف متوجہ ہو جانا یہ عام مومنین کی صفت ہے
اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرنا یہ خواص کی صفت ہے
اعمال کی طرف نظر کرنا یہ بہت بڑا فتنہ ہے اور اسی کو عجب کہا جاتا
ہے۔ اس کی وجہ سے بندہ عبودیت کے راستہ سے ہٹ جاتا
ہے عبودیت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں جانے
گویا اللہ کا قیدی ہے پس بندہ قضاو قدر میں گرفتار ہے جو کچھ بھی
اس سے صادر ہوگا وہ لکھا جا چکا ہے آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضہ سے
ارشاد فرمایا تھا

اِنَّكَ لَاقٍ مَا كُتِبَ عَلَيْكَ [1] جو لکھا جا چکا ہے تو اسکو پالیگا

بہرحال تقدیر الٰہی سے مفر نہیں اگر بندہ کسی معصیت میں ہے تو اس کو
اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اسی کو تائب کہتے ہیں اور
اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور اگر طاعت
کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہ محسن ہے اور اللہ
تعالےٰ محسنین سے محبت کرتا ہے تو بندے کو کسی حال میں غیر اللہ کی
طرف نظر نہ کرنا چاہیئے خواہ وہ اس کے اعمال ہی کیوں نہ ہوں جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

تم میں سے کسی کو اس کا عمل نجات نہ دلائے گا [2]

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

قیامت میں اللہ تعالےٰ نعمتوں کو اور بندے کے گناہ
اور نیکیوں کو لائیگا نعمتوں سے فرمائیگا ہر نعمت اپنے بدلہ
ایک نیکی کو لے چنانچہ تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی [3]

سفیان بن عیینہ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام

---

[1] مشکوۃ شریف [2] مشکوۃ شریف [3] مشکوۃ شریف

کو مرض سے صحت ہو گئی تو ان کو خیال ہوا اور انہوں نے عرض کیا الہٰی آپ نے مجھے بلایا میں مبتلا کیا اور کبھی اختیار نہ دیا اگر آپ مجھے اختیار دیتے تو میں آپ کی رضا ہی کو اختیار کرتا۔ وحی آئی آیا یہ ہماری طرف سے تھا یا آپ کی طرف سے؟ عرض کیا حضور! آپ ہی کی طرف سے تھا اور اپنے سر پر مٹی ڈالی[۱] دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے دل میں آیا انہوں نے بلایا پر صبر کیا ہے تو دس بدلیوں کے پیچھے سے دس ہزار آوازیں آئیں ایوب! یہ صبر آپنے کیا تھا یا ہم نے کرایا تھا عرض کیا الہٰی! آپ نے ہی صبر کرایا تھا فرمایا تمہیں ہماری تنبیہ سے ہی تنبیہ ہوئی اور تمہیں ہمارے ہی یاد دلانے سے یاد آیا

اسی طرح جو آدمی غفلت میں گذار دے وہ یہی جانتا ہے کہ اس کے اعمال اس کو نجات دلائینگے اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے حالانکہ ہر حالت اور ہر اعمال اور حرکات میں اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرنا چاہیئے

حضرت ابوہریرہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت میں سب سے پہلے تین آدمیوں کا فیصلہ کیا جائیگا (۱) شہید جب اس سے پوچھا جائیگا تو کہے گا میں نے آپ کی راہ میں جان دیدی حکم ہوگا تم نے جھوٹ بولا تم نے یہ عمل اس وجہ سے کیا تھا کہ لوگ کہینگے فلاں نے بڑی جرأت دکھلائی چنانچہ اس کو بھی منھ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائیگا

(۲) وہ آدمی جس نے علم سیکھا اور قرآن پڑھا، وہ کہے گا میں نے علم سیکھا اور قرآن پڑھا حکم ہوگا غلط یہ تو تم نے اپنے عالم ظاہر کرنے

---

[۱] تفسیر ابن کثیر

کے لئے پڑھا تھا اس کو بھی منھ کے بل دوزخ میں گرادیا جائیگا
(۳) مال والا بلایا جائے گا جب اس سے دریافت کیا جائیگا تو وہ کہیگا کہ میں نے آپکی راہ میں مال خرچ کیا حکم ہوگا تم نے جھوٹ بولا تم نے تو اپنے کو سخی کہلانے کے لئے ایسا کیا تھا اس کو بھی منھ کے بل دوزخ میں ڈال دیا جائیگا [۱] شیخ نے فرمایا جن لوگوں نے افعال میں شرک کیا ان پر ان کا شرک پوشیدہ رہا. جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

میری امت میں شرک چیونٹی کے اندھیرے میں چلنے سے بھی زیادہ خفی ہے [۲]

جیسا کہ حدیث میں گذر چکا ہے کہ وہ اعمال خیر کرتے رہے لیکن یہ نہ جان سکے کہ وہ شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں اس لئے نفس کا یہ دھوکا ہاروت اور ماروت کے جادو سے زیادہ خطرناک ہے کہ مرتکب شرک کو احساس تک نہیں ہو پاتا. نفس کا فریب اور دھوکہ اللہ تعالےٰ ہی بتلا سکتا ہے اس کی حفاظت ہی سے حفاظت ہوتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا. قیامت میں میری امت کے تین فریق ہونگے ایک وہ جو اللہ تعالےٰ کی خالص عبادت کرتے تھے، دوسرے وہ جو اللہ تعالےٰ کی ریا سے عبادت کرتے تھے، تیسرے وہ جو اللہ کی عبادت کے بدلہ دنیا کو خریدتے تھے ان میں سے۔ عبادت میں مخلص کے علاوہ سب کو دوزخ میں ڈال دیا جائیگا [۳]

شیخ نے فرمایا ان لوگوں نے اعمال اپنی مراد کے لئے کئے اور اس کا انھوں نے اقرار بھی کیا تو ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ سے اعراض کرنے میں کوئی نفع حاصل نہ ہوسکا اس لئے دوزخ ان کا ٹھکانا قرار دیا گیا. یہی مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی کا ہے

---

[۱] مشکوۃ شریف [۲] احیاء علوم [۳] روایت مسلم کا مفہوم اور خلاصہ

قُلْ لِعِبَادِیَ الصِّدِّیْقِیْن
لَا یَغْتَرُّوْا

میرے صدیق بندوں سے کہو
دھوکہ میں نہ رہیں۔

یعنی تم اپنے اعمال سے دھوکہ میں نہ رہو یہ تمہیں نجات نہیں دلا سکتے تمہاری نظر اللہ تعالےٰ کی طرف رہنا چاہیئے اور رہا خطاکاروں کا معاملہ ان کو ارتکاب گناہ سے مایوس نہ ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سامنے کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہے اور جو کچھ ہو چکا اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ مکتوب تھا اور مقدر تھا اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا
عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ
اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
جَمِیْعًا

میرے وہ بندے جنہوں نے اپنے
اوپر زیادتی کی اللہ کی رحمت
سے مایوس نہ ہوں اللہ تمام گناہوں
کو معاف کر دیگا۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ محافظ فرشتوں سے اس کو بھلا دیتا ہے اس کو اس کے جوارح بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے خطے بھی بھلا دیتے ہیں اور وہ قیامت میں ایسا حاضر ہوگا کہ اس کے گناہوں پر کوئی شاہد نہ ہوگا۔ اور اگر بندہ نے توبہ میں کوتاہی کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا اور تمام عمر گذار دی اور مصائب بھی پیش نہیں آئے کہ جو کفارہ بن جاتے لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کو کسی عقوبت میں مبتلا کر دیا تو اب آخرت میں اس پر عقاب نہ ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

میرے اوپر ایک آیت نازل کی گئی ہے جو مجھے اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ ارشاد

فرمایا (یعنی پوری دنیا سے)

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ	جو کچھ بھی تمہیں مصیبت پہونچی
فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ	تمہاری کمائی ہوئی ہے اور
يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؎۱	بہت سی تو معاف کی جاچکی ہیں

اور ارشاد فرمایا گناہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو دنیا ہی میں معاف ہوجاتے ہیں اور ایک گناہ وہ جس پر دنیا میں عقاب ہوجاتا ہے شیخ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم پر موقوف ہے اسی کے کرم سے فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اسی کے کرم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت موقوف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ	میری شفاعت امت کے کبیرہ
مِنْ اُمَّتِيْ ؎۲	گناہ والوں کے لئے ہے

شیخ نے فرمایا اس میں سب سے بہتر معاملہ یہ ہے کہ مدعی کو دنیا ہی میں راضی کرلیا جائے حضرت انس رضؓ نے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضؓ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ کو ہنسی آگئی حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کس بات سے ہنسے۔ آپ نے فرمایا میری امت کے دو آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے گھسٹتے ہوئے آئے اور ایک نے عرض کیا یا اللہ! آپ میرے اس بھائی سے میرے اوپر کئے ظلم کا بدلہ دلائیے، دوسرے نے عرض کیا حضور! میرے پاس تو ایک نیک عمل بھی باقی نہیں ہے الٰہی آپ میرے بوجھ میں میری مدد فرمائیں یہ فرماکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا؛

یہ بہت بڑا دن ہے لوگ محتاج ہونگے کہ کوئی ان کا

؎۱ ابن کثیر ؎۲ مشکوۃ شریف از مسلم۔

بوجھ اٹھلئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا سر کو اٹھاؤ! دیکھا تو سامنے چاندی سونے موتیوں کے بنے ہوئے مکانات میں عرض کیا الٰہی یہ کسی نبی کے معلوم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو وہ لیگا جو اس کی قیمت ادا کرلیگا۔ عرض کیا حضور اس کی قیمت کون دے سکتا ہے حکم ہوا تو دے سکتا ہے۔ عرض کیا وہ کیا؟ فرمایا اپنا مطالبہ حاصل کرنے سے معاف کردے لہ۔ عرض کیا حضور! میں نے معاف کردیا اللہ تعالیٰ نے طالب سے فرمایا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور اس کو بھی جنت میں داخل کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصْلِحُوا	اللہ سے ڈرو اور آپس
ذاتَ بَیْنِکُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ	میں صلح رکھو اللہ تعالیٰ بھی
یُصْلِحُ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	قیامت میں مومنین کے درمیان
یَوْمَ الْقِیَامَةِ ٢ه	صلح کرادیگا۔

شیخ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا کرم بندہ پر ہے تو بندہ کا کسی گناہ کو بڑا سمجھنا اور رحمت سے مایوس ہوجانا عجیب ہے۔

پس حدیث کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے کہ مومن کسی غیر کی طرف رجوع کرے اور اس کے علاوہ کسی غیر پر اعتماد کرے یا معصیت میں اپنے نفس کے ساتھ مطمئن رہے یا معصیت پر اصرار کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ بندہ اگر تابعداری اور بیجاپلوسی کرے تو اس کی کرے

۲۔ یہ کہ اپنی کسی طاعت کو بڑا نہ جانے جس سے دھوکہ میں مبتلا ہوجائے اور ایسے ہی کسی گناہ کو بڑا جان کر اس کی رحمت سے

لہ بیہقی از خیر المواعظ ٢ه بیہقی از خیر المواعظ۔

مایوس نہ ہو جائے

یقین کی کمزوری

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ اِلَّا ضُعْفَ الْیَقِیْنِ [1] — میں اپنی امت پر یقین کی کمزوری ہی کا خوف کرتا ہوں

شیخ نے فرمایا یقین عین قلب (فواد قلب) کے ادراک کا نام ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کی تعریف کی ہے

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ — ایمان رکھتے ہیں غیب پر اور نماز قائم کرتے ہیں۔

عام علماء کے نزدیک تصدیق قلب کو بھی ایمان کہتے ہیں کیونکہ آدمی اسی چیز کی تصدیق کرتا ہے جو اس کے نزدیک ثابت اور مقرر ہوتی ہے۔ اسی طرح تصدیق کرنے والا مثل مشاہدہ کرنے والے کے ہے اور یقین مشاہدۂ قلب ہی کا نام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ — خبر معائنہ کی طرح نہیں ہے

جب نظر کمزور ہوتی ہے تو آدمی شے کو نہیں دیکھ پاتا اسیطرح سے جب قلب کی آنکھ کمزور ہوجاتی ہے تو وہ غیب کا ادراک نہیں کرسکتا اور غیب پر ایمان ضروری ہے جیسے کہ توحید باری پر یقین کرنا ضروری ہے اس کا جلال اور اس کی عظمت وغیرہ کا جب احساس ختم ہوجاتا ہے تو پھر عبادت اس طرح نہیں ہوسکتی گویا اس کو دیکھتا ہے۔ ان چیزوں کے فقدان کا نام عدم یقین اور حصول کا نام یقین ہے اور زبان سے اس کی تصدیق کرنا یہ چیز دیگر ہے اور ایک قسم کی شب کوری

[1] مشکوۃ شریف

یا چوندھاپن ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

آدمی کو جب قبر میں رکھ دیا جائیگا تو فرشتہ آئے گا اور دریافت کریگا کہ اس شخص (حضورؐ) کے بارے میں کیا کہتا ہے کہیگا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں سے سنا تھا وہ کچھ کہتے تھے۔ لہ

یہ بات عین قلب کے اندھاپن کی ہے جب قلب کی آنکھ کی بصارت کمزور ہو جاتی ہے تو یقین میں کمزوری آجاتی ہے اور ایمان کمزور ہو جاتا ہے یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

جب لوگ اپنی خواہشات میں پھنس جاتے ہیں تو مختلف راستوں پر پڑ جاتے ہیں۔ معلوم رہے زبان سے خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنا یہ خبر کا راستہ ہے اور خبر حال اور حال مُخبَر کے مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتی کیونکہ مُخبَر کا تعلق معائنہ سے ہے اس میں لوگوں کو جب تردد ہوا تو وہ اپنی فہم اور عقل کے اتباع میں لگ گئے اس لئے وہ اس چیز کو نہ دیکھ سکے جس کی خبر اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول نے دی ہے یاد رہے جس کا یقین قوی ہوتا ہے اس کی قلبی بصارت بھی قوی ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی خبر پر مطمئن ہوتا ہے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ — اللہ ہی کے ذکر سے قلوب سکون پاتے ہیں۔

ایسے آدمیوں کی آنکھوں سے غیب کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور وہ خبر کو آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے اور اس سے اس کو سکون حاصل ہوتا ہے وہ ادھر ادھر نہیں دیکھتا اس کو کسی قسم کا خلجان نہیں ہوتا وہ کتاب اور سنت پر مستقیم ہوتا ہے

لہ مشکوۃ شریف

اعمال کی عظمت شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر کے درجہ پر چڑھے تو آمین فرمایا، پھر دوسرے درجہ پر چڑھے تو آمین فرمایا اور پھر تیسرے درجہ پر چڑھے تو آمین فرمایا۔ پھر آپ سیدھے کھڑے ہو گئے صحابہ رضؓ نے دریافت کیا آپ نے کیوں آمین فرمایا؟ آپ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا وہ آدمی رسوا ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور آپ پر درود نہ بھیجا۔ میں نے کہا آمین۔ پھر فرمایا وہ آدمی رسوا ہو جس نے ماں باپ کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت کا مستحق نہ بنا میں نے کہا آمین پھر فرمایا وہ آدمی رسوا ہو جس نے رمضان پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین لے

شیخ نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحیم وکریم اور تمام عالم کے لئے باعث رحمت ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں قرآن پاک میں چند جگہ ارشاد فرمایا ہے جس وقت آپ کا چہرۂ انور غزوۂ احد میں زخمی ہو گیا تو آپ خون کو ہاتھ میں لیتے تھے اور زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے تاکہ لوگوں پر عذاب نازل نہ ہو جائے لیکن اس کے باوجود آپ نے اس حدیث میں ان تینوں قسم کے لوگوں کے لئے بددعا پر آمین کہا ہے تو بہت ممکن ہے یہ آپ نے ان لوگوں کے لئے فرمایا ہو جو ان چیزوں کو اہمیت نہ دیتے ہوں اور تخفیف کرتے ہوں جیسا کہ منافقین کا طریقہ تھا وہ ہر چیز میں دکھاوا ہی اختیار کرتے تھے اس اعتبار سے وہ دین میں مذبذب تھے اور کافر تھے مومن نہ تھے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی یہ بدعا ان مخلص مومنین کے بارے میں ہو جو خواہشات میں پڑے ہوئے تھے اور رشد و ہدایت اور ثواب و فلاحِ آخرت کے ان طریقوں کو اختیار کرنے سے غافل تھے۔

علامتِ ایمان | شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور ؐ کی خدمت میں کچھ لوگ آئے اور عرض کیا کبھی ہمارے دل میں ایسا خطرہ گذرتا ہے اگر اس کو کہیں تو نہایت ہی عظیم بات ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا ایسا ہے؟ عرض کیا ہاں! آپ نے ارشاد فرمایا یہ کھلا ہوا ایمان ہے [۱]

شیخ نے فرمایا یہ اس وجہ سے بڑا ہے کہ تم اس کو بڑا سمجھ رہے ہو اور یہی ایمان صریح کی علامت ہے اور اس کے ظاہر کرنے کو برا جانتے ہو کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید معلوم ہو رہی ہے اور یہ اسی وقت معلوم ہو سکتی ہے جب قلب شرک سے پاک ہو کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جن کے قلب میں ایمان نہیں ہے وہ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان ہی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ	قریب ہے کہ آسمان پھٹ
وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ	جائے اور زمین پھٹ جائے اور
الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا	پہاڑ گر پڑیں ڈر کر یہ کہ پکارتے
لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا	ہیں اللہ کے لڑکا۔

اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ یہ ایمان کی علامت ہے کیونکہ اس قسم کے خیال دلا کر شیطان مومن کو ہر جانب سے گمراہ کرنا چاہتا ہے اور ان مومنین کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :-

---

[۱] مشکوٰۃ شریف

لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ — تیرا ان پر قبضہ نہیں ہے

پس جب شیطان کا حیلہ باطل ہوا وہ وسوسہ دلانے کے چکر میں پڑتا ہے اسی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

الحمد للہ الذی رد — تعریف اللہ کی جس نے اس کے

کیدہ الی الوسوسۃ — چال کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا۔

وسوسہ حدیث خفی یا خطرات قلب کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا شیطان اس گھر میں نہیں جاتا جہاں کچھ نہ دیکھتا ہو اس لئے یہ قلب میں ایمان ہونے کی دلیل ہے کہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے اور وسوسہ نہ پیدا ہونا خالی گھر ہونے کے مترادف ہے

عوام اور خواص

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالے نے تمہارے لئے تین چیزیں مکروہ سمجھتا ہے صحت، اپنے بھائی سے برأت، اپنے بھائی پر فخر [1]

اللہ تعالیٰ مومنین کو پسند کرتا ہے اور اس نے ان کو ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی منتخب کر لیا تھا۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے

۱۔ وَھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ — اس نے تمہارا نام پہلے ہی مسلمان رکھ دیا ہے

۲۔ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ — وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں

اس لئے وہ ہر حال میں مومنین سے یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اس کی طرف متوجہ رہیں اور اس کا ذکر کرتے رہیں پس یہ اوصاف اور خصائص تو اولیاء اللہ کے ہیں لیکن عوام مومنین کا معاملہ یہ ہے کہ وہ بعض دفعہ اس

---

[1] یہ حدیث معلوم نہ ہو سکی

سے غفلت بھی اختیار کر لیتے ہیں اور یہ بوجہ ان کی مشغولیت کے ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ کو ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ صحت مکروہ ہے اس لئے وہ انکو مریض بنا دیتا ہے تاکہ وہ تکلیف میں مبتلا ہوکر اس کو یاد کریں اور اس کی طرف متوجہ رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے بندے کی آواز سنوں الخ۔

یہ حالت عوام کی ہوتی ہے کہ وہ بعض نعمت صحت میں بھول جاتے ہیں اور عوام مومنین کے دو وصف اور ہیں یعنی اپنے بھائی سے برأت اور اپنے بھائی پر فخر۔ خواص مومنین کی صفات آپس میں موالات اور محبت ہے اور ایک دوسرے کے لئے ایثار۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

۳ — إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ	مومنین آپس میں بھائی ہیں
۴ — وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ	اور تمہارے قلوب میں الفت پیدا کردی
۵ — وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ	اور وہ اپنے اوپر ترجیح دیتے
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ	اگرچہ وہ تنگی میں ہوں
۶ — أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ	متواضع ہیں مومنین کے لئے۔

چنانچہ یہ اوصاف خواص مسلمین کے ہیں مومنین سے برأت ظاہر کرنا خواص کے اوصاف میں سے نہیں ہے اور ایسے خواص مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کو صحت محبوب ہے کیونکہ وہ اس سے اللہ تعالےٰ کی خدمت اور اولیاء اللہ کی مدد اور دشمنوں سے قتال کرتے ہیں اور خواص مومنین صحت اور مرض دونوں حالتوں میں اللہ تعالےٰ کو یاد رکھتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں ان کو کوئی چیز مشغول نہیں کر پاتی ہے۔

۷ — رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ	مردوں کو اللہ کے ذکر سے نہ تجارت
وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ	روک پاتی ہے اور نہ بیع۔

یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ خواص مؤمنین کے کفارۂ سیئات کے لئے اور ان کے مراتب بلند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو مرض میں مبتلا کرتا ہے حضرت ابو درداء رضؓ نے فرمایا۔

أَحَبُّ الْمَرَضِ تَكْفِيْرُ	اچھا مرض وہ جس سے گناہوں کا
الْخَطَايَا وَأَحَبُّ الْفَقْرِ	کفارہ ہو اور اچھا فقر وہ جس میں
تَوَاضُعًا لِرَبِّيْ وَأَحَبُّ	رب کے لئے تواضع ہو اور اچھی
الْمَوْتِ اِشْتِيَاقًا اِلَىٰ	موت اللہ کے شوق میں
رَبِّيْ [1]	ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے" اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی بندہ کے لئے کوئی درجہ ہوتا ہے اور وہ اسکے عمل کے ذریعہ نہیں پا سکتا تو اسکو بلا میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اس سے وہ اس درجہ کو پالیتا ہے [2] تو اس اعتبار سے بھی اس آدمی کے لئے صحت مکروہ ہے تاکہ اس سے یہ درجہ نہ فوت ہو جائے ایک مریض عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا حضور! میرے لئے دعا کریئے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں تجھے شفا ہو جائے اور اگر تو چاہے تو صبر کر تیرا کوئی حساب نہ ہوگا عرض کیا حضور! میں صبر کرتی ہوں [3]

پس صحت اور مرض یہ دونوں عوام مومنین کے لئے رکاوٹ کی وجہ بن جاتے ہیں اس سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے اور ان کے مرتبے بڑھ جاتے ہیں حضرت ابن عمر رضؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم حضورؐ کے پاس تھے کہ آپ مسکرائے اور فرمایا:

بیماری کی حالت میں مسلمان سے جزع عجیب سی معلوم

---

[1] از مسند احمد خیر المواعظ [2] ایضاً [3] مشکوٰۃ شریف

ہوتا ہے اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا اللہ تعالے کے یہاں کیا رتبہ ہے تو وہ ہمیشہ بیمار رہنے ہی کو پسند کرتے پھر دوسری مرتبہ آپ مسکرائے اور آسمان کی طرف سر اٹھایا دریافت کیا تو فرمایا اللہ کے دو فرشتوں کو تعجب ہوا جب وہ مسلمان کے نماز پڑھنے کی جگہ پہونچے اور اس کو نہ پایا تو اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہ لکھا اور اللہ تعالے سے عرض کیا ہم نے دیکھا آپ نے اپنے فلاں بندہ کو اپنی رسی میں باندھ لیا ہے اس وجہ سے ہم نے اس کا عمل نہیں لکھا۔ اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہوا اتنا ہی عمل لکھو جتنا صحت میں لکھتے تھے۔ [1]

رقتِ قلب شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اقوام جنت میں ایسی داخل ہونگی کہ ان کے دل پرندوں جیسے ہونگے [2]

شیخ نے فرمایا ممکن ہے اس سے مراد کمزوری اور رقت ہو جیسا کہ آپ نے اہل یمن کے بارے میں فرمایا تھا وہ لوگ دل کے بہت کمزور اور رقیق القلب ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ خوف مراد ہو کیونکہ پرندہ سب سے زیادہ ڈرتا ہے ایسے ہی لوگ اللہ تعالے کے خوف سے دہشت زدہ رہتے ہیں چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بادل اور ہوا کو دیکھتے تو خوفزدہ ہو جاتے اور جب ہونے لگتی تو مسرور ہونے لگتے تھے [3] اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے

---

[1] بیہقی خیر المواعظ [2] مشکوۃ شریف مسلم [3] ایضاً

اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰہِ وَ اَخْشَاکُمْ بِاللّٰہِ ؎	میں اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ	اللہ تعالیٰ سے علماء ہی زیادہ ڈرتے ہیں

ربیع بن خیثم کے بارے میں ہے کہ ایک لوہار اپنی کلبٹی دھونک رہا تھا وہ ادھر سے گذرے اور اس کی اس صدا سے بیہوش ہو کر گر پڑے حضرت ابراہیم ابن ادہم کے سامنے کسی نے ذکر کر دیا

کل ذنب لك مغفور	تیرا ہر گناہ معاف ہے۔

وہ یہ سنکر بیہوش ہو گئے علی بن الفضیل کو قتیل قرآن کہا جاتا ہے کیونکہ قرآن کی آواز سنکر ان کی شہادت ہو گئی تھی تو یہ ارشاد انہی اسی قسم کے حضرات کے لئے ہے کہ ان کے دل پرندوں جیسے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے عام مومنین مراد ہوں کہ تھوڑی سی تکلیف پہ صبر نہ کر سکیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

۱ وَمَا مِنْ مُسْلِمٍ اِلَّا وَفِیْہِ حَسَدٌ وَطِیَرَۃٌ وَسُوْءُ ظَنٍّ	ہر ایک مسلمان میں کچھ نہ کچھ حسد اور بدشگونی اور سوء ظن ہوتا ہے۔

ہلاکت کی چیزیں

شیخ نے بسند متصل حضرت علی رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے علی! میں تمہیں چار چیزوں سے منع کرتا ہوں حسد۔ حرص کبر، غضب سے

؎ مشکوۃ شریف مسلم ؎۲ تخریج الاحیاء

شیخ نے فرمایا حاسد ہمیشہ اللہ تعالٰے کی قضا سے ناراض رہتا ہے اور ہمیشہ اللہ تعالٰے پر اعتراض کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالٰے علیم و حکیم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے

مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ	جو میری قضا پر راضی اور مصیبت
وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ	پر صبر نہ کرے وہ میرے علاوہ
فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ [۱]	کوئی رب تلاش کرے ۔

ایک شاعر نے بیان کیا ہے

اِنْ یَحْسُدُوْنِیْ لَا اَلُوْمُہُمْ قَبْلِیْ ٭ مِنَ النَّاسِ اَہْلِ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدُوْا

تو حسد برا مرض ہے اس کی وجہ سے آخرت میں تمام اعمال ختم ہو جائینگے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ	حسد نیکیوں کو ایسے ہی کھا جاتا
کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ [۲]	ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو ۔

حرص کا معاملہ یہ ہے کہ حریص آدمی اس چیز کا طالب بنتا ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقدر نہیں کی ہوتی ہے اس پر اس کو عقوبت ہو گی اور دنیا میں محرومی حاصل رہے گی فرمایا "حریص محروم ہوتا ہے"۔ اور کبر کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَۃُ	کبریائی میری چادر اور عظمت
اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ	میرا ازار ہے جس نے ان دو میں
وَاحِدًا مِنْہُمَا اَلْقَیْتُہٗ	سے کسی ایک میں مجھ سے جھگڑا اسکو
اَلنَّارَ [۳]	دوزخ میں ڈال دیا جائیگا

---

[۱] مشکوۃ شریف [۲] مشکوۃ شریف [۳] تخریج الاحیاء بمسلم بمشکوۃ شریف

تو متکبر کی دنیا میں سزا یہ ہے کہ خدا اس سے ناراض رہتا ہے اور آخرت میں یہ ہے کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائیگا اور اللہ کے بندوں کے سامنے وہ ہمیشہ ذلیل رہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

ہر بندہ کے سر پر دو سلسلہ ہیں ایک کا سرا تو آسمان میں ہے اور دوسرا ساتویں زمین پر ہے جب کوئی بندہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اوپر والا اٹھا لیا جاتا ہے (یعنی اس بندہ کو عزت حاصل ہوتی ہے) اور جب کوئی تکبر کرتا ہے تو زمین والا حصہ کھینچ لیا جاتا ہے یعنی اس طرح اس کو ذلت نصیب ہوتی ہے

غضب (غصہ) کا معاملہ یہ ہے کہ بندہ اس میں اپنی عبدیت کو فراموش کر دیتا ہے اس طرح وہ خدا کے غضب سے غافل ہو جاتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ غضب اللہ کی صفت ہے بندہ کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ غصہ کرے۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض کو منع فرمایا کہ وہ اللہ کی قضا پر ناراض ہوں اس پر اعتراض نہ کریں۔ غلبہ بطن (پیٹ کے غلبہ) میں مبتلا نہ ہوں اور تکبر اور غصہ کو اختیار نہ کریں اس طرح آپ نے تمام بدخصائل سے روکا ہے کیونکہ یہ چاروں چیزیں تمام برائیوں کی اصل ہیں۔

اہل جنت

شیخ نے بسند متصل حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا الْبُلْهُ [۱]	میں جنت میں داخل ہوا تو اس کے اکثر ساکن بھولے بھالے لوگ تھے

---

[۱] بیہقی از خیر المواعظ و تذکرۃ الموضوعات

محمد بن علی نے کہا ہے کہ اس کو عقیل نے زہری سے اور انہوں نے حضرت انس رضہ سے روایت کیا ہے
شیخ نے فرمایا البلہ کے معنی غفلت کے ہیں اور غفلت دو قسم کی ہے معاملات دنیا سے غفلت اور آخرت سے غفلت یہاں دنیا سے غفلت مراد ہے اور اس کی تین قسم ہیں

۱۔ دنیا اور سامان دنیا سے غفلت یہ ہے کہ امور دنیا میں امتیاز ختم ہو جائے اور امور دنیا کے لئے قلب میں حرص نہ ہو یہ غفلت محمود اور پسندیدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

۱۔ رُبَّ نَ جِرِثِ دِیْنِہٖ اَحْرَصُ فِی معیشتہٖ [۱]	دین کے معاملہ میں بہت سے ناجرانی معاشیات میں زیادہ حریص ہوتے ہیں

اور حضرت علی رضہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۲۔ اِصْنَعِ الْمَعْرُوْفَ اِلٰی مَنْ هُوَ اَهْلُهٗ وَاِلٰی مَنْ هُوَ لَيْسَ بِاَهْلِهٖ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِهٖ فَكُنْ اَنْتَ مِنْ اَهْلِهٖ [۲]	احسان اہل اور نااہل دونوں کے ساتھ کرو اگر وہ اہل نہیں ہے تو تجھے تو اہل ہونا چاہیئے۔

۲۔ دوسری غفلت لوگوں سے غفلت کرنا یعنی ان سے نظر کو ہٹا لینا یہ غفلت بھی محمود ہے اور اس سے بھی مرتبہ بلند ہوتا ہے
۳۔ تیسری غفلت اپنے نفس سے غفلت اگر یہ اللہ کے لئے ہے تو یہ اولیار کے اوصاف میں سے اور صدیقین و شہدار اور اوتاد وابدال

---
[۱] تخریج الاحیار [۲] بیہقی۔

کے صفات میں سے ہے اور یہی لوگ جنت میں اعلیٰ مرتبہ پر ہونگے اور اگر یہ اوصاف یعنی صاف دلی، ضعف فہم، ناسمجھی حصول دنیا کے بارے میں ہے کہ جس کی وجہ سے دنیا میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے اور آداب معاشرت میں کوتاہی ہوتی ہے لیکن دل صاف ہے اور دین سالم ہے تو وہ لوگ اہل جنت میں سے ہیں ان ہی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ [۱]	بہت سے گرد آلود دو چیتھڑے والے اگر اللہ پر قسم کھائیں تو وہ اس کو پورا کرے گا۔
۲۔ اِنَّ مِنْ مُلُوْکِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ کُلَّ ضَعِیْفٍ مُّسْتَضْعَفٍ اِنْ غَابَ لَا یُتَفَقَّدُ وَ اِنْ حَضَرَ لَمْ یُسْتَشْھَدْ وَ اِنْ خَطَبَ لَمْ یُنْکَحْ [۲]	جنت کے بادشاہ کمزور اور جنکو کمزور سمجھا جاتا ہے ہونگے اگر وہ غائب ہوجائیں تو تلاش نہ کیا جائے اگر موجود ہوں تو بلایا نہ جائے اور اگر پیغام دیں تو نکاح نہ کیا جائے۔
۳ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ وَ الْمُنَافِقُ خَبٌّ لَئِیْمٌ [۳]	مومن بھولا اور شریف ہوتا ہے اور منافق دھوکہ باز اور خبیث ہوتا ہے
۴۔ اَلْمُؤْمِنُ کَالْجَمَلِ الْاَنِفِ حَیْثُ مَا قِیْدَ انْقَادَ وَ اِنْ اُنِیْخَ عَلٰی صَخْرَۃٍ اِسْتَنَاخَ [۴]	مومن نکیل والے اونٹ کی طرح ہوتا ہے جہاں کو ہانک دو چلا جاتا ہے اور اگر کسی پتھر سے اٹکا دو تو رک جاتا ہے

---

[۱] کتاب الزہد از ابن مبارک [۲] ایضاً [۳] مشکوٰۃ شریف، ترمذی، ابوداؤد
[۴] جمع الفوائد از ترمذی

اور یہ بھی ممکن ہے کہ بلہ (غافل) سے مراد بچے یا غیر مولود ... ہوں اطفال مؤمنین کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ جنت میں اپنے آباء کے ساتھ ہونگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

الحقنا بھم ذریتھم — ملا دینگے ہم ان سے ان کی اولادوں کو

اطفال مشرکین

اور مشرکین کے بچوں کے بارے میں اختلاف ہے ان کے بارے میں حضرت انس رض نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

۱ــ اطفالھم خدم اھل الجنۃ [1] انکے بچے جنتیوں کے خدام ہونگے

اس لئے ممکن ہے کہ البلہ (غافل بیوقوف) سے مراد اطفال مشرکین ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رض نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ نے فرمایا

قیامت میں چار آدمی عذر پیش کرینگے ایک وہ کہ جس کا انتقال زمانہ فترت میں ہوا، دوسرے وہ کہ جس کے پاس اسلام کی دعوت بڑھاپے میں پہونچی، تیسرے معتوہ جن کی عقل بہت کمزور ہوتی ہے تقریبًا پاگل جیسے اور اطفال مشرکین۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف رسول مبعوث فرمائیگا اور کہے گا کہ ان کی اطاعت کرو! اور دوزخ ان کے سامنے کر دی جائے گی حکم ہوگا ان کو دوزخ میں ڈال دو۔ جو اس میں گریگا وہ آگ ان کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی کی ہوجائیگی [2]

---

[1] مرقاۃ صفحہ ۱۸۱ ج ۱ [2] یہ حدیث ضعیف ہے بعض نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اطفال مشرکین کے بارے میں اختلاف ہے حدیث کی شرح میں ایک مسلک شیخ نے بیان کیا ہے دوسرا مسلک ملا علی قاری نے مرقاۃ میں بیان کیا ہے حضرت عائشہ رض نے دریافت کیا حضور مسلمانوں کے بچوں کا کیا ہوگا فرمایا وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ہونگے (باقی صفحہ ۳۳۱ پر)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ البلہ (غافل بیوقوف) سے مراد جن کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اکثر جنتی ہیں (حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

۲- اللہ تعالے نے جب جنت میں جنتیوں کو داخل کر دیگا تو ایک مکان باقی رہے گا تو اس میں ۳۶۰ لوگوں کو داخل کریگا اور ہر عالم دنیا سے زیادہ ہوگا وہ جنت میں رہینگے اور وہ جنتیوں میں ادنیٰ درجہ کے ہونگے کیونکہ وہ اعمال میں مبتلا نہیں ہوئے تھے۔

شیخ نے فرمایا اس حدیث میں عالم دنیا سے مراد یہی البلہ (غافل بیوقوف) ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ البلہ سے .... موحد اور عارف باللہ مراد ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں عالم تحیّر میں تھے اور حق معرفت ان کو حاصل نہ ہو سکا تھا اور یہ حقیقت ہے سب سے زیادہ اعلم اور اشرف وہی ہیں حضور ؐ نے فرمایا ہے

۳- کلکم فی ذات اللہ احمق[1] تم میں سے ہر ایک اللہ کی ذات کے بارے میں بیوقوف ہے

اس حدیث کو حضرت ابوذر رضؓ نے روایت کیا ہے ایک آدمی نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۰) میں نے عرض کیا بلا عمل کے ہی؟ ارشاد فرمایا اللہ ہی جانتا ہے جو انکا عمل تھا پھر ہم نے مشرکین کی اولاد کے بارے میں دریافت کیا فرمایا وہ بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ہونگے ہم نے عرض کیا بلا عمل کے فرمایا اللہ ہی جانتا ہے جو ان کا عمل تھا۔ (مشکوۃ شریف) اسلئے علماء کرام نے مشرکین کی اولاد کے بارے میں توقف کیا ہے یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ ردالمحتار ص ۲۴/۵۷۲ مرقاۃ ص ۱/۱۸۱

---

[1] بیہقی از خیر المواعظ۔

حضرت ابوذر رضؓ کو یا احمق کہہ کر پکارا جب انہوں نے اس کی طرف دیکھا تو کہنے لگے میری مراد آپ نہیں ہیں۔ تب حضرت ابوذر رضؓ نے یہ روایت بیان کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ جب حضورؐ کے زمانہ میں احمق مخاطب تھے ان کو احمق کہہ کر پکارا جاتا تھا حالانکہ وہ اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ عالم تھے تو بعد کے زمانہ میں اگر علما کو احمق کہا جائے تو آپ کی کیا رائے ہے اس لئے اہل جنت علماء ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار ایسے لوگ جنت میں بلا حساب کے داخل ہونگے کہ

۴- الذین لا یسترقون ولا یکتوون وعلی ربہم یتوکلون[۱] — جنہوں نے نہ تو منتر کیا اور نہ کرایا اور نہ داغ لگوایا اور اپنے رب پر بھروسہ کیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ توکل بعد معرفت ہی کے حاصل ہوتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ البلہ سے مراد وہ لوگ ہوں جو دنیا میں جنت کے لالچ سے عبادت کرتے رہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ کی رضا جانا حدیث شریف میں وارد ہے

۵ - جب اہل جنت جنت میں داخل ہو چکے ہونگے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھینگے تو اللہ تعالے ان سے فرمائیگا میرے پاس اس سے زیادہ افضل چیز ہے عرض کرینگے الٰہی جنت سے افضل کوئی چیز نہیں ہے حکم ہوگا وہ میری رضا ہے[۲]

ان لوگوں کی غفلت اور بیوقوفی ظاہر ہے بلکہ اس سے بھی افضل اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرنا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں بھی مذکور ہے

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] مشکوٰۃ شریف۔

۱- لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى — جنہوں نے نیکی کی ان کے لئے
وَزِيَادَةٌ — بدلہ نیک اور زیادہ

اور زیادہ سے مراد اللہ تعالےٰ کی طرف نظر کرنا ہے حدیث شریف میں اس کی یہی تفسیر ہے

۲- وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ — چہرے اس دن تروتازہ ہونگے
اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ — اپنے رب کی طرف کو دیکھتے ہوئے

حسن بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے جعفر سے سنا انہوں نے فرمایا میں نے بعض علماء کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہیں اور فرشتہ ان کو کھلاتا پلاتا ہے اور کہتا ہے یہ کھا۔ تو نے اللہ کی وجہ سے نہیں کھایا۔ دوسرا کہیگا یہ پیو! تو نے اللہ کی وجہ سے نہیں پیا اور میں نے ایک آدمی کو آنکھیں پھاڑے ہوئے دیکھا کہ وہ عرش کی طرف کو دیکھتا ہے حالانکہ حور اور غلمان جنت کے باغات اور مکانات سب اس کی طرف کو جھکے ہیں میں نے رضوان جنت سے پوچھا وہ کون آدمی ہے فرمایا وہ بشر حافی ہے جو بھوکے اور پیاسے رہے اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے دو فرشتے مقرر کر دئیے ہیں اور وہ آنکھے پھاڑے ہوئے مشاہدۂ عرش میں مشغول شخص حضرت معروف کرخی ہیں جن کا انتقال حالت اشتیاق ہی میں ہوا۔ تو (البلہ سے مراد یہی لوگ ہیں)۔

شیخ نے فرمایا لہذا وہ آدمی (ابلہ) ہے جو جنت اور اس کے کھانے پینے اور حوروں کی وجہ سے اس نعمت عظمےٰ سے غافل رہا حضرت عمر رضؓ نے حضرت صہیبؓ کے بارے میں فرمایا: "وہ اچھے آدمی ہیں۔" کیونکہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی عظمت اور جلال کی وجہ سے معصیت کو ترک کیا اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ مشغول رہے ایک آدمی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

دریافت کیا تم نماز میں کیا پڑھتے ہو عرض کیا تشہد اور پھر یہ پڑھتا ہوں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ	الہی میں آپ سے جنت
الْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ	چاہتا ہوں اور دوزخ سے
مِنَ النَّار	پناہ چاہتا ہوں

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ابلہ کے معنی عقلاء کے ہیں یعنی وہ ان چیزوں سے نافل ہیں جو اللہ نے ان کے لئے تیار کی ہیں (جنت اور نعمائے جنت) لیکن حقیقۃً وہ عقلاء ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا	کوئی نہیں جانتا کہ ان سے
اُخْفِیَ لَہُ مِنْ قُرَّۃِ	کیا آنکھ کی ٹھنڈک چھپا
اَعْیُنٍ	رکھی ہے

اور کہا ہے کہ ابلہ (بیوقوف) اس کا تضاد مراد ہے جیسا کہ حبشی کو کہا جاتا ہے "ابو البیضاء" یا اندھے کو کہا جائے "ابو البصیر" واللہ اعلم

افضل ایمان شیخ نے بسند متصل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

آدمی کا سب سے افضل ایمان یہ ہے وہ جہاں کہیں ہو یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے

شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان یہ ہے کہ وہ قلب سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرے اور زبان سے تصدیق کرے لیکن جس نے زبان سے تو لا الٰہ الا اللہ کہا اور قلب سے زبان کی تصدیق نہیں کی تو اسکو ایمان حاصل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ	کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں
لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ	کہ آپ اللہ کے رسول ہیں
يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ	اور اللہ جانتا ہے کہ آپ
وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ	اس کے رسول ہیں اللہ گواہی
الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ	دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں

اور منافقین اس وجہ سے جھوٹے تھے کہ انھوں نے قلب کے مشاہدہ سے یہ بات نہیں کہی تھی اس سے معلوم ہوا کہ ایمان شہود قلب کا نام ہے اس لئے جس کو یہ صفت حاصل نہیں وہ مومن نہیں اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ شہود قلب کے بھی چند مراتب ہیں اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مشاہدہ کرے خوشی میں شکر اور دکھ میں صبر اور رضا یہی افضل ایمان جس کو یہ توفیق ہو جائے اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

شرح درجات

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْ مُسْلِمٍ اِلَّا وَ	کوئی مسلمان نہیں کہ جس
فِيْهِ حَسَدٌ وَسُوْءُ ظَنٍّ	میں کچھ نہ کچھ حسد اور شگون
وَطِيَرَةٌ [1]	لینا اور سوء ظن نہ ہو

حسد ختم ہونے کا معاملہ تو یہ ہے کہ اپنے بھائی کے لئے کسی مصیبت کا انتظار نہ کرے اور سوء ظنی کا معاملہ یہ ہے کہ اس کے بارے میں اَن کہی بات نہ سوچے اور طیرۃ (فال) کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی حاجت کو پورا کر دے۔

---

[1] حوالہ گذر چکا ہے ناقل کی غلطی کی وجہ سے الفاظ حدیث میں تقدیم و تاخیر ہو رہی ہے

مومنین اپنے حالات اور مقامات اور درجات کے اعتبار سے متفرق ہیں بعض ضعیف بعض قوی، بعض عالی، بعض دنی اور ذلیل یعنی کمتر اس کے بعد حضور کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ صفات تمام مومنین کے لئے عام ہیں اس حدیث میں جو حالت بیان کی گئی ہے وہ متوسطین کی حالت ہے

۱۔ مومن کے لیے کسی مصیبت کا انتظار کرنا یہ حسد مذموم ہے جسکو مومن خود جان لیتا ہے اور اس کے لیے مجاہدہ بھی کرتا ہے کہ یہ حسد دور ہو جائے اس طرح پر کہ کوشش کرتا ہے کہ اس کا بھائی مصیبت میں مبتلا نہ ہو اور حسد کی یہ حس نفسانی ہے کہ وہ اپنے محسود سے دھوکہ کرتا ہے

۲۔ یہی حال سوء ظنی کا ہے کہ اس کا نفس مطالبہ کرتا ہے کہ بُرے قول یا فعل کو دوسرے کی طرف سوچے

۳۔ طیرۃ۔ فال یا حسن ظن یہ ہے کہ اس کی حاجت کے لئے کوشش کرے۔

بہر حال یہ صفات اوسط درجہ کے مومنین کی ہیں لیکن جن کے مراتب بلند ہیں ان کی صفات بھی روشن ہیں ان میں بھی یہ خصلتیں ہوتی ہیں لیکن درجہ مذموم میں نہیں ہوتیں بلکہ دین اور اللہ کے لئے ہوتی ہیں دنیا اور نفس کے لئے نہیں ہوتیں مثلاً اپنے بھائی میں کوئی فضیلت دیکھ کر اس کی تمنا کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اِثْنَتَیْنِ	حسد صرف دو چیزوں میں ہے
رَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ مَالًا	ایک وہ آدمی جسکو اللہ نے مال
فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ آنَاءَ	دیا ہو اور وہ رات اور دن اسکو
اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ	خرچ کرتا ہے اور ایک وہ
وَرَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْآنَ	آدمی جس کو اللہ نے قرآن دیا

ثُمَّ یَقُوْمُ بِهٖ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ[۱]	وہ اس کو دن رات پڑھتا ہے ۔

یہ حسد اس کو حاصل ہوتا ہے جس کا مرتبہ بڑا ہے ان حضرات کے سوءِ ظن کا معاملہ صرف اپنے نفس سے ہوتا ہے اور یہ لوگ اپنے حسنِ عمل پر خوفزدہ رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ،

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا آتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ	جو لوگ عطا کرتے ہیں جو اُن کو عطا ہوا اور ان کے دل خوفزدہ ہوتے ہیں ۔

یعنی ان کو اللہ تعالےٰ نے خیر اور طاعت عطا فرمائی ہے اس کے باوجود وہ خوفزدہ رہتے ہیں کہ شاید وہ قبول نہ ہو اور رد کردی جائے یہ سوءِ ظن ان کا اپنے نفسوں کے بارے میں ہوتا ہے اسی معنی کے قریب حضورؐ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا

کیا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں ۔

آپ نے ارشاد فرمایا نہیں ! اے بنت صدیق بلکہ وہ لوگ مراد ہیں

هُمُ الَّذِیْنَ یُصَلُّوْنَ وَیَصُوْمُوْنَ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ یَخَافُوْنَ اَنْ لَّا یُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰئِكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ	وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں صدقہ کرتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں کہ ان سے قبول نہ ہو یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] تفسیر ابن کثیر احمد و ترمذی

لیکن فال کا معاملہ یہ ہے کہ اس کا تعلق اسباب دنیا سے ہے اور یہ ان کے لئے فتنہ ہوتا ہے اس کو وہ اللہ کی ناراضگی کا سبب جانتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْئٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً	کھولدیے ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے یہاں تک کہ وہ اللہ کی عطا پر جب بہت خوش ہوئے تو ہم نے انکو اچانک پکڑ لیا

بعض اخبار میں ہے کہ جب کسی نادار کو دیکھو تو سمجھو کہ کوئی گناہ تھا جس کی سزا پہلے ہی ظاہر ہو گئی ہے بہر حال جن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ بنایا ہے اور ان کو اپنی ولایت کے لئے پسند کیا ہے ان کے لئے تمام خصال محمودہ اپنے قبضہ میں رکھی ہیں اور تمام انسانوں کے حالات ایسے نہیں ہوتے ہیں

ابدالِ امت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اِنَّ اَبْدَالَ اُمَّتِیْ لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالْاَعْمَالِ وَلٰكِنْ دَخَلُوْهَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَسَخَاوَةِ الْاَنْفُسِ وَسَلَامَةِ الصُّدُوْرِ وَرَحْمَةِ الْمُسْلِمِيْنَ ؎	میری امت کے ابدال جنت میں عمل کی وجہ سے داخل نہ ہونگے لیکن وہ اللہ کی رحمت، نفس کی سخاوت، سینہ کی سلامتی اور مسلمانوں کے ساتھ رحمت کی وجہ سے داخل ہونگے۔

؎ ابدال امت کے بارے میں جس قدر احادیث مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ابن جوزی وغیرہ نے انکو موضوع بھی قرار دیا ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۳۳۹ پر)

شیخ نے فرمایا ابدال نام اس وجہ سے ہے کہ یہ حضورؐ کے صحابہؓ کا بدل ہیں اور حضورؐ کے صحابہ شہداء اور صدیقین تھے جو مہاجرین اولین اور انصار میں سے تھے اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے وجود کی وجہ سے زمین سے بلایا اور مصائب کو ہٹا دیتا ہے جیسا کہ حضورؐ اپنے زمانہ میں اہل ارض کے لئے امان تھے! ایسے ہی ابدال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ	اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیگا (کیونکہ) آپ انکے درمیان ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صحابہؓ اور آپ کے اہل بیت پناہ رہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے

اَهْلُ بَيْتِيْ اَمَانٌ لِّاُمَّتِيْ	میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

اور ایسے آپ نے اپنے صحابہ رضؓ کے بارے میں فرمایا ہے :-

اَصْحَابِيْ اَمَنَةٌ لِّاُمَّتِيْ اِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِيْ	میرے صحابہ میری امت کے لئے امن ہیں جب میرے صحابہ ختم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۸) لیکن ابدال کے بارے میں جو تشریح اور تاویل شیخ نے کی ہے وہی سب سے بہتر ہے اور اس تشریح کی تائید میں جو آثار منقول ہیں وہ صحیح ہیں ابن صلاح نے اس بارے میں سب سے زیادہ قوی قول حضرت علیؓ کا قرار دیا ہے علامہ جلال الدین سیوطی رح نے اس بارے میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس میں ان اخبار کی صحت پر دلائل قائم کئے ہیں۔ موضوعات کبیر ملا علی قاری ص ۲۳ تذکرۃ الموضوعات ص ۱۹۳

اَنْ اُمَّتِیْ مَایُوْعَدُوْنَ — ہوجائینگے تو وہ (بلایا) آئینگی جنکا وعدہ کیا گیا ہے

جب اللہ تعالےٰ نے ان کو اٹھا لیا تو ہر زمانہ میں ان کا بدل اس زمانہ کے مطابق قائم کر دیا کہ ان کی وجہ سے بلایا اور مصائب رفع ہوتے ہیں (اس کے بعد حدیث کے دوسرے حصہ کا مطلب) یعنی جنت میں اعمال کی وجہ سے داخل نہ ہونگے یعنی حرکات ظاہرہ کی وجہ سے کیونکہ وہ نماز، روزہ، جہاد، انفاق فی سبیل اللہ میں دوسرے مومنین سے زیادہ نہ ہونگے ان صفات میں دوسرے مومنین ان سے زیادہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے بارے میں فرمایا:

وہ تم سے روزہ اور نماز کی کثرت میں نہیں بڑھے ہوئے ہیں لیکن اس چیز کی وجہ سے بڑھے ہوئے ہیں جو ان کے سینہ میں قائم ہے [۱]

اور رحمۃ المسلمین سے مراد اللہ کی مخلوق پر شفقت اور ان کی ذمہ داریوں کو اٹھانا ہے

مخلوق کے ساتھ معاملہ

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا	آسانی اختیار کرو تنگی نہ لغتیا
وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا [۲]	کرو ان کو اطمینان دلاؤ اور نفرت نہ دلاؤ

یسروا کے معنیٰ انشاء اللہ یہ ہیں کہ لوگوں کے چہروں کو رغبت

---

[۱] اس حدیث پر تبصرہ گزر چکا ہے [۲] مشکوۃ شریف

کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ کر دو! اور طلب ضروریات میں ان کو اللہ کی طرف لگا دو۔ اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا

۱۔ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ	اللہ تعالیٰ تم سے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔

اور ارشاد فرمایا :۔

۲۔ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ حَرَجٍ	اللہ تعالٰے نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے

اور لا تعسروا کا مطلب یہ ہے کہ طلب ضروریات میں انکو مخلوق کی طرف نہ دوڑاؤ! کیونکہ دوسرے بھی ایسے ہی محتاج ہیں اور سکنوا کے معنی طمانینت کے ہیں اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ	اللہ کے ذکر ہی سے قلب سکون پکڑتے ہیں

قلب مومن اس وقت تک اضطراب ہی میں رہتا ہے جب تک وہ اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو اور حضورؐ کا ارشاد وَلَا تُنَفِّرُوْا اسکے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو اللہ کا راستہ بتلانے میں بھڑکاؤ نہیں مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کو آسانی کی طرف لاؤ اور تنگی سے ہٹاؤ اور ان میں اطمینان پیدا کرو اور ان میں تفریق نہ ڈالو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

مَنْ اَصْبَحَ وَهَمُّهُ الدُّنْیَا شَتَّتَ اللّٰهُ عَلَیْهِ اَمْرَهُ وَمَنْ اَصْبَحَ وَهَمُّهُ الْاٰخِرَةُ جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهُ [۱]	جس نے فکر دنیا میں صبح کی اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو منتشر کر دیگا اور جس نے فکر آخرت میں صبح کی اللہ تعالیٰ اس کے معاملات درست کر دیگا۔

---

[۱] حوالہ گذر چکا ہے۔

یہ ارشاد اس کے بارے میں ہے جو دنیا اور آخرت کا طالب ہو لیکن جو ان دونوں کے رب کا متلاشی ہو اس کا کیا کہنا؟ اس تاویل کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

اللہ تعالےٰ نے جب بھی حضور کو دو چیزوں کا اختیار دیا آپ نے آسان کو اختیار فرمایا [۱]

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے جس کو اختیار کیا وہ اللہ ہی کے لئے اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ آسانی کو اختیار کرتا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

جنکی دعا قبول ہوتی ہے

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ	تین آدمیوں کی دعاؤں کے
مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ	قبول ہونے میں شک نہیں
فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ	والد کی دعا اپنے لڑکے کیلئے
لِوَلَدِهٖ دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ	مسافر کی دعا، مظلوم
دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ [۲]	کی دعا۔

مسلم بن ابراہیم نے روایت کیا ہے والد کی دعا ولد کے بارے میں شیخ نے ارشاد فرمایا اس سے مراد رجوع الی اللہ اور اللہ کے سوا سب سے منقطع ہونا ہے اور مخلوق پر شفقت مراد ہے کیونکہ

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] جمع الفوائد از بیہقی اس مضمون کی احادیث بہت ہیں جن میں ان کے علاوہ اور دوسروں کو بھی فرمایا ہے مثلاً نصف لیل کی دعا، افطار کے وقت کی دعا مریض کی دعا، پشت پیچھے کی دعا ملاحظہ فرمائیں زاد المعاد ابن قیم۔ رد المختار از علامہ شامی

مسافر پریشان حال، غیر ماحول میں، خوفزدہ ہوتا ہے اس کی توجہ اللہ کی طرف زیادہ ہوتی ہے اس لئے قبولیت کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں اور مظلوم کا مضطر ہونا ظاہر ہے اور والد کی ولد پر شفقت زیادہ ہوتی ہے

مقام مومن | شیخ نے بسند متصل حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :-

مَنْ آذٰی لِی وَلِیّاً فَقَدْ	جس نے میرے ولی کو ایذا دی
اسْتَحَلَّ مَحَارِمِی لہ	اس نے میرے محارم کو حلال کر لیا

اور جو آدمی ادائے فریضہ کے ذریعہ میرے قریب ہوا اور وہ بندہ جو نوافل کے ذریعہ میری محبت اختیار کرتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور قلب بن جاتا ہوں جس سے وہ جانتا ہے۔ اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں دیتا ہوں اور دعا کرتا ہے تو قبول کرتا ہوں اور جس چیز میں اس کو تردد ہوتا ہے میں اس کو اس سے دور کر دیتا ہوں اور یہ اس وجہ سے کہ میں اسکی مکروہات کو برا سمجھتا ہوں لہ

حدیث میں ہے میں اس کے پیر اور ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے

لہ یہ حدیث میں طریقے پر ہے بقیہ دونوں طریقے گذشتہ حاشیہ میں آچکے ہیں

لہ حوالہ گذر چکا ہے۔

کہ میں اس کی حفاظت کرتا ہوں اس کے ظاہر کی بھی اور اس کے باطن کی بھی۔ اور مکروہات سے مراد یہ ہے کہ مومن جب موت کو مکروہ جانتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس سے مختلف حالات یکے بعد دیگرے دور کر دیتا ہے مثلاً عجز اور ضعف جو مارت عمر میں اس میں پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی سے تنگ آنے لگتا ہے اور موت کی تمنا کرنے لگتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

قریب ہے کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا کرے اور کہے کاش کہ قبر مجھے حاصل ہو جائے لہ

اور حضرت ابوہریرہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ ؎۲ — تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے۔

اور حضرت علی رضؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اپنی داڑھی پکڑ کر ارشاد فرمایا اور سر کی طرف کو اشارہ کیا کون اس کو پکڑے اس سے ان کا اشارہ موت کی طرف تھا کیونکہ ان کی رعیت نے ان کو بہت پریشان کر رکھا تھا اور ان میں بہت اختلاف تھا کبھی وہ باغیوں سے جنگ کرتے اور کبھی ہمراہیوں کو سمجھاتے اور کبھی مخالفین سے لڑتے اور مخالفین وہ تھے جو جمل سے صفین آگئے اور صفین سے نہروان پہونچ گئے یہ حالات اس درجہ کو پہونچے کہ وہ تمنائے موت کرنے لگے

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے دلوں

لہ خیرالمواعظ از مسند احمد ؎۲ مشکوٰۃ شریف

میں موت سے رغبت اور شوق پیدا کر دیتے ہیں گویا کراہت موت کو شوق موت سے تبدیل فرما دیتے ہیں چنانچہ ان کو اس حال میں موت آتی ہے کہ وہ اس کے مشتاق ہوتے ہیں اور ابو عثمان جیری نے کہا ہے کہ شوق کی علامت موت کی محبت ہے

موت وحیات

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَمَّا اَهْلُ النَّارِ الَّذِیْنَ هُمْ اَهْلُهَا فَاِنَّهُمْ لَا یَمُوْتُوْنَ فِیْهَا وَاَمَّا قَوْمٌ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِهِمُ الرَّحْمَةَ قَالَ اَلْقُوْا فِیْهَا اَمَانَتَهَا حَتّٰی یَاْذَنَ بِاِخْرَاجِهِمْ فَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ۱؎	لیکن دوزخی جو حقیقۃً دوزخ کے اہل ہیں وہ اس میں مرینگے نہیں اور لیکن وہ لوگ جنکے بارے میں اللہ نے رحمت کا ارادہ کیا ہے حکم ہوگا اس میں اس کو اس وقت تک ڈالے رکھو جب تک حکم ہو پھر انکو جنت میں داخل کیا جائیگا۔

اور امانت سے مراد اہلیت دوزخ ہے دوزخ میں موت نہ ہوگی کیونکہ نیند کی حالت میں بھی بہت سی تکلیف محسوس نہیں ہوتی ہیں اللہ نے نیند کو بھی وفات ہی کے درجہ میں شمار کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے

۱ـ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا	اللہ تعالیٰ مار دیتا ہے جانوں کو جب ان کی موت آتی ہے اور جو نہیں مرے اپنی نیند میں۔

یہ وفات ہے اور حقیقۃً موت نہیں ہے یعنی بدن سے روح خارج نہیں

۱؎ خیر المواعظ از مسند احمد

ہوتی ہے یہی حال بے ہوشی کا ہے اس کو بھی اللہ تعالےٰ نے موت ہی قرار دیا ہے

۲۔ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ — پس بیہوش ہو جائینگے جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر جسکو اللہ چاہے گا۔

اور اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

۳۔ فَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا — گر پڑے موسیٰ بیہوش ہو کر۔

اور یہ حقیقۃً موت نہیں تھی البتہ آلام اور اذیت کا ادراک اس میں ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مصر کی عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

۴۔ اللّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ — جنہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا تھا۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ حدیث میں حقیقۃً موت ہی مراد ہو اور ان کی روح کو خارج کر لیا جاتا ہو اللہ تعالےٰ نے فرمایا

۵۔ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی — نہ تو اس میں مرینگے نہ زندہ ہونگے

کیونکہ دوزخی حقیقۃً زندہ ہونگے مردہ نہ ہونگے اسلئے کہ زندگی جب تک زندگی کی صفات سے متصف نہ ہو وہ موت ہی ہوتی ہے اور اگر یہ کیفیات اس میں موجود ہیں تو وہ زندگی شمار ہوتی ہے لہذا اب مطلب یہ ہوا کہ وہ مرینگے بھی نہیں کہ مر کر راحت پا جائیں اور نہ زندہ ہی ہونگے

اس جگہ ایک اشکال اور ہے وہ یہ کہ دوزخ میں داخل کرنے سے کیا حاصل جب انکو کوئی الم اور تکلیف نہ ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دخول تادیبا ہوگا اور جنت کی نعمتوں کو ان سے ایک مدت تک کے لئے روک دیا جائیگا جیسا کہ قیدی جیل خانہ میں ہوتے ہیں اللہ تعا

نے فرمایا ہے :-

۶ــ اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا	دوزخ پر پیش کیا جائیگا ان
غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ	کو صبح و شام اور جب قیامت ہوگی
السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ	حکم ہوگا داخل کرو آل فرعون کو
أَشَدَّ الْعَذَابِ	شدید عذاب میں

اس آیت میں بتلایا ہے کہ مرنے کے بعد بعث کا عذاب زیادہ شدید ہوگا حال موت میں، وہ معذب ضرور ہونگے (لیکن اس کے بعد عذاب شدید ہوگا) یہی حال موحدین کا ہے کہ ان کا عذاب کفار کے مقابلہ میں ہلکا ہوگا" اور وہ نہ مرینگے نہ زندہ رہینگے"

یہ کیفیت کافروں کے بارے میں بیان فرمائی ہے ارشاد فرمایا ہے،

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى الَّذِي	الگ رہے گا جنت سے بڑا
يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ثُمَّ	بدبخت جو داخل ہوگا بڑی آگ
لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ	میں پھر وہ اس میں مریگا اور
	زندہ رہے گا۔

اور اشقیٰ وہ ہے کہ جس کی شقاوت درجہ کمال کو پہونچ گئی ہو اس سے نیکی کی توقع ہی ناممکن ہو وہی ہمیشہ دوزخ میں رہینگے۔ رہا موحدین کا معاملہ وہ شقی ضرور ہیں لیکن خروج کے اعتبار سے وہ سعید ہیں اس لئے وہ اشقیٰ نہیں ہیں۔ بہر حال موحدین اس آیت میں داخل نہیں ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ مخلدین کے بارے میں تو ارشاد ہوچکا ہے کہ وہ نہ مرینگے نہ جئیں گے۔ یہ صفات جمادات کو بھی حاصل ہیں جمادات بھی نہ مردہ ہیں اور نہ زندہ ہیں لیکن الم محسوس کرنے کی ان میں صلاحیت ہے جیسا کہ ستون حنانہ کا معاملہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

فراق میں وہ رویا تھا اللہ تعالیٰ نے جمادات میں قوت تکلم بھی پیدا فرمائی ہے۔ ارشاد ہے

قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِيْنَ — کہا زمین اور آسمان نے آئے ہم فرماں بردار ہو کر۔

لہٰذا اسی طرح کفار بھی باوجودیکہ نہ مرینگے اور نہ جئینگے لیکن اس کے باوجود آلام ابدی پائینگے

نیک بختی و بدبختی شیخ نے بسند متصل سعد بن مالک رضی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

ابن آدم کی سعادت تین چیزوں میں ہے اور بدبختی بھی تین چیزوں میں ہے سعادت تو یہ ہے کہ نیک عورت ہو، رہنے کا گھر وسیع ہو، سواری اچھی ہو۔ اور بدبختی یہ ہے کہ عورت بری ہو، گھر برا ہو، سواری بری ہو[1]

یہ چیزیں دنیا سے تعلق رکھتی ہیں، سعادت دین اور آخرت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس طرح سعادت کی دو قسم ہیں سعادت مطلق اور سعادت مقید۔ سعادت مطلقہ دین اور دنیا دونوں سے متعلق ہے اور سعادت مقید اسی کے ساتھ خاص ہے جو قید اس میں ہے مذکورہ امور چونکہ آسائش جسمانی اور سامان دنیا سے متعلق ہیں اس لئے یہ سعادت مقید ہے ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی دین کے اعتبار سے سعید ہوتا ہے لیکن اس کو ان میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا یہی حال بدبختی کا ہے اور اس جگہ شقاوت کے معنی تعب کے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

---

[1] کتاب الزہد از عبداللہ بن مبارک و تخریج الاحیاء۔

لَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّۃِ فَتَشْقٰی — نہ نکالے تم دونوں کو جنت سے پس بدبخت ہو جائیگا تو

جو آدمی بری عورت، برے گھر اور بری سواری کے ساتھ جوڑ دیا گیا وہ آدمی ہر وقت تکلیف میں رہتا ہے اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے اکثر نیک بندے اس تکلیف میں رہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَمْثَلُ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ — مصیبت میں شدید تر انبیاء ہیں پھر درجہ بدرجہ۔

حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں انتہائی بدبخت تھیں حالانکہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام رسول ہیں اور کمال درجہ کی سعادت میں ہیں اور فرعون کی عورت انتہائی نیک تھی اور وہ انتہائی شقی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تو ایک معمولی درجہ کی جھونپڑی تھی یہی حال اکثر اولیاء اللہ کا ہے بہر حال اس حدیث میں سعادت سے مراد سعادت مقیدہ ہے۔

مومن کی زینت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

سَعَادَۃُ الْمَرْءِ خِفَّۃُ لِحْیَتِہٖ وَلِحْیَۃُ الرَّجُلِ زِیْنَتُہٗ [۱] — مرد کی سعادت داڑھی کا ہلکی ہونا اور مرد کی داڑھی اس کی زینت ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ قسم کھا کر فرماتی ہیں کہ مردوں کی زینت داڑھی

---

[۱] یہ حدیث معلوم نہیں ہو سکی

سے ہے اور زینت جب پورے درجہ کی اور وافر ہو جائے تو اس سے عجب پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب کو ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے۔ حضور سے دریافت کیا گیا مومن کے لیے کیا چیز بہتر ہے آپ نے ارشاد فرمایا "خلق حسن" اچھے اخلاق۔ اور پوچھا گیا برا کیا ہے، فرمایا اچھی صورت ہو اور دل برا ہو۔ اور ابو حاتم مزین اور یسما نے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے دریافت کیا کیا چیز بہتر ہے؟ آپ نے یہی جواب دیا۔

بہر حال زینت سبب ہلاکت ہے تو اس کا ہلکا ہونا باعث فوز اور فلاح ہے اس حدیث میں زینت کے بارے میں میانہ روی کی تعلیم دی گئی ہے اور مبالغہ کو ترک کا حکم دیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

بَیْنَمَا رَجُلٌ لَبِسَ حُلَّةً	جو آدمی حلہ پہنے اور اس میں
فَاخْتَالَ فِیْھَا فَخُسِفَ	تکبر کرے وہ اس کے ساتھ
بِهٖ فَھُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیْھَا	دھنسا دیا جائیگا اور وہ قیامت
اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ [1]	تک دھنستا رہیگا

اور حضرت ابو ہریرہ رض نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا وہ لباس پہن کر بہت اکڑتا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک دھنستا رہے گا

---

[1] احیاء علوم، مشکوۃ شریف لیکن متفق علیہ روایت کے الفاظ یہ ہیں
بینما رجل یتبختر فی بردته اذا عجبته نفسه الخ

حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا۔ موٹا پہنو! اور حضرت عمرؓ اپنے عمال کو براذین پر سوار ہونے سے منع فرمایا کرتے تھے[1] اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے بارے میں مروی ہے کہ "گویا ڈھلوان دار زمین میں اتر رہے ہیں"[2] اور آپ نے مردوں کو زینت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اور مردوں کو اس خوشبو کے استعمال سے منع کیا ہے جو رنگ دار ہو[3] لہذا ان چیزوں سے ثابت ہوا کہ خفتِ لحیہ (داڑھی ہلکی ہونا) سے مراد ترک عجب اور ترک زینت ہے اور اسی میں آدمی کی سعادت ہے

مومن کو نصیحت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

العظة عند الحديث — بات کے وقت نصیحت کرنا

شاهدٌ عدلٌ — شاہد عدل ہے

شیخ نے فرمایا شاہد کے معنی حاضر کے ہیں اور کذب صدق کی ضد ہے جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس سے دور ہو جاتے ہیں حدیث شریف میں مروی ہے کہ فرشتے اس سے ایک میل دور ہو جاتے ہیں اور صدق کے وقت موجود رہتے ہیں فرشتے اللہ کے دوست ہیں اور وہ کریم ہیں اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ — تمہارے اوپر بزرگ لکھنے والے

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ — نگراں ہیں

اور فرشتوں کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ — وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ — جو حکم دیا جاتا ہے وہ کرتے ہیں

لہ ۱۳۱ء ترمذی۔

اور جو بھی اس صفت پر ہو وہ اللہ کا دوست ہے چنانچہ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ — اللہ تعالیٰ چھینک کو دوست رکھتا

وَیَکْرَہُ التَّثَاؤُبُ لہ — ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔

لہٰذا جب صدق کے وقت بھی فرشتے ہوتے ہیں اور چھینک اللہ کو پسند ہے تو اس وقت بھی فرشتے ہوتے ہیں، تو نتیجہ یہ نکلا کہ مذکورہ حدیث میں شاہد سے مراد حضور اور حاضر ہونا ہے یعنی نصیحت اور وعظ اسی وقت مفید ہوتا ہے جب حاضر ہو

مومن کی شرافت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حَسَبُ الرَّجُلِ دِیْنُہٗ وَ — آدمی کی شرافت اس کے دین میں

مُرُوَّتُہٗ عَقْلُہٗ — ہے اور اس کی مروت اسکی عقل میں ہے،

عربوں کے نزدیک شرافت دین ہی میں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو پوری کائنات کے سردار ہیں اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضؓ جنت میں تمام ادھیڑ عمروں کے سردار ہیں اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ تمام جوانوں کے سردار ہیں اور جنت کی عورتوں کی سردار حضرت خدیجہ رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ ہیں یہ سب حضرات اولین و آخرین میں افضل ہیں اور اہل عرب ان کے نقوش سے منور ہیں اور ان کے بعد جو ہوئے ہیں وہ ان ہی میں سے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ شرافت کی علت دین ہے لیکن زمانہ جاہلیت میں شرافت نسب اور ولادت سے متعارف تھی اور جب دین غالب آگیا تو شرافت دین کی وجہ سے متعارف ہوئی اور حضرت ابوہریرہ رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلعم نے فرمایا۔

اللہ تعالےٰ نے تمہارے اندر سے جاہلیت کے عیب اور
آبار پر فخر کو دور کر دیا تم سب بنی آدم ہو اور آدم مٹی سے
پیدا ہوئے ہیں آبار کے ساتھ فخر کو ختم کرو یاد رکھو! تمہارے
آبار دوزخ کی چنگاری تھے

بہرحال مومنین کی شرافت مراتب دین کے اعتبار سے ہے اللہ تعالےٰ
نے ارشاد فرمایا ہے ا

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ	توبہ کرنے والے عبادت کرنیوالے
(الی قولہ) بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ	(الی قولہ) مومنین کو بشارت ہو

یہ شرافت نسب اور آبار کی وجہ سے نہیں ہے (اس کے بعد شیخ
نے فرمایا) حدیث کا دوسرا جزو یعنی مروت عقل ہے۔ بظاہر لوگ مروت
میں جمال حال کھانے میں وسعت وغیرہ کو شمار کرتے ہیں لیکن حضور
نے مروت عقل کو قرار دیا ہے جب آدمی کی عقل پوری ہو جاتی ہے تو اس
کی مروت بھی مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ مروت المرء (انسان سے مشتق
ہے) اور انسان کی شرافت عقل سے ہے جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو مروت
بھی کامل ہو جاتی ہے اس حالت میں آدمی تمام عیوب اور برائیوں سے دور
ہوتا ہے اور اشیار کو موقع و محل سے استعمال کرنا بھی مروت ہے۔ اسطرح
عاقل حقوق اللہ بھی پورے طور پر ادا کرتا ہے اپنا حق اور مخلوق کا حق بھی
کامل طور پر ادا کرتا ہے اس طرح کمال عقل (ان اوصاف سے متصف) کمال
مروت کو مشتمل ہے اور جن میں یہ اوصاف نہیں ہیں وہ حیوانوں کی طرح
ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ	وہ مثل چوپاؤں کے ہیں بلکہ ان سے
بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا	بھی گمراہ تر۔

(الآیۃ)

اہل یمن کا ذکر

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَتَاکُمْ اَھْلُ الْیَمَنِ ھُمْ اَلْیَنُ قُلُوْبًا وَاَرَقُّ اَفْئِدَۃً اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ وَالْحِکْمَۃُ یَمَانِیَّۃٌ وَرَاْسُ الْکُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ (متفق علیہ) [1]	تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں وہ قلوب کے اعتبار سے بہت نرم ہیں اور فواد کے اعتبار سے بہت رقیق ہیں۔ ایمان بھی اہل یمن کا ہے اور حکمت بھی اہل یمن کی ہے اور راس الکفر بھی مشرق کی جانب سے ہے۔

---

[1] شیخ نے اس جگہ روایت میں راس الکفر قبل المشرق روایت کیا ہے لیکن امام بخاری رح نے باب الفتن میں روایت کیا ہے

الفتنۃ ھھنا الفتنۃ ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان او قال قرن الشمس (بخاری)	فتنہ اس جگہ ہے۔ فتنہ اس جگہ ہے جہاں سے شیطان کے سینگ نکلتے ہیں یا فرمایا جہاں سے سورج نکلتا ہے

اس حدیث کی شرح میں تقریبا تمام محدثین متفق ہیں شیخ نے بھی ان تمام فتنوں کو شمار کرایا ہے جو مشرق ہی کی جانب سے شروع ہونگے حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ فتنہ مجوس کا ہے اور اس فتنہ کو حضرت عمر رضؓ نے ختم کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جتنے فتنے بھی ظاہر ہوئے وہ سب مشرق کی طرف سے آئے مثلاً فتنہ ارتداد اور مسیلمہ کذاب اس کی بیوی سجاح، اسود عنسی، طلیحہ بن خویلد کا دعوی نبوت یہ بھی مشرق کی طرف سے ہوا فتنہ شہادت عثمان رضؓ اور ان کے بعد فتنہ جنگ جمل اور صفین یہ بھی مشرقی لوگوں نے اٹھائے فتنہ عبداللہ بن سبا، فتنہ نہروان، فتنہ خوارج یہ سب

(باقی ص ۳۵۵ پر)

شیخ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے قلوب کو نرم اور رقیق قرار دیا ہے اور ایمان کو بھی یمانی قرار دیا ہے۔

۱۔ الحکمۃ۔ وہ صحیح عمل جسکو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے اور وہ ممنوع جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرمائے۔ یہ کیفیت و خصوصیت بغیر نرم اور رقیق قلب کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ قلب کی صفائی کے بعد مومن اللہ تعالیٰ کے زواجر (تنبیہات) کا مشاہدہ کرتا ہے اس لئے جس مومن کا قلب جس قدر صاف ہوگا وہ اسی قدر زیادہ ان زواجرات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اسی وجہ سے حکمت کو قلب رقیق کی طرف منسوب کیا ہے

۲۔ فواد۔ ذکر قلب کو کہتے ہیں اور باطن قلب کو بھی فواد کہتے ہیں اور حکماء نے بیان کیا ہے صدر خارج قلب کو کہتے ہیں اور فواد داخل قلب کو کہتے ہیں

۳۔ قلب کی صفت لینت اس وجہ سے بیان فرمائی ہے کہ نرم چیز ہر طرف کو آسانی سے مڑ جاتی ہے اور قلب کو قلب اسی وجہ سے کہا جاتا ہے اور اسی کو حضرت ابن عباس رضہ نے بیان فرمایا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص۳۵۴) حضرت علی رض کے ساتھ پیش آئے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ اور فتنہ کربلا، فتنہ تاتار اور بہت سے فتنے مشرق کی طرف سے آئے اس کے بعد فتنہ قادیان مرزا غلام احمد کی نبوت، فتنہ شدھی سنگھٹن، فتنہ عیسائیت ہندوستان میں فتنہ مودودیت یہ سب مشرق کی طرف سے نمودار ہوئے اور آخر میں سب سے بڑا فتنہ فتنہ دجال بھی مشرق کی طرف سے ہوگا ان میں سے بعض فتنوں کی طرف شیخ نے اشارہ کیا ہے۔ فتح الباری ص $\frac{۲۳۲}{۶}$ تاریخ الخلفاء ص۱۱۲ حاشیہ بخاری شریف ص $\frac{۱۰۵۰}{۲}$ ۔

قلب کی مثال اس پر کی طرح ہے جو کھلے میدان میں پڑا ہو
کہ ہوائیں اس کو ادھر ادھر الٹ پلٹ کرتی رہتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف،

اس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے قلوب
کی تعریف فرمائی ہے کہ ان کے دل بہت زیادہ نرم ہیں اور بہت جلد
مڑ جاتے ہیں ان کے قلب میں ایمان اور حکمت کی طرف لوٹ جانے کی
زیادہ استعداد موجود ہے کیونکہ ان کے قلوب زیادہ نرم ہیں اور وہ غیب
کا زیادہ مشاہدہ کرتے ہیں کیونکہ رقیق شے کسی بھی چیز کے اندر بہت جلد
نفوذ کر جاتی ہے اور حق بات کو تو رقیق ہے اور حکمت اللہ تعالیٰ کی جانب
سے بولنے کو کہتے ہیں

یہ بھی ہو سکتا ہے قلب کی لینت سے مراد بازؤں کا ڈھلکانا یعنی
تابعداری مراد ہو اور فخر اور کبر کا ترک کرنا اس کے لئے لازمی ہے۔ یہ
افعال ان ہی لوگوں سے صادر ہوتے ہیں جن کے قلب نرم ہوتے ہیں۔

لینت کا انتساب جب اللہ تعالیٰ کی طرف کیا جائے تو اس سے
مراد مخلوق پر رحمت اور شفقت ہوتی ہے اس طرح حدیث شریف میں
مومنین کے اوصاف ظاہرہ اور باطنہ کی طرف اشارہ کیا ہے جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا	مومنین میں کامل ترین ایمان والے
اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (مشکوٰۃ شریف)	ان میں سب سے اچھے اخلاق والے ہوتے ہیں

۴۔ الایمان یمان۔ والحکمۃ یمانیۃ سے اہل یمن مراد ہیں وہ اکمل الناس
ہیں اور حکمت ان مومنین کی صفت ہے جو کامل ترین ایمان والے ہوں
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل یمن کے قبول حق کی طرف اشارہ کیا ہو اس لئے
کہ ان لوگوں نے دعوت اسلام کو بغیر لڑائی اور جنگ کے قبول کر لیا
تھا جو لوگ دل کے اعتبار سے سخت ہوتے ہیں وہ جلدی سے حق کو قبول

نہیں کرتے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے :۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا	پس کہا ہم نے مارو اس کو اس
كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى	کے بعض سے اسی طرح سے
وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ	زندہ کریگا اللہ تعالےٰ مردوں کو
تَعْقِلُونَ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ	اور دکھاتا ہے تم کو اپنی آیات تاکہ
مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ	تم سمجھو پھر سخت ہو گئے تمہارے
كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً	دل اس کے بعد وہ مثل پتھر کے
	ہوگئے یا اس سے بھی سخت

اس آیت میں بتلایا ہے کہ جس کا دل سخت ہوتا ہے وہ حق کیطرف مائل نہیں ہوتا اسی وجہ سے ایمان کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے کیونکہ حق کی طرف بالکلف مائل ہوگئے تھے

اَرَقُّ اَفْئِدَۃً ۔ سے ان کے مشاہدۂ غیب کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کیونکہ علماء نے بیان کیا ہے فواد قلب کی آنکھ کو کہتے ہیں گویا وہ احوال غیب کو اپنے قلب کی آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے اور اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب اسود عنسی اور طلیحہ بن خویلد اسدی نے دعوی نبوت کیا تھا اسی وجہ سے ان کے قلب کی آنکھ کو رقیق قرار دیا ہے ان لوگوں نے دعوت کو قبول نہیں کیا تھا اور جب جھوٹے نبیوں نے دعوت دی تو جلد قبول کرلیا تھا

۵ ۔ رَاْسُ الْکُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ ، ممکن ہے کہ اس سے مراد کفر نعمت ہو نہ کہ کفر جحود کیونکہ اسلام میں اکثر فتنے مشرق کی جانب ہی سے ظاہر ہوئے مثلاً عراق ، ماوراء النہر ۔ اسلام میں سب سے بڑا فتنہ شہادت عثمان ہے یہ بھی عراقیوں نے اٹھایا تھا اس کے بعد فتنہ صفین ، فتنہ نہروان

شہادت حسین یہ سب عراق کی طرف سے اٹھے اور فتنہ ابن زبیر جو عبدالملک بن مروان اور مصعب بن زبیر کا فتنہ جما جس میں پانچسو قراء تابعین شہید ہوئے پھر فتنہ ابو مسلم یہ بھی مشرق سے ظاہر ہوا ان فتنوں کے سبب سے مسلمانوں کا خون بہا گویا اسلام کی نعمت کو لوگوں نے ٹھکرادیا

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد فتنہ دجال ہو اکثر روایات سے ثابت ہے کہ دجال کا خروج ترک کی جانب سے ہوگا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :۔

یخرج من قبل المشرق (مشکوٰۃ)	دجال مشرق کی جانب سے نکلے گا۔

مومن کی سواری شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

علٰی ذروۃ کل بعیر شیطان فامتھنوہ بالرکوب	ہر اونٹ کی کوہان پر شیطان ہوتا ہے اس پر سوار ہوکر اس کو ذلیل کرو۔

شیخ نے فرمایا ممکن ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہو کہ اونٹ کی بناوٹ جن کی طرح ہے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

صلوا فی مرابض الغنم ولا تصلوا فی معاطن الابل فانھا خلقت	بکریوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھ سکتے ہو اونٹ کے بندھنے کی جگہ نماز نہ پڑھو اسلئے کہ وہ

مِنَ الْجِنِّ [1] — جن سے پیدا کیا گیا ہے

اللہ تعالےٰ نے ابلیس کے بارے میں فرمایا ہے

اِلَّا اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ — مگر ابلیس وہ تھا جنات میں سے

تو جس طرح شیطان جن میں سے ہے اسی طرح ممکن ہے کہ اونٹ بھی جنات میں سے ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذریعہ سے مراد علو اور فخر ہو اور یہ لفظ استعارہ کے طور پر فرمایا ہو کیونکہ اونٹ عرب کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ ہے جس کے پاس اونٹ زیادہ ہوں اس کو عجب سے اور کبر سے بری نہ جاننا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

وَلَکُمْ فِیْهَا جَمَالٌ — اور تمہارے لئے اس میں
حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ — زینت ہے جب تم سفر کرتے
تَسْرَحُوْنَ — ہو اور جب تم چھوڑ دیتے ہو۔

اور جس چیز کے ذریعہ سے جمال حاصل ہو اس میں فخر اور عجب کا اندیشہ ہے بہرحال اونٹ جمال ہے اور جمال سبب کبر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مشاکلت اور مشابہت کے لئے فرمایا ہو یعنی اونٹ سبب کبر ہے اور اس سے کبر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ شیطان میں کبر ہے تو کبر کی وجہ سے دونوں کو مشاکلت اور مشابہت حاصل ہے جیسا کہ کبر اور عجب کو نار (آگ) سے تشبیہ دی ہے کیونکہ آگ میں ارتفاع (بلندی کی طرف کو چلنا) پایا جاتا ہے ایسے ہی کبر اور عجب میں ارتفاع ہے اللہ تعالےٰ نے قصہ ابلیس میں فرمایا ہے

---

[1] ابوداؤد۔ اور اس وجہ سے بھی ممانعت ہوسکتی ہے کہ اونٹ کے تھان پر اذیت کا زیادہ خطرہ ہے اور بکریوں کے تھان پر اتنا خطرہ نہیں ہے

۱۔ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ — تو نے آدم کو مٹی سے بنایا اور مجھے آگ سے بنایا ہے۔

۲۔ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ نَارٍ — اور جنات کو ہم نے آگ سے پیدا کیا

اور اس پر سواری کا حکم اس وجہ سے دیا ہے کہ اونٹ پر سوار ہو کر اس کے کبر کو کمزور کردو جیسا کہ آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے ایسے ہی بلندی کو پست کر کے یعنی اس پر سوار ہو کر اس کی سنویت کو ختم کیا جاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ مومن جب اس پر سوار ہوگا تو خدا کی حمد و ثنا کریگا تو شیطانی اثرات باقی نہ رہینگے ارشاد ہے

۱۔ وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ — اور کیا تمہارے لئے کشتی اور چوپاؤں سے کہ تم سوار ہوتے ہو تاکہ قائم ہو جاؤ ان کی پشت پر اور یاد کرو احسان اپنے رب کا جب تم اس پر قائم ہو جاؤ (سوار)

۲۔ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ — پاک ذات وہ ہے جس نے ہمارے لئے اسکو مسخر کر دیا اور ہم قبضہ نہیں کر سکتے تھے

تو مومن کے سوار ہونے اور اس کی حمد و ثنا و تسبیح سے عجب اور کبر کی آگ بجھ جاتی ہے اس طرح تمام شیطانی اثرات ختم ہو جاتے ہیں تو گویا آپ نے فرمایا ہے کہ سوار ہو کر اس کے کبر کو گرادو اور شیطان کو بھگادو جو اس کی بلندی پر ہے بہرحال جو تاویل ہم نے بیان کی ہے اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے

عَلَىٰ ظَهْرِ كُلِّ بَعِيرٍ شَيْطَانٌ فَإِذَا رَكِبْتُمُوهَا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ — ہر اونٹ کی کمر پر شیطان ہوتا ہے جب تم اسپر سوار ہو تو خدا کا ذکر کرو

اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ	اور تکرم کیا ہم نے بنی آدم کو اور سوار
وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	کیا ہم نے اسکو خشکی میں اور سمندر میں

اسی لئے جو اللہ تعالےٰ کے لئے اونٹ پر سوار ہوگا وہ عجب اور کبر سے بچ جائیگا اور یہ بھی ہے کہ اونٹ پر اللہ تعالےٰ ہی نے سوار کرایا ہے اگر وہ سوار نہ کراتا تو اس پر سوار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے یہ اللہ تعالےٰ کا کرم ہی ہے جو اونٹ پر سواری ہو جاتی ہے

(فائدہ) حدیث کی شرح میں شیخ نے شروع میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ زیادہ بلیغ اور بہتر شرح ہے کیونکہ حدیث پاک میں وجہ شبہ بلندی اور علو ہے اور اہل عرب کے نزدیک اس زمانہ میں علویت اور بڑائی اونٹوں ہی کے ذریعہ کی جاتی تھی۔ متعدد احادیث میں ثواب آخرت کے ذیل میں اونٹوں کی مثال دیکر ثواب کی عظمت کو ظاہر کیا گیا ہے اس طرح مجموعی طور پر حدیث پاک سے اس طرف اشارہ ہے کہ جن چیزوں سے عجب اور کبر پیدا ہو سکتا ہے ان کا استعمال نہ کیا جائے اور اگر استعمال کرنا ناگزیر ہو تو پھر حدیث میں علاج عجب و کبر بھی ہے

فتح بیت المقدس کے موقعہ پر حضرت عمر رض اہل لشکر کی درخواست پر اونٹ کے بجائے گھوڑے پر سوار ہوئے اور پھر نیچے اتر آئے اور فرمایا اس سے میرے نفس میں عجب پیدا ہونے لگا تھا۔ اسی طرح اولیاء اللہ اور مشائخ بہت سے حرکات و اعمال ترک عجب اور علاج عجب کے لئے کرتے ہیں

عجب کیا ہے؟ یہ انسانی قلب میں ایک ایسا خبیث اور غیر محسوس مرض ہے جو جونک اور دیمک کی طرح مومن کے تقوی اور ایمان کو چاٹتا رہتا ہے اور غیر محسوس طور پر انسان کو اس صف میں لاکر کھڑا کر دیتا ہے

جہاں سے کفر اور انانیت شروع ہو جاتی ہے اور اس میں انسان کی ہلاکت لازمی ہے اس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے کی ایک محسوس مثال دیکر مومنین کو کبر و عجب اور خود پسندی سے بچایا ہے قربان جاؤں! آپکی حکمت آمیز تعلیمات کے کہ آپ کے علاوہ کسی نے انسانیت سازی اور انسانیت نوازی کا ایسا درس نہیں دیا ہے۔

ہمیں وہ درس محبت سکھا دیا تو نے ‏ ‏ ‏ بجز خدا کے سبھی کچھ بھلا دیا تو نے
ناآشنائے محبت تھے زندگی میں کمال ‏ ‏ ‏ عمرؓ و حمزہؓ کو انساں بنا دیا تو نے
صنم کدوں میں جلائے چراغ وحدت کے ‏ ‏ ‏ پجاریوں کو فرشتہ بنا دیا تو نے
بلال و بوذر و سلمان پارسی کیا تھے ‏ ‏ ‏ نہ جانے کتنوں کو آقا بنا دیا تو نے

رموزِ دین و شریعت سکھائے بندوں کو
نظر سے صاحب اقتدار بنا دیا تو[1] نے

---

[1] آخری شعر میں راقم الحروف نے اپنی داستان حیات کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۹۴۲ء سے قبل میری زندگی کا رخ دوسرا تھا ۱۹۴۲ء میں اللہ تعالے نے ۲۵ سال کی عمر میں ہدایت نصیب فرمائی اور پڑھنا شروع کر دیا وللہ الحمد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساتواں باب

اخلاقیات اور حقائق الاعمال

حسنِ کردار ہے انسان کا معیارِ حیات
زندگی نپتی نہیں وقت کے پیمانوں سے

ساتواں باب

اخلاقیات اور حقائق الاعمال

تہذیب اخلاق شیخ نے بسند متصل حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انسان مثل اونٹ کے ہیں سو اونٹوں میں سے صرف ایک سواری کے لئے ہوتا ہے اور باقی بوجھ کے لئے ہوتے ہیں اور ان ہی میں سے جو بدنہ ہوتا ہے اس میں گوشت اور چربی زیادہ ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱- وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (الی قولہ)	اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ قرار دیا ہے (الی قولہ)
فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا	پس وہ جب گر پڑیں اپنے پہلو پر پس
فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ	کھاؤ تم اس سے اور کھلاؤ اس سے
وَالْمُعْتَرَّ	بلا مانگنے والے اور مانگنے والے سائل کو

اور ڈھونے والے اونٹوں کے بارے میں فرمایا ہے

۲- وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا	اور اٹھاتے ہیں تمہارا بوجھ ان شہروں کی طرف جہاں تم بلا مشقت کے

بِشِقِّ الْاَنْفُسِ   نہیں پہونچ سکتے تھے۔

اونٹ اگر بیمار اور معیوب نہ ہو تو اس میں ڈھونے، اور کھانے اور گھر بنانے کے منافع ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ	اور کیا تمہارے لئے جانوروں کی
الْاَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا	کھالوں سے گھر ہلکا جانتے ہو تم
يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ	ان کو سفر اور اقامت کے دن اور
وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا	بھیڑ، اونٹ بکریوں کے بالوں سے
وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا	سامان فائدہ اٹھانے کیلئے ایک
اِلٰى حِيْنٍ۔	مدت تک۔

اونٹ میں اکثر حالات میں یہی منافع ہیں لیکن سواری کی اونٹنی وہ صحرا اور جنگلات کو طے کرنے کے لئے ہے، سواری کے اونٹ کے اوصاف یہ ہیں کہ وہ حالت خوف اور طلب میں تنہا تیزی سے بھی چلتا ہے اور معتدل رفتار سے بھی جب چلانا چاہو چلتا ہے اور جب روکنا چاہو رک جاتا ہے لمبی مسافت پر قوی ہوتا ہے اور اندھیری رات میں راستہ سے نہیں بھٹکتا آرام کے ساتھ اپنے سوار کو منزل پر پہونچا دیتا ہے اور بیٹھتے وقت نہایت احتیاط سے اٹھتا ہے لیکن وہ ان اوصاف کے باوجود بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔

سواری کا اونٹ سو میں سے ایک ہی نکلتا ہے بلکہ سو میں بھی کم اسکے علاوہ اس کے دیگر اوصاف ایسے ہیں جو دوسرے اونٹوں میں نہیں ہوتے ہیں اس کے باوجود بوجھ اٹھانے والے اونٹ کی قیمت سواری کے اونٹ سے زیادہ ہوتی ہے اس کا وجود زیادہ ہوتا ہے اس میں گوشت اور چربی زیادہ ہوتی ہے اور سواری کا اونٹ دبلا ہوتا ہے اس اعتبار سے حضور

لے روایت شیخان۔ اور ترمذی۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق ظاہرہ اور اخلاق باطنہ کی طرف اشارہ کیا ہے فرمایا ہے کہ باطنی اخلاق لوگوں میں کم ہوتے ہیں بسا اوقات سو سے زیادہ آدمیوں میں کوئی ایک ہوتا ہے جو اللہ کے لئے عمل کرتا ہے اور اس میں اخلاص ہوتا ہے وہ اپنے اجسام کو روزہ نماز، حج، جہاد وغیرہ تمام اعمال میں ثابت قدم رکھتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

یاد رہے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کے اخلاق کی وجہ سے فضیلت دی ہے اور ان کے اعمال نیات کی وجہ سے قبول ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے قیامت کے دن میزان میں سب سے زیادہ بوجھل اچھے اخلاق ہوں گے آپ صلعم نے ارشاد فرمایا

۱۔ قِیْمَۃُ الْعَمَلِ بِحُسْنِ الْخُلُقِ	آدمی کے عمل کی قیمت حسن خلق کی وجہ سے ہے
۲۔ اَقْرَبُکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا وَاَبْعَدُکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَسَاوِیْکُمْ اَخْلَاقًا [۱]	تم میں قیامت میں مجھ سے زیادہ قریب اچھے اخلاق والے ہیں اور قیامت کے دن مجھ سے زیادہ دور برے اخلاق والے ہیں۔

حسن اخلاق کی وجہ سے آدمی دنیا اور آخرت میں بہت اعلیٰ مقامات حاصل کرلیتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُ خُلُقًا وَاَنَا اَحْسَنُہُمْ خُلُقًا لِاَھْلِیْ	ایمان میں کامل ترین مومنین اچھے اخلاق والے ہیں اور میں ان میں اپنے اہل کیساتھ سب اچھے اخلاق والا ہوں

---

[۱] بیہقی۔ خیر المواعظ۔ احیاء علوم

اعمال اور عادات اور اخلاق ریاضت اور مجاہدہ سے پاک ہوتے ہیں اور ریاضت سے اگرچہ تہذیب اخلاق حاصل ہوجاتی ہے مگر ریاضت بغیر نیت کے فائدہ مند نہیں ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلرِّیَاضَۃُ لَا تَعْمَلُ اِلَّا فِیْ نَجِیْبٍ[1]	ریاضت شریف ہی کی اصلاح کرتی ہے۔

اسی طرح ریاضت سے ان ہی لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے کہ جن کی نیت ٹھیک ہوتی ہے اور طبائع معتدل ہوتی ہیں کیونکہ مقصود اصلی یہ ہے کہ کونسا فعل مناسب ہے اور کونسا نامناسب ہے اس لئے کوئی مناسب عمل کسی مناسب غرض کیلئے کیا جائے۔ انسان میں مختلف قوتیں ہیں وہ قوتیں گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہیں ان میں اچھائی اور برائی پیدا ہوتی رہتی ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کے طبائع مختلف ہیں اور طبائع اس وجہ سے مختلف ہیں کہ انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مٹی مختلف رنگ اور اوصاف اور احوال کی ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

انسان تمام زمین میں سے ایک مشت مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اسی بناء پر انسان سرخ، کالے، سفید، نرم، سخت اچھے، برے ہوتے ہیں[2]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ	اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ	آسمانوں اور زمین کی پیدائش ...
وَاَلْوَانِکُمْ	اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے

---

[1] واللہ اعلم۔ بظاہر کسی بزرگ کا قول ہے یاد رہے اعمال بغیر نیت کے درست نہیں اور نیت میں خلوص صرف اعمال سے پیدا ہوتا ہے یعنی کسی عمل کو وجود میں لانے کے لئے نیت ضروری اور عمل ہونے سے آئندہ کے لئے نیت کی اصلاح ہوتی ہے اور یہی اخلاص نیت احسان ہے [2] تفسیر ابن کثیر سورۃ البقرہ

اور ہر ایک انسان میں نفس، روح، عقل، طبیعت موجود ہیں۔

نفس میں کھانے، پینے، سونے، جماع کرنے کی طاقت ہے اسی سے شہوت کا تعلق ہے۔

روح میں قوت حیات ہے اسی سے حرکت حلم، علم، رضا، شکر کرم کا تعلق ہے۔

عقل میں قوت تمیز ہے اشیاء کا جاننا ان کے مصالح کو نظر میں رکھنا ہر چیز کو اس کے مناسب طریقہ پر استعمال کرنا۔

طبع میں قوت غضب ہے نرمی سختی وغیرہ اوصاف ہیں تمام اوصاف طبیعت کے محتاج ہیں اور اس کے تابع ہیں اور یہ تمام اوصاف اپنے وجود کے اعتبار سے انسان کے لئے مفید ہیں ہر وصف سے اچھائی اور برائی دونوں چیزیں کمائی جاسکتی ہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

۱۔ لَا تَاخُذْكُمْ بِهِمَا رَافَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ — نہ پکڑے تم کو نرمی اللہ کے دین میں اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

۲۔ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ — اور دیکھے مومنین کی ایک جماعت ان کی سزا کو

۳۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ — شدید ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غصہ آتا تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا حالانکہ آپ میں نرمی اور شفقت بھی بہت زیادہ تھی

۴۔ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ — اور مومنین کے ساتھ مہربان اور رحیم ہیں

لیکن اس کے باوجود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لَوْ سَرَقَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا (رسالتمآب) — اگر فاطمہ بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا

آدمی میں حسن خلق فضائل کی وجہ سے آتا ہے اور طبائع کو فضائل کے سامنے جھک جانا پڑتا ہے چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ آدمی اپنے سے افضل کو دیکھ کر کم غصہ کرتا ہے اور کمتر کو دیکھ کر زیادہ غصہ کرتا ہے اور یہی حال بچے کی تمام اخلاق کا ہے یہ نسبت کی وجہ سے آدمی کے طبائع میں تعدیل پیدا ہوتی ہے اور اس کے بعد پھر حسن اخلاق پیدا ہوتے ہیں اس وقت اخلاق کا استعمال برمحل اور بروقت ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ	اے نبی کافروں کے ساتھ جہاد
الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَ	کیجئے اور منافقین پر غلظت
اغْلُظْ عَلَيْهِمْ	کیجئے

فلاسفہ نے کہا ہے کہ کمال انسان یہ ہے کہ وہ نفس ناطقہ کی صفت سے متصف ہو کیونکہ اسی صفت کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس کو تمام حیوانات میں افضل قرار دیا ہے اور نفس ناطقہ سے مراد نفس عاقلہ ہے اور نفس عاقلہ تین چیزوں سے سمجھا جاتا ہے عفت، النجدہ، حکمت۔

عفت تو یہ ہے کہ نظر اور فرج کی حفاظت کی جائے کہ ان سے کسی فساد کا صدور نہ ہو۔ النجدہ جرأت اور خوف کے درمیان کی ایک صفت ہے جرأت جنگ کے وقت دشمنوں کے خلاف اور مخالفت کے وقت دوستوں کے خلاف اور نفس پر لذتوں کے خلاف ظاہر ہونی چاہیئے اور حکمت یہ ہے ابتدا اور انتہا دونوں میں استقامت کو اختیار کیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے دونوں حالتوں میں رذائل کو ہلکا نہ سمجھا جائے اور فضائل کو طاقت سے باہر نہ جانا جائے بلکہ حلم اور غضب سے کام لیا جائے حلم اور غضب دین اور دنیا کی فضیلت حاصل کرنا طبیعت اور عادت کے مطابق ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کسی ایک کو ہلکا اور ایک کو بھاری سمجھتے ہوئے

برائی کو اچھائی سمجھنے لگتے ہیں یہ عادت صغیرہ کو کبیرہ بنا دیتی ہے اور کبیرہ کو کم حیثیت دے کر لاپرواہی کی جاتی ہے ابوالقاسم حکیم نے فقیہ ابوالنصر عیاضی کے بارے میں بیان کیا ہے وہ اپنے کسی دوست کے پاس گئے اور ان کے ساتھ چند علماء بھی تھے دوست کے پڑوس میں سے گانے بجانے کی آواز سنائی دی تو عجیب سا معلوم ہوا۔ ابوالنصر سے کہا آپ اپنے پڑوس سے بالکل غافل معلوم ہوتے ہیں ابوالنصر نے فرمایا دو سال سے یہ ہو رہا ہے اور میں اس کو جانتا ہوں اور بعض چیزیں اس سے بھی زیادہ منکر ہو جاتی ہیں لیکن میں نے آج تک منع نہیں کیا دریافت کیا کیوں؟ فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ دوسری جگہ نہ چلا جائے اور وہاں کے لوگ اس کو برا نہ جانیں اور وہ اس سے زیادہ برائی کا مرتکب ہو جائے۔ ابوالقاسم نے فرمایا کچھ عرصہ بعد جب پڑوسی کو فقیہ ابوالنصر کے اس اخلاق کا علم ہوا تو وہ تائب ہو گیا اور پھر تو ان کا مصاحب ہو گیا۔

حضرت عثمان غنی رضؓ کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ ان کے پاس چند لوگوں کی شکایت پہونچائی گئی کہ وہ مل کر فلاں برا کام کرتے ہیں جب حضرت عثمان رضؓ وہاں پہونچے تو برائی کا وہ سب سامان موجود تھا اور وہ لوگ وہاں سے بھاگ گئے تھے اس وقت حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا:۔

> الحمد للہ کہ اس نے ان لوگوں کو مجھ سے چھپا دیا اور میں نے ان کو معصیت میں مبتلا نہیں دیکھا۔

معلوم رہے اس سے حضرت عثمان رضؓ کی غرض ان لوگوں کو معصیت سے متفرق کر دینا تھا سو وہ لوگ از خود متفرق ہو گئے اور بندہ کی ذمہ داری صرف اسی قدر ہے کہ برائی کا ازالہ ہو جائے۔ دوام کے لئے وہ مکلف نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ یہ چاہے کہ کبھی معصیت ہی نہ ہو تو پھر لوگ اس کا

ارتکاب ہی نہ کریں۔

لہذا جو ریاضت تہذیب اخلاق کے لئے ہوتی ہے اس کا مقصود صرف یہی ہے کہ نفوس کا رخ بدل کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف کر دیا جائے محمد بن خلیس نے فضیل بن عیاض کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان پر تین دن ایسے گذر گئے کہ نہ کھانے کو ملا اور نہ رات کو چراغ میسر آیا انہوں نے نذر کی اگر چوتھے دن بھی یہی حال رہا تو وہ چار سو رکعت پڑھیں گے

اصمعی نے کہا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رض کا ایک پیر کٹ گیا تو انہوں نے اس کو اپنے سامنے رکھا اور فرمایا شکر خدا تو کسی معصیت میں نہیں کاٹا گیا ہے اور فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ اَخَذْتَ	الٰہی! اگر تو نے ایک عضو لیا تو
عُضْوًا فَقَدْ اَبْقَيْتَ عُضْوًا	دوسرا عضو باقی رکھا تیرا شکر
فَلَكَ الْحَمْدُ	ہے۔

حسن خلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت انس رض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کیا ہے کہ میں دس سال تک حضور م کی خدمت میں رہا آپ نے مجھ سے کبھی نہیں فرمایا یہ کیوں کیا ہے اور یہ کیوں نہیں کیا؟ آپ نے کبھی اپنے گھٹنے کو پاس والے کے گھٹنے سے آگے نہیں بڑھایا، اور آپ نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا اور مصافحہ میں اپنا دست مبارک دوسرے کے ہاتھ سے علیحدہ نہیں کیا تاوقتیکہ دوسرے ہی نے نہ چھڑا لیا ہو اور جو آپ سے بات کرتا آپ اس کی طرف کو گردن جھکا دیتے تھے [1]

اور حضرت جابر بن سمرہ سے دریافت کیا گیا۔ کیا آپ حضور م کی مجلس میں رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! آپ بہت خاموش رہتے تھے، آپ کے صحابہ اشعار پڑھتے اور زمانہ جاہلیت کی بہت سی باتوں کا ذکر کرتے

---

[1] ترمذی

اور ہنستے تھے ان کے ساتھ مسکرایا کرتے تھے [1]

ابوالقاسم حکیم نے روایت کی ہے حسن خلق یہ ہے کہ دس سال کسی بااخلاق کے ساتھ اس طرح گذارے کہ وہ سمجھے کہ وہ کوئی اچھے اخلاق کا آدمی ہے۔ اور ابوالقاسم حکیم کا یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ حسن خلق یہ ہے کہ کسی کو اذیت نہ دی جائے اور دوسرے کی اذیت کو بھی محسوس نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ	معافی کو اختیار کرو اچھی بات کا حکم
وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ	کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو

اور کہا گیا ہے کہ حسن خلق یہ ہے کہ جو تجھ سے کٹے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر۔ اور جو تجھے محروم کرے تو اسے عطا کر، جو تیرے اوپر ظلم کرے تو اسے معاف کر دے۔ اولیاء اللہ کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ادب سکھایا ہے اور انکو اچھی تعلیم دی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ	انسان سونے کی کان کی طرح
الذَّهَبِ خِیَارُهُمْ فِی	ہیں، جو ان میں جاہلیت میں
الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی	شریف تھا وہ اسلام میں بھی
الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا [2]	شریف رہے گا جب فقہ حاصل کرلیں

جن لوگوں کو پیدائشی طور پر یہ شرافت حاصل نہیں ہوتی اور ان کی طبیعت میں یہ پاکیزگی نہیں ہوتی ان کے لئے ریاضت لازم ہے اور تہذیب نفس ضروری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اَلْخَیْرُ عَادَةٌ وَالشَّرُّ	نیکی عادت کی بنا پر ہوتی ہے اور
لَجَاجَةٌ [3]	شر حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے

---

[1] ترمذی [2] ترمذی [3] متفق علیہ [4] بیہقی و مسند احمد از خیر المواعظ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

۱ــ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

جنہوں نے ہمارے لئے جہاد کیا ہم ان کے لئے بہت سے راستے کھولینگے

۲ــ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کے راستہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

لہذا جس نے تہذیب نفس کے لئے مجاہدہ کیا لامحالہ وہ فلاح پائیگا

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَجِيْبُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَعْجَلْ قِيْلَ وَمَا الْعَجَلَةُ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ رَبِّيْ فَلَمْ يَسْتَجِبْ لِيْ ثُمَّ دَعَوْتُ رَبِّيْ فَلَمْ يَسْتَجِبْ لِيْ

اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا قبول کرتا ہے جب تک جلدی نہ کرے عرض کیا گیا جلدی کیا ہے؟ فرمایا یہ کہے کہ میں نے دعا کی قبول ہی نہیں ہوئی پھر دعا کی قبول ہی نہیں ہوئی۔

اور حضرت ابوہریرہ رض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا بندہ دعا میں جلدی جب ہی کرتا ہے جب اس کی غرض دنیا ہوتی ہے۔ اس لئے جب اس کو دنیا حاصل نہیں ہوتی تو وہ چیز اس پر بوجھل ہوجاتی ہے بندہ کی غرض دعا سے صرف دعا ہی ہونا چاہیے اس طرح سے جو آدمی اپنے نفس کے ساتھ ریاضت تہذیب اخلاق کے لئے کرتا ہے اور اپنے نفس کے ساتھ جہاد مخالفت نفس کے لئے کرتا ہے تو یہ اعمال افضل اعمال ہیں اور سب سے بڑی طاعت ہیں۔

علاجِ غم | شیخ نے بسند متصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ جب حضور پر غم زیادہ ہوتا تو آپ سر پر اور داڑھی پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے اور لمبے لمبے سانس لیا کرتے تھے اور پڑھا کرتے تھے: حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل
اس سے آپ کی شدت غم کا پتہ چلا کرتا تھا۔

شیخ نے فرمایا سر پر ہاتھ پھیرنے سے مراد تسلیم وانقیاد ہے۔ اور سانس لمبا ہونے سے مراد آپ کا غمگین ہونا ہے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا

اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ	میرے رنج وغم کی شکایت اللہ ہی کی طرف ہے

تو شدت غم کی وجہ سے آپ کا سانس لمبا ہوجاتا تھا اور آپ زبان سے کچھ نہیں فرماتے تھے بجز اس کلمہ کے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب غم میں شدت ہوتی ہے، تو بخارات دماغ کی طرف چڑھتے ہیں اس سے عقل اور فہم پر اثر پڑتا ہے بعض دفعہ ان بخارات میں کیموس غلیظ بھی چڑھ جاتی ہے جس سے بعض دفعہ حواس پر اثر پڑتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے

وَابْیَضَّتْ عَیْنَاہُ مِنَ الْحُزْنِ فَھُوَ کَظِیْمٌ	اور سفید ہوگئیں ان کی آنکھیں غم سے اور وہ غم دباتے رہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم علاجاً سر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے جیسا کہ آپ سوتے وقت کیا کرتے تھے

اِذَا نَامَ نَفَثَ فِیْ یَدَیْہِ وَقَرَاءَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ	جب آپ سوتے تو ہاتھوں پر دم کرتے اور قل ہو اللہ اور معوذتین پڑھتے۔

اور دونوں ہاتھوں کو چہرے اور پورے بدن پر مسح کیا کرتے تھے ایسے ہی حضرت عائشہ رضؓ! مرض وفات کی حدیث میں انہے روایت کیا ہے تو ہاتھوں پر پھونک مارنے سے وہ بخارات منہ کی طرف سے نکل جاتے تھے اسی طرح آپ لمبے سانس لیکر ان بخاراتِ ردیہ کے اثر کو زائل فرمایا کرتے تھے یہ بھی ممکن ہے کہ حضور خلیل اللہ اور حبیب اللہ ہیں خلت اور محبت جب قلب میں مستحکم ہوجاتی ہیں تو دونوں خلیلوں اور دوستوں کی صفات میں اتحاد کامل ہوجاتا ہے اس حالت میں حبیب جو فعل کرتا ہے تو دوسرا دوست بھی وہی کرتا ہے جیسا کہ قیس اور لیلی کے بارے میں مشہور ہے بعض شاعروں نے قیس کے بارے میں کہا ہے

وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِقَتْلِهَا مِنْ اَجْلِهَا ۔۔۔ كَيْمَا تَكُوْنُ خَصِيْمَتِي فِي الْمَحْشَرِ

حَتّٰى تَطُوْلَ عَلَى الصِّرَاطِ وُقُوْفُنَا ۔۔۔ فَتَلَذُّ عَيْنِي مِنْ فُنُوْنِ تَنَظُّرِ[1]

یہ تو فانی کی محبت کا معاملہ ہے لیکن باقی کی محبت کا حال وہ بہت بالاتر ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے میں اس کے کان ہاتھ پیر وغیرہ ہوجاتا ہوں) یہ تو عام مومنین کے بارے میں ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تو بہت اعلیٰ و ارفع ہے اللہ تعالےٰ نے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے :-

۱۔ مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۔۔۔ جو تمہیں رسول دے اسے لو اور

وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔۔۔ جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ

۲۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔۔۔ اور نہیں تیر پھینکا آپ نے الخ

---

[1] میں نے اپنے محبوب کے قتل کا ارادہ اس وجہ سے کیا ہے تاکہ محشر میں وہ میرا فریق مخالف ہوجائے اس طرح پل صراط پر ہمارا ٹھہرنا زیادہ ہوجائیگا اور میری آنکھ اس کی آنکھ کے کرشموں سے لذت حاصل کرے گی۔

۳۔ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی انہوں نے اللہ سے بیعت کی اللہ کا ہاتھ انھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں حجر اسود کے بارے میں بیان فرمایا

حجر اللہ تعالیٰ کا داہنا ہاتھ ہے تمام مخلوق اس سے مصافحہ کرتی ہے[1]

حضرت ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا قیامت میں حجر اسود بوقبیس (پہاڑ) سے بڑا ظاہر ہوگا اس کے زبان اور ہونٹ ہونگے وہ کلام کرے گا کہ کس نے کس نیت سے اس کا استلام کیا ہے وہ اللہ کا داہنا ہاتھ ہے کہ اللہ کی مخلوق اس سے مصافحہ کرتی ہے اسی وجہ سے حضور اس کا بوسہ لیا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کے بوسہ لینے کی روایت بھی اس باب میں مروی ہے[2]

جب یہ حال پتھر (حجر اسود) کا ہے تو نفس مطمئنہ کا کیا حال ہوگا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا رائے ہے کہ آپ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے تو غم کی شدت میں جب آپ ہاتھ پھیرا کرتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیرتا تھا اور آپ کا غم اور حزن صرف آخرت ہی کا تھا اس طرح آپ کو سکون حاصل ہو جاتا تھا اور وہ کلمہ مبارک وحی الٰہی کے تحت تھا

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ — اے نبی آپ کو اللہ کافی ہے

اس لئے آپ حسبی اللہ ونعم الوکیل پڑھا کرتے تھے

---

[1] داہنا ہاتھ ہے یہ ایک استعارہ ہے معنی حقیقی مراد نہیں ہیں [2] ترمذی روایت کا صرف مفہوم بیان کر دیا ہے [3] ترمذی کی روایت کی طرف صرف اشارہ کر دیا ہے

غیبت کیا ہے | شیخ نے بسند متصل حضرت انس رض سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس نے حیاء کی چادر اتار دی اس کی غیبت نہیں لہ

اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے اپنے فعل کو خود ہی نہ چھپایا اس کی غیبت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ غیبت یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے کہا جائے تو اس کو الم اور تکلیف ہو لیکن جس نے خود ہی چادر اتار دی اور نے خود ہی ظاہر کر دیا اگر اس کی کسی نے غیبت کی تو اس کو الم نہ ہوگا یا اس کی غیبت غیبت نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

فاجر کی خصلتوں کو ذکر کر دو تاکہ لوگ اس سے واقف ہو جائیں لہ

یعنی اس سے پرہیز کرنے لگیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ فاجر اس کو ترک کر دے ورنہ بلا فائدہ مومن کو اذیت دینا گناہ ہے حضرت ابو ہریرہ رض نے روایت کیا ہے کہ حضور م نے ارشاد فرمایا ہے

تم اپنے بھائی کا ایسا ذکر نہ کرو جو اس کو برا معلوم ہو عرض کیا گیا اگرچہ وہ عیب اس میں ہو۔ فرمایا اگر بلا موجود عیب کو کہا تو بہتان ہے ۳ہ

غفلت کیا ہے | شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عمر رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

غفلت تین چیزوں میں پائی جاتی ہے

۱۔ ذکر اللہ سے غفلت

۲۔ طلوع فجر سے صلوٰۃ فجر تک غفلت

۳۔ دین کے معاملہ میں غفلت ۴ہ

لہ خیر المواعظ از بیہقی ۲ہ تخریج الاحیاء ۳ہ مشکوٰۃ شریف ۴ہ واللہ اعلم یہ روایت تین روایتوں کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے۔

شیخ نے فرمایا غفلت قلب کی نیند کا نام ہے جو آدمی ان حالتوں میں غافل
رہے وہ ذاکر نہیں ہے گو زبان سے ذکر کرتا رہتا ہو اور جو آدمی ان احوال
میں غافل نہیں ہے وہ ذاکر ہے خواہ خاموش رہے

۱۔ طلوع فجر کی بات یہ ہے کہ یہ وقت ابدان اور آنکھوں کی بیداری کا
وقت ہے لہٰذا بیدار رہنا ہے تو جس کا قلب سوتا ہے وہ بدترین نیند ہے
اور جو اس وقت سوتا ہے اس کا قلب کہیں اور زبان کہیں یا اس کے
جسم میں مکمل انتشار ہوتا ہے اور اس کے ارادے پریشان ہوتے ہیں وہ
مردہ ہے اور اسی کو مردار کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

زمین اپنے رب سے فریاد کرتی ہے جب کوئی آدمی ناحق خون
بہاتا ہے، زنا یا تکبر کرتا ہے اور سورج نکلنے سے قبل
سوتا ہے [1]

شیخ نے فرمایا جو اس وقت سوتا ہے گویا اس کا نفس سویا ہوا ہے
وہ مردہ ہے اور جس کا نفس سوتا ہے اور قلب نہیں سوتا وہ غافل ہے
اور جس کا قلب اور تمام اجزاء بیدار رہتے ہیں وہ زندہ ہے اور جو آدمی
دین سے غافل رہتا ہے دارین کا نقصان اٹھاتا ہے

۲۔ دین سے غفلت کی دو قسم ہیں۔ امور دین سے جاہل ہونا اور جو کچھ جانتا
ہے اس سے سہو۔ یہ حالت نفس کی بے ہوشی اور شہوات میں مبتلا ہونے
اور دنیا کی چمک میں لگ جانے سے پیدا ہو جاتی ہے اور یہ سب سے بری
ہے اللہ تعالیٰ سب سے حفاظت فرمائے حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا
کہ مجھ سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

اے عویمر تیرا کیا حال ہوگا جب قیامت میں تجھ سے پوچھا
جائیگا۔ تو جانتا ہے یا جاہل ہے؟ اگر تو نے کہا میں جانتا

---

[1] مضمون ثابت ہے اصل معلوم نہیں

ہوں تو فرمایا جائیگا کیا عمل کیا؟ اور اگر تو نے کہا میں جاہل
ہوں تو فرمایا جائیگا کس عذر کی وجہ سے نہیں جانا۔

غافل کون ہے

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن مسعود رض سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا فلاں آدمی پوری رات سوتا رہا اور صبح تک اس نے کوئی ذکر نہیں کیا آپ نے ارشاد فرمایا

اس آدمی کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے[2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی شیطان کے نزدیک بھی ذلیل ہے اللہ تعالٰے نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ	ان کے اوپر شیطان مسلط ہوگیا
فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ	پس اس نے ان سے اللہ کا ذکر بھلا دیا

جب کسی آدمی کی حقارت ظاہر کرنی مقصود ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا اور یہ اسی آدمی کے بارے میں کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ مغفل ہو اور یہ بھی کہا جاتا ہے

ایک جانور بلی سے بڑا اور کتے سے چھوٹا ہے اس کے دو کالے کان ہیں شیر اس سے بھاگ جاتا ہے لیکن جب یہ جانور شیر کو دیکھتا ہے تو اس کے خوف سے سو جاتا ہے تب اس کا دوسرا جوڑا آتا ہے اور اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

۔ ایک تمثیل اور تعبیر ہے منشا یہ ہے کہ جو آدمی اللہ سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اس پر غالب ہو جاتا ہے اور اسکو کمزور کر دیتا ہے اور اس کو وسوسہ دیکر اس کے لئے نیند کا بستر بچھا دیتا ہے اور رات اس کے لئے

---

[1] واللہ اعلم۔ [2] مشکوۃ شریف

لمبی ہو جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

جب آخری تہائی رات باقی رہتی ہے تو ایک فرشتہ آسمان سے اعلان کرتا ہے: کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے کوئی سائل ہے جس کو عطا کیا جائے کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے[1]

اس اعلان کو ذاکرین اور متقین اپنے قلب کے کانوں سے سنتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں اور لبیک کہتے ہیں لیکن جو لوگ غافل ہیں ان کے کانوں میں ڈاٹ ٹھونس دیا گیا ہے شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

علاج غفلت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو وضو کرے اور ناک میں تین دفعہ پانی ڈالے کیونکہ شیطان ناک کے نتھنوں میں رات گذارتا ہے[2]

شیخ نے فرمایا ممکن ہے کہ حضور رض نے اس وجہ سے فرمایا ہو کہ ناک وہ حصہ ہے جو سجدہ میں زمین پر رکھا جاتا ہے اور آنکھ وہ حصہ ہے جس کے ذریعہ آدمی پوری کائنات کو دیکھتا ہے اللہ تعالے نے فرمایا ہے

وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اور تمہارے نفوس میں نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو

آنکھ ہی کے ذریعہ عبرت حاصل ہوتی ہے اور منہ سے ذکر کیا جاتا ہے کان سے اللہ کا ذکر سنا جاتا ہے اور ناک وہ جگہ ہے کہ اس کے ذریعہ شیطان داخل ہو کر وسوسہ ڈالتا ہے کیونکہ تثاؤب کے بارے میں حضور رض نے فرمایا ہے

---

[1] مشکوۃ شریف [2] ایضا

نماز میں تثاؤب (جمائی) شیطان کی جانب سے ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اس کو روکو لہ

یہ بھی ممکن ہے کہ کبر کا تعلق چونکہ ناک سے ہے اہل عرب بولتے ہیں اس کی ناک میں شیطان داخل ہو گیا ان وجوہات کی بنا پر آپ نے استنشاق (ناک میں پانی ڈالنے) کا امر فرمایا ہے تاکہ کبر کا ازالہ ہو جائے اور نیند کی غفلت دور ہو جائے

خصائل تسبیح و تحمید

شیخ نے بواسطہ منصل بنی سلیم کے ایک آدمی سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ	تسبیح کرنا آدھے میزان کو بھر دیتا
وَالْحَمْدُ یَمْلَأُہٗ وَالتَّکْبِیْرُ	ہے اور حمد اس کو بھر دیتی ہے اور
یَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَ	تکبیر آسمان اور زمین کے درمیان
الْاَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ	جو کچھ ہے سب کو بھر دیتی ہے روزہ
الصَّبْرِ وَالطُّهُوْرُ نِصْفُ	آدھا صبر ہے اور پاکی نصف ایمان ہے
الْاِیْمَانِ لہ	

شیخ نے فرمایا عبودیت کی بنا دو چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی طرف محتاجگی۔ معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام چیزوں سے پاک جانے جو خطرات اس کے دل میں آئیں (بلکہ اس قسم کے خطرات دل میں آنا بند ہو جائیں یہ کمال معرفت ہے۔ مترجم) اور اللہ تعالیٰ کی طرف محتاجگی

لہ ایضاً اصل وجہ دراصل غفلت ہے جب منہ دھویا جاتا ہے تو غفلت دور ہونے لگتی ہے اور ایسے ہی ناک میں پانی ڈالنے سے غفلت دور ہوتی ہے کیونکہ غفلت کے بخارات جو نیند کی حالت میں دماغ پر مسلط رہتے ہیں وہ ناک کے ذریعہ پانی کی ٹھنڈک اور رطوبت سے دور ہو جاتے ہیں۔ ٢ه مشکوٰۃ شریف۔

یہ ہے کہ تو اپنے نفس پر ہر طرح اللہ تعالیٰ کو قابض جانے

ا۔ پس جاننا چاہیے انتہائی تنزیہہ "سبحان اللہ" قلب کے یقین کے ساتھ کہنا ہے اور انسانی بصیرت کے ساتھ الحمدللہ کہنا ہے سبحان اللہ کہنے سے معرفت حاصل ہوتی ہے اور الحمدللہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف محتاجگی ثابت ہوتی ہے اس لیے سبحان اللہ نصف المیزان کا مطلب نصف عبودیت ہے اور الحمدللہ سے تکمیل عبودیت ہو جاتی ہے اور اللہ اکبر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی عظمتوں سے بھرے ہوئے ہیں ۔ زمین اور آسمان کا ذکر اس وجہ سے فرمایا ہے کہ انسان کا رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے ۔

وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۔ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے

اور زمین میں آدمی کے لیے قوت رکھی ہے ۔

ا۔ وَقَدَّرَ فِیهَا أَقْوَاتَهَا ۔ اور مقدر کر دیں ہم نے زمین میں اس کی قوتیں

۲۔ وَجَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا ۔ اور کیا زمین کو قرار کی جگہ ۔

غرضکہ ہر وہ چیز جو عبودیت میں باعث خلل ہے وہ سب آسمان اور زمین ہی کے درمیان ہے تکبیر کہنے سے ان سب کی نفی ہو جاتی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی توحید ذہن و وقت سامنے رہتی ہے اس طرح گویا اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اعتراف ت بندہ کے لیے تمام عالم ان تمام رکاوٹوں سے پاک ہو گیا جو بندہ کی عبودیت کے لیے مانع ہو سکتی تھیں

۳۔ روزہ نصف صبر اس کا مطلب یہ ہے کہ صبر نام اپنے نفس کو محرمات سے روکنے کا ہے اور روزہ میں تمام خواہشات محبوس ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ ۔ جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى	ہوئے ہے اور روکا نفس کو خواہشات
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى	سے پس جنت اس کا ٹھکانا ہے

اسی طرح سے روزہ دار چونکہ اپنے نفس کو خواہشات سے روکے رکھتا ہے اس لیے اسکو نصف صبر حاصل ہے۔

۴۔ اور طہارت نصف ایمان ہے یاد رہنا چاہیئے کہ ظاہر اور باطن بندے کے دو حال ہیں ظاہر کی طہارت انجاس اور گندگی سے اور باطن کی طہارت کفر اور شرک سے۔ اس لیئے جس نے ظاہری طہارت حاصل کی اس کو آدھا ایمان حاصل ہو گیا اور جس نے باطن کو پاک کیا اسکو مکمل طہارت حاصل ہو گئی کیونکہ نماز کے لیئے جو طہارت حاصل کی جاتی ہے اس سے بدن تو پاک ہوتا ہے اور نماز سے باطن پاک ہوتا ہے[1] اس سے خیالات اور [illegible]

---

[1] اسرار وضو بیان کرتے ہوئے بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ وضو کا بقیہ پانی جو پیا جاتا ہے اس سے باطن پاک ہو جاتا ہے یہ ایک لطیفہ کے درجہ میں ہو سکتا ہے شیخ نے اس لطیفہ کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ باطن کی پاکی نماز سے ہوتی ہے یہ لطیفہ التعلیق الصبیح میں مذکور ہے" حقیقت حال یہ ہے جو شیخ نے بیان کر دی ہے کہ ظاہری گندگی کے ازالہ کے لئے پانی ہے

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۤءِ	اور ہم نے آسمان سے پانی
مَاۤءً طَهُوْرًا	پاک اتارا

پانی تمام ظاہری نجاستوں کو دور کر دیتا ہے لیکن جو باطن کی نجاست ہے مثلاً بدعقیدگی رذائل نفس ان کے ازالہ کے لئے ذکر اللہ ہے اور نماز کو اللہ کے ذکر میں سب پر فوقیت حاصل ہے

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ	نماز بے حیائی اور برائی سے
الْفَحْشَاۤءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ	روک دیتی ہے اور بیشک اللہ
اللّٰهِ اَكْبَرُ	کا بڑا ذکر ہے۔

کی پاکی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اس کے بھی دو جز ہیں ظاہر تو یہ ہے کہ ہر حال میں اقرار و تسلیم پر برقرار ہے اور باطن یہ ہے کہ اخلاص اور تصدیق حاصل ہو۔ اس طرح اقرار اور تسلیم تو بمنزلہ طہارت کے ہیں کہ اس سے ظاہر کی پاکی ہوتی ہے اور اخلاص اور تصدیق سے باطن کی پاکی ہو جاتی ہے اس طرح

جس نے زبان سے اقرار اور بدن سے تسلیم کیا اس نے اپنے ظاہر کو پاک کر لیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی اور اعمال میں اخلاص کو اختیار کیا اس نے باطن کو پاک کر لیا اور ساری توفیق اللہ ہی کی جانب سے ہے

رزق میں توکل شیخ نے سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اُلْتَمِسُوْا الرِّزْقَ فِیْ خَبَایَا الْاَرْضِ[1]
رزق کو کھیتوں میں تلاش کرو۔

شیخ نے فرمایا خبایا الارض کے معنی کھیت کے ہیں کیونکہ دانہ کو زمین میں ڈال کر چھپا دیا جاتا ہے اس طرح سے زمین اس کے لئے خیمہ (خبیہ) ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب رزق میں سے کھیتی کو اس وجہ سے خاص کیا ہے کہ اس میں توکل زیادہ ہے باوجودیکہ کاشتکار محنت او مشقت کرتا ہے لیکن اس کی نظر قضا و قدر کی طرف زیادہ رہتی ہے اور اس کی امید زیادہ تر اللہ ہی سے وابستہ رہتی ہے کیونکہ بارش کا ہونا، سورج کا نمودار ہونا، دھوپ کی چمک یہ سب وہ چیزیں ہیں

---

[1] احیاء علوم۔

جنکا تعلق بندہ کے کسب سے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے اختیار سے ہے اس اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ رزق کو توکل کے ذریعہ حاصل کرنا چاہیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَوْ تَوَکَّلْتُمْ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ	اگر تم اللہ تعالےٰ پر حقیقۃً توکل
تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا	کرو تو وہ تم کو اس طرح رزق دیگا
یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْا	جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے وہ
خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا ؕ	صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور
	بھرے پیٹ آتے ہیں

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ	اور آسمان میں تمہارے لئے
وَمَا تُوْعَدُوْنَ	رزق ہے اور جس کا وعدہ کیا گیا ہے

گویا رزق کی جگہ آسمان ہے اس وجہ سے کاشتکار کی نظر ہمیشہ آسمان کی طرف کو اٹھتی رہتی ہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف لگا رہتا ہے اور اس کی زبان سے دعا ہوتی رہتی ہے اور اس کے ہاتھ اللہ تعالےٰ کی طرف کو پھیلے رہتے ہیں اور وہ دوسروں سے ناامید ہوتا ہے اسطرح کاشتکار کو متوکلین کے اوصاف حاصل ہوتے ہیں ابوسلیمان نے فرمایا ہے۔

تمام احوال کے لئے سامنا اور پیچھا ہوتا ہے سوا توکل کے اس کا صرف سامنا ہے پیچھا نہیں ہے۔

حقیقت توکل شیخ نے بسند متصل عمرو بن امیہ ضمری سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا،

کیا میں اپنی اونٹنی کو چھوڑ کر توکل کر دوں یا اونٹنی کو باندھ کر

لہ مشکوۃ شریف۔

توکل کروں ؟ [1]

شیخ نے فرمایا اصل توکل یہ ہے کہ قضاء الٰہی پر ساکن رہے اور جانے کہ جو کچھ فیصلہ ہو چکا ہے وہ خطا نہیں ہوگا جب یہ دل میں آجائیگا تو سکون حاصل ہو جائیگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَو تَوَکَّلتُم عَلَی اللّٰہِ حَقَّ	اگر تم اللہ تعالےٰ پر حقیقتاً توکل
تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُم کَمَا	کرو تو وہ تم کو اس طرح رزق دیگا
یَرزُقُ الطَّیرَ تَغدُو	جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے وہ صبح
خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا	کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور بھرے
	پیٹ آتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ پرندوں کو توکل نہیں ہوتا اگر تم بھی ایسے ہو جاؤ کہ اسباب سے نہ چمٹے رہو تو تمہیں بھی ویسا ہی توکل حاصل ہو جائیگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کے بارے میں فرمایا ہے وہ نہ تو خود ہی رقیہ کرتے ہیں اور نہ کراتے ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ پر توکل کرتے ہیں [2] حالانکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے رقیہ کیا ہے اور حضرت معاذ رض کو سکھلایا بھی ہے اور حضرت سعد بن ربیع رض کے داغ بھی لگوایا اور فرمایا سعد پر ملامت نہ کرو۔ اس سے ظاہر ہے کہ توکل اسباب سے صرف نظر کا نام ہے اسباب کو صرف حصول عافیت کے لئے اختیار کیا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جس نے دنیا حلال طریقہ سے اور سوال سے بچنے کے لئے اور عیال کی پرورش کی غرض سے حاصل کی اور پڑوسی کی امداد کے لئے طلب کی وہ اللہ تعالےٰ سے اس حال میں ملاقات کریگا کہ اس کا چہرہ مثل چودھویں رات کے

---

[1] واللہ اعلم۔ [2] متفق علیہ۔

چاند کے منور ہوگا اور جس نے دنیا محض بڑھوتری اور فخر کے
لیئے کمائی تو وہ ایسے ملاقات کریگا کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر
غصہ ہوگا [۱]

شیخ نے فرمایا اس سے ثابت ہے کہ دین اور عزت کی حفاظت دوسروں
کی مدد کے لیئے کمانا ماذون فیہ ہے (اسکی اجازت ہے)

حقیقت فقر

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ	قریب تھا کہ فقر کفر ہو جائے اور
کُفْرًا وَّ کَادَ الْحَسَدُ اَنْ	قریب تھا کہ حسد تقدیر پر غالب
یَّغْلِبَ الْقَدَرَ [۲]	آجائے

اس جگہ کفر سے مراد کفر نعمت ہے۔ کفر انکار زایمان کی ضد مراد نہیں ہے تفصیل یہ ہے کہ فقر بھی خدا کی ایک نعمت ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا ایک سبب ہے اور یہ انبیاء اولیاء اور صلحاء کے لیئے زینت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب فقر آئے تو مرحبا کہو یہ صلحاء کا شعار ہے [۳]

اور یہ بھی روایت ہے کہ فقر مومن کے لیئے رونق ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ فقر ایک نعمت ہے لیکن بہت تکلیف دہ ہے اسی وجہ سے یہ کفرانِ نعمت ہوتا ہے، اور حسد کے بارے میں فرمایا ہے

کَادَ الْحَسَدُ اَنْ یَّغْلِبَ	قریب تھا کہ حسد تقدیر پر غالب
الْقَدَرَ	آجائے

یعنی جب حسد حاسد کے قلب پر بہت زیادہ غالب آجائے اور قلب میں تقدیر الٰہی سے متعلق جو کیفیت ہے وہ مغلوب ہو جائے کہ غصہ علیہ

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] ایضاً تفسیر حوالہ گذر چکا ہے [۳] مشکوٰۃ شریف۔

کے پاس جو نعمت ہے اسکو منجانب اللہ نہ جانے حالانکہ وہ نعمت خدا کی مرضی کے بغیر ختم نہیں ہو سکتی لیکن حاسد چاہتا ہے کہ وہ ختم ہو جائے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

۱۔ ہر مومن میں کچھ نہ کچھ حسد ضرور ہوتا ہے

۲۔ حسد ختم ہونا یہ ہے کہ اپنے بھائی کے لئے مصیبت کا انتظار نہ کرے لہ

اگر حاسد کو قدر کی معرفت حاصل ہوتی تو وہ حسد نہ کرتا اور محسود علیہ کی سلامتی کے لئے اللہ سے دعا کرتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفر سے مراد علم الٰہی سے فقیر ہونا ہو اور یہ بہت بڑا فقر ہے جو کفر تک پہونچا دیتا ہے

حدیث دیگر شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اللہ تعالےٰ سے پناہ چاہو! فقر سے، قلت سے، ذلت سے اور ظلم سے ٢ہ

شیخ نے فرمایا فقر کی چند قسمیں ہیں مال کا نہ ہونا، علم کا نہ ہونا، اور فقر آخرت یہ دونوں فقر سب سے بڑے ہیں اور یہ بہت بڑا خسارہ ہے اگر مال نہیں ہے لیکن صبر ہے تو یہ انبیاء کا زیور ہے۔ اولیاء کی زینت ہے اور مومنین کا شعار ہے اور صلحاء کی عزت ہے ایک حدیث میں ہے:

> اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ جب فقر آئے تو کہو مبارک اے صالحین کے شعار ٣ہ

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الٰہی جو مجھ سے محبت کرے اسے

لہ مشکوٰۃ شریف ٢ہ حوالہ گزر چکا ہے ٣ہ ناقل سے سہو ہو گیا ہے حوالہ گزر چکا ہے

کم مال دے اور کم اولاد دے۔ اگر کسی کا فقر ان چیزوں سے خالی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے اور جس فقر میں جزع و فزع (شکوہ شکایات) ہے وہ منسی (بھلانے والا) ہے غالباً آپ نے اسی سے استعاذہ کیا ہے

عدم علم والا فقر، اس کے بارے میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے

کاد الفقران یکون کفراً — قریب تھا کہ فقر کفر ہو جائے

اور جس کفر سے زیادہ قریب کرتا ہے اور فقر آخرت کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

جانتے ہو مفلس کون ہے؟ عرض کیا مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ لیکر آیا اور فلاں کو گالی دی تھی فلاں کو تہمت لگائی تھی، فلاں کا مال کھایا تھا فلاں کو قتل کیا تھا، فلاں کو مارا تھا اس طرح سب نیکیاں ختم ہو جائیں گی [1]

اس لئے ممکن ہے کہ آپ نے اسی فقر سے پناہ چاہی ہو

قلت سے مراد کیا ہے مال بھی کثیر ہو اس کی وجہ سے عزت بھی سکون بھی ہو اعتماد بھی حاصل ہو لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ — دنیا کی پونجی بہت کم ہے

کسی حکیم نے کہا ہے جو مال کی وجہ سے غنی ہے تو مال ختم ہو جائیگا جسکو مخلوق کی وجہ سے عزت ہے وہ ذلیل ہوگا اس لئے قلت سے مراد اعمال صالحہ کی قلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا — نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر بہت کم

اور قلیل اخلاص کے ساتھ کثیر ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف

ذلت مخلوق کے ذریعہ عزت حاصل کرنے میں ذلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ — پکارے اپنی مجلس کو

۲۔ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ — نکال دیگا عزت والا ذلیل لوگوں کو۔

پس وہ آدمی ذلیل ہے جو کثرت مددگار کی وجہ سے عزت والا ہے۔

ایک حکیم نے کہا ہے جو مخلوق کی وجہ سے عزت والا ہے وہ ذلیل ہے۔ جو اپنی رائے کو ہدایت پر جانتا ہے وہ گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ — طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔

اور ذلت یہ بھی ہے کہ جماعت اور سواد اعظم سے کٹ جائے اور مومنین کے علاوہ دوسروں کا راستہ اختیار کرے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ	جس نے ہدایت ظاہر ہونے کے
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ	بعد رسول کی مخالفت کی اور مومنین
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ	کے علاوہ راستہ کو اختیار کیا ہم اسکو
نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ	اسی طرف پھیر دینگے اور اس کو دوزخ
جَهَنَّمَ	میں جھونک دینگے

پس ذلت نفس امارہ کے قبضہ میں ہو جانے میں ہے اور جن لوگوں کی عزت ہے ان کی راہ سے ہٹ جانے میں ذلت ہے اور عزت رسول اور مومنین ہی کے لئے ہے پس اللہ سے کٹ جانا کتاب اللہ سے اعراض میں ہے اور رسول سے کٹ جانا سنت سے اعراض میں ہے، اور اولیاء سے کٹ جانا ان کے غیر سے دوستی کرنے میں ہے اور یہی ذلت کی چیزیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

جماعت سے وابستہ رہو کیونکہ دور علیحدہ چرنے والی بکری پکڑی جاتی ہے۔[1]

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔

شیخ نے فرمایا اصل ذلت دین کے معاملہ میں نفس کی اتباع میں ہے اور یہ ایک قسم کا ظلم ہے اور ظلم کی بھی چند اقسام ہیں ان میں سے ایک قسم شرک ہے اور وہ سب سے بڑا ظلم ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ   شرک بڑا ظلم ہے

اور اس سے کمتر ظلم یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالےٰ کے سامنے مفلس ہو کر حاضر ہو اور دوزخ میں چلا جائے۔ تیسرا ظلم یہ ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرے اور وہ یہ ہے کہ قیامت میں مقام حیرت میں ہو اور اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [1]   ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ہے

اور ظلم نفس یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر کی تعمیل نہ کیجائے یہ آدمی قیامت میں خالی ہاتھ ہوگا جبکہ مومنین روشنیوں میں چل رہے ہونگے یہ اندھیرے میں چھپے گا۔

اور ظلم سے انسان کے ضعف اور فقر کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کیونکہ آدمی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لئے دنیا میں کچھ ہو ایسے ہی آخرت میں مغفرت اور حضورؐ کی شفاعت کے لئے بھی کچھ نہ کچھ ہونا ضروری ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ   لوگو! تم اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ غنی اور حمید ہے

اس لیئے انسان ہر حال میں اللہ کا فقیر (محتاج) ہے اور اللہ کا محتاج ہونا یہ محمود ہے اس کے علاوہ دوسری محتاجگیاں اور فقر جس سے انسان کی آخرت اور دنیا برباد ہو وہ فقر مذموم ہے اور اسی سے آپ نے پناہ چاہی ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف

کفر اور قرضہ شیخ نے بسند متصل حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تَعَوَّذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَ — کفر اور قرضہ سے خدا کی پناہ چاہو

الدَّیْنِ لے

ایک آدمی نے دریافت کیا حضور! کیا قرضہ کفر کے برابر ہے؟ فرمایا ہاں!
شیخ نے فرمایا غالب اس سے مراد یہ ہے کہ مدیون جب قرضہ کا انکار کردے کیونکہ کفر جحود میں حق اللہ کا انکار ہے اور انکار دین میں حق العباد کا کفر (انکار) ہے اس اعتبار سے یہ دونوں مساوی ہوئے اس میں لوگوں کا مال برباد ہوتا ہے اور یہ بھی ایک قسم کا جحود (انکار) ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے جو مقروض مرا لیکن ادائیگی کے لئے اگر کچھ چھوڑا یا اس کا کوئی ضامن ہو گیا ہے

اور وہ آدمی جو قرضہ کا منکر نہیں ہے وہ دوسرے کے مال کا تلف کرنے والا نہیں ہے اس لئے یہ آدمی کفر کے مساوی نہ ہوگا (انشاء اللہ) چنانچہ حضرت میمونہ رضؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بہت قرضہ لیتی تھیں ان سے ان کے رشتہ داروں نے کہا تو فرمایا:-

میں قرضہ لینا نہ چھوڑونگی میں نے اپنے دوست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو آدمی قرضہ لے اور جو اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو اللہ تعالے اس سے اس کا قرضہ ادا کرا دیگا سے

محمد بن حامد ترمذی کہتے ہیں کہ میں احمد بن خضرویہ کی وفات کے وقت موجود تھا ان کے بعض شاگرد اس وقت ان کے پاس آئے اور ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں ان میں آنسو بھرے ہوئے

لے بیہقی خیر المواعظ ۲ے مشکوٰۃ شریف چند حدیثوں کا مفہوم بیان کر دیا ہے
سے جمع الفوائد۔

تھے۔ اس وقت فرمایا

اے بیٹے! ایک دروازہ ۹۵ سال تک میں نے کھٹکھٹایا
اب وہ میرے لئے کھولدیا گیا معلوم نہیں سعادت ہے
یا شقاوت ہے۔

پھر ادھر ادھر دیکھا تو قرض خواہوں کو بیٹھا پایا اس وقت سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا الٰہی! تو ہی ادا کرنے والا ہے۔ اسی وقت ایک آدمی سواری پر آیا اور بولا احمد خضرویہ کے قرضخواہ کہاں ہیں؟ سب بولے ہم ہیں آنے والے نے ایک تھیلی ان کی طرف ڈالدی اس طرح وہ قرضہ ادا ہو گیا

اور وہ مرنے والا جو مقروض مرا لیکن اس کے پاس ادائیگی کے لئے ہے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد اس کے مال سے ادا کر دیا جائیگا [1]

توبہ کیا ہے

شیخ نے بسند متصل حضرت معاذ بن جبل رض سے روایت کیا ہے کہ جب ان کو حضور ص نے یمن کی طرف بھیجا تو حضرت معاذ رض نے درخواست کی کہ آپ مجھے وصیت فرمائیں آپ ص نے ارشاد فرمایا

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ مَا اسْتَطَعْتَ	جہاں تک ہو سکے تقویٰ کو اختیار
وَاذْكُرِ اللهَ عِنْدَ كُلِّ شَجَرٍ	کر اور اللہ کا ذکر ہر پیڑ اور پتھر
وَحَجَرٍ فَإِذَا عَمِلْتَ شَرًّا	کے پاس کر اور جب تجھ سے کوئی
فَأَحْدِثْ لِلّٰهِ تَوْبَةً السِّرِّ	برائی ہو جائے تو توبہ کر پوشیدہ
بِالسِّرِّ وَتَوْبَةً الْعَلَانِيَةِ	گناہ کی توبہ پوشیدہ اور

---

[1] جن لوگوں کے اوپر قرضہ ہے یا اللہ کے فرائض میں سے کوئی ہے تو ان پر مرنے سے پہلے وصیت کر دینا واجب ہے۔ ردالمحتار

بِالْعَلَانِیَۃِ لہ — علانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ ہے

تقویٰ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہے

وَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ — جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو

یعنی اپنی طاقت کے مطابق جہاں تک ممکن ہو تقویٰ کو اختیار کرو ورنہ اللہ کا حق عبادت اور اللہ تعالیٰ کے لئے حق تقویٰ انسان کے بس سے باہر ہے

۲۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر پیڑ اور ہر پتھر کے پاس کرو اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں بھی ہو سفر میں ہو یا حضر میں۔ شجر سے مراد حضر ہے اور حجر سے مراد سفر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شدت اور نرمی مراد ہو یعنی ہر حال میں ذکر کثیر کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا — اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو۔

۳۔ یہ ارشاد جب تم سے کوئی عمل شر ہو جائے تو اس کی توبہ اس کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اس میں انسانی کمزوری کی طرف بھی اشارہ ہے یعنی بقدر۔ طاقت تقویٰ کے بعد اگر کوئی عمل شر ہو جائے تو توبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے آپ نے یہ نہیں فرمایا " ایسا نہ ہو کہ شر کا ارتکاب ہو جائے "۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ

حضور میں جوان آدمی ہوں اپنے نفس سے ڈرتا ہوں اور نکاح کرنے کی طاقت نہیں ہے آپ خاموش ہو گئے پھر عرض کیا تو پھر خاموش ہو گئے۔ پھر عرض کیا تو آپ ؐ نے ارشاد فرمایا جَفَّ الْقَلَمُ — قلم رک گیا ہے لہ

۴۔ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالٰے نے ابن آدم کے لئے پہلے ہی لکھ دیا ہے کہ اس کے حصہ میں کس قدر رزق (اور ایسے ہی دیگر کبائر) ہے وہ اس کو پائیگا ۔[1]

۱۔ شیخ نے فرمایا حضورؐ نے حضرت معاذ رضؓ کو توبہ کا حکم فرمایا ہے

۲۔ حضورؐ نے یہ بھی تعلیم فرمایا ہے کہ جس کا تم ارتکاب کر دگے وہ لکھ جا چکا ہے اس لئے اگر تم سے کسی برائی کا ارتکاب ہو جائے تو وہ امر ضروری تھا جو ہو گیا اس لئے اس کے لئے توبہ کرنا چاہئے اور یاد رہے جو کچھ بھی بندہ خطا اور قصور کرتا ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ ترک توبہ کا نتیجہ ہوتا ہے یاد رہے اللہ تعالٰے توبہ کرنے والے سے محبت کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ ہر بنی آدم کے لئے نیکی اور بدی ہے۔ بہتر خطا وہ ہے جس کے لئے توبہ ہو۔

۲۔ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالٰے ایسی قوم کو پیدا کرے گا جو گناہ کرینگے اور توبہ کرینگے اور ان کو معاف کیا جائیگا[2]

گویا آپؐ نے فرمایا ہے کہ افضل انسان وہ ہے جو توبہ کرے یاد رہے اللہ تعالٰے ہر آن مومن کو اپنی طرف متوجہ ہونے کو پسند کرتا ہے اور اس کے اعراض کو ناپسند کرتا ہے ۔ اسی کے لئے اللہ تعالٰے نے پوری کائنات کو پیدا کیا ہے ۔ اللہ تعالٰی نے رسول کو بھیجا، کتابوں کو نازل کیا اپنے عرش کے تھامنے والے فرشتوں کو اس کا شفیع بنایا تاکہ بندہ اللہ تعالٰی کی طرف متوجہ رہے اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ — اللہ توبہ کرنے والوں اور

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] ایضاً

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ	پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے
۲۔ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	ایمان والو! اللہ کی طرف اکٹھے متوجہ ہو جاؤ تاکہ تم فلاح پاؤ
۳۔ اَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ	اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے تابعدار ہو جاؤ

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

۱۔ اِنَّهٗ يَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِضَالَّتِهٖ يَجِدُهَا بِاَرْضٍ فَلَاةٍ [۱]	اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی کی اونٹنی گم ہو گئی اور اس کو اجاڑ جنگل میں پالیا
۲۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ [۲]	اللہ تعالیٰ توبہ کو توڑنے والے تائب کو پسند کرتا ہے

شیخ نے فرمایا سرًا اور اعلانیہ سے مراد دو قسم کے عمل ہیں یعنی اعمال قلبی اور اعمال جوارح۔ گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم سے کوئی قلبی گناہ سرزد ہو جائے تو قلب سے توبہ کرو اور جب اعضاء و جوارح سے گناہ ہو جائے تو اعضا (زبان) سے توبہ کرو [۳]

دل کے گناہ کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے مثلاً غیر اللہ سے طمع، اولیاء اللہ کی عداوت، اللہ کے دشمنوں سے دوستی

---

[۱] مشکوۃ شریف [۲] بیہقی خیر المواعظ۔ [۳] اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس درجہ کا گناہ ہو اسی درجہ کی توبہ بھی ہونی چاہیئے اگر کسی نے برسر عام گناہ کیا ہے تو ایسی ہی توبہ ہونی چاہیئے تاکہ لوگوں کو بھی علم ہو جائے کہ فلاں آدمی توبہ کر چکا ہے اور عمل سے ثبوت ہو جاتا ہے

اور دوسرے افعال قلوب ان سے توبہ یہ ہے کہ وہ امور کیئے جائیں جن سے قلب سے ان چیزوں کے اثرات دور ہو جائیں ورنہ روزہ. نماز. حج زکوٰۃ وغیرہ اعمال جوارح سے خاطر خواہ فائدہ اور اثر مرتب نہ ہوگا ابوالقاسم اسحٰق بن محمد رح نے کہا ہے

إِنَّ الجَوَارِحَ أَقْفَلَتْ بَابُ الهُدَىٰ ؛ فَالعِلْمُ لَيْسَ بِفَاتِحٍ أَقْفَالَهَا
إِنَّ القُلُوبَ تَنَجَّسَتْ بِخَطَائِهَا ؛ فَالسَّعْيُ غَيْرُ مُطَهِّرٍ أَفْعَالَهَا[1]

اور علانیہ گناہ، اوامر کا خلاف اور نواہی کا ارتکاب ہیں ان سے توبہ ان امور کا ترک اور تلافی مافات ہے مثلاً ترک نماز کی توبہ ادائے نماز، قضاء زکوٰۃ کی توبہ ادائے زکوٰۃ ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

إِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُسُ أَمْوَالِكُمْ — اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیئے اصل مال ہے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :۔

رُدُّوا الخَيْطَ وَالمَخِيطَ[2] — سوئیں تاگہ کو بھی واپس کردو۔

اور ارشاد فرمایا :۔

جب تلبیہ کہنے والا لبیک کہتا ہے اور اس کے پاس مال حرام ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جاتا ہے :۔

لا لبيك ولا سعديك

اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السِّرُّ بِالسِّرِّ وَالعَلَانِيَةُ بِالعَلَانِيَةِ

---

[1] جوارح گناہ کر کے ہدایت کا دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ علم اس کے دروازہ کو نہیں کھول سکتا۔ گناہ کی وجہ سے قلوب ناپاک ہو جاتے ہیں محض سعی سے اس کے افعال پاک نہیں ہوتے [2] احیاء علوم۔

حقیقت توبہ شیخ نے بسند متصل حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں اپنے بندہ کی توبہ سے اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتا ہوں کہ جس کا اونٹ سامان سے بھرا ہوا گم ہوگیا اور وہ ہلاکت کے میدان میں موت کے انتظار میں پڑ رہا جب آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ اونٹ اس کے پاس تھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

فرحت اس خوشی کو کہتے ہیں جو غم واندوہ کے بعد حاصل ہو اس وجہ سے اس کی بہت اہمیت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ بار بار توبہ کرنے والے سے محبت کرتا ہے اور توبہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے اور رجوع یہ ہے جو گناہ کے بعد ہوا ہو اور جو رجوع نیکی کے بعد ہو وہ شکر کہلاتا ہے یہ دونوں حالتیں بندے کے لئے لازم ہیں اور ان دونوں کا بندہ مکلف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

۱۔ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ مومنو! اللہ کی طرف سب متوجہ ہو جاؤ۔

جو معصیت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وہ توّاب کہلاتا ہے اور جو طاعت کے بعد رجوع کرے وہ اوّاب ہوتا ہے حضرت ایوبؑ کے بارے میں ہے

۲۔ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ۔ ہم نے اسکو صابر پایا پس اچھا بندہ ورجوع کرنے والا۔

معصیت کے بعد رجوع استغفار کے ذریعہ ہوتا ہے اور طاعت کے بعد رجوع حمد کے ذریعہ ہوتا ہے اسی وجہ سے لوگوں کے چند درجے ہیں

۱۔ جو معصیت کے بعد رجوع نہ کرے وہ مُصِر (اصرار کرنے والا) کہلاتا ہے

۲۔ جو طاعت کے بعد رجوع نہ کرے وہ مُعجِب (عُجب کرنے والا) کہلاتا ہے۔

۳۔ جو طاعت لوگوں کے لئے کرے وہ مُرائی (ریا کار) کہلاتا ہے

۴۔ جو غیر اللہ کے لئے طاعت کرے وہ مشرک کہلاتا ہے

۵۔ جو معصیت کے بعد توبہ کرے وہ حبیب اللہ کہلاتا ہے

وَاللّٰہُ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ — اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

۶۔ جو طاعت کے بعد شکر کرے وہ محسن کہلاتا ہے

واللہ یحب المحسنین — اور اللہ محسنین کو دوست رکھتا ہے

ان آیات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندہ سے محبت ہے اور وہ محب ہے اور محب یہ چاہتا ہے کہ اس کا محبوب ہمیشہ اس کی طرف متوجہ رہے وہ محبوب کے اعراض کو بُرا جانتا ہے حدیث قدسی میں ہے "جو بندہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے میں اس سے مغفرت کیساتھ ملتا ہوں اور اس کی تائید قرآن پاک سے بھی ہوتی ہے

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ — میرے بندوں سے فرما دیجئے

اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ — جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ — ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

اور دوسری حدیث قدسی میں ہے اگر تم گناہ نہ کروگے تو ہم ایسے لوگوں کو پیدا کردینگے جو گناہ کرینگے اور توبہ کرینگے اور پھر ان کو معاف کیا جائیگا یاد رہے گناہ کی وجہ سے اللہ کی محبت میں فرق نہیں آتا ہے

بشرطیکہ گناہ کے بعد رجوع اور توبہ ہو

حدیث دیگر | شیخ نے بسند متصل حضرت ابن مسعودرضؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اَلتَّوْبَۃُ النَّدَمُ — توبہ ندامت ہے

شیخ نے فرمایا توبہ کے معنی رجوع کے ہیں۔ تَابَ ، اَنَابَ، آبَ ان تینوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی اللہ کی طرف لوٹنا رجوع کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ — رجوع کرنے والے لوٹنے والے ہم اپنے رب کی حمد کرنیوالے ہیں

اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

۱- اَنِیْبُوْا اِلَی اللّٰہِ رَبِّکُمْ — اپنے رب اللہ کیطرف رجوع کرو

۲- وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ — اے مومنو! تم سب اللہ کی طرف رجوع کرو۔

لیکن اسکے باوجود ہر لفظ کے اندر ایک خاصیت ہے

۱- توبہ کا ذکر اکثر و بیشتر معصیت سے رجوع کے لئے آیا ہے مثلاً اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ — اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔

یعنی کفر اور شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف رجوع کریں اور نماز و زکوٰۃ ادا کریں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے

اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَھَالَۃٍ — اللہ پر توبہ قبول کرنا ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو جہالت سے برائی کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں۔

ب۔ آئبون ایبت سے ماخوذ ہے اور یہ اکثر طاعت سے رجوع کے لئے بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۔ اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِراً نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّاب — ہم نے ایوب کو صابر پایا اور وہ اچھے بندے اور رجوع کرنیوالے تھے

۔ اِنْ تَكُوْنُوْا صَالِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْراً — اگر تم نیک ہو تو اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کو معاف کرنے والا ہے

۳۔ اجابت کے معنی قلب کے ذریعہ رجوع کرنے کے آتے ہیں قرآن پاک میں آیا ہے

۱۔ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ — وہ رجوع ہونیوالا دل لیکر آیا

۲۔ اَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا — اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور تابعدار ہو جاؤ۔

بہرحال توبہ معصیت سے طاعت کی طرف اور مخالفت سے موافقت کی طرف رجوع کا نام ہے اور یہ بھی دو قسم کی ہے۔ بندوں کی بندوں کے درمیان، اور بندوں کی اللہ کے درمیان۔ بندوں کے درمیان مخالفت ان کے حقوق کا ضائع کرنا ہے اور اللہ سے مخالفت اس کے فرائض اور واجبات کی عدم ادائیگی اور ممنوعات کا ارتکاب ہے ان دونوں کے لئے ندامت کے ساتھ استغفار ہے ایک استغفار اپنے لئے اور ایک استغفار اپنے بھائیوں کے لئے جن کے حقوق مارے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

جب تم کسی کا حق نہ ادا کر سکو تو اس کے لئے استغفار کرو

یہ اس صورت میں ہے کہ ادائیگی حق نہ ہو سکے ورنہ بہر صورت حق والے کو راضی کرنا چاہیئے ہر دو طرح کی ادائیگی حق کرنا اور نادم ہونا

یہ اندوحس والی توبہ ہے۔ ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ	دوسرے وہ جنہوں نے اعتراف
خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ	گناہ کیا اور نیک اعمال کے ساتھ
سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ	گناہ کو بھی ملا لیا امید ہے کہ اللہ
يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ	تعالیٰ ان پر عنقریب متوجہ ہو جائیگا

بہرحال جس نے فوت شدہ فرائض کی قضا ادا کی اور بندوں کو راضی کیا وہ توبہ کرنے والا ہے لیکن جس کو یہ بھی حاصل نہ ہو سکا اور موت کا وقت قریب ہو گیا تو اس وقت توبہ بجز ندامت کے اور کچھ نہیں کہ قلب کے ساتھ رجوع کرے اور استغفار کرے۔ جس نے اس وقت بھی توبہ کر لی اللہ تعالیٰ اسکی توبہ بھی قبول کریگا اور جس کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرے اسکو وہ عذاب نہ دے گا۔ ارشاد فرمایا ہے

۱۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ	اور جس نے یہ کیا وہ پالیگا گناہ
اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ	دوگنا کر دیا جائیگا اس کا عذاب
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ	قیامت کے دن اور وہ اس میں
مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ	ہمیشہ ذلیل رہیگا مگر جس نے توبہ کی

اس میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والے کو مستثنیٰ کیا ہے ان ہی کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیگا۔ ارشاد فرمایا ہے۔

۲۔ اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ	ان ہی لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں
حَسَنٰتٍ	سے بدل دیا جائیگا

اور یہ ظاہر ہے کہ جب بدیاں نیکیاں بن جائینگی تو ان نیکیوں کا ثواب بھی بڑھا کر دیا جائیگا اور جو آدمی بلا توبہ کے معصیت اور گناہ کی حالت میں مرا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے معاف کرے اور چاہے

عذاب دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
جس عمل پر اللہ تعالےٰ نے ثواب کا وعدہ کیا ہے وہ
اس کو پورا کریگا اور جس عمل پر عذاب کا وعدہ کیا ہے اس
کے بارے میں اختیار ہے لہ

اور حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہے کہ سورۂ نساء میں پانچ آیات
ہیں جو دنیا اور مافیہا سے زیادہ مجھے محبوب ہیں لہ

آیت	ترجمہ
۱- اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا	اگر تم ان کبائر سے بچو جن سے منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دینگے اور تم کو عزت کی جگہ داخل کرینگے۔
۲- وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ	جب انہوں نے گناہ کیا تھا وہ آپ کے پاس آتے اور اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے معافی چاہتا۔
۳- وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ	جس نے برا کام کیا یا نفس پر ظلم کیا اپنے۔
۴- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ	اللہ تعالےٰ شرک کو معاف نہ کریگا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کر دیگا۔
۵- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ	اللہ تعالےٰ ذرہ کے برابر بھی ظلم

لہ تفسیر ابن کثیر سورۂ نساء لہ سورۂ نساء کے فضائل میں حضرت ابن عباس رض سے آٹھ آیات مروی ہیں اور حضرت ابن مسعود رض سے دوسری سند میں آیت ۵ کی جگہ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر سورۂ نساء۔

ذُرِّيَّة   نہ کریگا

دنیا کیا ہے

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ بَكٰى عَلَى الْجَنَّةِ اَدْخَلَهُ	جو جنت کے لیئے رویا اس کو
اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ بَكٰى	اللہ جنت میں داخل کریگا اور
عَلَى الدُّنْيَا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ	جو دنیا کے لئے رویا اللہ اسکو
النَّارَ لَهُ	دوزخ میں داخل کریگا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا سے زیادہ مبغوض کسی چیز کو نہیں بنایا اور جب سے دنیا کو وجود دیا گیا ہے اس کی طرف نظر بھی نہیں فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وہ ہے جو اس کے اولیاء کو ایذا پہونچے اور لوگوں کو اللہ سے پھیر دے اور یہ کام اللہ کے دشمن ابلیس کا ہے

۱۔	رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ	الٰہی جس سے آپ نے مجھے گمراہ کیا میں بھی زمین میں ان کے لئے مزین کردونگا اور ان تمام کو گمراہ کردونگا۔
۲	قَالَ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ	کہا میں بھی ان کے لئے آپ کی صراط مستقیم پر بیٹھوں گا پھر آؤنگا ان کے پاس ان کے سامنے سے ان کے پیچھے سے ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے۔
۳ ۔	اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ	جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ ان پر لعنت کرتا ہے

اے احیاء علوم

۴۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا	جو لوگ مومنوں اور مومنہ عورتوں کو بلا کئے برستاتے ہیں انہوں نے بہتان اٹھایا ہے اور کھلا ہوا گناہ
۵۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ	دنیا صرف دھوکہ کی پونجی ہے

اس لئے جب دنیا اولیاء اللہ کو اللہ کی طرف سے ہٹانے والی ہے تو وہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بری اور بدتر ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی مدد کرنے والا اور مومنین کا دوست ہے اس لئے دنیا ان پر غالب نہیں آسکتی اور نہ وہ دنیا کی طرف راغب ہو سکتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا سے ایسا ہی بچاتا ہے جیسا کہ تم اپنے مریضوں کو بچاتے ہو[1]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے " دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے[2] " اور ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

عام مومنین میں سے جو دنیا کے میل میں آلودہ ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کو پاک کرتا ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۶۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ	ان کے مال سے صدقہ لیجئے اور ان کو پاک کیجئے
۷۔ وَمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ	اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر دین میں تنگی نہیں چاہتا وہ تو تمہیں پاک کرنا اور اپنی نعمت تمہارے

[1] ایضاً [2] بخاری شریف

مِّنْ عَلَيْكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ — اور یہ پورا کرنا چاہتا ہے

اور جو طالب دنیا ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا کر دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے

۱۔ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ — کیا خیال ہے ان کو کہ بڑھاتے رہینگے ہم ان کے مال اور اولاد کو اور جلدی کر دینگے ان کے لئے بھلائیوں میں بلکہ ان کو شعور نہیں ہے

۲۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا — اور نہ پھیلا اپنی آنکھ اس کی طرف جو ہم نے انکو فائدے کے لئے دی ہے طرح طرح کے لوگوں کو دنیا کی چمک ہے (اور بس)

جو دنیا میں مشغول ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتا ہے اور مومنین کو اس کے فتنہ سے دور رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری بھی حفاظت فرمائے آمین

حقیقت دنیا

شیخ نے بسند متصل حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا مَا كَانَ لِلّٰهِ[1] — دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ملعون ہے مگر وہ جو اللہ کے لئے ہے

شیخ نے فرمایا دنیا سے مراد شہوات نفس ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ — مزین کر دیا گیا ہے لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت کو عورتوں سے اور بیٹوں سے اور سونے

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔

اَلذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ   چاندی کے ڈھیر ہے

اور دنیا میں زیادہ رہنا یا ان چیزوں کا ہمیشہ باقی رہنا بھی انسانوں کو محبوب ہے بہر حال ان اشیاء کے ساتھ اشتغال اگر یہ اللہ کے لیے نہ ہوں تو ملعون ہے اور یہی دنیا ہے ورنہ دنیا اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے حیات اولےٰ کا نام ہے اور آخرت حیات باقیہ کا نام ہے جس کو نہ فنا ہے اور نہ زوال ہے اس اعتبار سے حدیث کے معنی یہ ہیں

اَلدُّنْیَا مَتْرُوْکَۃٌ   دنیا چھوٹنے کی جگہ ہے ۔

اس لیے اس سے اعراض ہی کرنا چاہیئے اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی ہے

۱ ۔ مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ   دنیا اس پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا ہے

۲ ۔ اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ   دنیا کی زندگی صرف کھیل اور مشغولیت کی چیز ہے ۔

۳ ۔ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا   پس نہ دھوکے میں رکھے تم کو دنیا کی زندگی ۔

۴ ۔ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا   تاکہ آزمائے تم کو کہ کون ہے بہتر عمل میں

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا اَیُّكُمْ اَحْسَنُ دُنْیًا ۔ یعنی تم میں دنیا کے اعتبار سے کون بہتر ہے ۔

اور عرب کے نزدیک لعنت کے معنی ترک کے آتے ہیں یعنی ملعونہ کے معنی متروکۃ کے ہیں ۔ یہی اہل لغت نے کہا ہے یعنی ترک دنیا واجب ہے مگر وہ چیزیں جو اللہ کے لئے ہیں مثلاً طاعت اور اقامت

ادامر اور ان میں معین چیزیں۔ یا حدیث کے معنی یہ ہیں کہ دنیا وہ چیز ہے جس کو انبیاء اور اولیاء اور خواص نے چھوڑ دیا ہے یعنی متروکۃ الانبیاء جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ اِنَّ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةَ	ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے
۲۔ وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا	میں اور دنیا؟ (یعنی کوئی غرض ہی نہیں)
۳۔ مَثَلِي وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رَاكِبٍ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ سَارَ وَتَرَكَهَا ؎۱	میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے سوار پیڑ کے نیچے اترتا ہے اور پھر اسکو چھوڑ کر چلا جاتا ہے

حقیقت زہد

شیخ نے بسند متصل اس سے روایت کیا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی کہ آپ نے ارشاد فرمایا

جس آدمی کو تم دیکھو کہ وہ دنیا میں زاہد ہے اور کم گو ہے اس سے ملو۔ اس سے ملنے میں حکمت حاصل ہوگی ؎۲

شیخ نے فرمایا حکمت یہ ہے کہ قول صواب اور درست بولا جائے اور زہد یہ ہے کہ قلب دنیا سے خالی ہو جائے جس کے قلب میں زہد ہوتا ہے اس کا قلب منور ہو جاتا ہے اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ	(دیکھو تو!) جس کے سینہ کو اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے بس وہ اپنے رب کے عطا کردہ نور پر ہے

؎۱ مشکوٰۃ شریف۔ ؎۲ ابن ماجہ

یہ ممکن ہے کہ آیت میں اسلام سے مراد اسلام نفس ہو یعنی جس نے اپنے نفس کو اللہ کے سپرد کردیا وہ دنیا میں مشغول نہ ہوگا اور جس نے اپنے نفس کو اپنے مالک کے سپرد کردیا اس کو دنیا کی حاجت نہ رہیگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جب قلب میں نور داخل ہوجاتا ہے تو اسکو انشراح حاصل ہوجاتا ہے۔ عرض کیا گیا اس کی علامت کیا ہے؟ فرمایا دنیا سے علیحدگی، دار آخرت کی طرف رغبت، موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا [۱]

شیخ نے فرمایا یہ دلیل ہے کہ اس قلب میں نور موجود ہے ایسے آدمی کے اعمال میں تقویٰ ہوگا اور اقوال میں حکمت ہوگی اس آدمی پر اشیاء کے حقائق کھل جاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اسلئے اس کی گویائی میں رشد وہدایت ہوتی ہے اور ایسے آدمی کی گویائی بھی کم ہوتی ہے

حسن خلق کا مرتبہ

شیخ نے بسند متصل حضرت عائشہ رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مومن اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے صائم (روزہ دار) اور قائم (نماز گذار) کا مرتبہ حاصل کرلیتا ہے [۲]

شیخ نے فرمایا صائم اور قائم دونوں نفس کے خلاف مجاہدہ کرنے والے ہوتے ہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں نفس پر گراں ہوتی ہیں نفس کا تقاضہ تو کھانا اور پینا اور نکاح (صحبت) ہے ایسے ہی قیام نوم اور راحت کو منافی ہے اور نفس اس کا تقاضہ کرتا ہے اس وجہ سے اس کا مرتبہ بلند

---

[۱] احیاء علوم [۲] مشکوۃ شریف۔

اور بتلا دیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى	جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اور بچایا نفس کو خواہشات سے اس کا ٹھکانا جنت ہے

اور جو آدمی حسن اخلاق کا معاملہ کرتا ہے وہ بھی اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور لوگوں کے برے اخلاق کو برداشت کرتا ہے اور یہ جہاد کبیر ہے اس طرح سے یہ شخص قائم اور صائم کے درجہ کو پا لیتا ہے اس طرح یہ دونوں مرتبہ میں برابر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قیامت میں سب سے زیادہ بوجھل چیز جو میزان میں رکھی جائے گی وہ حسن خلق ہے لے

اس سے معلوم ہوا کہ خلق حسن کا درجہ صائم اور قائم سے بھی بڑھا ہوا ہے اور یہ بات مجاہدۂ نفس سے حاصل ہوتی ہے۔ صائم اور قائم صرف اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرتے ہیں لیکن حسن خلق والا اپنے نفس کے ساتھ بھی مجاہدہ کرتا ہے اور بہت سے نفوس کے ساتھ بھی مجاہدہ کرتا ہے اس لئے اس کی میزان بھاری ہوگی

اچھے اور برے اخلاق

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند کرتا ہے اور تین سے ناراض ہوتا ہے جن تین کو پسند کرتا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کا شریک نہ بناؤ
۲۔ اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو۔

۲۔ اپنے حاکم کو نصیحت کرتے رہو۔
اور ان تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے
۱۔ قیل و قال (۲) مال کا ضائع کرنا (۳) کثرت سے سوال کرنا

شیخ نے فرمایا اللہ کی عبادت سے مراد اخلاص عمل ہے۔ اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے سے مراد دین کے معاملہ میں استقامت ہے۔ اور امراء کو نصیحت سے مراد یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ شفقت اور محبت کا معاملہ ہو۔ اور قیل وقال سے مراد تکلیف بیجا ہے خاص طور سے اللہ کے دین میں اضاعت مال یہ ہے کہ مال کو غیر حق اللہ میں خرچ کیا جائے اور کثرت سوال میں اللہ تعالیٰ پر ایک قسم کا اعتراض ہے اس لئے یرضی لکم کے معنی یہ ہیں تم میں یہ چیزیں پسندیدہ ہیں اور یہ چیزیں ناپسندیدہ ہیں اس لئے کہ محب اپنے محبوب میں وہی چیزیں پسند کرتا ہے جو اس کے نزدیک اچھی ہوتی ہیں

حقیقت دعا

شیخ نے بسند متصل بیان فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ	الہٰی میں آپ سے صحت عفت
الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَ	امانت، حسن خلق اور قدر
الْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ	کے ساتھ رضا مانگتا ہوں
وَالرِّضَاءَ بِالْقَدَرِ[1]	

شیخ نے ارشاد فرمایا صحت اوامر قائم کرنے کے لئے اور عفت ممنوعات سے باز رہنے کے لئے اور امانت اعضاء وجوارح کی حفاظت کے لئے حسن خلق مخلوق کی ذمہ داریاں سنبھالنے کیلئے

---
[1] مشکوٰۃ شریف

یہی حقیقی عبدیت ہے اور رضا بالقدر سے مراد مشاہدہ ربوبیت [1] ہے اور حضرت ابوہریرہ رضہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ [2] — اللہ تعالےٰ سے دعا مانگو اس طرح کہ تمہیں قبولیت کا یقین ہو

یعنی حضور خالص اور اچھے حال کے ساتھ دعا کرو اس طرح اس کی آواز عالم سکوت میں معروف ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ادائے اوامر اور اجتناب ممنوعات اور قبول احکام میں ذات خداوند عالم سامنے رہے پھر اس طرح دعا کرے کہ قلب میں خدا کے سوا کچھ نہ ہو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ — اور وہ قلب متوجہ کے ساتھ آیا

پھر مضطر ہو کر اگڑ گڑا کر خدا کے حضور میں دعا مانگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ — کون ہے جو مضطر کی دعا کو سنے اور اس سے برائی کو ہٹائے

بعض نے فرمایا ہے کہ مضطر سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ کے حضور میں ہاتھ اٹھائے تو خود کو بھی فراموش کر دے اس طرح قبولیت دعا کا یقین ہے اللہ تعالےٰ نے ان ہی شرائط کے ساتھ قبولیت دعا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور حضرت ابو سعید خدری رضہ نے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضور کی خدمت

---

[1] یعنی سب چیزوں کو خواہ اچھی ہوں یا بری انکو خدا ہی کی طرف سے جاننا اسطرح پر کہ انکو وجود میں آتے دیکھ رہا ہے [2] ترمذی یعنی دعا میں اتنا گڑگڑانا ہونا چاہئے کہ قلب قبولیت کے لئے مطمئن ہو جائے اور یہی قبولیت کی علامت ہے۔

میں حاضر ہوا اور بولا حضور! کونسی دعا بہتر ہے کہ جس کو میں نماز میں پڑھوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا میرے پاس حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور فرمایا اپنی نماز میں یہ دعا پڑھو!

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ	الٰہی! تیری ہی تمام تعریف ہے
وَلَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَ	اور تیرا ہی تمام ملک ہے اور تیری
لَكَ الْخَلْقُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ	ہی ساری مخلوق ہے اور امر
يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ وَ	تیری ہی طرف لوٹتا ہے اور
اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ	تجھ ہی سے تمام خیر مانگتا ہوں
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ	اور تیری ہی تمام شر سے پناہ
كُلِّهٖ [1]	چاہتا ہوں۔

"ولک الحمد" سے مراد مقام صفا اور رجوع تام ہے اور "ولک الملک" سے مراد توکل ہے اور "ولک الخلق" سے مراد اللہ کے ساتھ سکون حاصل کرنا ہے اور "الیک یرجع الامر" سے مراد مقام اخلاص ہے اور "من الخیر کلہ" سے مراد قیام الی اللہ ہے اور "من الشر کلہ" سے مراد محاسبہ نفس ہے۔

مقام دعا شیخ نے بسند متصل حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اُذِنَ لَهٗ بِالدُّعَاءِ	تم میں سے جس کو دعا کی اجازت
مِنْكُمْ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ	ہو گئی اسکے لئے رحمت کے
الرَّحْمَةِ وَمَا يُسْئَلُ	دروازے کھول دئے جاتے
اللّٰهُ شَيْئًا اَحَبَّ	ہیں اور اللہ کے نزدیک
اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يُّسْئَلَ	دنیا اور آخرت کی عفو اور عافیت
الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ	سے زیادہ محبوب کوئی چیز

---

[1] مشکوٰۃ شریف

فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ[1]   مانگنا نہیں ہے

اس میں دعا کا عظیم القدر ہونا بیان فرمایا ہے جسکو دعا کی اجازت ہوگئی گویا حق تعالےٰ شانہ نے اسکو اپنی طرف کو کھینچ لیا ہے اور اپنے سوا سے چھڑا لیا ہے اس طرح پر کہ اس کے قلب اور زبان کو اپنے ساتھ جوڑ لیا ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ   مجھ سے مانگو میں قبول کرونگا

اس آیت میں سین تاکید کے لئے ہے جو علمائے معانی کے نزدیک قسم کے لئے ہے اور پہلی آیت میں جو ارشاد ہے

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ   کون ہے جو مضطر کی پکار کو

اِذَا دَعَاہُ   پہونچے جب وہ دعا مانگے۔

اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس قدر اجابت کے لئے متوجہ ہوتا ہے اور اجابت کی دو قسم ہیں وہ کبھی مراد ہوتی ہے اور کبھی نہیں اور اجابت سے مراد صرف قبولیت ہی ہے یعنی مراد کو پورا کردینا اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی   اللہ کے بہت سے اچھے نام ہیں

فَادْعُوْہُ بِھَا   پس ان کے ذریعہ دعا مانگو

جب اللہ تعالےٰ کے نام لیکر اور اس کی صفات کے ذریعہ اس کی ثنا کرکے دعا مانگی جاتی ہے تو ضرور قبول ہوتی ہے اور عدم قبول میں ترک لازم آتا ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے بہت برتر و بالا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا

مَنْ اُعْطِیَ الدُّعَآءَ   جسکو دعا عطا کردی گئی وہ اجابت

لَمْ یُحْرَمِ الْاِجَابَۃَ[2]   سے بھی محروم نہیں۔

---

[1] جمع الفوائد تھوڑی تبدیلی کے ساتھ [2] ایضاً۔

اور عدم قبولیت کیوں ہو؟ جبکہ اللہ تعالےٰ بندے کی آواز کو سننا پسند کرتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو توفیق دعا ہی نہ ہوتی اور حضرت انس رض نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

جب اللہ تعالےٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس پر مصائب کو بہا دیتا ہے اور ان بلایا پر اس کو تیراتا ہے جب وہ دعا مانگتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں الٰہی اس کی دعا قبول فرما کیونکہ یہ جانی پہچانی آواز ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اس کو رہنے دو۔ میں اس کی آواز سننا پسند کرتا ہوں اور جب وہ بندہ کہتا ہے اے میرے رب! تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے میرے بندے میں حاضر ہوں! جو بھی تو مانگے گا میں اسے قبول کرونگا یا تو تو جلدی لے لے یا اپنے لئے ذخیرہ کرالے اور میرے پاس تیرا ذخیرہ رہنا تیرے لئے بہتر ہے اس سے کہ تجھ سے یہ مصیبت دور کردی جائے [۱]

اور بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ بنی اسرائیل کے گنہگاروں سے فرما دیجئے کہ جو بھی مجھ سے مانگے گا میں اسے قبول کرونگا۔ اس جگہ روایت کے معنی (واللہ اعلم) یہ ہیں جو بھی دعا مانگی جائے گی قبول ہوگی اور ان کی شر سے حفاظت کی جائے گی۔ اور حدیث پاک میں یہ جو مذکور ہے

اَوْ اِدَّخَرَ عِنْدِی ھُنَا یا میرے پاس اس جگہ ذخیرہ ہوگا

اگر بندۂ خدا تجھے لفظ "عندی" میرے پاس کے اسرار معلوم ہو جائے تو تیرے لئے زندہ رہنے کی حالت میں کھال کھنچوانا تک آسان ہو جائے

---

[۱] بیہقی و مسند احمد خیر المواعظ

چہ جائیکہ تجھ سے مصائب کو دور کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد مذکورہ حدیث کا دوسرا جز دعا ہے۔ عفو کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نے تم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے اور دوسرے سے علیحدہ کر لیا ہے اور عافیت سے مراد یہ ہے کہ تیری حفاظت کی گئی ہے اور شیخ نے فرمایا دعا یہ ہے یا اللہ یا رحمٰن۔ پس جو آدمی مومن ہے اور اللہ کی صفات بیان کر کے پکارتا ہے تو وہ اجابت سے محروم نہیں ہوگا یہی معنی آیت مبارکہ اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ کے ہیں کیونکہ کافر جب دعا مانگتے ہیں وہ اس کی صفات بیان کر کے نہیں مانگتے اس لئے ان کی دعا کے بدلہ لعنت ہوئی اور مومنین کی دعا کے بدلے قبولیت ہوتی ہے اور اللّٰھم اغفرلی دعا نہیں ہے بلکہ یہ سوال ہے

حدیث دیگر اور شیخ نے بسند متصل ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الدُّعَاءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ	دعا نازل شدہ اور غیر نازل
وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْکُمْ	چیز کے لئے مفید ہے اللہ کے
عِبَادَ اللّٰہِ بِالدُّعَاءِ[۱]	بندو دعا کو لازم پکڑ لو!

اور نازل شدہ اور غیر نازل شدہ کا مطلب یہ ہے جو عرض کر دیا ہے کہ اذنِ دعا اور فتح ابواب رحمت مراد ہے اور بندہ کا دعا کرنا، خدا کا ذکر کرنا، اس کا محتاج رہنا زیادہ مانگنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ ما نزل سے مراد بلایا اور مصائب کا تحمل ہے اور مصیبت کا ثواب ہے اور مما لم ینزل سے مراد تخفیف ہے اور توفیق صبر ہے اور اللہ تعالےٰ جسکو چاہتا ہے یہ توفیق عطا کرتا ہے

شہوت اور ضرورت اور شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] جمع الفوائد

نے ارشاد فرمایا

اَلْکَافِرُ یَاکُلُ فِی سَبْعَۃِ	کافر اپنی ساتوں آنتوں میں کھاتا
اَمْعَائِہٖ وَالْمُؤمِنُ یَاکُلُ	ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا
فِی مِعَاءٍ وَّاحِدٍ ؎۱	ہے

اس حدیث میں زیادہ اور کم کھانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے یعنی کافر شہوت کی وجہ سے کھاتا ہے اور مومن ضرورت کے تحت کھاتا ہے جیسا کہ بعض صحابہؓ یا تابعین کے بارے میں مروی ہے کہ

مجھے یہ محبوب ہے کہ میرا رزق کنکر یا پتھری بنا دیا جائے کہ میں اسے چوستا رہوں

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

یَحْسَبُ ابْنَ آدَمَ اُکْلَاتٍ	ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جس
یُقِیْمُ بِھَا صُلْبَہٗ ؎۲	سے اس کی کمر سیدھی رہے

اور آپ صلعم نے ارشاد فرمایا :-

مَا مِنْ وِعَاءٍ اِذَا مُلِئَ	جو برتن بھرا جائے ان میں سب سے
شَرٌّ مِنَ الْبَطْنِ فَاِذَا	بدتر پیٹ ہے پس اگر ضروری ہے
کَانَ لَا بُدَّ مِنْہُ فَثُلُثٌ	تو تہائی کھانے کے لئے اور تہائی
لِلطَّعَامِ وَثُلُثٌ لِلشَّرَابِ	پینے کیلئے اور تہائی سانس
وَثُلُثٌ لِلتَّنَفُّسِ ؎۳	کے لئے

یہ کھانے کی اباحت میں آخری حد ہے یعنی ایک تہائی پیٹ جس کے بارے میں فرمایا ہے یعنی اگر ضروری ہے تو تہائی پیٹ بھرو اور اس سے زیادہ نہ کرو اور جب یہ انتہائی ہے تو اختیار کے درجہ میں چھٹا حصہ ہونا چاہیئے اور پھر اس سے کم کرنے کا درجہ ہے اور پیٹ بھرنا اس کو برا قرار دیا ہے اور یہ عمل کافر کا ہے جیسا کہ وہ شرالخلق ہے۔

؎۱ ؎۲ ؎۳ مشکوٰۃ شریف

حدیث پاک کی دوسری شرح یہ ہے کھانے کی سات قسمیں ہیں شہوت الطبع، شہوت النفس، شہوت العین، شہوت الفم، شہوت الاذن، شہوت الانف، الضرورة۔ ضرورت کا ساتواں درجہ ہے کھانا ضرورتاً ہی کھانا چاہیئے جسکو بھوک کہتے ہیں اور بھوک کو تسکین دینا ضروری ہے بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کھانا دیکھتا ہے تو اس کو خواہش پیدا ہوتی ہے تو اس کو کھاتا ہے یا کھانے کا ذکر سنکر کھاتا ہے یا بُو سونگھتا ہے تو خواہش ہوتی ہے یا ذائقہ کے لیے کھاتا ہے یہ مراتب سب کھانا کھا چکنے کے بعد میں یہ سب کھانے شہوت کے ہیں لیکن شہوت نفس سے کھانا یہ معاف نہیں ہے کیونکہ اسی میں آدمی آئندہ وقت تک کے لئے کھالیتا ہے بہرحال مومن ان قسموں میں سے کسی طرح نہیں کھاتا نہ تو صرف ضرورتاً کھاتا ہے

نظر کا بیان

شیخ نے بسند متصل حضرت علی رض سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے (حضورم مغموم بیٹھے تھے) اور دریافت کیا حضورا آپ کیوں فکرمند ہیں؟ ارشاد فرمایا۔

حسن اور حسین کو نظر لگ گئی ہے۔ حضرت جبرئیل ع نے عرض کیا نظر (عین) حق ہے اس کی تصدیق فرمائیے![1]

۱۔ شیخ نے فرمایا نظر سے مراد قضا، قدیم اور تقدیر سابق اور کتاب اول ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے روز اول ہی میں بندوں کو پیش آنے والے حالات محریر فرمادئے ہیں گویا حضرت جبرئیل ع نے قضاء الٰہی کی تصدیق کے لئے فرمایا ہے

۲۔ اور بعض روایات صدق بالقدر (یعنی تقدیر الٰہی کی تصدیق فرمائیے) بھی ہے یعنی جب یہ تقدیر الٰہی ہے تو غم کیوں ہے۔؟

---

[1] واللہ اعلم

۳۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور ؐ نے فرمایا ان کو نظر لگ گئی ہے اس سے مراد آفت ہے اور یہ بھی قضاء الٰہی اور قدر الٰہی سے ہے اور اسی کی تصدیق کے لئے حضرت جبرئیل ؑ نے فرمایا ہے

۴۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ عین عرب میں ایک مرض عام کا نام ہے اسی وجہ سے فرمایا ہے

عین آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں داخل کر دیتی ہے

یعنی یہ ایسا مرض ہے جو آدمی کو ہلاک کر دیتا ہے

۵۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ناظر کی نظر جب کسی چیز پر پڑتی ہے اور اس کو اچھا جانتی ہے تو وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے اس غفلت کی وجہ سے تکلیف پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ تلوار کی ضرب سے زخم پیدا ہو جاتا ہے اور آدمی مر جاتا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے امر سے ہوتا ہے لیکن بظاہر آدمی کی طرف اس فعل کو منسوب کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے بعض احادیث میں اس کی جنایت کا بھی ذکر ہے ۲؎

ضرورتوں کو چھپانا

شیخ نے بسند متصل حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

استعینوا بنجاح الحوائج	ضرورتوں کو چھپا کر پورا کرنے
بالکتمان فان کل ذی	میں خدا سے مدد چاہو اس لئے
نعمۃ محسود ۳؎	کہ ہر صاحب نعمت سے حسد کیا جاتا ہے

۱؎ از بیہقی خیر المواعظ ۲؎ اگر کسی کو نظر لگ جائے تو جس کی نظر لگی ہے اسکا منہ اور ہاتھ پیر اور استنجا کی جگہ دھوا کر اس پانی کو وہ آدمی اپنی پشت کی طرف پھینکدے، اسکو بزار نے روایت کیا ہے، یہ تو جنایت مروی ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نظر پر غصہ ہوئے۔ بزار۔ جمع الفوائد اور کوئی جنایت منقول نہیں۔ البتہ جو لوگ گھروں میں نظر ڈالتے ہیں اور دوسروں کو دیکھتے ہیں ان کی جنایت تو مروی ہے اور وہ بھی استعارہ ہے معنی حقیقی مراد نہیں ہیں ۳؎ احیاء علوم

۱۔ شیخ نے فرمایا کہ اس کے معنی میں ضرورتوں کو چھپایا کرو اور ان کو لوگوں کے پاس نہ لے جاؤ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس پر تم نے اپنی ضرورت پیش کی ہے وہ تمہارا حاسد ہو اور وہ تمہاری ضرورت پورا ہونے میں رکاوٹ پیدا کرے اور تمہارے اوپر نعمت پر حسد کرے اور چاہے کہ تم ہمیشہ محتاج رہو بلکہ ضرورت پورا ہونے اور کشادگی کے آنے تک اپنی ضروریات کو چھپاؤ اور صبر کرو

۲۔ ہوسکتا ہے کہ کتمان پر حرف بآر کے داخل ہونے کی وجہ سے یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃ	مدد چاہو اللہ کی صبر اور صلوۃ کے ذریعہ

یعنی حالت صبر اور حالت صلوۃ سے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہو یعنی نماز پڑھنے والے اور صبر کرنے والے ہو جاؤ۔ اس حدیث میں بھی حضورؐ نے لفظ کتمان بول کر صبر اور قناعت و رضا الہٰی کی طرف اشارہ کیا ہے بہرحال حدیث شریف میں بہت سے محاسنِ اخلاق کی تعلیم ہے بعض روایات میں ہے

اُطْلُبُوْا الْحَوَائِجَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْہِ [۱]	اچھے چہروں کے پاس حوائج تلاش کرو

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنکے حالات اور معاملات اچھے ہوں یعنی اللہ کے نیک بندے قرآن پاک میں مذکور ہے

اِتَّقُوْا اللّٰہَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ	اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اَطْعِمُوْا طَعَامَكُمْ الْاَبْرَارَ [۲]	اپنا کھانا نیک لوگوں کو کھلاؤ

---

[۱] بستان ابو اللیث سمرقندی۔ جمع الفوائد [۲] جمع الفوائد

یعنی نیک لوگوں کے ساتھ ملے رہو جیسا کہ بعض حضرات نے فرمایا ہے:-

خَالِطُوا الْحُكَمَاءَ — عقلمندوں کے ساتھ ملے رہو

اور یہ جو ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ[1] — اللہ جمیل ہے

یعنی تمہارے ساتھ اچھا معاملہ کرنے والا ہے یعنی تمہارے تھوڑے عمل سے راضی ہو جائیگا اور تمہیں بڑا ثواب مرحمت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کرلیگا۔

حقیقت حیا:- شیخ نے بسند متصل حضرت ابن مسعود رضی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لوگوں نے نبوت اولیٰ کے کلام میں سے جو چیز لی ہے وہ یہ ہے کہ جب تیری حیا جاتی رہے تو جو چاہے کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کی رفعت وشان ظاہر کرنے کیلئے یہ ارشاد فرمایا ہے

شیخ نے فرمایا نبوت اولیٰ اس وجہ سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام کی طرف جب سب سے پہلی وحی بھیجی وہ یہی حکم تھا یہ کلمہ فصحاء اور حکماء کی اختراع نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ظاہر کلام یہ ہے کہ انسان ہر وقت اور ہر آن اللہ تعالٰی کے سامنے ہے اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں وہ اپنی مخلوق کے تمام احوال سے واقف ہے اس لئے تمام حرکات اور افعال میں خواہ وہ اچھے ہوں یا برے اس سے حیا ضروری ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] جمع الفوائد

نے ارشاد فرمایا ہے

اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ[1] حیا تمام خیر ہے

اور جو لوگ عدم حیا یعنی بے شرمی اور بے حیائی کو اختیار کرتے ہیں ان کے نزدیک گویا اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت اور مرتبہ گھٹ گیا ہے جب ہی تو وہ پرواہ نہیں کرتے اور نہ خوف کرتے ہیں اس طرح وہ انسانوں کے اوصاف سے خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ نفس امارہ نے ان سے جو کرانا چاہا کرالیا اس لئے اس حدیث کا یہ ترجمہ کیا جائے گا

جب یہ وصف نہ رہے کہ کیا مروت ہے اور کیا دین ہے اور برائی سے کوئی چیز مانع نہ رہے تو جو جی چاہے کرو۔!

اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جب یہ اوصاف باقی نہ رہیں تو جو چاہے کرو تمہارے عمل کی کوئی قیمت نہیں ہے اور تمہارے لئے اس میں کوئی خیر نہیں ہے کیونکہ جب آدمی نے خدا کے جلال اور کبریائی کو نہ جانا اور انسانوں کا اکرام نہ کیا تو اس کے پاس اوصاف ایمان میں سے کوئی چیز باقی نہ رہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ[2] حیا ایمان میں سے ہے

ایسے آدمی کے نزدیک بڑی سے بڑی معصیت حقیر ہو جاتی ہے کیونکہ حیاء کی وجہ سے آدمی اپنی حقارت اور دوسرے کی جلالت قدر محسوس کرتا ہے اور جب یہ وصف باقی نہ رہا تو وہ آدمی اللہ کے دشمن ابلیس کی طرح ہو گیا اس نے کہا تھا کہ "میں آدم سے

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] مشکوٰۃ شریف

بہتر ہوں، گویا اپنے کو بڑا اور دوسرے کو کمتر جانتا تھا اور یہ عدم حیار کی وجہ سے تھا۔

حقیقت ریار شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عمر رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

جو آدمی اپنے کسی عمل کو لوگوں کے سنانے کے لئے کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس عمل کو پوری مخلوق کو سنا دیتا ہے اور اسکو ذلیل اور حقیر کر دیتا ہے (مشکوٰۃ)

یہ بیان کرنے کے بعد حضرت ابن عمر رض کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ شیخ نے فرمایا لوگوں کے سنانے کے لئے عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ کا ریاکار ہوتا ہے کیونکہ اس طرح وہ لوگوں پر اپنی قدر ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ بڑا عابد اور صالح ہے۔ اور اللہ تعالےٰ انسانوں سے اخلاصِ عمل چاہتا ہے کہ ان کی مراد اعمال سے بجز اللہ کے کوئی چیز نہ ہو اور اللہ کی رضا کے سوا کوئی غرض نہ ہو لیکن جب لوگ اپنے ارادے سے اس چیز کو خارج کر دیں تو اللہ تعالےٰ ان کے ارادے کو ان پر ہی لوٹا دیتا ہے کہ لوگوں کی نظروں سے اس کی قدر گھٹ جاتی ہے اور لوگ اسکو ذلیل جاننے لگتے ہیں اور اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اس طرح اس آدمی کی بری طرح رسوائی ہوتی ہے اس طرح اس حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا۔

جو آدمی لوگوں پر اپنے محاسن ظاہر کرے اور اپنے اعمال جتلائے تو لوگوں پر اس کی برائیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور اس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اسطرح اس کا ثواب بھی فوت ہو جاتا ہے اور اسکی مراد بھی حاصل نہیں ہوتی[1]

---

[1] دیکھئے حاشیہ صفحہ ۴۲۴ پر

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۴۲۳)

مترجم راقم الحروف عرض کرتا ہے اسی کا نام ہے

خسر الدنیا والآخرۃ   دنیا اور آخرت کا نقصان

اور اسی مضمون کو اردو کے کسی شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اللہ تعالیٰ اس مرض خبیث سے محفوظ رکھے اس کے بارے میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے فرمایا :-

ریا وہ مرض ہے جو آخر دم تک پیچھا نہیں چھوڑتا ۔

اور اہل تصوف نے اسی کو شرک اصغر قرار دیا ہے اعاذنا اللہ منہا

" عزیز الرحمٰن "

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھواں باب

حسن معاشرت

مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ
(الآیۃ)

جو دین اسلام کے علاوہ کوئی دین تلاش کرے وہ اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا

آٹھواں باب

حسن معاشرت ــــ اور ــــ اعمال صالحہ

حسن معاشرت شیخ نے بسند متصل حضرت انس رض سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اکثم بن ابی الجوف رض سے فرمایا

اپنے رفقاء کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کر کے غیر قوم سے بے نیاز ہو جاؤ۔ اے اکثم! افضل رفیق چار ہیں اور افضل جماعت (طلیعہ) چالیس ہیں اور افضل سریہ چار سو کا ہے اور افضل میں افضل چار ہزار ہیں۔

سفر چھپے ہوئے کو ظاہر کرتا ہے اور طبائع کو امن ہیں اور عادات کے پیچھے رہو[1]

شیخ نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اَلسَّفَرُ قِطْعَۃٌ مِّنَ الْعَذَابِ سفر عذاب کا ایک حصہ ہے[2]

کیونکہ قویٰ اس میں تھک کر کمزور ہو جاتے ہیں اور قویٰ مختلف ہیں اور قوت طبائع کو پیدا کرتی ہے اور طبائع کا تعلق قویٰ سے ہے اور قویٰ کے احوال مختلف ہوتے ہیں یعنی راحت، تھکن، مخالفت، الم اور سکون

اچھا رفیق اور سفر چھپے کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسے ہی اخلاق بھی ایک چھپا ہوا جوہر ہے جو سفر سے ظاہر ہوتا ہے اور ایسی قوم اور ساتھیوں کے ساتھ سفر کرو جو ذی شرف ہوں اگر ذی شرف ہیں تو انکی

---

[1] واللہ اعلم [2] مشکوۃ شریف

اطاعت کی جائے گی اور ان سے اختلاف نہ ہوگا اور ان سے کوئی مکروہ چیز پیش نہ آئے گی اور وہ برائیوں کو برداشت کرینگے کیونکہ شریف اور صاحب خلق آدمی آسانی سے مکروہات کو برداشت کرلیتا ہے
اور اگر تم کسی غیر قوم کے ساتھ سفر کررہے ہو تو وہ تمہاری اطاعت نہ کرینگے اور تمہاری موافقت ان کے ساتھ ایسی نہ ہوسکے گی جیسا کہ اپنی قوم کے ساتھ ہوتی ہے اور تم ان کے ہر امر کی موافقت نہ کرسکو گے۔ ابوبکر وراق نے فرمایا اخلاق کی پاکی مکروہات کے وقت ہوتی ہے۔
شیخ نے فرمایا غیر قوم کے ساتھ نہ رہو اور اپنے رفیقوں کے ساتھ رہو یہ آپ نے عادات کے اعتبار سے فرمایا کیونکہ غیر قوم میں رہنے سے یا تو تکلف کرنا پڑیگا یا مکارہ (برائیوں اور تکالیف) پر تحمل اور صبر کرنا پڑیگا اگر ایسا ہوگیا تو اخلاق کی تربیت ہو جاتی ہے ورنہ پھر فساد ہوتا ہے۔
ابوبکر وراق نے فرمایا
مکروہ وہ جو طبیعت کے نزدیک مکروہ ہو اور محبوب وہ جو اپنے نفس کے نزدیک اور اپنے احباب میں محبوب ہو۔
اور جو آدمی اپنی قوم ہی میں ذلیل ہو وہ دوسروں کے نزدیک بھی حقیر ہوگا اور اخلاق میں تغیر اکرام اور اہانت کے وقت ہوتا ہے اور آدمی کی قوت مدح اور ذم کے وقت ظاہر ہوتی ہے
شیخ نے فرمایا حضور ؐ نے غیر قوم کی قید حسن خلق اور رفیقوں کے اکرام کے لئے لگائی ہے یعنی دوسروں کے مقابلہ میں اپنا آدمی اکرام اور احسان کا زیادہ مستحق ہے

چار کا عدد

رفیقوں کیلئے چار کا عدد اختیار فرمایا ہے کیونکہ چار کا عدد شروع اعداد میں آفات سے محفوظ ہے اور مضبوطی کے زیادہ قریب ہے۔ ہر چیز کا قوام چار چیزوں پر ہے اگر ان چار میں سے

ایک گر جائے تو وہ چیز ختم ہو جاتی ہے اور اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے

جب تم تین ہو تو دو آدمی ایک سے علیحدہ ہو کر مشورہ یا بات نہ کریں لے

اور سفیان نے اس جگہ دون صحبہما کی جگہ دون الثالث کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے تیسرے آدمی کو غم ہوگا اور دوسری روایت میں

لَا یَتَنَاجَی اثْنَانِ دُوْنَ	دو آدمی ایک سے الگ بات
وَاحِدٍ فَاِنَّ ذٰلِکَ یُؤْذِی	نہ کریں اس سے مومن کو تکلیف
الْمُؤْمِنَ وَاللّٰہُ تَعَالٰی	ہوگی اور اللہ تعالے مومن کی
یَکْرَہُ اَذَی الْمُؤْمِنِ	اذیت پسند نہیں کرتا۔

یہ بھی ایک قسم کی آفت ہے جو چار کے علاوہ کو پیش آتی ہے لیکن اگر چار ہوں اور دو ان میں سے علیحدہ بات کریں تو کسی کو ناگوار نہ ہوگا

بہر حال جب کوئی شے آفت سے بعید ہو جائے تو وہ چیز قوی ہوتی ہے بمقابلہ آفت رسیدہ کے

افضل طلیعہ چالیس میں جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ قوی اور مدافعت کی قوت رکھتی ہو آفات سے محفوظ ہو پس چالیس کا عدد (جو چار سے بنا ہے) سب سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور طلیعہ کو آفات سے حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے یہ بات قوت تکمیل ہی سے حاصل ہو سکتی ہے اور قوت کی تکمیل چالیس سے ہوتی ہے اور اس پر قرآن پاک کی آیت بھی دلالت کرتی ہے

۱ـ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ	جب پہونچا اپنی قوت کو اور پہونچا چالیس
وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً	سال کا

لہ ترمذی ۲لہ سپاہیوں کی ایک چھوٹی جماعت جو پہرہ کے لئے یا کسی دوسری ضرورت کیلئے مقرر کیجاتی ہے

۲۔ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ	اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے
لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ	تیس رات کا اور پورا کیا ہم نے
فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ	اس کو دس سے پس پوری ہو گئی
لَيْلَةً	اس کے رب کی مدت چالیس رات

قرآن پاک نے چالیس کے عدد کی اشدیت کو ذکر فرمایا ہے اور حضرت ابن عباس رضہ نے روایت کیا ہے

اُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ	حضور پر قرآن نازل ہوا کہ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ	وہ چالیس کی عمر کے تھے۔
اَرْبَعِيْنَ سَنَةً لہ	

اس کے بعد تیسرا درجہ اعداد کا چار سو ہے کیونکہ سو کو دس سے قوت حاصل ہوئی ہے اور چار سو کو سو سے اور چونکہ سریہ کا مرتبہ طلیعہ سے بڑا ہے اور طلیعہ کا درجہ رفقار میں بڑا ہے اس لئے سریہ کو کمال قوت کی زیادہ ضرورت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رفیقوں کی قوت چار میں ہے اس طرح سریہ رفقار کی جماعت سے تین درجہ زیادہ بڑھا ہوا ہے اور ان میں چار سو کا درجہ جو لشکر کو حاصل ہے وہ سریہ کے مقابلہ میں قوت کا اور زیادہ محتاج ہے اور چونکہ ایک ہزار کی قوت سو سے بڑھی ہوئی ہے اور جیش کا درجہ چوتھا ہے اور وہ اعداد کا بھی چوتھا درجہ ہے اس لئے چار ہزار سب سے زیادہ فوقیت رکھتا ہے اور قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

افضل سریہ چار سو کا اور افضل لشکر چار ہزار کا ہے

اور اثنا عشر الفا۔ بارہ ہزار کے عدد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ وہ قوت سے ہٹ کر کثرت میں داخل ہو گیا ہے اور کثرت کے لئے قوی ہونا ضروری نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لہ سیرت رسالتمآب ۴

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا (الآیۃ) — جب عجب میں مبتلا کر دیا تم کو تمہاری کثرت نے پس نہ کفایت کر سکی تمہاری کسی چیز سے۔

اس سے ظاہر ہے کثرت کی وجہ سے عجب ہو سکتا ہے کثرت سے قوت نہیں حاصل ہو سکتی

کھانا اور نماز

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب شام کا کھانا سامنے ہو اور نماز شروع ہو گئی ہو تو کھانے کو پہلے کھاؤ[1]

شیخ نے فرمایا انسان کا نفس مثل بھوکے کتے کے ہے کتے کو اگر بھوک کے وقت روک دیا جائے تو وہ پھر روکنے والے پر بھڑک اٹھتا ہے اس طرح آدمی غالب اور مغلوب کے درمیان ہوتا ہے اور نماز مناجات ہے اور بندہ اور خدا کے درمیان راز و نیاز ہے تو یہ بات نہایت بری ہے کہ اس موقعہ پر قلب اور نفس میں جھگڑا ہو اس طرح توجہ ہٹ جائے گی یا ہٹ جائیگی اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

فابدأ با لعشاء — کھانے کے ساتھ ابتدا کرو

اس کے علاوہ یہ بھی بات ہے کہ نفس کا بھی حق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا — تیرے اوپر تیرے نفس کا بھی حق ہے

پس اگر تمہارا نفس کتے کی طرح ہے تو کھانا ملتے ہی مؤدب ہو جائے گا اور مہذب بنجائیگا اور اس وقت وہ سب کچھ انجام دیگا جس کا تم حکم کروگے

---

[1] مشکوۃ شریف   [2] مشکوۃ شریف

جیسا کہ معلم (شکاری کتا) مالک اس کو جیسا امر کرتا ہے وہ مالک کے لئے شکار کرتا ہے اور اس شکار میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اب یہ مالک کی سمجھداری ہے کہ اپنے کتے کو خنزیر اور مردار اور حرام چیزوں پر نہ چھوڑے ورنہ وہ پھر تمہارے لئے حرام اور نجس اور گندگی لائیگا

پس ہر وہ چیز جس سے دنیا کی رغبت بڑھے اور بندہ کو اللہ سے غافل کردے اس کا ترک کرنا واجب ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں خلل انداز نہ ہو

معلوم ہونا چاہئے نفس سے منازعت اور جھگڑا دو حالتوں میں ہوسکتا ہے ایک حالت تو یہ ہے کہ مضرت اور تکلیف کو دور کرنے والی اشیاء ہوں مثلاً کھانا کپڑا وغیرہ۔ اگر بھوک ہے یا ننگا ہے تو اس صورت میں نفس کی موافقت کرنا چاہئے کیونکہ حدیث شریف کے مطابق "تمہارے اوپر تمہارے نفس کا بھی حق ہے" دوسری وہ چیزیں جن کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خواہش ہے تو ایسی چیزوں سے نفس کو دور رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

۱ — وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى	اور بچایا نفس کو خواہشات سے
۲ — اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا	انسان مختلف طبائع پر پیدا ہوا ہے جب برائی پہونچتی ہے تو جزع کرتا ہے اور جب خیر پہونچی ہے تو انکار کرتا ہے
۳ — اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ	انسان اپنے رب کا ناشکرگذار ہے

اس آیت کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

وَهُوَ الْكَفُوْرُ الَّذِي — ناشکرا وہ ہے جو اپنے غلام
يَضْرِبُ عَبْدَهٗ وَيَمْنَعُ — کو مارے اپنی خیرات سے
رِفْدَهٗ وَيَاْكُلُ وَحْدَهٗ — منع کرے اور تنہا کھائے

بہرحال حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کو مہذب بنانے کی تعلیم دی ہے

حسن معاشرت پر انعام

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ یا کسی دوسری زوجہ محترمہ نے حضور سے دریافت کیا اگر کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور دوسرا نکاح کرلے تو وہ قیامت میں کونسے شوہر کو ملے گی آپ نے ارشاد فرمایا

"ان دونوں میں سے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہوگا

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ آخری شوہر کو ملیگی [1]

مروی ہے کہ حضرت ابودرداء رضہ کے انتقال کے بعد معاویہ بن سفیان نے نے حضرت ام درداء کو پیغام دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ابودرداء رضہ سے سنا ہے

اَلْمَرْأَةُ لِاٰخِرِ زَوْجِهَا — عورت اپنے آخری شوہر کو ملیگی

اور اب میں ابودرداء پر کسی کو ترجیح نہ دونگی

ممکن ہے کہ پہلا ارشاد گرامی آپ نے سائلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا ہو (کیونکہ ام حبیبہ رضہ کے پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا تھا) اور ام حبیبہؓ یہ چاہتی ہوں کہ وہ حضور کی زوجیت میں آخرت میں بھی

---

[1] جمع الفوائد [2] بستان ابوالليث سمرقندی، [3] ایضا ملاحظہ فرمائیے ہماری کتاب اسلامی علوم اور معاشرت

رہیں۔ ایسے ہی ام دردار کا معاملہ ہے تو ان کی مراد جانتے ہوئے حضورؐ نے جواب دیا تھا کہ جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہونگے اور وہ اپنے اہل کے ساتھ بااخلاق ہوگا اسی کو ملے گی اور یہ ظاہر ہے کہ حضورؐ کے خلق سے بہتر کس کا خلق ہوسکتا ہے گویا اشارتاً آپنے فرمایا آخرت میں تم ہماری زوجیت میں رہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ آپ آخری زوج تھے

یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جواب آپ نے مطلقہ عورت کے بارے میں فرمایا ہو نہ کہ بیوہ عورت کے لئے کیونکہ طلاق اگرچہ مباح ہے لیکن یہ بہت برا اخلاق ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین پر عتاق سے زیادہ کوئی محبوب چیز نہیں ہے اور طلاق سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں [1]

اس لئے جو آدمی اچھے اخلاق والا ہوگا وہ طلاق نہ دیگا بلکہ عورت کے ساتھ مدارات کا معاملہ کریگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

عورت پسلی کی طرح ہے اگر سیدھا کردو تو ٹوٹ جائیگی۔

بچوں کو پیار

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رِیحُ الوَلَدِ مِن رِیحِ الجَنَّۃِ [2] — بچے کی خوشبو جنت کی خوشبو میں سے ہے۔

ممکن ہے یہ آپنے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضؓ اور ان کے دونوں بچوں کے بارے میں فرمایا ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جب آپ حضرت ... کو پیار کرتے ہیں اپنی زبان ان کے منھ میں کیوں داخل کردیتے ہیں؟ گویا کہ آپ شہد چوستے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] بیہقی خیرالموعظ۔ جمع النوائد

شب معراج میں حضرت جبرئیل ع نے ایک سیب دیا میں
نے جب اس کو کھایا تو اس سے جو نطفہ پیدا ہوا اس سے
حضرت فاطمہ رض پیدا ہوئیں ہیں اس لئے جب مجھے جنت
کا اشتیاق ہوتا ہے تو میں فاطمہ کا بوسہ لیتا ہوں [1]

اور اس حدیث کی صحت پر جو حدیث دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور م
حضرت حسین رض کی زبان چوسا کرتے تھے جیسا کہ کھجور کو چوسا جاتا ہے
اس لئے یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رض اور ان کے
بچوں میں جنت کی بو محسوس کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا ہے

اَلْوَلَدُ الصَّالِحُ رَيْحَانَةٌ	نیک بچہ جنت کی خوشبوؤں
مِنْ رَيَاحِيْنِ الْجَنَّةِ [2]	میں سے ایک خوشبو ہے

اسی وجہ سے آپ نے حضرت علیؓ کو "ابوالریحانین" فرمایا ہے اور یہ آپ
نے اپنے وصال سے تین دن قبل فرمایا تھا

سَلَامٌ عَلَيْكَ اَبَا الرَّيْحَانَتَيْنِ	ابوریحانین سلام علیک! میں
اُوْصِيْكَ بِرَيْحَانَتَيَّ مِنَ	تجھے اپنی دنیا کی خوشبو کے
الدُّنْيَا فَعَنْ قَلِيْلٍ يَنْهَدُّ	بارے میں وصیت کرتا ہوں
رُكْنَاكَ وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ	وہ بہت کم رہے گی اللہ تیری
عَلَيْكَ	کفایت کرے اور وہ تیرے اوپر
	میرا خلیفہ ہے

جب حضور م کا وصال ہوگیا تو حضرت علی رض نے فرمایا یہ ایک رکن تھا اور
جب حضرت فاطمہ رض کا وصال ہوگیا تو فرمایا یہ دوسرا رکن تھا جس کے بارے

---

[1] یہ حدیث نہیں ہے بلکہ شیعوں کی گھڑ لی ہوئی ہے کیونکہ معراج کے وقت حضرت خدیجہ موجود نہیں تھیں ان کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت فاطمہ معراج سے بہت پہلے پیدا ہو چکی تھیں [2] العوا

میں حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تھا اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت آدمؑ اور حوا جنت میں پیدا ہوئے تھے اس طرح تمام بنی آدم جنت کی نسل سے ہیں حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا: ہم جنت کی نسل سے ہیں لیکن یہاں دنیا میں مقید ہیں اور قیدی کو راحت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر لوٹ کر جاتا ہے پس مومن کا بچہ جنت کی خوشبو ہے کیونکہ مومن جنت کی نسل سے ہے۔ رہا کفر اور ایمان کا معاملہ تو بچہ اس سے پاک اور صاف ہوتا ہے حضرت حسن رضؓ سے دریافت کیا گیا بچہ کیوں بھلا معلوم ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا وہ اپنے رب کے الطاف سے زیادہ قربت رکھتا ہے اور خباثت سے دور ہوتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارش کے قطرات کو اپنے ننگے جسم پر لیا کرتے تھے آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ میرے رب کے یہاں سے ابھی آیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ آپ نے اس وجہ سے فرمایا ہو کہ بچہ باپ کی کمائی اور کسب ہوتا ہے آپ نے فرمایا

اَلْكَسْبُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ	پاکیزہ کمائی اور اچھے اعمال سب
الصَّالِحُ اَطْيَبُ كَسْبِهٖ وَ	سے اچھی کمائی ہے اور مسلمان
مقدمة الرجل المؤمن	کے لئے جنت کی طرف پیش قدمی
اِلَى الْجَنَّةِ وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ	ہے اور نیک بچہ پاکیزہ کمائی ہے
اَطْيَبُ كَسْبِهٖ وَزَادُ اِلَى	اور جنت کی طرف سامان ہے
الْجَنَّةِ وَبِهٖ يَنَالُ	اور اس کی وجہ سے جنت کے
دَرَجَاتِهَا [1]	درجات حاصل ہوتے ہیں۔

اسی وجہ سے بچہ کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے جیسا کہ آپ نے گلاب کے پھول کے بارے میں فرمایا ہے۔

---

[1] جمع الفوائد۔ روایت کا مفہوم بیان کر دیا ہے۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَشُمَّ رَائِحَتِيْ — جو میری خوشبو سونگھنا چاہے
فَلْيَشُمَّ الْوَرْدَ الْاَحْمَرَ[1] — وہ گلاب کا سرخ پھول سونگھے

بڑوں کی توقیر شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک بکری کو ذبح کیا گیا اور پکایا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس کا "دست" ہمیں دو۔ میں نے پیش کر دیا آپ نے پھر فرمایا اس کا دست ہمیں دو میں نے پیش کر دیا پھر فرمایا اس کا دست ہمیں دو میں نے عرض کیا حضور! بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں آپ نے فرمایا

اِنَّكَ لَوِ ابْتَغَيْتَهَا — اگر تم اس کو ڈھونڈتے تو
لَوَجَدْتَهَا — پا لیتے۔

اسی قسم کی ایک حدیث حضرت ابوعبیدہ رضؓ نے روایت کی ہے

شیخ نے فرمایا اس حدیث میں بڑوں پر اعتراض کرنے پر زجر اور توبیخ ہے بلکہ بڑوں کے ساتھ تسلیم و انقیاد سے پیش آنا چاہئے خواہ معلوم ہو یا معلوم نہ ہو کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں اس لئے ان پر معترض اللہ پر معترض ہے ایک حدیث قدسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

جو میری طرف نوافل کے ذریعہ تقرب چاہتے ہیں تو میں ان سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں ان سے محبت کرنے لگتا ہوں تو ان کے پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتے ہیں ان کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتے ہیں ان کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتے ہیں، ان کے

---

[1] یہ حدیث موضوع ہے۔ تذکرۃ الموضوعات از ملا علی قاری و تذکرۃ الموضوعات علامہ طاہر پٹنی صفحہ ۱۶۱

قلب ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتے ہیں [1]

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بڑوں کے پاس بیٹھو" ! اور بڑوں کے پاس بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی توقیر و تعظیم بجا لائے اور ان پر اعتراض نہ کرے اور تعمیل حکم کرتا رہے اور وہ جس سے منع کریں باز رہے۔ حضرت ابو ہریرہ رض نے روایت کیا ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُتِبَ عَلَيْكُمُ	اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے
الْحَجُّ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ	عکاشہ کھڑے ہوئے اور بولے
مِحْصَنٍ فَقَالَ أَفِي كُلِّ عَامٍ	کیا ہر سال یا رسول اللہ! فرمایا
يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ لَوْ	اگر میں کہتا ہاں تو واجب ہو جاتا
قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَوْ	اور اگر واجب ہو جاتا تو تم چھوڑ دیتے
وَجَبَتْ ثُمَّ تَرَكْتُمُوهَا	اور گمراہ ہو جاتے۔ جس سے
وَلَضَلَلْتُمْ اُسْكُتُوا عَنْ	میں خاموش رہوں تم بھی خاموش
مَا اَسْكُتُ عَنْكُمْ فَإِنَّمَا	رہو تم سے پہلے کثرت سوال ہی
هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ	کی وجہ سے اور انبیاء سے
سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ	اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک
عَلٰى اَنْبِيَاءِهِمْ [2]	ہوئے ہیں۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ایمان والو! ان چیزوں کے
لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ	بارے میں سوال نہ کرو جو اگر
إِنْ تُبْدَ لَكُمْ الخ	ظاہر کر دی جائیں۔

بہر حال اعتراض اور تکلف سے برکت ختم ہو جاتی ہے خاص لوگ ہوں

---

[1] حوالہ گزر چکا ہے   [2] مشکوٰۃ شریف

یا عام لوگ ہوں اور اس بارے میں احادیث بکثرت ہیں اور اسی قبیل سے حدیث زمزم ہے جب زمزم ظاہر ہوا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے اس کو روک لیا تو اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَوْ لَمْ تَعْرِضْ مِنَ الْمَاءِ	اگر وہ پانی کو نہ روکتیں تو زمزم
لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا	جاری چشمہ ہوتا۔
مَعِينًا ؎	

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے آخر میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تھا

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ	یہ میرے اور تمہارے درمیان
بَيْنِكَ	جدائی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوْ	اللہ تعالےٰ حضرت موسیٰ پر
كَانَ صَبَرَ لَقُصَّ عَلَيْنَا	رحم فرمائے اگر وہ صبر کرتے
مِنْ اَمْرِهِمَا ؎	توان دونوں کا معاملہ ہم پر
	بیان ہو جاتا

شیخ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول، نبی، کلیم ہیں لیکن حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نبی ہیں یا رجل صالح عالم ہیں اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سوال نہ کرتے تو ہمیں اور زیادہ معلومات حاصل ہو جاتیں گویا علم کی برکت اعتراض سے منقطع ہو گئی گویا یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی ایک مکروہ فعل ہے

؎ جمع الفوائد ؎ تفسیر ابن کثیر

حضرت علی رضؓ نے روایت کیا ہے کہ ایک رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم دونوں کو نماز پڑھنے کے لئے بیدار کیا اور واپس تشریف لے گئے اور نماز پڑھنے لگے جب حضورؐ نے ہماری کوئی آہٹ نہ سنی تو دوبارہ تشریف لائے اور ہمیں بیدار کیا اور فرمایا اٹھو نماز پڑھو! چنانچہ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور آنکھ رگڑ کر میں نے کہا

وَاللّٰہِ مَا نُصَلِّیْ اِلَّا مَاکَتَبَ اللّٰہُ لَنَا اِنَّمَا اَنْفُسُنَا بِیَدِ اللّٰہِ فَاِذَا شَاءَ یَبْعَثُنَا بَعَثَ [1]	قسم خدا کی ہم اتنی ہی نماز پڑھتے ہیں جتنی اللہ نے لکھ دی ہے ہماری جانیں اس کے قبضہ میں ہیں جب ہمیں اٹھانا چاہیگا اٹھ جائینگے۔

یہ قول اس قبیل سے ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

کَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا	انسان بہت جھگڑالو ہے

بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قول اچھا معلوم نہیں ہوا کیونکہ یہ ایک قسم کی حجت بازی ہے۔ خیال کرنا چاہیئے اعتراض اللہ تعالیٰ پر یا اس کے رسول پر یا اولیاء اللہ پر کتنا برا ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور قدرت پر اعتراض یہ تو کفر ہے اور اسی کفر کا ارتکاب ابلیس نے کیا تھا کہا تھا

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ (الآیۃ)	آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ	انکار کر دیا اور متکبر ہو کر کافر ہو گیا۔

---

[1] جمع الفوائد

چنانچہ اس طرح سے اعتراض کرنا کہ سائل کی سی حیثیت نہ بنے اور نامناسب ہو اس کی وجہ سے عذاب دیا جائیگا اور کسی چیز میں مبتلا کر دیا جائیگا جیسا کہ فرشتوں کو مبتلا کر دیا تھا انہوں نے کہا تھا

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ	کیا آپ زمین میں اسکو رکھنا چاہتے ہیں جو فساد کرے اور خون بہائے اور ہم آپ کی تسبیح، حمد، تقدیس بیان کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے زجر کے طور پر فرمایا

اِنِّىْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ	میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

بعض کتابی روایات میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی اس جماعت پر آگ کو بھیجا جس نے ان کو جلا ڈالا اور ہاروت اور ماروت کے قصہ میں بھی بنی آدم پر اعتراض کرنے کی نحوست کو ذکر فرمایا ہے اور بنی اسرائیل کے قصہ میں یہی بات ہے جو انہوں نے حضرت موسیٰ ؑ سے تکلفاً سوال کیا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر بنی اسرائیل کوئی سی بھی گائے لیکر ذبح کر دیتے تو وہ کافی ہو جاتی لیکن انہوں نے شدت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی شدت اختیار کی[1]

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری آئے اور عرض کیا میں نے نذر کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرا دیا تو بیت المقدس میں نماز ادا کروں گا اس وقت حضور مقام ابراہیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلعم نے ارشاد فرمایا۔

ھٰھُنَا تُصَلِّیْ[2]	اسی جگہ نماز پڑھ لو

---

[1] تفسیر ابن کثیر [2] جمع الفوائد۔

اس آدمی نے عرض کیا اس جگہ۔ آپؐ نے فرمایا اذھب جدّ!
تب اس آدمی نے نماز پڑھی آپ نے فرمایا قسم خدا کی اگر تو نے یہاں
نماز پڑھی تو وہ بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے برابر ہو جائے گی
اس قسم کی بہت روایات ہیں کہ اللہ کے معاملات میں اعتراض کرنے
سے برکت ختم ہو جاتی ہے اور آدمی خیر سے محروم ہو جاتا ہے اور اس قسم
کے اعتراضات سے قومیں ہلاک ہو گئی ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ کے ساتھ
ادب یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کی نہی سے باز رہے
اور حد سے تجاوز نہ کرے یاد رہے جب دین کے معاملہ میں دو چیزیں پیش
آجائیں کہ ان میں سے ایک آسان ہو اور دوسری مشکل ہو تو آسان کو اختیار
کرے اور جب امر دنیا اور امر آخرت جمع ہو جائیں تو امر آخرت کو اختیار
کرے۔ اس کے علاوہ میں بندہ کو اپنا اختیار ترک کر دینا چاہیئے حضرت
عمر رضؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا

حضورؐ نے عطا میں سے کچھ مجھے عطا فرمایا تو میں نے عرض
کیا جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اس کو دیدیجئے ـــ!
چنانچہ ایک مرتبہ مجھے مال عطا فرمایا میں نے عرض کیا جو
مجھ سے زیادہ فقیر ہو اس کو مرحمت فرما دیجئے! آپ نے
فرمایا لے! چاہے اس سے تمول اختیار کر اور چاہے صدقہ
کر دے لے

شیخ نے فرمایا اس سے ثابت ہے کہ کسی حال میں اعتراض نہ کرنا چاہیئے
حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا

مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں کسی حال میں رہوں فقیری
میں یا مالداری میں۔ اگر مالداری ہے تو اس میں شکر اور

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رض سے فرمایا :-

امارت طلب مت کر اگر وہ تجھے مانگے سے ملی تو وہ تیرے اوپر مسلط ہو جائے گی اور اگر بلا مانگے سے ملی تو تیری کفایت کی جائے گی ؎۱

اس میں آپ نے خبر دی ہے کہ اختیار اور تکلف بعض دفعہ رسوائی اور خسارہ کا سبب بن جاتے ہیں۔

بلکہ بندہ کو انتظار کرنا چاہیئے اور اختیار کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف محوّل کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا	مسلمان مرد اور مسلمان عورت
مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ	کے لیے مناسب نہیں ہے کہ جب
وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ	اللہ اور اس کے رسول نے حکم
يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ	کر دیا تو ان کو اپنے معاملہ میں
(الآیتہ)	اختیار نہیں

یہ تو اختیار کا معاملہ ہے اعتراض کا معاملہ اس سے زیادہ سنگین ہے اور بزرگوں پر اعتراض کرنے کی وجہ سے صحبت کی برکت ختم ہو جاتی ہے اور اسی پر حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت خضر کا قصہ دلالت کرتا ہے اور اسی قبیل سے حضرت عمر رض کا حضرت ابوبکر صدیق رض سے حدیبیہ کے دن کا سوال ہے :-

اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ ؎۲ کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رض نے حضرت عمر رض کو جمع قرآن کے بارے میں جواب دیا تھا :-

---

؎۱ جمع الفوائد ؎۲ بخاری شریف

كَيْفَ يُعْمَلُ شَيْئٌ لَمْ يَعْمَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — وہ عمل کیسے کیا جائے جس کو حضورؐ نے نہیں کیا ہے

اس قسم کی بہت مثالیں ہیں اس لئے بندہ کو اس قسم کے معاملات میں صبر اور توقف کرنا چاہیئے تو اللہ تعالےٰ برکت عطا فرمائے گا اور خیر سے محروم نہ کریگا دیکھو! حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اللہ تعالےٰ نے فرمایا

تَاللّٰهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ — قسم خدا کی اللہ تعالےٰ نے آپ کو بزرگی دی اور ہم خطا کار تھے۔

بڑوں پر اعتراض کرنا یہ خوارج کا طریقہ ہے انہوں نے حضرت علی رضؓ پر حکمین[1] کے معاملہ میں اعتراض کیا تھا باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علی رضؓ حق پر ہیں اسی وجہ سے وہ ان کے مخالفین کے ساتھ جنگ کررہے تھے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ حضرت علیؓ کے ساتھ نہ ہوتے لیکن حکمین کے معاملہ میں انہوں نے حضرت علی رضؓ پر اعتراض کردیا اور حضرت علیؓ کی مخالفت پر اتر آئے اور حد یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ کو کافر کہنے لگے اور بہترین مسلمانوں کو انہوں نے قتل کردیا اس طرح وہ مسلمانوں سے اور دین سے بالکل نکل گئے اور دوزخ کے کتے بن گئے اور وہ حدیث شریف کی رو سے آسمان کے نیچے سب سے زیادہ بدتر قاتلین میں سے ہیں اور اس کو حضرت ابو امامہ رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے

---

[1] حضرت علی رضؓ اور حضرت معاویہ رضؓ کے درمیان صفین میں جو جنگ ہوئی تھی اس میں فیصلہ کے لئے دو حکم مقرر ہوئے تھے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے تفصیل ہماری کتاب سیرت اصحاب النبی میں دیکھیئے۔

اور بزرگ (اور بڑا آدمی) جس کی اتباع لازم ہے اور اس پر اعتراض نہ کرنا ضروری ہے اور وہ جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو۔ جو آدمی ایسا ہو یعنی کامل درجہ کا زاہد ہو وہی بزرگ اور بڑا ہے اور وہی قابل اقتدا ہے اس سے اگر کسی وقت کوئی مردود فعل سرزد ہو جائے یا وہ تمہیں کسی ایسے کام کا حکم دے کہ تم اس میں زیادہ فائدہ نہ جانو تو توقف کرو لیکن اعتراض نہ کرو بلکہ اپنی فہم کا قصور جانو کیونکہ اس قسم کے لوگوں کے مختلف احوال ہوتے ہیں۔

ترتیب امامت

شیخ نے بسند متصل حضرت عائشہ رض اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قوم کی امامت اقرأ بالقرآن کرائے اور اگر قراۃ میں سب برابر ہوں تو پھر اللہ کے دین میں سب سے زیادہ فقیہ اور اگر فقہ میں سب برابر ہوں تو عمر میں سب سے بڑا اگر سب برابر ہوں تو سب سے زیادہ حسین اور وجیہہ اور اگر سب یکساں ہوں تو نسب کے اعتبار سے عالی پڑھائے [1]

شیخ نے فرمایا جو ترتیب حضور م نے بیان فرمائی ہے اسی ترتیب کو ائمہ نے اختیار کیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ امامت خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لئے کہ حضور م بھی قیامت میں تمام انسانوں کے امام ہونگے آپ نے فرمایا

اَنَا اِمَامُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ [2]	میں قیامت میں لوگوں کا امام ہونگا۔

---

[1] اس حدیث کا نصف کے قریب متفق علیہ البتہ اس ترتیب کو اہل فقہ نے نقل کیا ہے در مختار ص ج ۱ [2] بخاری شریف۔

اس طرح آپ دنیا میں بھی سب انسانوں کے امام ہیں اسلئے امامت آپ کے بعد مرتبہ میں اقرب فاقرب کو حاصل ہوگی اور انسانوں میں سب سے اعلیٰ مرتبہ رکھنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں بلند مقام رکھتے ہوں اور یہ مقام انبیاء صدیقین اور اولیاء اللہ کو حاصل ہے اور حضور ان سب کے سردار ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ	میں تم میں اللہ کو سب سے زیادہ جانتا ہوں

اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت خواص مسلمین کا مقام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اُعْبُدُوا اللّٰہَ کَاَنَّکَ	اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا
تَرَاہُ	اس کو دیکھتے ہو

یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کا مقام ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا

فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ	اگر تم اسکو نہ دیکھ سکو تو وہ
فَاِنَّہٗ یَرَاکَ	تمہیں دیکھتا ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت کا مقام ہے اور کلام اللہ صفات باری تعالیٰ میں سے ہے اس لئے جو سب سے زیادہ قاری ہے وہ اس صفت کی معرفت میں حضورؐ سے زیادہ قریب[1] ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَکَاَنَّمَا	جو قرآن پڑھتا ہے گویا نبوت
اُدْرِجَتِ النُّبُوَّۃُ بَیْنَ	اسکے پہلو میں داخل کردیگئی ہے
جَنْبَیْہِ اِلَّا اَنَّہٗ لَا یُوْحٰی	مگر صرف اسکی طرف وحی نہیں
اِلَیْہِ	بھیجی جاتی

---

[1] لفظ قاری سے مغالطہ نہ ہونا چاہیے ۔ ۔ د ۔ ۔ قرآن یا ۔ ۔ ۔ عالم ہے

یعنی آپ نے فرمایا اس کے درمیان اور نبوت کے درمیان صرف وحی کا فرق ہے اس لیئے یہ آدمی سب سے زیادہ مستحق خلافت ہے کہ لوگوں کی جماعت کی امامت کرے

اس کے بعد فقہ کا نمبر ہے یہ وراثت انبیاء ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

العلماء ورثۃ الانبیاء [۱]   علماء انبیاء کے وارث ہیں

لفظ علماء جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد صرف فقہاء کرام ہوتے ہیں دیگر علوم کے علماء قید کے ساتھ علماء ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ وارث مورث کے مال کا وارث ہوتا ہے حال کا وارث نہیں ہوتا اس طرح قاری کا مقام الموصی جیسا ہے اور فقہاء کا مقام وارث والا ہے اسی وجہ سے حضور نے قاری کو فقیہ پر مقدم کیا ہے جب فقہ میں سب برابر ہوں تو عمر کے اعتبار سے بڑا ہونا چاہیئے کیونکہ وہ اتباع رسول اور اعمال اور عقل میں سب سے زیادہ کامل ہے

وہب بن منبہ نے فرمایا میں نے ۷۱ کتابیں پڑھیں ان سب میں یہی لکھا ہوا پایا کہ ابتدائے دنیا سے لیکر قیامت تک تمام انسانوں میں کسی کی عقل بھی حضور کی عقل کے برابر نہیں بلکہ تمام انسانوں کی عقلیں حضور کی عقل کے سامنے مثل ذرہ کے ہیں

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب وہی ہے جو آپ کے مقام سے کچھ نسبت رکھتا ہے

اگر عمر میں سب برابر ہوں تو حسن اور خوبصورتی کا اعتبار ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں چہرے اور تمام اعضاء شریفہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین تھے حضرت براء بن عازب نے روایت

---

[۱] مشکوۃ شریف

کیا ہے کہ

۱۔ لَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْهُ[۱] صلی اللہ علیہ وسلم	میں نے آپ کو سرخ (دھاری دار) لباس میں دیکھا ہے میں نے آپ سے زیادہ کسی کو حسین نہیں دیکھا

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے

۲۔ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّورِ بَيْنَ ثَنَايَاهُ[۲]	جب حضورؐ کلام کرتے تھے تو میں نے آپ کے ثنایا سے نور نکلتے دیکھا ہے

اور حضرت علی رضؓ نے روایت کیا ہے

۳۔ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[۳]	میں نے نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ کے مثل نہیں دیکھا۔

اس لئے جو چہرے کے اعتبار سے زیادہ حسین ہیں وہ حضورؐ سے زیادہ قریب ہیں کبھی چہرہ کا حسن وخوبی چہرہ کے انبساط اور طلاقت (چمک) کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے جو آدمی ایسا ہوتا ہے لوگ اس سے مانوس ہو جاتے ہیں اور اس سے قربت حاصل کرتے ہیں اور یہ اس کے حسن خلق پر دلالت کرتا ہے حضرت عائشہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۔ أَقْرَبُكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا	تم میں قیامت میں مجھ سے زیادہ قریب تم میں زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں۔

---

[۱] ترمذی [۲] مشکوۃ شریف [۳] مشکوۃ شریف

۲۔ اِنَّ اَکْمَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ	ایمان میں سب سے زیادہ کامل
اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا	سب سے اچھے اخلاق والے
وَاَنَا اَحْسَنُكُمْ خُلُقًا	ہیں اور میں اپنے اہل کے ساتھ
لِاَهْلِیْ	سب سے اچھے اخلاق والا ہوں

پس جو آدمی حسن اخلاق رکھتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے اگر اس میں بھی سب برابر ہیں تو حسب ونسب کے اعتبار سے بڑائی دیکھی جائے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں بھی احسب الناس تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ا۔ اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ الْخَلْقَ	اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسم
قِسْمَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمَا	پر پیدا کیا اور مجھے سب سے
قِسْمًا اَصْحَابَ الْیَمِیْنِ وَ	اچھی قسم میں کیا۔ اصحاب الیمین
اَصْحَابَ الشِّمَالِ وَاَنَا	اور اصحاب الشمال اور میں اصحاب
خَیْرُ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ	الیمین میں سب سے بہتر ہوں

پھر ان دونوں کی تین قسمیں ہیں اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ، السابقون السابقون اور آپ نے فرمایا میں سابقین میں بھی خیر السابقین ہوں (اور اس بارے میں تفصیل گذر چکی ہے)

حضرت حسن بصری رحمہ نے عمر بن عبدالعزیز کی طرف لکھا جو لوگ اہل آخرت ہیں وہ آپ کے پاس نہ آئینگے اور جو اہل دنیا ہیں ان کو آپ نہ بلائینگے اس لئے اہل حسب کو اختیار فرمایئے ان لوگوں نے اپنے احساب کو میلا نہیں کیا ہے اس لئے پھر جو لوگ دیندار اور شریف اور خاندانی ہیں وہ امامت کے زیادہ لائق ہیں اور جس آدمی میں یہ تمام اوصاف ہوں تو پھر وہی خلافت کے لئے اولیٰ ہے

مذکورہ ترتیب میں قاری کو فقیہ سے مقدم کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے

کہ قرأت کے اعتبار سے نماز میں فساد زیادہ ہوتا ہے اور شرائط کے اعتبار سے کم فساد ہوتا ہے[1] اور قاری سے مراد صرف قرآن پاک حفظ کرلینا کافی نہیں ہے بلکہ قرأت کے طریقوں سے واقف کاری مراد ہے۔ تقویم حروف حروف کی ادائیگی اور اس ادائیگی میں ہر ایک حرف کو اس کے حق کے مطابق ادا کرنا اگر ایسا نہیں ہے تو بولا کوئی حرف جاتا ہے اور بن دوسرا حرف جاتا ہے مثلاً ظآء اگر اس کو مخرج سے نکالنے میں کوتاہی ہو جاتی ہو تو پھر اس میں یا واؤ کا اضافہ ہو جاتا ہے اور اگر مبالغہ ہو جائے تو فساد ہو جاتا ہے یا ذال بن جاتا ہے اسی طرح سے اگر صاد کی ادائیگی میں تقصیر ہو جائے تو وہ سین بن جاتی ہے علی ہذا القیاس (فن قرأۃ پر طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں)

قرآن شریف چونکہ عربی ہے اس لئے جو الفاظ لغت عربی کے اعتبار سے ادا نہ کئے جائیں تو وہ پھر قرآن نہیں کلام الناس بن جاتے ہیں اور کلام الناس اکثر اہل فقہ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے بھول کر ہو یا نسیاناً ہو اور یہ غلطیاں اکثر وہی لوگ کرتے ہیں جن کو قراء کی صحبت حاصل نہیں اور جنہوں نے ان کی خدمت نہیں کی اور ان سے حروف کو نہیں سیکھا اس لئے جن لوگوں نے قرآن پاک تو حفظ کر لیا ہے لیکن ان اوصاف کو نہیں سیکھا ان کو معلوم بھی نہیں ہوتا اور نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

رہا شرائط صلوٰۃ کا معاملہ تو اوسط درجہ کے مسلمان بھی ان شرائط سے واقف ہوتے ہیں چہ جائیکہ قراء کرام وہ تو بدرجہ اولیٰ شرائط صلوٰۃ سے واقف

---

[1] یہ صرف شیخ کا خیال ہے جس کو علمائے احناف نے اختیار نہیں کیا قرأت صرف ایک فرض ہے اور نماز میں بہت فرائض اور واجبات اور سنن ہیں فقیہ ان سے واقف ہوتا ہے قاری نہیں اس لئے فقہ کی زیادہ ضرورت ہے اور وہی مقدم ہے اور فقیہ بھی تو قاری ہوتا ہے۔

ہوتے ہیں اور اگر کبھی کوئی غلطی ہوجائے تو نماز کا اعادہ کرلیا جائے لیکن قرأت کی غلطی تو اکثر و بیشتر پوشیدہ رہتی ہے اور محسوس نہیں ہوتی اس لئے نماز کے فساد کا احساس بھی باقی نہیں رہتا ہے

یہ بھی ہے کہ اگر نماز میں کوئی نقصان ہوجائے تو اس نقصان کی تلافی سجدہ سہو سے کرلی جاتی ہے لیکن ادائے حروف اور ادائے کلمہ کی غلطی کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہوتی ہے اس لئے قرأت کے اعتبار سے زیادہ ابتلاء ہے اور اس سے فساد صلوٰۃ اکثر واقع ہوتا رہتا ہے اس لئے قاری لوگ امامت کے لئے زیادہ بہتر ہیں اور مقدم ہیں۔

بڑوں کی مجلس

شیخ نے بسند متصل ابو جحیفہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

بڑوں کے پاس بیٹھو! علماء سے دریافت کرو! حکماء کے ساتھ رہو۔[1]

۱۔ شیخ نے فرمایا بڑوں کے پاس بیٹھنے سے مراد بڑی عمر والے بوڑھے ہیں جن کے تجربات کثیر عقل کامل ہوتی ہے ان کے پاس بیٹھنے سے فائدہ ہی ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

البرکۃ مع اکابرکم — برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے

اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑوں کی توقیر کے لئے فرمایا ہے

اتقوا بفراسۃ المؤمن — مومن کی فراست سے ڈرو!

فانہ ینظر بنور اللہ[2] — وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

جس کو اللہ تعالےٰ نے یہ علم عطا کردیا گویا اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھولدیا اور وہی اللہ کی ہدایت پر قائم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نور جب قلب میں داخل ہوتا ہے اس کو کھول دیتا ہے عرض کیا گیا اس کی علامت کیا ہے؟

---

[1] بستان فقیہ ابو اللیث سمرقندی [2] جمع الفوائد

فرمایا وہ دنیا سے بھاگتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ہمہ وقت موت کے لئے تیار رہتا ہے اس کو غیب کا مشاہدہ ہو جاتا ہے حارثہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو شناخت کر لیا وہ دن کو پیاسا رہتا ہے اور رات کو بیدار رہتا ہے اس طرح میں اپنے رب کے عرش کو کھلا ہوا دیکھتا ہوں. حضرت انس رضہ نے روایت کیا ہے کہ ایک دن ہم سفر میں تھے سامنے سے ایک انصاری نوجوان آیا آپ نے دریافت کیا حارثہ کیا حال ہے عرض کیا میں مومن صادق ہوں آپ نے فرمایا خوب غور کر! عرض کیا میں اپنے نفس سے خوب واقف ہوں تب یہ عرض کیا میں دن کو پیاسا رہتا ہوں الخ یہ سنکر آپ نے فرمایا یہ نور ایمان ہے حارثہ نے عرض کیا حضور! میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیے! آپ نے ان کے لئے شہادت کی دعا کی ایک دن جب جہاد کا اعلان ہوا تو حارثہ پہلے سوار تھے اور وہی پہلے شہید ہوئے

اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس نے اپنے علم پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنا نور عطا کرتا ہے اور جس کو اللہ تعالےٰ اپنا نور عطا کرے اس کو عالم غیب روشن ہو جاتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کو علم قرآن علم حدیث علم فقہ آجاتا ہے یہ دوسرے علوم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضہ کے بارے میں فرمایا :-

"عمر کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے"

یہ بڑوں کے اوصاف ہیں یہی لوگ اہل صدق ہیں عبداللہ بن محمد انطاکی نے کہا ہے کہ جب اہل صدق کے پاس بیٹھو تو صدق کے ساتھ بیٹھو! یہ لوگ قلوب کے حالات سے واقف ہوتے ہیں اور ان پر کوئی حال پوشیدہ نہیں رہتا یہ بھی یاد رہنا چاہیئے کہ ان کی یہ حالت ہر وقت نہیں رہتی حضورؐ نے خود اپنے بارے میں فرمایا ہے

میرے لئے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ اس میں

کسی بڑے سے بڑے مقرب فرشتہ کو حاصل نہیں ہے
یہ لوگ مریدین کے ملجا و ماویٰ ہیں اور زمانے کے فتنوں سے خوب واقف
ہوتے ہیں حضور ؐ نے حضرت عمر رضؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا
شیطان عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے۔
ان ہی کے بارے میں حضور ؐ نے فرمایا ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم
نہیں رہتا

۲۔ اور علماء سے سوال کرو کا مطلب یہ ہے کہ اپنے معاملات کو ان کے
سامنے پیش کرو اور علماء سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو علم فقہ آتا ہے اسلئے
مطلقاً علماء سے مراد فقہا ہی ہوتے ہیں اور جب دوسرے علوم کو ذکر کیا
جاتا ہے تو قید کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے مثلاً علم الحدیث، علم التفسیر، علم
الکلام وغیرہ

آثار عقل کامل

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے عقل کو تین حصوں میں تقسیم کیا جس میں یہ
تین حصے ہونگے اس کی عقل کامل ہوگی اور جس میں نہ ہونگے
وہ کامل نہیں (اور وہ ہیں) حسن معرفت، حسن طاعت،
حسن صبر[1]

شیخ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معرفت، طاعت، صبر تینوں
کے ساتھ حسن کی قید لگائی ہے

۱۔ معرفت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور قدیم اور وحدہٗ لاشریک لہ
یقین کرنا اور اس کی ذات سے تشبیہ کی نفی کر دینا۔ اللہ تعالیٰ ہی نے

[1] یہ حدیث ثابت نہیں تذکرۃ الموضوعات از علامہ طاہر پٹنی۔

تمام عالم کو پیدا کیا اس نے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو اتارا اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ مشابہت سے بلند اور برتر ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اس طرح حسن معرفت کی تین قسم ہیں

حسن معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات سے تشبیہ کی نفی کر دینا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ	اللہ کی طرح کوئی چیز نہیں وہ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ	سمیع اور علیم ہے

۲۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی معرفت اور ان چیزوں کی معرفت جو گمراہیاں ہیں اور جسم کو ایمان کو برباد کرنے والی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے تم سے دور کر دیا ہے اور اس کا نام عصمت ہے ارشاد ہے

لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ	اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت
وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِنَ	نہ ہوتی تو تم نقصان والے ہوتے
الْخَاسِرِيْنَ	

اس کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہدایت ہے اور اسلام کے لئے شرح صدر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ	دیکھو تو! جس کے سینہ کو اللہ
لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ	نے اسلام کے لئے کھول دیا
مِنْ رَبِّهٖ	وہ اپنے رب کے نور پر ہے
۲۔ وَقَدْ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ	اور اللہ نے ان کے دل میں
الْاِيْمَانَ	ایمان رکھدیا ہے

اور بدن کے مصالح اور جسمانی نعمتیں بھی بے انتہا ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۳۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِنْ	اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے

بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ	پیٹ سے نکالا تم کچھ نہیں جانتے
شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ	تھے اور تمہارے لئے کان
وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ	آنکھ دل دیا
۴۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ	اور تمہارے اوپر کھلی اور چھپی
ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً	نعمتوں کو بہایا
۵۔ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ	اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو احاطہ
لَا تُحْصُوْهَا	نہ کر سکو گے

اس لئے ضرورت ہے کہ آدمی کو معرفت نظر حاصل ہوتا کہ اس کو معلوم ہو کہ امر اور نہی اس کے دین کے لئے وہی حکم رکھتے ہیں جیسے کہ غذا بدن کے لئے ہے ان کے ذریعہ دین کی روشنی ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے ایمان سالم رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

۶۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ	نماز بے حیائی اور برائی سے
الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ	روکتی ہے
۷۔ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ	اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر دین
مِنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ	میں تنگی نہیں کرتا لیکن وہ تم کو
لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ	پاک کرتا ہے اور اپنی نعمت تمہارے
عَلَيْكُمْ	اوپر پوری کرنی چاہتا ہے

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَلصَّلٰوةُ قُرْبَانٌ اَلصَّوْمُ	نماز قربت کی چیز ہے روزہ
جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ	ڈھال ہے اور صدقہ اللہ کے
غَضَبَ الرَّبِّ [1]	غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے

اور سعید بن مسیب نے عبداللہ بن عمر رضی سے روایت کیا ہے کہ ہم مسجد میں تھے کہ حضور م تشریف لائے آپ نے فرمایا میں نے رات ایک عجیب

---

[1] مشکوٰۃ شریف

خواب دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ موت کا فرشتہ ایک آدمی کی روح
قبض کرنے آیا تو اس آدمی کی ماں باپ کے ساتھ نیکی نے اسکو ہٹا دیا
اور میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ عذاب قبر اس پر پھیل چکا
تھا پس اس کا وضو آیا تو اس نے اس کو مردے سے دور کر دیا۔ میں نے
اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے زبان لٹکائے ہوئے
تھا جب حوض پر آنا چاہتا روک دیا جاتا تھا اچانک اس کا رمضان
آگیا اس نے چھوڑا یا اور اس کو سیراب کرایا۔ اور ایک امتی کو دیکھا کہ
انبیاء علیہم السلام حلقہ بنائے بیٹھے تھے تو اس آدمی کا غسل جنابت آیا اور
اس نے اس آدمی کو انبیاء کے پاس بٹھلا دیا۔ میں نے ایک امتی کو
دیکھا کہ اس کے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا وہ اندھیرے
میں متحیر تھا تو اس آدمی کا حج آیا اس نے اندھیرے سے نکال کر روشنی
میں پہونچایا۔ میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ مومنین اس سے بات نہیں
کرتے ہیں پس صلہ رحم آیا اور اس نے کہا مومنو! اس سے بات کرو
اس نے صلہ رحمی کی ہے چنانچہ فوراً ہی مومنین اس سے بولے اور مصافحہ
کیا۔ ایک آدمی کو دیکھا کہ دوزخ کی آگ اس کی طرف بڑھتی ہے اور وہ
اس سے بچنا چاہتا ہے تو اس کا صدقہ آیا اور اس نے دوزخ کی آگ کو
اس کے پاس سے ہٹایا۔

غور کرو بدن کی کونسی غذا ہے جو آدمی کے لئے اتنے فوائد رکھتی ہو
جتنی یہ روحانی غذائیں (اعمال) فائدہ رکھتی ہیں وہ بداعمالیاں جو تمہارے
دین کے لئے سم قاتل ہیں اور نفس اور اعمال کو تلف کر دیتی ہیں ان سے
کس طرح بچا جائے اللہ تعالے نے فرمایا ہے

۱۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ	اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل باطل ہو جائینگے اور تو نقصان زدہ

الخاسرین ہوگا

۲۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ — شراب جوا، پانسہ گندے اور شیطانی عمل ہیں ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ اَلزِّنَا یُوْرِثُ الْفَقْرَ — زنا سے فقر پیدا ہوتا ہے

۲۔ لَا یَلِجُ جَنَّاتَ الْفِرْدَوْسِ مُدْمِنُ الْخَمْرِ — شراب پینے والا جنت فردوس میں داخل نہیں ہو سکتا

شیخ نے فرمایا کونسا زہر ہے جو اتنی زیادہ مضرتیں رکھتا ہے جس طرح تلخ اور کڑوی دوائیں تمہارے جسموں سے مواد فاسد کو اور مرض کو نکالتی ہیں ایسے ہی دینی تکالیف تمہارے لئے کفارہ بن جاتی ہیں اور تمہارے گناہوں کو مٹاتی ہیں اللہ تعالے نے فرمایا ہے

عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ — ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور وہ تمہارے لئے اچھی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

۱۔ حُمّٰی لَیْلَۃٍ کَفَّارَۃُ سَنَۃٍ — ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہوتا ہے

۲۔ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِیَاءُ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسْبِ دِیْنِہٖ — بلاؤں میں سب سے زیادہ انبیاء ہیں اور پھر ان کے قریب اور پھر ان کے قریب آدمی کی آزمائش اس کے دین کے بقدر ہوتی ہے

اور ارشاد فرمایا جب کوئی مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اس کے لئے صالح اعمال

اسی طرح لکھتے رہو جیسا کہ حالتِ صحت میں لکھا کرتے تھے، اگر اس کو آرام ہو گیا تو وہ پاک اور طاہر ہو گا اور اگر مر گیا تو اس کی مغفرت ہو جائیگی شیخ نے فرمایا کونسی دوا ہے جو بیماری کو ختم کر کے ایسی صحت لائے جتنی روحانی دوائیں صحت عطا کرتی ہیں اور معاصی کو ختم کرتی ہیں

حسنِ طاعت

حسن طاعت سے مراد اللہ تعالیٰ کی مکمل تابعداری ہے اور استسلام (تابعداری اختیار کرنا) جس چیز کا نام ہے اس میں دو چیزیں ہیں امر اور نہی اور ان میں اطاعت یہ ہے کہ نہ تو غلو کرے اور نہ کوتاہی کرے بلکہ توسط کو اختیار کرے اور یہی سنت اجتماعیہ ہے اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین متین قرار دیا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ لَنْ	میری امت کی دو قسم میری شفاعت
یَنَالَهُمَا شَفَاعَتِیْ وَلَنْ	کو نہ حاصل کر سکینگے اور میں ان
اَشْفَعَ لَهُمَا اَمِیْرٌ ظَالِمٌ	کی ہرگز شفاعت نہ کرونگا ظالم
وَكُلُّ غَالٍ [1]	بادشاہ اور غلو کرنے والے۔

چنانچہ اس امت کے قدریہ اور مرجیہ (ان پر اللہ کی لعنت ہو) انہوں نے دین میں بہت فساد پھیلایا وہ اسی حدیث کے تحت ہیں اور بہترین انسان اہل سنت والجماعت ہیں پس حسن طاعت قضا و قدر میں اللہ تعالیٰ پر توکل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

۱۔ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ	توکل کرو اگر تم مومن ہو
۲۔ وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَكَّلَ	اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر توکل
عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا	نہ کریں اس نے ہمیں راستوں
سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى	کی ہدایت کی اور ہم تمہاری اذیتوں
مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا	پر صبر کرینگے

۳۔ قَالَ الَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ	ان لوگوں نے کہا جن سے لوگوں نے کہا تھا کہ کافر تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں پس ڈرو ان سے تو ان کے ایمان میں زیادتی ہوئی اور انہوں نے کہا اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَوْ تَوَکَّلْتُمْ عَلَی اللّٰهِ حَقَّ تَوَکُّلِهٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یُرْزَقُ الطَّیْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا	اگر تم اللہ تعالٰی پر سچا توکل کرو تو وہ تمہیں پرندوں کی طرح رزق دیگا کہ جیسا وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ آتے ہیں

تو قضا و قدر کے معاملہ میں اپنے کو خدا کے سپرد کر دینا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا

اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ	میں اللہ کا تابعدار ہو گیا

اور جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر استراحت کیلئے تشریف لیجاتے تو یہ پڑھا کرتے تھے

اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ	میں اپنے نفس کو آپکا تابعدار بناتا ہوں اور اپنے چہرے کو آپکی طرف کرتا ہوں اور اپنا معاملہ آپکے سپرد کرتا ہوں

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے کہ لایعنی کو ترک کر دے۔

حسنِ صبر

معلوم رہنا چاہیئے امر دو قسم کے ہیں ایک تو یہ کہ جو واجب اور ضروری ہیں دوسرا امر قضا اور حکم ہے دونوں قسم کے اوامر کی تعمیل میں صبر اور استقامت ضروری ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

اَسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃِ	مدد چاہو صبر اور نماز کے ذریعہ

پس اوامر کی تعمیل میں مخلوق پر نظر نہ رہے اسی کا نام حسنِ صبر ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا قَامُوْا	اور جو لوگ کھڑے ہوتے ہیں
اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا	نماز کی طرف کھڑے ہوتے ہیں
کُسَالٰی یُرَاؤُنَ النَّاسَ	سستی سے دکھانے کو لوگوں
وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ	کے لیئے اور نہیں ذکر کرتے اللہ
اِلَّا قَلِیْلًا	کا مگر بہت کم

تو اللہ تعالےٰ کی طاعت میں مخلوق سامنے نہ رہنا چاہیئے حتیٰ کہ اپنے نفس سے بھی گریز کرنا چاہیئے ورنہ عجب پیدا ہو جائیگا عجب کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے قارون کو تباہ کر دیا تھا

۱۔ فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ	اور دھنسا دیا ہم نے اسکو مع گھر کے زمین میں
۲۔ اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ	مگر ابلیس نے انکار کر دیا اور متکبر ہو گیا

اس عجب کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ابلیس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود کر دیا اس لیئے ریا اور عجب سے دور رہنا چاہیئے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا:-

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ	جو اپنے رب سے ملاقات چاہے
رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا	اسکو چاہیئے کہ عمل صالح کرے

وَلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا — اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انکو بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو بیداری کے سوا [illegible] شیخ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ [illegible] حسن عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر فرائض میں خلوص کو اختیار کیا جائے اور ریا [illegible] اور شرک [illegible] سے دور رہا جائے اور قضا وقدر پر حسن صبر یہ ہے کہ صبر بعد جزع کے صبر شمار نہیں ہوتا بلکہ ابتدا ہی سے صبر ہو اسی کو صبر جمیل کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی — صبر پہلے صدمہ کے وقت ہوتا ہے

اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا

۱۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا — ایمان والو صبر کرو اور صابر بنے رہو۔

۲۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ — صبر کر اور تیرا صبر اللہ ہی کے ساتھ ہے

۳۔ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ — البتہ مجھے تکلیف پہونچی اور تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے

ممشاد دینوری نے اسکے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ جو تکلیف مجھے پہونچی ہے اسمیں صبر آپ کی عطا ہے۔

ان تصریحات کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی

وَمَنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ فَلَا عَقْلَ لَهٗ — جسمیں یہ تین نہ ہوں اسمیں عقل نہیں

تو معلوم ہونا چاہیئے عقل کی دو قسم ہیں ایک عقل حجت اور دوسری عقل محجہ۔ عقل حجت تو یہ ہے کہ جس کی وجہ سے اشیاء میں تمیز کیجاتی ہے اگر یہ نہو تو پھر آدمی مکلف نہیں ہوتا اور وہ بیوقوف یا بچہ کہلاتا ہے اور آیات قرآن میں لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ سے اسی عقل کیطرف اشارہ ہے اور دوسری عقل وہ کہ جو اللہ تعالےٰ کی کائنات پر نظر کرنے اور آیات سے نظر کو ترتیب دینے سے حاصل ہوتی ہے یہ عقل محجہ کہلاتی ہے اسی کے بارے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اَلْعَاقِلُ مَنْ عَمِلَ بِطَاعَةِ اللّٰهِ — عاقل وہ ہے جس نے اللہ کی طاعت میں عمل کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نواں باب

چند آداب اور فضائل

نواں باب

چند آداب اور فضائل

شکرِ نعمت شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اِذَا اَنْعَمَ	اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ پر
عَلٰی عَبْدٍ بِنِعْمَۃٍ اَنْ	انعام کرتا ہے تو اس پر اثر نعمت
یُّرٰی اَثَرُھَا عَلَیْہِ[1]	دیکھنا پسند کرتا ہے۔

ا۔ اس جگہ اثر نعمت سے مراد شکرِ نعمت ہے جس کا اظہار عمل نیک کے ذریعہ ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ظاہرًا و باطنًا ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے قارون کے قصہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

اِذْ قَالَ لَہٗ قَوْمُہٗ لَا تَفْرَحْ	جب کہا اس سے اس کی قوم نے
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ	مت اکڑ، اللہ تعالیٰ اکڑنے
وَابْتَغِ فِیْمَا آتٰکَ اللّٰہُ	والوں کو پسند نہیں کرتا اور
الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ وَلَا	طلب کر مال کے ذریعہ جو اللہ نے
تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ	دیا آخرت کو اور اپنے حصہ کو مت
الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ کَمَا	بھول اور احسان کر جیسا کہ
اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ	اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے

---

[1] بستان ابواللیث سمرقندی۔

اس کی صورت یہ ہے کہ خروج میں سب سے پہلے ابتدا اپنے نفس سے کرے پھر اپنی اولاد اور عیال پر اور عمل صالح کے ذریعہ اور زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کی ثنا اور شکر بجا لائے یہ تو نعمتِ دنیوی کے بارے میں ہے اور نعمتِ علم کے بارے میں یہ ہے کہ اس پر پورا پورا عمل کرے اور جاہلوں سے اعراض کرے اور ان کو تعلیم دے اور ان کی تربیت کرے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے والی بنایا ہے ان کو چاہیئے کہ مسلمانوں کے درمیان انصاف سے کام لیں

دین نصیحت ہے شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَۃُ	دین نصیحت ہے۔ دین نصیحت
اِنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَۃُ	ہے عرض کیا کس کے لئے یا
قِیْلَ لِمَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ	رسول اللہ! فرمایا اللہ کے
قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَ	لئے، کتاب کیلئے، رسول کے
لِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ	لئے ائمہ مسلمین کے لئے عوام
الْمُسْلِمِیْنَ وَلِعَامَّتِہِمْ[1]	کے لئے۔

شیخ نے فرمایا کہ ابوالحسن بن ابی ذر نے فرمایا نصیحت سے مراد وہ فعل ہے کہ جس میں کوئی صلاح اور خیر ہو۔ یہ نصاح سے ماخوذ ہے سلے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں، اس کی تصغیر نُصَیحۃ ہے اہل عرب بولتے ہیں

هٰذَا قَمِیْصٌ مَنْصُوْحٌ یہ سلا ہوا کرتا ہے

چنانچہ نصح میں اشیاء اور احوال کے اعتبار سے اختلاف ہے

۱- وہ نصح جو اللہ کے لئے ہو۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کی جائے جس کا وہ اہل ہے اور اس کے جو لائق ہے اور اس کی طاعت

---

[1] جمع الفوائد

قولاً و فعلاً بجا لانا

۲۔ النصیحۃ للرسول۔ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی جائے اور آپ کی سنت کو زندہ کیا جائے اور آپ کی دعوت کو پھیلایا جائے

۳۔ ائمہ مسلمین کے لئے نصیحت۔ یہ ہے ان کی امداد خیر کے کاموں میں کرنا۔

۴۔ اور عوام کے لئے نصیحت یہ ہے ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا جائے۔ بڑوں کا اکرام اور چھوٹوں پر رحم کا برتاؤ ہو اور ان کی مصیبت کو دور کیا جائے اور ان کے نفع کے لئے کوشش کی جائے اور ان کو دین کی دعوت دی جائے

کوئی خیر بیکار نہیں

شیخ نے بسند متصل حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں میں نے چالیس غلام آزاد کئے تھے آپ نے ارشاد فرمایا

أَسْلَمْتَ عَلَىٰ مَا سَبَقَ مِنَ الْخَيْرِ[1] — گذشتہ خیر کی وجہ ہی سے تو مسلمان ہوا ہے

شیخ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سے پہلے جو نیکی تو نے کی ہے اس کا ثواب تجھے ملے گا اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ گذشتہ نیکی کی وجہ ہی سے تجھے اسلام کی توفیق ہوئی ہے اس معنی کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ حضور سے عرض کیا گیا کہ فلاں آدمی تمام رات نماز پڑھتا ہے لیکن جب صبح ہونے کو ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا :۔

سینھاہ ما تقول[2] — عنقریب وہ چوری سے رک جائیگا

---

[1] جمع الفوائد [2] ایضا

یعنی نماز کی فضیلت حاصل ہونے کی وجہ سے وہ تائب ہوجائیگا

معرفت الٰہی شیخ نے بسند متصل حضرت بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا :-

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر اس پر اپنا نور ڈالا پس جس کو نور مل گیا وہ ہدایت پا گیا اور جس پر نور نہیں پڑا وہ گمراہ ہوگیا حضرت ابن عمروؓ نے فرمایا پس قلم خشک ہوگیا ؎

۱- شیخ نے فرمایا ظلمت سے مراد حجاب ہے یعنی مخلوق خدا خدا کی معرفت سے جاہل تھی اس لئے کہ معرفت کسی شے کی یہ ہے کہ وہ چیز حواس کے تحت آئے . . . . ادراک کرسکیں اور خدا تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے

۲- نور سے مراد ہدایت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا اپنی معرفت کی ہدایت دی دنیا میں جو کچھ آیات ونشانات ہیں وہ حقیقتہً اسباب ہدایت نہیں ہیں اس لئے کہ اگر اسباب ہدایت ہوتے تو ہر ایک ہدایت پر آجاتا بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

۱- وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ	اللہ تعالیٰ اسلام کی طرف بلاتا ہے وہ ہدایت دیتا ہے جسکو چاہے صراط مستقیم کی
۲- یُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ	جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

خیر اعمال شیخ نے بسند متصل حضرت ثوبان سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

وَاعْلَمُوْا اِنَّ مِنْ خَیْرِ جان لو! تمہارے اعمال میں بہتر نماز

؎ جامع الفوائد

نِعْمَ لَكُمُ الصَّلٰوةُ وَلَنْ يُحَافِظَ — ہے اور طہارت کی حفاظت
عَلَى الطُّهُوْرِ اِلَّا مُؤْمِنٌ — مومن ہی کر سکتا ہے

۱۔ شیخ نے فرمایا خیر اعمال سے مراد افضل اعمال ہے کیونکہ نماز میں ظاہر اور باطن ماسوی سے دور اور بے گناہ ہوتا ہے

۲۔ اور طہارت سے مراد وضو ہے یہی اعمش نے روایت کیا ہے اور یہ بات ہو سکتا ہے کہ طہارت سے مراد طہارت ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی طہارت مراد ہو

کھانے پینے کے آداب

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عمر رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تم میں سے کوئی آدمی نہ بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پئے۔

شیخ نے فرمایا یمین اور شمال جسم کی دو جانب اور دو طرف ہیں اور ہر جسم کے لئے حدود ہوتے ہیں فلاسفہ نے کہا جسم میں طول عرض اور عمق (گہرائی) ہوتی ہے پس طول ابتدا ہے اور دوسری انتہا ہے اور عرض میں ایک یمین ہے اور دوسرا شمال ہے پس یمین و شمال عرض کی دو حدوں کا نام ہے پس شیطان کے بھی ایک جسم ہے اور اس کا ایک یمین ہے اور ایک شمال ہے اگر یمین اور شمال کی صرف اتنی ہی سی بات ہے تو یہ شرافت کی کوئی بات نہیں ہے لیکن دوسری جہت یہ ہے کہ شیطان جب کھانا شروع کرتا ہے تو ابتدا سے نہیں آخر سے کھانا شروع کرتا ہے کیونکہ وہ مقلوب الخلقت ہے اس لئے وہ اول حد سے شروع نہیں کرتا بلکہ آخر حد سے شروع کرتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کو منع فرمایا کہ وہ اس کا سا کوئی کام کریں اور وہ شیطان کی صفت سے متصف ہو جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسان کا یمین ازار کے اوپر کا حصہ ہے اور شمال ازار سے نیچے کا حصہ ہے یعنی مقام حدث اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کو منع فرمایا کہ دائیں ہاتھ (یمین) سے فرج کو چھوئیں (جو کہ شمال ہے) حضرت عمر رض نے روایت کیا ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے حضور کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے نہیں دیکھا اور یمین (داہنے) سے فرج کو چھوتے نہیں دیکھا۔

بہر حال داہنا ہاتھ (یمین) طیبات کے لئے ہے اور بایاں ہاتھ (شمال) نجاست کے لئے ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کی طرح بائیں ہاتھ سے کھانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ شیطان نجس اور خبیث ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمال (بائیں) سے کھانے کو اس وجہ سے منع فرمایا ہے کہ شمال شومی کو کہتے ہیں اور یمین کو یمنی کہتے ہیں اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے

فاصحاب المیمنة ما اصحاب	پس اصحاب میمنہ کیا ہیں اصحاب
المیمنة واصحب المشئمة	میمنہ۔ اور اصحاب المشئمہ کیا ہیں
ما اصحب المشئمة	اصحاب المشئمہ۔

پس میمنہ یمن سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی برکت کے ہیں اور شومی نحوست کو کہتے ہیں تو شیطان چونکہ مشئوم ہے اور اس کے کل افعال منحوس ہیں تو اس کا کھانا بھی مشئوم (منحوس) ہے اس اعتبار سے شیطان کے دونوں ہاتھ شمال اور مشئوم ہیں اور اس کے یمین نہیں ہے یعنی یمنی نہیں ہے۔ (جس کو برکت کہتے ہیں)

مذکورہ حدیث سے اس پر بھی دلالت ہے کہ جب تم مشرق کی طرف منہ کرو تو یمین وہ ہے جو جانب یمین ہے اور شمال وہ ہے جو جانب شمال ہو

اور اہل عالم جنوب و شمال بھی کہتے ہیں اور شریعت میں انسان کی خلقت معکوس ہے وہ قبلہ سے پھرا ہوا ہے اس لئے ہمارے یمین کی طرف اس کا شمال اور ہمارے شمال کی طرف اس کا یمین ہے اس لئے ہمارے اعتبار سے اس کے دونوں ہاتھ شمال مشئوم ہیں اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ شمال ہیں اس لئے تم دائیں ہاتھ سے کھاؤ! کیونکہ دایاں ہاتھ برکت کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ	پس جس کو دی گئی کتاب دائیں
بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ	ہاتھ میں پس اس کا حساب
حِسَابًا یَّسِیْرًا	ہوگا آسان حساب

اس اعتبار سے مومنین اصحاب الیمین اور اصحاب البرکۃ ہیں اور طاہرین ہیں اور جن کو کتاب بائیں ہاتھ میں دی جائے گی وہ اصحاب المشئمۃ اور اصحاب الشمال اور نامبارک اور مشئوم ہیں اور یہ بھی ہے کہ شیطان کا کھانا نجس اور گندگی ہو پس انسان کے کھانے کو بھی ایسا بنا دے جیسا کہ جنوں کا کھانا ہڈی اور لید ہے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ہڈی اور لید سے استنجا نہ کیا جائے کیونکہ یہ جنات کا کھانا ہے۔

یہ بھی ہے کہ کھانے میں شئومت (نحوست اور بے برکتی) بسم اللہ کے ترک سے بھی آجاتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

جب تم کھانا کھاؤ تو بسم اللہ پڑھو! اور اگر بھول جاؤ تو جب یاد آئے تو کہو بسم اللہ اولہ وآخرہ [1]

حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے دو لقموں میں ہی سب کھانا ختم کر دیا آپ نے فرمایا اگر یہ بسم اللہ کہتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا [2]" اس سے

---

[1] جمع الفوائد ابوداؤد [2] جمع الفوائد ترمذی

معلوم ہوا کہ ترک تسمیہ (بسم اللہ) سے کھانے کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔
مروی ہے کہ جب ابلیس کو دنیا میں اتار دیا گیا تو اس نے عرض کیا حضور آپ نے مجھے مردود بنا دیا ہے میرے لئے کوئی گھر بتلائیے! فرمایا تیرا گھر حمام ہے۔ عرض کیا میری مجلس؟ فرمایا بازار اور راستوں کے چوراہے ہیں! عرض کیا میرا کھانا؟ فرمایا ہر وہ کھانا جس پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے جو آدمی بلا بسم اللہ کے کھاتا ہے وہ شیطان کا کھانا کھاتا ہے۔

کھانے کی برکت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو کا کھانا تین کو کافی ہوتا ہے اور تین کا کھانا چار کو کافی ہوتا ہے۔ اور ابو عیسیٰ نے روایت کیا ہے کہ ایک کا کھانا دو کو کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہوتا ہے[۲]
شیخ نے فرمایا ممکن ہے کہ کھانے سے مراد غذا اور قوت ہو یعنی جو کھانا دو کے لئے ہے وہ چار کے لئے باعث قوت ہے اور غذا ہے! اس سے پیٹ بھرنا مراد نہیں ہے کیونکہ کھانے سے مقصود غذا اور قوت ہے پیٹ بھرنا کھانے کے مقاصد میں سے نہیں ہے اور پیٹ بھرنے میں کوئی فائدہ بھی نہیں ہے بلکہ اس میں آفت اور ضرر ہے حضور ص نے فرمایا کہ پیٹ کے برتن سے زیادہ کوئی برا برتن نہیں ہے اگر.. اس کا بھرنا ضروری ہے تو ایک تہائی کھانے کے لئے اور تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے[۳]۔ آپ نے فرمایا آدمی کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں[۴]
اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کا فائدہ ضعف کو دور کرنا اور قوت پہنچانا ہے

---

[۱] بستان ابو اللیث سمرقندی [۲] جمع الفوائد [۳] مشکوٰۃ شریف
[۴] حوالہ گذر چکا ہے

اور یہ فائدہ ایک کے کھانے میں دو کو حاصل ہو سکتا ہے

ابن عمر بن شقیق نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں حدیث بیان کرتا ہے میں نے اس سے ڈکار کی آواز سنی تو میں نے اس سے کہا کہ مجھ سے ابن عمر رضی نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

جو تم میں زیادہ پیٹ بھرا ہوگا وہ قیامت میں تم میں سب سے زیادہ بھوکا ہوگا[1]

حدیث پاک سے یہ بھی غرض ہو سکتی ہے کہ آپ نے لوگوں کو الفت اور محبت کی دعوت دی ہے تاکہ وہ لوگ کھانے کے معاملہ میں ایثار سے کام لیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی نے روایت کیا ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک پیالہ دودھ کا ہدیہ آیا آپ نے فرمایا اہل صفہ کے پاس لے جاؤ مجھے یہ خیال تھا کہ آپ مجھے حکم فرمائینگے بہر حال میں نے اس کو اہل صفہ کو پیش کیا اور انہوں نے سب نے باری باری سے اس کو پیا پھر بھی وہ اتنا ہی باقی رہا پھر میں حضور کے پاس لایا آپ نے مجھے پینے کا امر فرمایا اور میں نے خوب پیا اور پھر حضور کو واپس کر دیا پھر آپ نے بسم اللہ کر کے پیا[2]

تو برکت سے مراد یہ ہے کہ ایک پیالہ دودھ اتنے لوگوں کو کافی ہو گیا یہی مراد آپ کی حدیث سے ہے کہ جو کھانا دو کی بھوک دور کر سکتا ہے وہ کھانا چار کو قوت پہونچا سکتا ہے۔ اس طرح آپ نے مواسات کی دعوت دی ہے گویا آپ نے فرمایا ہے جس کے پاس کھانا ہو اس کو محبت سے کام لینا چاہئے

کھانے کے آداب

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] بخاری شریف

ارشاد فرمایا۔

اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِی	جب برتن میں مکھی گر جائے تو اس
الْاِنَاءِ فَاغْمِسُوْهُ ثُمَّ	کو غوطہ دو پھر کھاؤ کیونکہ اسکے
کُلُوْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ	ایک پر میں شفاء ہے اور دوسرے
شِفَاءً وَفِی الْاُخْرٰی دَاءً	میں بیماری ہے اور وہ شروع میں
اِنَّهٗ یَبْدَاُ بِالَّذِیْ فِیْهِ	وہی گراتی ہے جس میں بیماری
الدَّاءُ	ہے

شیخ نے فرمایا اس حدیث میں مرض اور شفا کا ذکر ہے اور یہ بات طب روحانی سے تعلق رکھتی ہے۔ مشابہ حدیث حضرت بتلاتا ہے اس طرح کہ جو چیز فاسد ہے اس کو بنا دو اور جس کی اصلاح ممکن ہے اسکو باقی رکھو۔

یاد رہے اخلاقی بیماری دین کیلئے مضر ہے اور جسمانی بیماری بدن کے لئے مضر ہے اور اخلاقی بیماری سے بلایا پیدا ہوتے ہیں اس جگہ مرض سے مراد کبر ہے .... یعنی غرور پیدا ہوتا ہے اسکو ختم کیا ہے

سنت شریفہ سے ثابت ہے کہ ان کھانوں کا کھانا جائز ہے جس میں مکھی گر جائے کیونکہ مکھی میں خون نہیں ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اللہ تعالےٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ رخصت کو اختیار کرو جیسا کہ وہ اس کو پسند کرتا ہے کہ عزیمت کو اختیار کرو۔

اس رخصت کے بعد آدمی کے لئے یہ کبر کی نشانی ہے اور دین کے لئے فساد ہے کیونکہ بعض دفعہ اس کھانے اور پانی کو گرا دینے سے حرمت کا اظہار ہوتا ہے حالانکہ سنت نے اسکو مباح قرار دیا ہے اس لئے اگر ان چیزوں کو استعمال کیا جائے تو نفس مغلوب ہو جاتا اور ایک قسم کی تابعداری ظاہر ہوتی ہے۔

اسہال کے ذریعہ جس طرح فاسد غذا اور فاسد مادہ کو جسم سے باہر

کر دیا جاتا ہے اسی طرح سے اس عمل سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور ذہن کی یہ تربیت بھی ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کو حقیر نہ جاننا چاہیے بلکہ سمجھا جائے کہ ان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت پوشیدہ ہے کافروں نے ان چیزوں کو حقیر جانتے ہوئے اعتراض کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ	اللہ تعالیٰ نہیں حیا کرتا مثال بیان
یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً	کرنے سے مچھر کی یا اس سے
فَمَا فَوْقَہَا	بڑے کی۔

ابن سماک نے کہا وہ ہارون رشید کے پاس پہنچے تو اس نے سوال کیا مکھی میں کیا فائدہ ہے۔ ابن سماک نے جواب دیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو نصیحت کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے

یہ بھی ممکن ہے کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری ہو اور دوسرے پر میں اس کا تریاق ہو جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے اور وہی چیز آپ نے ہمیں تعلیم فرمائی ہے

روزہ کی فضیلت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ	ابن آدم کے ہر عمل کا ثواب دس گنا
الْحَسَنَۃُ عَشْرَ اَمْثَالِہَا اِلٰی	سے لیکر سات سو گنا تک زیادہ
سَبْعَۃِ مِائَۃِ ضِعْفٍ قَالَ	ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر
اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمُ	روزہ وہ میرے لئے ہے اور
فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ	میں ہی جزا دونگا۔

شیخ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے روزہ کی اضافت اپنی طرف کی ہے کیونکہ روزہ وہ عبادت ہے جو دکھانے سنانے سے بالاتر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بھی ایک

صفت ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

هُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ   وہ کھلاتا ہے کھاتا نہیں ہے

غالباً اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ محض اپنے کرم سے تم روزے کی جزا دونگا نہ کہ استحقاق عبودیت کی بنا پر، اے انسان! اگرچہ صوم (امساک حاجات بشریہ) تیری صفت نہیں ہے میری صفت ہے لیکن تو نے میرے لئے کیا ہے اور محنت شاقہ برداشت کی ہے اس وجہ سے میں ہی اس کی جزا دونگا

شریف ابوالحسن علوی ہمدانی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کو خاص اپنے لئے فرمایا ہے اس وجہ سے روزہ حساب کے وقت مخالف کے حصہ میں نہ جاسکے گا اگرچہ دوسرے اعمال چلے جائیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ روزے کو نکالے گا اور اپنے شایان شان اس کی جزا دیگا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے "میں ہی روزہ کی جزا ہوں"

ابوالحسن نے فرمایا یعنی خدا کی معرفت اور یہ بہت بڑی جزا ہے اور اس کے مرتبہ کو کوئی جزا نہیں پہونچ سکتی۔ روزہ افطار کے وقت مومن کو جو خوشی ہوتی ہے وہ اس وجہ سے ہے جو چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص فرمائی تھی وہ ادا ہوگئی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد توفیق الٰہی کی خوشی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مومن کا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہے یعنی اب جبکہ اس کی عمر کا آفتاب غروب ہو رہا ہے تو اس کو اپنی سلامتی پر خوشی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ [۲]   مومن کا تحفہ موت ہے

اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت فرحت کا ہونا ظاہر ہے یعنی جب بندے خدا کی طرف نظر کرینگے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ہی اس کی

---

[۱] مشکوۃ شریف [۲] جمع الفوائد

جزا دونگا یعنی اپنی طرف نظر کرنے کی جزا دوں گا
روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو
سے زیادہ بہتر ہے جیسا کہ انسان تمام خوشبوؤں میں مشک کی خوشبو
کو زیادہ ترجیح دیتا ہے اسی وجہ سے اس کی مثال بیان فرمائی ہے
روزہ ڈھال ہے یعنی دنیا میں برائیوں سے ڈھال ہے اور آخرت
میں دوزخ سے [illegible] ڈھال ہے یعنی جس طرح آثار وضو اچھا ہی وضو
کا پانی [illegible] دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی اسی طرح روزہ دار کو نہ
چھوئے گی کیونکہ روزہ [illegible]
اس کے علاوہ روزہ کی ایک دوسری تعریف [illegible] وہ یہ کہ اعراض
تین قسم کے ہوتے ہیں اعراض نفس، اعراض خلق، اعراض دنیا۔
روزہ میں یہ تینوں اعراض پائے جاتے ہیں آدمی ترک طعام و ترک
شراب اور ترک شہوات کرکے ان تمام چیزوں سے اعراض کرتا ہے
اور یہ سب کچھ محض طلب رضائے الٰہی کے لئے ہے اس طرح انسان کے
درمیان اور خدا کے درمیان جو پردے ہوتے ہیں وہ دور ہوجاتے ہیں
پردے تین قسم کے ہیں حجاب نفس، حجاب خلق، حجاب دنیا۔ یہ تینوں حجاب
روزہ دار سے دور ہو جاتے ہیں اور وصل حق نصیب ہو جاتا ہے اسی لئے
ارشاد فرمایا ہے

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ — روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی
(الحدیث) — اسکی جزا ہوں

یعنی فرائض میں سے کسی فرض کو یہ نہیں ہیں رہا نماز کا معاملہ اس کا
بھی وقت معین ہے اور محدود ہے جب آدمی نماز سے فارغ ہوگیا تمام
پابندیوں سے آزاد ہوگیا اور روزہ کا وقت ممتد ہے کیونکہ وہ طلوع
فجر سے غروب شمس تک ہے اور تمام شرائع اسلام نماز، زکوٰۃ، حج اسی

وقت میں ادا ہوتے ہیں۔ روزہ میں جتنی طویل مدت نفس سے اعراض پایا جاتا ہے کسی عبادت میں اتنی طویل مدت اعراض نہیں ہے غالباً اسی وجہ سے ارشاد فرمایا

يَدَعُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ	اس نے اپنا کھانا پینا خواہشات
وَشَهَوَاتِهِ مِنْ اَجْلِي ۱؎	کو میری وجہ سے ترک کیا ہے

ذکر کا طریقہ

شیخ نے بسند متصل حضرت حسین رضؓ سے اور انہوں نے حضرت علی رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ بن عمران نے اللہ تعالیٰ سے ہاتھ اٹھا کر دعا کی

يَا رَبِّ اَبَعِيْدٌ اَنْتَ	اے رب کیا تو بعید ہے کہ تجھے
فَاُنَادِيْكَ اَمْ قَرِيْبٌ	پکاروں یا قریب ہے کہ آہستہ
فَاُنَاجِيْكَ فَاَوْحَى اللهُ	کہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی طرف
تَعَالٰى اِلَيْهِ يَا مُوْسٰى اَنَا	وحی کی اے موسیٰ جو میرا ذکر کرتا
جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ ۲؎	ہے میں اس کے پاس ہوں

"اَبَعِيْدٌ اَنْتَ" (کیا تو دور ہے) کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ذکر جہری کی اجازت طلب فرمائی تھی یہ نہیں کہ بعید سے مراد طول مسافت ہے اور ایسے ہی قریب سے مراد حلول نہیں ہے گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا تھا کہ جہر کے ساتھ دعا کروں یا آہستہ دعا کروں تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ایسے پکارو جیسے اپنے جلیس کو پکارتے ہو کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور پاس والے کو نہ زور سے پکارا جائے اور نہ بالکل خفی پکارا جائے کہ آواز بھی نہ نکلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱؎ مشکوٰۃ شریف ۲؎ ایضاً

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا — نہ اپنی دعا میں جہر کرو اور نہ آہستہ اور اسکے درمیان کا راستہ اختیار کرو

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگو! تم کسی غائب اور بہرے کو نہیں پکارتے ہو تم تو سمیع اور بصیر کو پکارتے ہو! حضرت ابو موسیٰ نے روایت کیا ہے کہ ایک سفر میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم نے بلند آواز سے تکبیر کہنا شروع کی تب حضور ؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں الٰہی میں آپ سے دور ہوں یا قریب ہوں؟ تاکہ میرا جو مقام ہو میں ویسا ہی طریقہ اختیار کروں اگر دور ہوں تو قرب طلب کروں اور اگر قریب ہوں تو مزید قرب حاصل کروں اور مقربین کی طرح پکاروں

دوگانہ رنج و عذاب است جان مجنوں را
بلائے فرقت لیلیٰ و صحبت لیلےٰ (مترجم عزیز الرحمن عفی عنہ)

حدیث پاک کے ظاہر الفاظ سے تو یہ ثابت نہیں ہے لیکن اس کے التزامی معنی یہی ہیں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا

انا جلیس من ذکرنی — جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسکے ساتھ ہوں

یعنی ہم سے دوری اور نزدیکی یا ہمارے نزدیک ہونے کی علامت ذکر کرنا ہے جو آدمی ہمیں یاد کرتا ہے جان لینا چاہیئے کہ میں اسکے ساتھ اور پاس ہوں۔

حدیث شریف میں قرب کی علامت تو ذکر فرمادی ہے لیکن بُعد اور دوری کی کوئی علامت ذکر نہیں فرمائی۔ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شفقت اور مہربانی کی وجہ سے ہے۔ یہ بھی جواب ہے کہ اوصافِ قرب

تفسیر ابن کثیر

اعلانیہ ذکر فرماویں لیکن اوصاف بُعد کو دلالۃً ذکر فرمایا ہے یعنی اے
بندو آپ اپنے کو مجھ سے یوں بعید محسوس کرتے ہو تم تو ہمارا ذکر کرنے
لے ہو اس وجہ سے تم قرب کے اعلیٰ مقام اور نزدیکی کے اعلیٰ مرتبہ پر
کیونکہ تم سے ہمارا قرب ایسا ہی ہے جیسا کسی جلیس کے ساتھ ہوتا
ہے اور حدیث پاک میں قرب کو بندے کے اعتبار سے ذکر کیا ہے
کہ انسان ذاکر کو اپنی فضیلت ظاہر ہو جائے اور یہ اس کے کرم اور
لطف کا معاملہ ہے آیت پاک ہے

ما یکون من نجویٰ ثلثۃ	نہیں ہوتی سرگوشی تین کی مگر
الا ھو رابعھم ولا خمسۃ	وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ
الا ھو سادسھم	پانچ میں مگر وہ انہیں چھٹا ہوتا ہے
یحبھم ویحبونہ	اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ
الآیۃ	اللہ سے محبت کرتے ہیں

فضیلت ذکر

شیخ نے بسند متصل خالد بن صفوان سے اور انہوں نے ایک انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:-

لوگو! جنت کے باغیچوں میں چرا کرو! عرض کیا ریاض الجنۃ (جنت کے باغیچے) کیا ہیں فرمایا مجالس ذکر۔ صبح اور شام ذکر اللہ میں نکلے رہو۔[1]

شیخ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اہل جنت کو اپنی طرف دیکھنے کے لئے نظر عطا فرمائی اسی طرح سے جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے پس اللہ تعالیٰ کا دنیا میں ذکر کرنا قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرنے کے مترادف ہے پس حضور قلب کے ساتھ زبان سے ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے

۱؎ مشکوٰۃ شریف

ذاکر ہے اس طرح وہ گویا جنت اور جنت کے باغیچوں میں ہے اور حضور م کا
یہ ارشاد گرامی

اُذْکُرُوْہُ فِی اَنْفُسِکُمْ ‏ اسکو اپنے جی میں یاد کرو۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دل میں اس کا ذکر کرو یعنی ذکر زبان اس
طرح ہو کہ قلب سے بھی ذکر ہوتا ہو اور حقیقتہً ذاکر یہی ہے بعض مشائخ
نے فرمایا " ذکر وہ ہے جس سے غفلت دور ہو"۔ لیکن وہ آدمی جو زبان
سے ذکر کرتے ہیں اور دل غیر حاضر ہوتا ہے وہ غافل ہیں اگرچہ انکی زبان
متحرک رہتی ہے اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا

وَاذْکُرْ رَبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ ‏ ذکر کر اپنے رب کا جب بھول جائے

یعنی جب تم اللہ تعالےٰ کے علاوہ سب سے غافل ہو گئے تو تم ذاکر ہو مشاہد
نہیں ہو جیسا کہ منافقین زبان سے اعتراف کرنے کی وجہ سے ذاکر تو تھے
لیکن غافل تھے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ ‏ کہتے ہیں گواہ ہیں ہم کہ آپ اللہ
رَسُوْلُ اللّٰهِ ‏ کے رسول ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے انکی تردید فرمائی

وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّکَ ‏ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ آپ اسکے
لَرَسُوْلُهٗ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ ‏ رسول ہیں لیکن منافقین جھوٹ
لَکٰذِبُوْنَ ‏ بولتے ہیں۔

بلکہ وہ زیادہ جھوٹے اور غافل تھے کیونکہ بات تو سچ کہی تھی لیکن بلا اعتقاد
کے کہی تھی تو اس روشنی میں حدیث شریف کا یہ مطلب ہے

کُوْنُوْا مُشَاهِدِیْنَ لَهٗ ‏ اس کا مشاہدہ کرنے والے ہو جاؤ
ذَاکِرِیْنَ لَهٗ ‏ اسطرح کہ تم اس کا ذکر کرتے ہو۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں ان کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ

کے احسان کو پہچانو! اسی طرح سے تم اس کے نقصان کو بھی پہچانو جب تم اس کا ذکر کروگے تو اس کی رحمت اور فضل تم پر نازل ہوگا اور اس کی توفیق کا مشاہدہ کروگے جو اس نے تمہیں اپنے ذکر کے لئے عطا فرمائی ہے ذکر زبان سے کرو اور ان چیزوں کا مشاہدہ تمہارے قلوب میں جاگزیں ہونا چاہیئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

جو یہ جاننا چاہے کہ اللہ کے یہاں اس کا کیا مرتبہ ہے
وہ نظر کرے کہ اللہ کا ذکر اس کے پاس کیسا ہے۔

پس جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے جسکو ذکر کے لئے منتخب کرلیا ہے بالفاظ دیگر اسکو اپنی رضا اور قرب کے لئے منتخب کرلیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے جب تمہیں پیدا کیا تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ تمہارے افعال بھی اسی نے پیدا کئے اور جو کچھ ہے یہ اس کی توفیق کی علامت ہے اور یہی علامت اس بات کی ہے کہ تمہارا مرتبہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کیا ہے۔ جان لو اعمال مقام کے لئے نشاندہی کرتے ہیں اس لئے تمہارے دل میں جس درجہ کا ذکر ہوگا اسی درجہ کا قرب تمہیں نصیب ہوگا تو اس کے لئے اپنے نفس کے نزدیک اپنا مقام تلاش کرو وہی مقام اللہ کے نزدیک ہوگا اگر یہ چیز تمہیں حاصل ہوگئی تو گویا شرح صدر اور صدق افعال نصیب ہوجائیگا تو گویا ذکر عمل مجازاۃ میں سے ہے جیسا تم کروگے ویسا ہی اللہ تعالےٰ کریگا اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ آسمانوں پر اعلان کردو کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں اے فرشتو! تم بھی اس سے محبت کرو اور اس کے اعمال کا استقبال کرو اس کے کم کو زیادہ اور اس کے چھوٹے کو بڑا بنادو۔ شیخ نے بیان فرمایا لیکن اس توجیہہ کے مقابلہ میں پہلے

معنی افضل ہیں۔

حقیقت ذکر شیخ نے بسند متصل حضرت عمر رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے (حدیث قدسی)

جب میرا بندہ میرے ذکر کی مشغولیت کی وجہ سے مجھ سے
نہ مانگ سکے تو میں اسکو مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں

یعنی جو آدمی کہ ذکر کی وجہ سے اپنے نفس اور دنیا سے بے خبر ہو گیا اور ہماری یاد سے اسکو مشغولیت اور رغبت زیادہ ہو گئی تو گویا اس کو حقیقت ذکر حاصل ہو گئی اور اس وقت آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ   اپنے رب کو یاد کر جب بھول جائے

یعنی اللہ کے سوا جب تو سب کچھ بھول جائے تو ذکر کر اپنے رب کا حضرت ابوہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ مکہ کے راستہ جمدان کی پہاڑی کے پاس تھے آپ نے فرمایا چلے چلو! مفردون آگے نکل گئے۔ ہم نے عرض کیا مفردون کون ہیں؟ فرمایا اللہ تعالےٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے[1]

شیخ نے فرمایا مفرد کے معنی یہ ہیں کہ اس کے ساتھ کوئی نہ ہو اس لئے حقیقت ذکر یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی چیز یاد نہ کرے اور وہی مفرد ہے ابوسعید خراز نے کہا عرفہ کی رات میں ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے قربت اور حضوری حاصل نہ رہی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کہنے والا پکارتا ہے

وہ آدمی سب سے دور ہے جو اللہ سے غیر اللہ کو مانگتا ہے

اس لئے جو آدمی غیر اللہ سے اللہ ہی کی وجہ سے غافل رہا تو اس کو اللہ تعالےٰ نے حق معرفت عطا فرما دیا اور یہ ایسی عطا ہے جو مانگنے والوں کی

---

[1] جمع الفوائد

چیزوں سے افضل ہے اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ — جس نے میرا ذکر کیا میں اسکے ساتھ ہوں

ور آخرت میں تو اسکو اس قدر ملیگا کہ نہ آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال ہی آیا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا اور اللہ تعالے اس سے فرحت و انبساط کے ساتھ ملاقات کریگا۔

بہرحال جس کی مشغولیت ذکر اللہ کے ساتھ زیادہ ہوگئی اور وہ مانگنے سے رہ گیا اس کو سائلین سے زیادہ اور افضل ملیگا کیونکہ سائلین بقدر بودیت ہی مانگ سکتے ہیں اور بندہ کی ہمت بہرحال قصیر اور کوتاہ ہے اور عطا کرنے والے کی ہمت نہایت اعلیٰ اور ارفع ہے اس لئے اس کی عطا کی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی کیونکہ

اللہ تعالے کے پاس جو کچھ ہے وہ خیر ہے اور باقی رہنے والا ہے اور وہ جواد بھی ہے اور کریم بھی

طبقات ذاکرین ذکر کرنے والوں کے تین طبقے ہیں ایک ذاکر یہ ہے جو زبان سے حمد و ثنا اور تکبیر کہے اور اللہ تعالے کے تمام اسماء حسنیٰ کا ذکر کرے یہ ذکر اس کا انیس ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا جلیس ہوگا اور اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا :۔

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ — اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے

اس ذاکر کے قلب میں اللہ کا ذکر قدر اور منزلت میں سب سے بڑا ہے اسی وجہ سے وہ مانگنے سے قاصر رہا اسی کو اللہ تعالے مانگنے والوں سے زیادہ دیگا

یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالے نے اپنی کتاب میں وعدہ کیا ہے

اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ — تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔

سائلین چونکہ فانی چیزوں ہی کو مانگتے ہیں اور اللہ نے ذاکرین سے اس

چیز کا وعدہ کیا ہے جو غیر مخلوق ہے کیونکہ خدا کا ذکر اس کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفت میں قدیم ہے

۲۔ دوسرا طبقہ ذاکرین قلوب کا ہے یہ لوگ قلب سے خدا کا ذکر کرتے ہیں یعنی ان کے قلوب میں خدا کی عظمت نقش ہو رہی ہے ان کو کسی وقت اس سے نسیان اور ذہول نہیں ہوتا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

ذکرنا ما کنا ننسیٰ فنذکر ۔ ولکن نسیم القلوب یبدو

یہ لوگ ذکر اللہ سے ادنیٰ ساعت کے لئے بھی غافل نہیں ہوتے

بعض اکابر نے یہ بھی کہا ہے ولذکر اللہ اکبر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس سے بہت بڑا ہے کہ زبان سے کیا جائے یا عقل اور اوہام سے اس کا احاطہ کیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

الٰہی میں آپکی ثنا کا احاطہ اور شمار نہیں کر سکتا تو وہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا اپنے آپ کی ہے

ان حضرات نے ذکر کو ایمان اور رسوم سے کہیں زیادہ خفی قرار دیا ہے اس لئے ان کے نزدیک اس ذکر کا ثواب بھی فہم سے بالاتر ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ ۔ کوئی جی نہیں جانتا کہ ان سے
لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۔ آنکھوں کی کونسی ٹھنڈک چھپا لی گئی ہے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان فرمایا ہے

میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیز تیار کر رکھی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خطرہ گزرا۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ ذَکَرَنِی فِی نَفْسِی — جس نے مجھے اپنے جی میں یاد
اَذْکُرُہٗ فِی نَفْسِی — کیا میں اسکو اپنے جی میں یاد کرونگا

تیسرا طبقہ ذاکرین کا یہ ہے جو اللہ کے ذکر کا مشاہدہ کرے اس کا تعلق نہ علم سے ہے نہ رسم سے اور نہ فہم سے اور نہ معلوم سے وہ مذکور ہوتے ہیں لیکن ان کا ذکر نہیں وہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کا علم نہیں وہ مراد ہوتے ہیں لیکن ان کا ارادہ نہیں وہ مطلوب ہوتے ہیں لیکن ان کو طلب نہیں ہوتی وہ مختار ہوتے ہیں ان کو اختیار نہیں ہوتا وہ وجود اور عدم میں بجز تسلیم کے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے اس لئے پہلا طبقہ متذکرین کا ہے اور دوسرا ذاکرین کا (اور واللہ اعلم یہ تیسرا طبقہ فانیوں کا ہوتا ہے)

روزہ جسم کی زکوٰۃ شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور م نے ارشاد فرمایا

لِکُلِّ شَیْئٍ زَکوٰۃٌ وَزَکوٰۃُ — ہر چیز کی زکوۃ ہے اور جسم کی زکوۃ
الجسد الصوم (جمع الفوائد) — روزہ ہے

زکوۃ مال کے لئے پاکی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً — ان کے مال سے صدقہ لے اور
تُطَھِّرُھُمْ — ان کو پاک کر

اس کی علت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے

چونکہ بیع (خرید و فروخت) میں کچھ لغویت اور جھوٹ واقع ہونے کا امکان ہے اس کو صدقہ سے دور کیا کرو

اس لئے صدقہ کو آپ نے پاکی اور تطہیر قرار دیا ہے زکوۃ سے اگرچہ بظاہر مال کم ہوتا ہے لیکن اس میں برکت ہے ایسے ہی روزہ سے جسم میں کمی واقع ہوتی ہے لیکن معنی کے اعتبار سے اس میں برکت ہے اور ثواب ہے

نقصان جسم کھانے پینے سے بدن میں جو فضول مادہ پیدا ہو جاتا ہے روزہ

اس کو دور کر دیتا ہے بظاہر ایک قسم کا نقصان ہے لیکن اس سے جسم فضول
مادہ سے پاک ہوجاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
اے جوانو! بأت (کنوارہ پن) کو اختیار کئے رہو یہ آنکھ کی
شرم اور فرج کی حفاظت کے لئے بہتر ہے اگر تم اس پر
قادر نہ ہو تو روزہ رکھو روزہ میں حفاظت ہے
اس طرح روزہ سے اچھے قسم کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں حضورؐ نے ارشاد
فرمایا ہے:۔
جب تم روزہ رکھو تو بیہودہ امور میں مبتلا نہ ہو اور اگر تمہارے
ساتھ کوئی جہالت کا برتاؤ کرے تو تم کہو! میرا روزہ ہے
بہرحال زکوٰۃ جس طرح فضول مال کو ختم کرتی ہے اسی طرح روزہ فضول مادہ
کو ختم کرتا ہے اور اچھے اخلاق پیدا کرتا ہے

آداب صلوٰۃ

شیخین نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا
ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

اَلَا یَخْشٰی اَحَدُکُمُ الَّذِیْ	تم میں سے ہر ایک کو ڈرنا چاہیئے
یَرْفَعُ رَاْسَہٗ قَبْلَ الْاِمَامِ	جو اپنے سر کو امام سے پہلے اٹھائے
اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰہُ رَاْسَہٗ	یہ کہ اللہ تعالےٰ اس کے سر کو
رَاْسَ حِمَارٍ	گدھے کے سر سے تبدیل کر دے

اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں بہت سی چیزوں کی عقوبت اور سزا بیان فرمائی
ہے مثلاً قتل کی سزا

۱۔ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا	جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل
فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا	کرے اسکی سزا جہنم میں ہمیشہ
فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ	رہنا ہے اور اس پر اللہ کا غضب
وَلَعَنَهٗ	اور لعنت ہے

اور زکوٰۃ نہ دینے کی صورت میں سزا یہ ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ (الیٰ قولہ) فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ	جو لوگ گاڑتے ہیں سونا اور چاندی کو (الی قولہ) پس تپایا جائیگا اس سے ان کی پیشانی اور ان کے پہلو کو۔

سودخور کی سزا یہ ہے

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَایَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ	جو لوگ کھاتے ہیں سود کو وہ کھڑا ہونگے جیسا کہ آسیب زدہ کھڑا ہوتے ہیں

یتامیٰ کا مال کھانے والوں کی سزا

اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا	وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔

زنا کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا ہے

الزنا یورث الفقر	زنا سے فقر پیدا ہوتا ہے۔

غرضکہ اس کی مثالیں بہت ہیں کہ جو سزائیں مرتکبین معاصی کو دنیا اور آخرت میں ملینگی۔ اسی طرح سے امام سے پہلے سر اٹھانے کی سزا دنیا ہی میں یہ ہے کہ اس کا سر گدھے کا سا سر بنا دیا جائے۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے "کیا وہ ڈرتا نہیں ہے" یعنی اس کی یہ سزا دنیا ہی میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے تو وہ محض اس کا کرم ہے وہ جس پر چاہے رحم کرے اور جس پر چاہے عذاب کرے" اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بھی منجملہ ان عقوبات میں سے ہو جو ذخیرہ کے طور پر جمع رہیں اور آخرت میں یہ سزا دی جائے۔

عورتیں فاسق ہیں

شیخ نے بسند متصل عبدالرحمٰن بن شبل سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الفُسَّاقَ ھُمْ اَھْلُ النَّارِ ۔ فساق ہی اہل نار ہیں

جب صحابہ رضؓ نے دریافت کیا کہ فساق کون ہیں تو آپ نے فرمایا عورتیں تب صحابہ نے عرض کیا حضور وہ تو ہماری مائیں بھی ہیں اور ہماری بیٹیاں بھی اور ہماری بہنیں بھی ہیں آپؐ نے فرمایا بیشک ! ان کے اندر یہ عادت موجود ہے

اِذَا اُعْطِیْنَ لَمْ یَشْکُرْنَ ۔ جب ان کو دیا جاتا ہے تو شکر نہیں کرتیں اور جب مصیبت
وَاِذَا ابْتُلِیْنَ لَمْ یَصْبِرْنَ ۔ میں ہوتی ہیں تو صبر نہیں کرتیں۔

یعنی عدم شکر اور عدم صبر کی بناء پر ان کو فاسق قرار دیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

قَلِیْلٌ مِنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ۔ میرے بندوں میں سے کم شکر گذار ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ بندوں میں شکر کم ہے اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ مومنین بندے انسانوں میں بہت کم ہیں اس لئے ان میں شکر گذار بھی بہت کم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

تم لوگوں میں اتنے ہو جتنا پورے سیاہ بیل میں چھوٹا سفید نشان ہوتا ہے ؎۲

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مومنین ہی میں شکر گذار کم ہوں کیونکہ شکور مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت شکر گذار پس شکور وہ ہے جو ہر حال میں شکر گذار ہو اور ذراسی بھی نعمت کی ناشکری نہ کرے اس طرح مومنین شکر گذار تو ہیں لیکن شکّار بہت شکر کرنے والے بہت کم ہیں اس آیت میں یہ بھی حکمت ہے کہ کم شکر گذار ہوں یا زیادہ سب کو اپنا بندہ قرار دیا ہے

؎۱ جمع الفوائد ؎۲ مشکوٰۃ شریف

اب فساق کے بارے میں معلوم ہونا چاہیئے۔ فسق کفرانِ نعمت کو کہتے ہیں اور عورتوں میں ترکِ شکر اور ترکِ صبر بہت ہے کیونکہ ان کو آلہ صبر اور شکر بھی کم ہے اور وہ عقل اور دین ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

میں نے ناقصاتِ عقل اور دین میں سے (جو مردوں کی عقل کو اڑا دیں) بجز عورتوں کے کسی کو نہیں دیکھا [1]

آپ نے ان کے دین کے نقصان کی علامت حیض کو قرار دیا اور نقصان عقل کی علامت شہادت کو قرار دیا اس سے ثابت ہوا کہ صبر اور شکر اوصاف عقل اور اوصافِ دین میں سے ہیں جس کی عقل کم اور دین کم ہوگا اس کا صبر اور شکر بھی کم ہوگا اس لئے جو اکثر احوال میں صبر اور شکر کو اختیار نہ کرے وہ اہل دین اور اہل عقل کے اوصاف سے خارج ہے اور ایسے آدمی کا ٹھکانا دوزخ ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ — ہم نہ نماز پڑھتے تھے اور نہ مسکین

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ — کو کھلاتے تھے

اس کا تعلق تو دین سے ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ — اور ہم تھے بحث کرنے والے بحث

الْخَائِضِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِ — کرنے والوں کے ساتھ اور جھٹلاتے

يَوْمِ الدِّينِ — تھے آخرت کے دن کو

اس کا تعلق عقل سے ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے دوزخ کے دروازے سے دیکھا تو اس میں اکثریت عورتوں کی ہے اور جنت کے دروازے سے جنت کو دیکھا تو اس میں اکثر مساکین کو پایا [2]

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] مشکوٰۃ شریف

رأسُ الحکمۃ شیخ نے بسند متصل حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَاْسُ الْحِکْمَۃِ مَخَافَۃُ اللّٰہِ[۱] اصل حکمت اللہ سے ڈرنا ہے

حکمت اس کو کہتے ہیں کہ ایسے کام کئے جائیں جن میں آفت اور فتور داخل نہ ہو سکے یعنی احوط اور اوثق (زیادہ احتیاط والا اور زیادہ بھروسہ کا) کو اختیار کرنا اور ایسا وہی کریگا جس کو خوف ہوگا گویا وہ ہر وقت نفس کا محاسبہ کرتا ہوگا اور دین کے معاملہ میں افراط اور تفریط سے دور ہوگا۔

اور حکمت کے معنی کاٹنے کے بھی آتے ہیں لگام جو گھوڑے کے منہ میں دیا جاتا ہے اس کا نام حَکَمَۃ ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے گھوڑے کو کھڑا کیا جاتا ہے حکمت کو حکمت اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ نفس کے لئے لگام ہے اور اس پر ایک روک ہے اور نفس پر قبضہ کئے رہتی ہے اس کو مشتبہ امور سے روک دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف یہ حکمت سے بھی بڑھ کر اور مضبوط ہے۔

فضیلت طلب علم شیخ نے بسند متصل حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علم کا طلب کرنا ہر مسلم پر فرض ہے اور فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں[۲]

پروں کو بچھانے سے مراد اس کے لئے تواضع اختیار کرنا ہے چنانچہ بازو جھکانے والے کو متواضع کہا جاتا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اپنے بازو اپنے متبع مومنین کے لئے جھکاؤ۔

---

[۱] جمع الفوائد [۲] مشکوٰۃ شریف

اور یہ تواضع صرف اہل علم کے لئے اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علم کو ہر چیز پر فضیلت دی ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے ا۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً — میں زمین میں خلیفہ کرنے والا ہوں

چنانچہ فرشتوں نے استفہاماً دریافت کیا اور بعض روایات میں استغطاماً (اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے) دریافت کیا تھا کہ جس مخلوق میں قتل اور فساد کا مادہ ہو کیا وہ اس قابل ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا

إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ — میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بہت سی چیزوں کے نام تلقین فرمائے اور پھر فرشتوں سے ان چیزوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا جب آدم علیہ السلام سے دریافت کیا تو انہوں نے فوراً بتلا دیا اس وقت فرشتوں کو اپنی ذلت محسوس ہوئی اور آدم کی فضیلت معلوم ہوئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر خضوع (سجدہ) کو لازم کر دیا تو سب نے تواضعاً سجدہ کیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ادب سکھایا اس لئے جہاں کہیں فرشتوں کو علم ظاہر ہوتا ہے وہ اس کے لئے تواضع اختیار کرتے ہیں اور وہ علم کی عظمت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، یہ تو طلباء علم کا مرتبہ ہے لیکن علماء ربانیین کا جو مرتبہ ان کے نزدیک ہے اور وہ ان کے ساتھ جس طرح پیش آتے ہیں وہ تو قیاس سے باہر ہے۔

کسب معاش شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبائے شامی زیب تن کئے ہوئے تشریف لائے اور منبر پر تشریف لیگئے

اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:۔

جس نے حلال طور پر سوال سے بچنے کے لئے اور بچوں کی پرورش پڑوسی کی مدد کے لیئے دنیا حاصل کی اس کا چہرہ قیامت میں مثل چودھویں رات کے چاند کے ہوگا اور جس نے حرام طور پر محض فخر ظاہر کرنے اور زیادتی دولت کے لیئے دنیا حاصل کی وہ اللہ تعالےٰ سے اس طرح ملاقات کریگا کہ اللہ تعالےٰ اس پر غصہ ہوگا

شیخ نے فرمایا اس سے ثابت ہے کہ دنیا بقدر ضرورت حاصل کرنا چاہئیے اور اس کا حصول ایسا ہونا چاہیئے جس طرح مضطر میتہ کو اختیار کرتا ہے اس لئے کہ حضورؐ نے اس کے لئے تین شرطیں لگادی ہیں وہ سب ضرورت میں داخل ہیں اسی طرح سے مضطر آدمی تلف اور ہلاکت کے درمیان ہوتا ہے اس لئے وہ بکراہت بقدر سدرمق اس میں سے لیتا ہے اور شہوت اور لذت کیلیئے اس کا استعمال جائز نہیں ہے اس لیئے سوال سے بچنا خود ایک حالتِ اضطراری ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ قیامت میں ایک شخص ایسا آئیگا کہ اس کا پورا چہرہ زخمی ہوگا۔ اس لئے جو آدمی آبرومندی کے لئے دنیا کماتا ہے نہ کہ افتخار اور محبت کے لئے اس کے لئے جائز ہے ورنہ دنیا سم قاتل ہے حضورؐ نے فرمایا

آدمی کے لیئے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے کو روزی کے لئے ضائع کرے۔

یہی حال پڑوسی پر مہربانی اور اس کی مدد کا ہے اگر کسی آدمی کے نہ تو پڑوسی ہوں اور نہ عیال ہو تو اسکو صبر اور قناعت اختیار کرنا چاہیئے اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کی تعریف فرمائی ہے۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ وَتَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا

انجان ان کو غنی جانے سوال نہ کرنے کی وجہ سے اور آپ انکو علامت سے جانتے ہیں کہ وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے

یاد رہے کہ آدمی کو تین امور کے علاوہ دنیا طلب نہ کرنا چاہیئے جس کو حضور ص نے ارشاد فرمایا ہے اس لئے جو آدمی ان ضروریات سے باہر جائیگا وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملیگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوگا اور حضور ص نے اس اندیشہ کا پہلے ہی اظہار فرما دیا ہے۔

وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الْفَقْرَ وَلٰكِنْ أَخَافُ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْا فِيْهَا (مشکوٰۃ)

قسم خدا کی میں تم پر فقر سے نہیں ڈرتا لیکن میں تمہارے اوپر کشادگی سے ڈرتا ہوں جیسا کہ تم سے پہلوں پر دنیا پھیلا دی گئی اور وہ اس میں جھگڑے

حضرت حسن بصری رح نے عمر بن عبد العزیز کی طرف لکھ کر بھیجا

جو آدمی دنیا سے مطمئن ہوگا اور خوشی میں ہوگا وہ اسکو مصیبت میں مبتلا کر دے گی یہ دنیا اپنے طالب کے لئے عار ہے اور دھوکا ہی دھوکہ ہے اور دنیا کا کم ہونا زینت ہی زینت ہے

اور حضرت ابن مسعود رض نے روایت کیا ہے کہ حضور ص نے ارشاد فرمایا

فقر بہت اچھا ہے اور بہت زینت کی چیز ہے مومن کے لئے جیسا سفید داغ کا بہترین گھوڑا ہوتا ہے۔

اور حضرت ابوذر رض نے روایت کیا ہے کہ میں حضور ص کے پاس آیا اور آپ بیت اللہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ارشاد فرمایا۔

رب کعبہ کی قسم مکثرون ہلاک ہوگئے اور یہ تین دفعہ فرمایا راوی

کہتا ہے مجھے اس سے بہت غم ہوا میں نے عرض کیا میرے
ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ کون ہیں؟ آپ نے ارشاد
فرمایا مگر جو لوگ (آپ نے دائیں بائیں طرف کو ہاتھ کے اشارہ
سے فرمایا) اس طرح خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ بہت کم ہیں اور
جو آدمی اس حال میں مرا کہ اس نے اونٹ اور بکریاں چھوڑیں
کہ ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی تو وہ قیامت میں آئیگا کہ وہ
اسکو اپنے پیروں اور سینگوں سے روندتی ہونگی (مشکوٰۃ)

شیخ نے فرمایا اس لئے دنیا کا طلب نیکی کیلئے ہونا چاہئے بہرحال دنیا
کا طلب کرنا ضرورتاً ہونا چاہئے اور اسکے لئے حلال صورت میں وہی شرائط
ہیں جو حدیث میں بیان ہو چکی ہیں۔ یاد رہے دنیا جس کے پاس بغیر طلب
کے بھی جمع ہو جائے وہ مکثر ہے اور مکثر ہلاکت میں ہے۔

بعض فلاسفہ نے اس آدمی کے بارے میں کہا ہے جو دولت پر
فخر کرتا ہے، تیرا فخر کچھ نہیں جو جود کو ختم کرتا ہے اور بخل کو پیدا کرتا ہے۔
اور ابوالقاسم حکیم نے فرمایا صاحب جود کو بہت فضیلت حاصل ہے اور یہ کیا
کم فضیلت ہے کہ اس پر تطہیر واجب نہیں یعنی زکوۃ۔ تطہیر تو اسی وقت
لازم آتی ہے جب میل ہوتا ہے اور جب میل ہی نہ ہو تو اس کو ضرورت تطہیر
(پاکی) ہی نہیں۔ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً — ان کے مال سے صدقہ لو اور انکو
تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا — اسکے ذریعہ پاک اور صاف کرو

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے کیونکہ
ان کے پاس میل ہی نہیں ہوتا ہے وہ مال سے آزاد ہوتے ہیں ان کے پاس
مال جمع نہیں ہوتا ہے یہی حال بچوں کا ہے کہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے
ان کے علاوہ جتنے دولت مند ہیں سب پر زکوۃ واجب ہے اور ان سب کو

پاک ہونے کی ضرورت ہے. غنی وہی ہیں جو تطہیر پاکی سے بری، حرام پر عذاب سے بری، حلال پر حساب سے بری ہیں الحمدللہ رب العالمین

ہم نے فقرا اور اہل فقر کے لئے ایک کتاب نہایت جامع ترتیب دی ہے جسمیں بہت سے اخبار اور آثار اور بہت سے دلائل نثر و نظم کے طور پر موجود ہیں ان کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے وباللہ التوفیق

حدیث دیگر حضرت انس رضؓ نے روایت کیا ہے کہ جب مہاجرین مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے حضور صؐ سے عرض کیا ہم جن لوگوں کے درمیان ہیں وہ بہت خرچ کرنے والے اور بہت محبت کرنے والے ہیں ہم نے ایسے لوگ دیکھے نہیں ہیں ہم کو ڈر ہے کہ یہ کہیں ہمارا تمام اجر نہ حاصل کرلیں آپ نے ارشاد فرمایا

ان کے لئے تمہاری دعائیں کیا ہونگی؟ (جمع الفوائد)

شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث میں دلالت ہے کہ فقیر محض اپنی دعا کی بدولت اور اپنی نیت کی وجہ سے وہ مقام حاصل کرلیتا ہے جو مالدار اپنا مال خرچ کرکے حاصل نہیں کرپاتا ہے اللہ تعالٰے نے ان ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے.

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ	جن لوگوں نے ٹھکانا بنایا دار کو اور
وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ	ایمان کو ان سے پہلے محبت کرتے ہیں
مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ	وہ مہاجرین سے اور نہیں پاتے
فِىْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا	اپنے سینوں میں کوئی غرض جو انکو
اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ	دیا گیا ہے اور ترجیح دیتے ہیں اپنے
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ	اوپر اگرچہ ان پر تنگدستی ہی کیوں نہ ہو

مہاجرین کو اپنی دعاؤں کی وجہ سے وہ مقام ملا جو انصار کو مال خرچ کرنے سے ملا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ تمہارا اجر فوت نہ ہوگا،

تمہاری دعا ان کے خرچ کرنے کا مقام ہے اس حدیث میں دلیل ہے کہ معطی کو دعائے خیر اور اچھا بدلہ دینا چاہیئے

حدیث دیگر شیخ نے بسند متصل حضرت انس رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جس نے آخرت کو اپنا غم بنا لیا اللہ تعالےٰ اس کے قلب میں غنی بھر دیتا ہے اور اس کے حالات کو درست کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جس نے اپنا غم دنیا کو بنا لیا اس کا فقر اس کے سامنے آتا ہے اور دنیا اس سے بھاگ جاتی ہے اور اس کے حالات پریشان ہوتے ہیں اور دنیا اتنا ہی آتی ہے جتنا مقدر ہے (مشکوٰۃ شریف)

شیخ نے فرمایا اس حدیث کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اس میں زہد کی ترغیب دی گئی ہے ترک دنیا کیا جائے اور اس کو خرچ کیا جائے اور آخرت کی طرف راغب ہوا جائے گویا کہ آپ نے ہدایت فرمائی ہے کہ جو آخرت کی طرف متوجہ رہیگا اس کو رزق فراغ اور نعمت آخرت حاصل ہوگی اور اس کے حالات اطمینان بخش ہونگے اور دنیا اس کے پاس یعنی نرمی اور سہولت بلاکسی تعب کے حاصل ہوگی اور یہی غنی ہونا ہے اور جس کو یہ خصوصیات حاصل نہیں ہیں وہ مالدار ہو کر بھی فقیر ہے

اور آخرت کے معنی یہ ہیں کہ رجوع الی اللہ اور اس کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے کیونکہ آدمی کے تمام حالات اللہ تعالےٰ کے حکم کے تابع ہیں اسلئے آخرت کی طرف وہی متوجہ رہیگا جو دنیا سے مستغنی رہیگا اور دنیا سے وہی مستغنی ہوگا جس کے سامنے سے آخرت کا پردہ ہٹ گیا ہوگا اور قلب میں بصیرت پیدا ہوگئی ہوگی اور قلب کی آنکھ سے اس نے آخرت کو دیکھ لیا ہوگا۔ اور جو آخرت میں مشغول ہوگیا وہ دنیا سے بے نیاز ہوگیا جیسا

کہ حضرت حارثہ رض نے فرمایا ہے

مجھے اپنے نفس کی معرفت دنیا سے ایسی حاصل ہوئی گویا
میں جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

ایسے آدمی کا غم صرف آخرت ہی ہوتی ہے کیونکہ نفس حریص ہوتا ہے جب دنیا سے بے رغبتی ہوگئی تو اب اسے آخرت کی حرص ہوگی حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو ان سے کہا گیا:

امیر المومنین! آپ دنیا سے زہد اختیار کرتے ہیں فرمایا
میرے پاس ایک بہت مشتاق نفس ہے جو دنیا کا
مشتاق رہتا ہے جب اس سے محروم ہو جائیگا تو آخرت
کا اشتیاق کرنے لگے گا

بہر حال دنیا ایسے لوگوں کو بلا طلب ملتی ہے گویا ذلیل ہوکر دنیا ان کے پاس آتی ہے اور دنیا کی مثال پیاس کی طرح ہے جتنا پانی پیا جائیگا اتنی ہی پیاس زیادہ ہوگی اور یاد رکھو دنیا بقدر مقدور ہی آئے گی اور کسی سے مقدور دنیا فوت نہیں ہوتا ہے جو آدمی دنیا میں لگ جائے اس کو توبہ کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے تاکہ دنیا کا یہ فقر دور ہو جائے اور اس کو آخرت کی رغبت حاصل ہو جائے۔ غرضکہ اس طرح حضور ص نے ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی طرف احتیاج کی دعوت دی ہے اسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ	ہمارے پاس بہت زیادہ ہے
۲۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ	اگر تم شکر کروگے تو ہم زیادہ کرینگے
۳۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ	اپنے رب سے مغفرت چاہو
كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلُ	وہ غفار ہے وہ تمہارے اوپر

السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا	پانی کا ریلا اتارے گا اور مدد
وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ	کرے گا اموال سے اور
وَّبَنِيْنَ	اولاد سے
۳ - اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا	کون ہے جو پہونچے مضطر کی
دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ	پکار کو جب وہ دعا کرے اور
	ہٹائے برائی کو

(تکمیل عبارت) ان آیات سے ثابت ہے کہ اگر امور دنیا میں شکر اور استغفار کو اختیار کروگے اور مثل مضطر کے جناب باری میں دعا کروگے تو مصائب و آلام دنیا بھی ختم ہو جائیں گے اور دنیا (اموال اور بنین) بلا طلب کے حاصل ہونگے اور ان کے شکر پر مزید اضافہ کیا جائیگا۔ دنیا کا ذلیل ہو کر آنا یہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسواں باب

معاصیات وکفارات وعذاب

اور

بعض علاماتِ قیامت

نا فل غضب سے ہو کر کرم پر نہ رکھ نظر
پُر ہے شرار و برق سے دامن سحاب کا

دسواں باب

معاصیات اور عذاب و کفارات

حدیث المنافقین | شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ

ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت حذیفہ کو منافقین کے بارے میں بتلایا اور فرمایا جب تک میں اجازت نہ دوں کسی کو بتلانا نہیں چنانچہ حضور؈ کا وصال ہوگیا اور حضرت حذیفہ رضؓ کو اجازت نہیں ملی۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت حذیفہ رضؓ سے قسم دیکر دریافت کیا کہ جن لوگوں کا حضور؈ نے تم سے ذکر کیا ہے میں ان میں سے تو نہیں ہوں؟ حضرت حذیفہ رضؓ نے عرض کیا قسم خدا کی میں آپ کے بعد کسی سے ظاہر نہ کروں گا[1]

---

[1] غزوہ تبوک سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ حضور؈ نے حکم دیا تھا مجاہدین اس راستہ سے گذریں اور میں اس سے گذرونگا (دو تنگ راستے تھے) رات کا وقت تھا جب حضور درمیان راستے پر پہونچے تو دس یا بارہ منافقین نے آپ پر حملہ کردیا حضرت حذیفہ رضؓ نے ان کو مار مار کر بھگا دیا اس وقت حضور؈ نے ان منافقین کے نام حضرت حذیفہ رضؓ کو بتلا دئے تھے ان منافقین کے نام سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں" سیرت رسالتمآبؐ "

شیخ نے فرمایا منافقین کے بارے میں بتلانے سے دو معنی ہو سکتے ہیں یہ کہ حضور نے منافقین کے صفات بتلائے ہوں، اس طرح حضرت عمرؓ اپنے بارے میں یہ جاننا چاہتے تھے کہ مجھ میں تو ان صفات میں سے کوئی صفت اس وقت نہیں ہے کیونکہ بعض دفعہ چیز کا پتہ صفت کے ذریعہ سے بھی ہو جاتا ہے اس طرح کبھی صفت بول کر اسم مراد لیتے ہیں اور کبھی اسم بول کر صفت، حضرت عمرؓ منافقین کے بارے میں یہی جاننا چاہتے تھے تاکہ ان صفات سے بچا جائے۔ رہا نفاق کا معاملہ وہ تو حضرت عمرؓ میں نام کو بھی نہیں تھا کیونکہ حضورؐ ان کو جنت کی بشارت دے چکے تھے اور منافق کو جنت کی بشارت نہیں دی جا سکتی کیونکہ منافق تو دوزخ کے نیچے والے طبقہ میں ہوگا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مومن میں نفاق کے بعض اوصاف ہوں اگرچہ وہ منافق نہیں ہوتا اسی کو حضورؐ نے حضرت حذیفہؓ کو بتلایا تھا یا کوئی صفتِ نفاق حضرت حذیفہؓ میں ہو اور اس کو حضورؐ نے بتلانا مناسب جانا تاکہ اس کو دور کیا جا سکے۔

ترکِ حج پر گناہ شیخ نے بسند متصل حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جو آدمی اس قدر زادِ راہ کا مالک ہے کہ بیت اللہ جا سکتا ہے پھر اس نے حج نہیں کیا وہ یہودی مرے یا نصرانی مرے[1] (اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے) کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا	اللہ ہی کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے جو راستہ کی طاقت رکھتے ہوں۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف

شیخ نے فرمایا یہودی اور نصرانی کا ذکر تشبیہ کے طور پر ہے یہ نہیں ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ کی شریعت پر مریگا کیونکہ ان کی شریعت میں تو حج ہے ہی نہیں وہ تو اس کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک روزہ، نماز، صدقہ، طہارت یہ قربت کی چیزیں ہیں اس طرح ترک حج سے مراد یہود و نصاریٰ کی طرح انکار حج ہوا اگرچہ زبان سے فرضیت کا اقرار ہی ہے اس طرح اس کو ایک اعتبار سے یہود و نصاریٰ سے مشابہت حاصل ہوئی جیسا کہ حضور ص نے ارشاد فرمایا

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ — جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔

کیونکہ لوگوں کی شناخت ظاہری اخلاق و عادات کے ذریعہ ہوتی ہے ان کے باطن کے ذریعہ نہیں ہوتی اس لئے بلا حج کئے مرجانا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہودی اور نصرانی اور موت کا ذکر اس جگہ اس وجہ سے کیا ہے کہ حج کے وقت میں مرنے کے وقت تک گنجائش ہے۔ اس لئے بلا حج کئے مرجانا اس میں ترک انکاری پایا جاتا ہے اور یہ فعل یہود اور نصاریٰ کا ہے

چیزوں پر لعنت کرنا

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ:

ایک مرتبہ حضور ص اپنے صحابہ رض کے ساتھ چلے جارہے تھے کہ آپ نے سنا کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی پر لعنت کرتا ہے۔ کچھ دور چلنے کے بعد آپ نے فرمایا لعنت کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا میں حاضر ہوں۔ فرمایا اس کو چھوڑ دے لعنت ہوچکی ہے [1]

شیخ نے فرمایا اس کے معنی یہ ہیں۔ تیری لعنت کی وجہ سے اس کا مقتضا یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دے کیونکہ لعنت کے اقتضائی معنی یہی ہیں۔ یا آپ نے

---

[1] خیر المواعظ از بیہقی

تا دیا ایسا فرمایا تھا کہ پھر دوبارہ ایسا نہ کرے۔ دوسری حدیث میں حضور م نے ارشاد فرمایا ہے۔

جب آدمی اپنے بھائی پر یا کسی چیز پر لعنت کرتا ہے اگر وہ چیز اس کے اہل نہیں ہوتی تو وہ لعنت اسی کی طرف لوٹ آتی ہے۔ [۱]

اس لیے جب اس آدمی نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی اور یہ ظاہر ہے کہ اونٹنی اس کے اہل نہیں تھی تو وہ لعنت اسی آدمی کی طرف آ گئی اور اگر وہ چیز اس قابل ہے تو اس پر پڑ گئی اور اس صورت میں اسکو نکال دینا چاہیئے اور اس سے انتفاع جائز نہیں ہے۔

جن پر رحم نہ ہوگا

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عمر رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تین آدمی وہ ہیں کہ جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت میں نظر نہ کریگا عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے والا، شراب پینے والا۔ بلا کیئے احسان جتلانے والا۔ [۲]

شیخ نے فرمایا عصر کے بعد کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ دن کے اعمال ختم ہونے کا آخری وقت یہی ہے اس طرح اس کے اعمال کا خاتمہ گناہ پر ہوا اور حضور م نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ — اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے۔

اور آپ صلعم نے ارشاد فرمایا:۔ کوئی آدمی اہل جنت کے سے اعمال کرتا ہے حد یہ ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان بقدر ایک بالشت فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر الٰہی سامنے آ جاتی ہے تو پھر وہ دوزخیوں کے کام کرنے لگتا ہے اس طرح وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ اسی طرح عصر کے وقت جھوٹی قسم

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] جمع الفوائد

کھانے والے کے اعمال کا خاتمہ ، اہل نار کے عمل پر ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس کی عمر کا آخری دن ہو اس طرح اس کا آخری عمل گناہ ہوا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی طرف التفات نہ فرمائیگا۔ یہی معاملہ شراب نوش کا ہے حضور ص نے شراب بنانے والا ، شراب بنوانے والا ، شراب لانے والا اور جس چیز پر شراب لائی گئی ہے ، شراب بیچنے والا ، خریدنے والا ، کاتب ، شاہد ، پینے والا ، ان سب پر لعنت کی ہے اور شراب خور ان سب کو جامع ہے اس طرح وہ سب لعنتوں کو اکٹھا کیئے ہوئے ہے ایسی حالت میں اگر اس کی موت آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہ کریگا۔ اور احسان جتلانے والا گویا خدا سے براہ راست جھگڑا کرنے والا ہے کیونکہ احسان جتلانا صرف خدا ہی کے لئے زیبا ہے کیونکہ وہ اپنی ملک ذاتی سے بلا وجوب اور استحقاق کے دیتا ہے اور خدا کے علاوہ کسی کا یہ حال نہیں ہے کیونکہ کسی چیز میں اس کی ملک ذاتی نہیں ہے سب چیز اللہ کی ہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی بھی بلا وجوب کے نہیں دیتا اللہ تعالیٰ ہی نے سب پر عطا کو واجب کیا ہے اس طرح آدمی احسان جتلا کر اس صفت میں (عملاً) خدا کے ساتھ مشارکت کا مدعی بنتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہ فرمائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ایمان والو! اپنے صدقات احسان
لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم	جتلا کر اور اذیت دیکر ضائع
بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ	مت کرو۔

اور نظر کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان پر رحم نہ کیا جائیگا اور رحم سے مراد یہ ہے کہ رحمت بھی نہ ہو اور عذاب بھی نہ ہو۔ اور رحمت یہ بھی ہے کہ خلود فی النار نہ ہو (یعنی دائماً دوزخی نہ ہو) اسلئے ان احتمالات کے تحت یہ معنی ہو سکتے ہیں ممکن ہے کہ موت کے وقت رحمت نہ ہو کہ جس وقت رحمت کے

فرشتے یہ کہتے ہوئے اترتے ہیں

فَلَاخَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ	آج تم پر خوف نہیں اور نہ تم
وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ	غمگین ہوگے

اور یہ بھی ممکن ہے کہ قبر میں رحم نہ ہو بلکہ قیامت میں رحم ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قیامت میں رحم نہ ہو بلکہ شفاعت میں رحمت ہو یا اس کے بعد رحمت ہو اور دوزخ سے نکال لیا جائے جیسا کہ دوسری حدیث میں گذر چکا ہے

کہ جب تقدیر غالب آتی ہے تو وہ دوزخیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے

اور دوزخیوں کا عمل کفر اور انکار اور شرک ہے جس کی مغفرت نہیں ہوگی کیونکہ اہل نار سے مطلقاً مراد وہی لوگ ہیں جنکو دائماً دوزخ میں رہنا ہے اور اس کے مستحق صرف کفار اثیم (گنہگار کافر) ہی ہونگے لیکن اہل صلوٰۃ وہ حقیقتہً اہل جنت ہیں کیونکہ وہ صرف دوزخ کی طرف کو جائینگے لیکن ہمیشہ رہینگے جنت میں۔ ان کا دوزخ میں داخل ہونا صرف تادیبا اور گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ہوگا اور اہل نار کے بارے میں تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے "وہ اس میں نہ مرینگے اور نہ جئیں گے" اس لئے اہل نار سب سے زیادہ بدبخت ہیں جنکو بڑی دوزخ میں جھونکا جائے گا جس میں وہ نہ مرینگے اور نہ جئینگے اسلئے کہ کفر کے علاوہ دیگر گناہ کافر بھی کرتے ہیں اور مومن بھی کرتے ہیں اور معصیت کفر سے کمتر درجہ ہے اور ان کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

۱۔ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَّآخَرَ سَيِّئًا	جنہوں نے عمل صالح کے ساتھ دوسرے گناہ ملائے ہیں
۲۔ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ	ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کر نہیں سکتے۔

جن کی طرف نظر نہ کیجائیگی

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت میں تین لوگوں کی طرف نظر نہ کریگا:

۱۔ بوڑھا زانی ۔ ۲۔ جھوٹا امام ۔ ۳۔ مغرور فقیر (جمع الفوائد)

شیخ نے فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں میں سے صرف ان ہی تین کو کیوں منتخب کیا ہے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان تینوں کے لئے گناہ کا ارتکاب کرنے میں کوئی ضرورت نہیں تھا

۱۔ چونکہ زنا غلبہ شہوت کی وجہ سے ہوجاتا ہے اور یہ حال شباب میں تو ممکن ہے کیونکہ عقل کم ہوتی اور شہوت زور دل پر ہوتی ہے اس موقعہ پر اسباب معصیت قوی ہوتے ہیں لیکن بوڑھے کے لئے ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہوتی اس حالت میں زنا کا ارتکاب دین سے لاپرواہی اور طبیعت کے کمینہ پن کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے اس لئے قیامت میں اس کی سب سے اول یہ سزا ہوگی کہ اللہ تعالےٰ ان کی طرف التفات نہیں کریگا جیسا کہ بوڑھے نے معاصی کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ کی طرف التفات نہیں کیا تھا

۲۔ جھوٹے امام کا معاملہ یہ ہے کہ جھوٹ دفع مضرت کے لئے اور نفع حاصل کرنے کے لئے بولا جاتا ہے اور امام کو اس قسم کا کوئی اندیشہ اور کوئی لالچ نہیں ہوتا وہ اگر جھوٹ بولتا ہے تو کمینہ کے کمینہ پن اور عدم التفات کی وجہ سے ایسا کرتا ہے سو اسکو بھی قیامت میں ایسا ہی بدلہ ملیگا

۳۔ مغرور فقیر۔ مغرور فقیر کا بھی یہی معاملہ ہے وہ غرور کرے تو کس بات پر۔ اگر کرتا ہے تو اس کی طبیعت کی دناءت اور کمینہ پن اور عدم التفات کی وجہ سے کرتا ہے سو اسکو بھی یہی جزا ملیگی

اس کے باوجود آیت مبارکہ میں اللہ تعالےٰ کے کرم کی طرف بھی دلالت

ہے۔ اگر یہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کریگا اور بعض صحابہؓ اور دیگر اکابر سے منقول ہے کہ جب یہ آیت پڑھی گئی

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ — تجھے تیرے رب کریم سے کس نے دھوکہ دیا

تو بعض جواب دینگے مجھے میرے نفس امارہ نے دھوکہ میں رکھا۔ بعض کہینگے میں نے دشمن سے امید کی وجہ سے ایسا کیا۔ بعض کہینگے آپ کے حلم اور کرم کی وجہ سے ایسا کیا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعذار کو قبول کر لے اور ان کو معاف کر دے۔

مذکورہ حدیث شریف میں جوانوں کو دلالت ہے کہ اگر وہ عالم شباب میں اور غلبہ شہوت میں زنا کریں اور پھر توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے عذر کو قبول فرمائیگا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جس کو ساٹھ سال کی عمر عطا کی اس کے لئے عذر نہیں ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اس سے قبل کا عذر قابل قبول ہے اور حضرت عبادہ بن صامت رضؓ نے روایت کیا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں غلبہ شہوت نہیں ہوتا ہے عقل تام ہو جاتی ہے حدت ختم ہونے لگتی ہے

تین مجرم

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حدیث قدسی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں قیامت میں تین آدمیوں سے جھگڑونگا وہ آدمی جس نے مجھے دیا پھر عذر کیا (خیانت کی) وہ آدمی جس نے آزاد آدمی کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کو کھایا۔ وہ آدمی جس نے مزدور رکھا اور مزدور نے کام پورا کر دیا لیکن

اجرت پوری نہ دی۔

شیخ نے فرمایا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی نے کوئی چیز اللہ کے لئے مقرر کی اور پھر اس سے پھر گیا۔ اور جس نے آزاد کو بیچا وہ غاصب ہے اور تیسری صورت ظاہر ہے ان کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے اور مدعی ہے اور مجرمین میں سے ان تینوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں حقوق العباد اور حقوق میں کامل درجہ کے قصور وار ہیں

بعض احادیث میں ہے کہ بعض اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور! اللہ تعالے قیامت میں اپنے بندوں کا کفیل ہوگا۔ فرمایا ہاں! اعرابی نے کہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِنَّ الْکَرِیْمَ	تعریف اللہ کی کریم جب حساب
اِذَا حَاسَبَ سَمِحَ وَاِذَا	کرتا ہے تو نرمی کرتا ہے اور جب حاصل
حَصَلَ وَهَبَ	کرتا تو بخشدیتا ہے

دوسرے معنی حدیث کے یہ ہیں کہ ان چیزوں کی اہمیت ظاہر کرنا مقصود ہے اور ڈرانے کے طور سے آپ نے ان کو بیان فرمایا ہے اور دوسرے معنی وہی ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں مذکور ہے وہ غنی ہے اس کے نزدیک معافی کے لئے کوئی گناہ بڑا نہیں ہے۔

اور وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کیا اس نے پوری امت کا جرم کیا ہے اسلئے کہ غلاموں کے احکام آزادوں کے مقابلہ میں کمزور ہوتے ہیں اس لئے آزاد کی جنایت تمام امت کی جنایت کے مترادف ہے اور امت کی جانب سے ولی اور خلیفہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور وہ آدمی جس نے مزدور کی اجرت سے منع کیا ہے اس نے تعاون کرنے میں خلل ڈالا اور انکار کیا ہے کیونکہ خرید و فروخت پیشے، اجارے

یہ تعاون کے لئے ہیں رزق حاصل کرنے کے لئے نہیں ہیں کیونکہ رزق تو مقسوم ہو چکا ہے وہ نہ تو گھٹیگا اور نہ بڑھے گا اور ان امور کو صرف اسباب اور ذرائع کا درجہ حاصل ہے کیونکہ تمام مخلوق اپنی ضروریات پوری کرنے میں محتاج اور مضطر ہے اور کوئی آدمی دوسرے سے مستغنی نہیں ہے جس نے اجرت نہیں دی اس نے اپنی ضرورت تو پوری کرلی اور دوسرے کی ضرورت کو روک لیا گویا اس کی مدد اور اعانت سے انکار کر دیا اس طرح اس نے مزدور کے معاملات میں خلل اندازی کی اس طرح اس نے بہت سے آدمیوں کو ضرر پہونچایا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ — جس نے بلا قصاص کے کسی کو قتل

فَقَدْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا — کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا

اس لئے جس نے امت محمدیہ میں خلل اندازی کی اور اسباب تعاون کو توڑ دیا تو اب پوری امت کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خصم اور مدعی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حضور رحیم و کریم اور مہربان ہیں جیسا کہ متعدد آیات میں اللہ تعالےٰ نے آپ کے اوصاف کریمانہ کا ذکر فرمایا ہے

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے اللہ تعالےٰ نے آپ کے کاموں کو اپنا اور آپ کی اتباع کو اپنی اتباع قرار دیا ہے تو قیامت میں بھی ان معاملات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعی ہونا بالفاظ دیگر اللہ تعالےٰ کا مدعی ہونا ہے جب یہ بات ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ سے ان لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ — میری شفاعت کبیرہ گناہ والوں کے لئے

کافر نہ بنو شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے :-

لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا	میرے بعد ناشکرے نہ ہو جانا
یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ	کہ بعض تم میں سے بعض کو قتل
بَعْضٍ [1]	کریں

شیخ نے فرمایا اس جگہ کافر سے مراد نعمت اسلام کا منکر ہے لیکن جو لوگ نعمت اسلام کے شکر گذار ہیں وہ لوگ صلہ رحمی کرتے ہیں ایک دوسرے پر زیادتی سے گریز کرتے ہیں حضور ص نے ارشاد فرمایا ہے

وَاللّٰہِ لَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی	قسم خدا کی تم مومن نہیں ہو سکتے
تَحَابُّوْا	جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو

منافق نہ ہو

شیخ نے بسند متصل حضرت عقبہ بن عامر رض سے روایت کیا ہے کہ حضور ص نے ارشاد فرمایا:

اَکْثَرُ مُنَافِقِ اُمَّتِیْ قُرَّاءُھَا [2]	میری امت کے اکثر منافق قاری ہیں

شیخ نے فرمایا اس سے نفاق فی العمل مراد ہے نفاق فی العقیدہ مراد نہیں ہے کیونکہ منافق جو کچھ ظاہر کرتا ہے اس کے خلاف کو چھپاتا ہے منافق ایمان ظاہر کرتا ہے اور کفر چھپاتا ہے، عمل سے آخرت کا طالب بنتا ہے لیکن دنیا اور اشیائے دنیا (اپنی تعریف) کو چھپاتا ہے اس کا ظاہر باطن کے خلاف ہوتا ہے اس اعتبار سے منافق فی العمل اور منافق فی العقیدہ میں زیادہ فرق نہیں ہے۔

مرض طاعون

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوموسیٰ اشعری رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَنَاءُ اُمَّتِیْ بِالطَّعْنِ وَ	میری امت کی فنا قتل اور طاعون
الطَّاعُوْنِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ	سے ہے عرض کیا حضور! طعن کو
اللّٰہِ اَلطَّعْنُ قَدْ عَرَفْنَا	تو ہم جانتے ہیں طاعون کیا ہے
فَمَا الطَّاعُوْنُ قَالَ	فرمایا تمہارے دشمن جن کا

---

[1] جمع الفوائد [2] جمع الفوائد

وَخزُ اَعْدَاءِکُمْ مِنَ الْجِنِّ[۱]   وخز[۲] ہے

شیخ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے مومن کو اپنے ساتھ خصوصیت عطا فرمائی ہے شیطان مومنین کا دشمن ہے وہ ان کو قتل کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالٰی مومنین کا حافظ و ناصر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ اَمْرَ الْمُؤمِنِ کُلَّہٗ خَیْرٌ   مومن کے تمام کام اچھے ہوتے ہیں

اور اللہ تعالٰی نے کافروں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:۔

۱۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ عَلَی الْکَافِرِیْنَ تَؤُزُّھُمْ اَزًّا   کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان کو چھوڑ دیا ہے وہ اچھالتا ہے ان کو اچھال کر

۲۔ وَقَیَّضْنَا لَھُمْ قُرَنَاءَ فَزَیَّنُوْا لَھُمْ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ   اور مقرر کر دیا ہم نے ان پر ساتھیوں کو پس مزین کر دیتے ہیں ان کیلئے انکے آگے اور ان کے پیچھے کو۔

اور بعض حالات میں مومنین کے متعلق بھی ارشاد فرمایا ہے۔

۳۔ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطَانُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا   پھسلا دیا ان کو شیطان نے ان کے بعض اعمال کیوجہ سے

۴۔ فَاَزَلَّھُمَا الشَّیْطَانُ عَنْھَا   پھسلا دیا ان کو شیطان نے

اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

۵۔ ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ   یہ شیطان کا کام ہے۔

---

[۱] رواہ احمد وطبرانی بعض روایت میں دغز ہے [۲] چبھونا

۶۔ وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ — ان کو شیطان نے ہی بھلایا ہے

اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس مقدس جماعت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور ان کو خصوصیت عطا فرمائی ہے

وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا — اللہ ان دونوں کا ولی ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

> ہر مومن کے ساتھ ۱۶۰ فرشتے ہوتے ہیں جو اس سے مکروہات اسی طرح دور کرتے ہیں جس طرح گرمیوں کے دنوں میں کمزور بکری سے مکھیاں دور کی جاتی ہیں اگر وہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائیں تو تم ان کو ہر نرم اور سخت جگہ دیکھو گے اگر ایک لمحہ کے لئے بھی وہ ہٹ جائیں تو شیاطین تمہیں اچک لیں [۱]

تو اسی طرح طاعون کا مرض شیطانی مرض ہے وہ شیطان کی جانب سے ایک چوکا (طعن) ہے اس میں مبتلا ہو کر اگر کسی کی موت واقع ہو جائے تو شہادت کی موت ہوتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

> دو طعن ہیں ایک وہ زخم جو دشمن ظاہر کی طرف سے کھلا ہوا زخم ہو اور وہ زخم جو دشمن غیر حاضر (شیطان) کی طرف سے غیر نافذ ہو یعنی کھلا ہوا زخم نہ ہو اور وہی وخز ہے [۲]

اہل لغت نے کہا ہے کہ وخز (نہ کھلا ہوا زخم) ہوتا ہے (جس کو اردو میں چونکا کہا جاتا ہے) دونوں قسم کے زخم میں شہادت ہوتی ہے جناب

---

[۱] حوالہ گذر چکا ہے [۲] بعض روایات میں اسکو اونٹ کے غدود کے مشابہ بتلایا ہے جمع الفوائد از طبرانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

شہیدوں اور متوفین میں آپس میں تکرار ہوتا ہے جب
کسی مطعون کی وفات ہوجاتی ہے شہید کہتے ہیں الہٰی!
یہ ہمارا آدمی ہے قتل ہوا ہے جیسے ہم قتل ہوئے اس لئے
اس کو ہمارے ساتھ کیجئے۔ اور موتیٰ کہتے ہیں یہ بستر پر
پڑکر مرا ہے ان کو ہمارے ساتھ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کیطرف
سے حکم ہوتا ہے اچھا دیکھئے ان کے اگر زخم ہوں تو
وہ شہید ہیں اور اگر نہیں تو شہید نہیں ہیں چنانچہ مطعون
کے زخم شہیدوں کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان کو
شہیدوں کے ساتھ کردیا جائیگا

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم سنو
کہ اس شہر میں یہ وبا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر وہاں پہلے سے موجود
ہو تو وہاں سے نہ نکلو ... اور ملک شام میں جب حضرت ابوعبیدہ رضؓ
اور حضرت معاذ بن جبل رضؓ کی اس مرض طاعون میں وفات ہوئی تو انہوں
نے فرمایا :۔

بھائیو! یہ ہمارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے
رحمت ہے۔

اسی طرح حضرت عمرو بن العاص رضؓ کا اس مرض میں انتقال ہوا اور انہوں
نے بھی یہی فرمایا۔ ان آثار میں طاعون کو وجع (بیماری) بتلایا ہے
ممکن ہے طاعون دو قسم کے ہوں مرض اور وبار اور خون اور صفرار
کے احتراق سے پیدا ہوجاتا ہے یا اس کے علاوہ جن وغیرہ کے سبب
سے ہو۔

اسی میں کی ایک قسم وہ ہے جو جن کا لگایا ہوا زخم ہوتا ہے اس سے

ایک پھوڑا پیدا ہوتا ہے اس میں درد ہوتا ہے جو خون کے جلنے سے پیدا ہوتا ہے اس سے جلد از خون مر جاتا ہے اگرچہ لفظا ہر انسانوں کا ساز خم نہیں ہوتا زخم انسان کو اللہ تعالیٰ نے قرح سے تعبیر کیا ہے

اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ	اگر تمہارے کوئی زخم پہنچا ہے
مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ	تو کافروں کے بھی اس کے مثل زخم
(الآیۃ)	پہونچا ہے

یہ قاف کے نصب اور رفع کے ساتھ پڑھا جاتا ہے نصب کے ساتھ زخم اور رفع کے ساتھ پھوڑا اسی وجہ سے طعن اور جرح دونوں کو قرح بولا جاتا ہے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوعبیدہ رضہ اور حضرت معاذ بن جبل رضہ نے اسکو وجع فرمایا ہے پس طاعون جو جنات کا زخم ہوتا ہے وہ ایک درد والی بیماری ہے جس سے الم شدید ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

اِنْ تَکُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ	اگر تم کو الم ہوا تو ان کو بھی الم
یَاْلَمُوْنَ کَمَا تَاْلَمُوْنَ	ہوا جیسا کہ تمہیں الم ہوا

اس لئے الم وجع ہے اور وجع مرض اور بیماری ہے پس قرح کی دو قسم ہیں ایک وہ زخم جو انسانوں کا لگایا ہوا ہو اور دوسرا قرح وہ جو فساد طبع کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے۔ بہر حال دونوں قراتیں (النصب و رفع) ایک دوسرے کی مخالف نہیں ہیں اسی طرح سے دونوں روایتیں ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

بہر حال جس طرح سے قرح کی دو قسم ہیں اسی طرح سے طاعون کی بھی دو قسم ہیں ایک تو بیماری، دوسرا جن کا لگایا ہوا زخم وہی طعن غیر نافذ (نہ کھلا ہوا زخم) دونوں زخم میں شہادت ہے اسی کو حضرت ابوعبیدہ رضہ اور حضرت معاذ رضہ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت قرار دیا ہے اور جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی امت کی موت
ان دو زخموں میں سے کسی ایک سے ہوگی طاعون سے یا طعن سے پس طعن
یا تو دین کے دشمنوں کافروں کی طرف سے ہوگا اور کافر مومنین کے دین کے
بھی دشمن ہیں اور دنیا کے بھی اور دوسرا طعن جسکو طاعون کہتے ہیں اس میں
اگرچہ دین کی سلامتی ہے لیکن اس سے بھی فنا اور موت واقع ہوگی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ آپ
نے اپنے صحابہؓ کے لئے شہادت کی دعا کی ہے جیسا کہ حضرت حارثہ اور
عمرو بن حزام نے شہادت کے لئے دعا چاہی تھی اور جیسا کہ حضرت عمر رضہ
نے اس کی تمنا کی تھی۔ مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضہ
نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَدْخُلُوْنَهَا جنت عدن ہے اس میں وہ لوگ داخل ہونگے

اور فرمایا جانتے ہو جنت عدن کیا ہے؟ اس کے پانچ ہزار دروازے ہیں
اور ہر دروازے پر دس ہزار حوریں ہیں اور بھیں نبی داخل ہوں گے اور ان صاحب
قبر کو مبارک ہو اور قبر شریف کی طرف اشارہ کیا یا صدیق داخل ہونگے
اور حضرت ابوبکر رضہ کو مبارک ہو یا شہید داخل ہوں گے اور میں یعنی عمر انشاء اللہ
شہید ہوں قسم اس ذات کی کہ جس نے مجھے حنتمہ سے نکالا ہے وہ شہادت
میری طرف بھیجے گا

شیخ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ حنتمہ کیا ہے میری کتاب میں ایسے
ہی ہے میری رائے میں حنتمہ حضرت عمر رضہ کی والدہ کا نام ہے اور محمد بن اسحٰق
نے کہا ہے کہ عمر رضہ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ ہے اور حضرت
علی رضہ نے بھی اسی قسم کی پیشین گوئی کی تھی ایک بدبخت اسکو اور اس کو
بھیگنے سے نہیں روک سکیگا اور اپنی گردن اور داڑھی کی طرف اشارہ کیا تھا
اور اسی طرح بہت سے صلحاء نے موت شہادت کی دعائیں مانگی ہیں اور

جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :
جس نے اللہ تعالیٰ سے صدق نیت کے ساتھ دعاء شہادت
کی ہے اس کو اللہ تعالیٰ شہیدوں کا درجہ دیگا اگرچہ وہ بستر
پر مرے

بنی اسرائیل کا واقعہ

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیئے شہادت کی دعا کی ہے اور حضور کا یہ ارشاد کہ تم سے پہلے لوگوں کی موت بھی شہادت ہے یعنی اس امت سے پہلے لوگوں کی شہادت اور اس قسم کے واقعات بنی اسرائیل میں زیادہ ہوئے ہیں چنانچہ ایک دن میں ستر ہزار موتیں طاعون کے ذریعہ ہوئی ہیں اور بعض نے کہا ہے دس ہزار ہوئی ہیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب بنی اسرائیل پر بلعم کا غلبہ ہوا تھا بد دعا کی وجہ سے اس کی زبان سینہ پر پڑی رہتی تھی اس کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ بلعم نے کہا تھا
دنیا اور آخرت کچھ نہیں یہ تو سب مکر اور حیلہ ہے ۔
چنانچہ کنعانیوں نے یہ طے کیا کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں عورتوں کو بھیجا جائے وہ جس سے صحبت کرنا چاہے کرے ۔ ایک عورت جسکا نام بشی بنت صورانی تھا (یہ شخص بنی اسرائیل کے سرداروں میں تھا) چنانچہ اس عورت سے بلعم نے زنا کیا تو زمری بن مشلوم نے دونوں کو قتل کر دیا اس وقت زنا عام ہونے کی وجہ سے طاعون پھیلا اور ستر ہزار بنی اسرائیل اس میں مر گئے ۔ نضر بن امیہ نے روایت کرنے کے بعد کہا
یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کی طہارت اور کفارہ
کا سبب ہوا اور یہ کفارہ بھی اسی قسم کا تھا جیسا کہ عجل کی
پوجا کرنے کی وجہ سے قتل عام کا حکم دیا گیا تھا
بہر حال صلحاء سے یہ بھی لوگ مراد ہو سکتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی مراد ہو سکتے ہیں

گناہوں کا کفارہ

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس نے بغیر اپنے مولیٰ کی اجازت کے غیر قوم سے دوستی کی
اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت ہو اور نہ اس
کا صرف قبول اور نہ عدل قبول (جمع الفوائد)

شیخ نے فرمایا دوسروں سے محبت کرنا یہ دلیل ہے کہ اپنے لوگوں سے رغبت نہیں ہے اس طرح یہ کفران نعمت ہے اور انکار احسان ہے اور ایسا شخص ظالم ہوتا ہے اور ظالم کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى	ظالموں پر اللہ کی لعنت
الظَّالِمِينَ	ہو

اس آیت میں لعنت سے مراد عذاب اور ذلت و رسوائی ہے اگرچہ یہ آیت کافروں کے بارے میں ہے لیکن اس سے بھی استغفار کرنا چاہیئے کیونکہ کافروں نے استغفار ترک کر دیا تھا اور فرشتے بھی استغفار کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح
وَيَسْتَغْفِرُونَ	کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں

اور عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ	جو اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور
وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُوْنَ	جو اُن کے گرد ہیں تسبیح کرتے ہیں
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ	اللہ کی حمد کے ساتھ اور ایمان
وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا	رکھتے ہیں اس پر اور مومنین کے
(الآیۃ)	لئے استغفار کرتے ہیں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ فرشتوں کی لعنت سے مراد یہ ہے کہ فرشتے
جن کے لئے استغفار نہ کریں

۲۔ الصرف اور عدل ان کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے
کہا ہے صرف سے مراد فرض اور عدل سے مراد نفل ہے بعض نے کہا ہے کہ
صرف سے مراد توبہ اور عدل سے مراد قربت ہے یعنی طاعت مراد ہے اور
قربت میں اور بہت سی چیزیں داخل ہیں قربت میں شفاعت بھی داخل
ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

لَا تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ — انکو شفاعت سے فائدہ نہ ہوگا

یعنی ان کے لئے شفاعت کرنے والا شفاعت نہ کریگا بعض نے کہا عدل
سے مراد فدیہ ہے یعنی اگر وہ قیامت میں کوئی فدیہ پیش کرنا چاہینگے تو ان
کا کوئی فدیہ قبول نہ ہوگا اور دنیا میں توبہ قبول نہ ہوگی اور یہی معنی حضرت
علی رضا نے بیان فرمائے ہیں۔

اور جن حضرات نے صرف کے معنی فرض اور عدل کے معنی نفل
قرار دئے ہیں اس سے یہ مراد ہے کہ ان چیزوں کی قبولیت اس طرح نہ ہوگی
جس سے رضا اور تزکیہ حاصل ہو اگرچہ اجر و ثواب کے تحت وہ قبول ہی
ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتے ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ جس نے فرائض کو شرائط اور آداب کے ساتھ ادا کیا ہے وہ قبول نہ ہوں
بلکہ ان پر اجر ملیگا البتہ یہ فرائض معصیت کے ختم اور مٹانے کا ذریعہ
نہیں ہونگے ان لوگوں کو معصیت پر عذاب اور عقاب ہوگا اور اگر معتزلہ کی
مراد اور معنی کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس آیت کا کیا ہوگا ؟

رد معتزلہ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَّ آخَرَ سَيِّئًا — ملاتے ہیں وہ نیک کاموں کے ساتھ دوسرے گناہ

لہٰذا وہ اعمال صالحہ جو گناہوں کو نہ ختم کر سکیں تو اعمالنامے میں گناہوں کی کثرت

ہوجائے گی اور معتزلہ کے نزدیک تو گناہوں سے اعمال صالحہ ہی ختم ہوجاتے ہیں اس طرح اعمالنامے میں صرف گناہ ہی گناہ ہوں گے

معتزلہ کے نزدیک گناہوں میں گناہ صغیرہ ایسے ہیں جو کبائر سے اجتناب کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں اور جو معاف ہوگیا وہ باقی نہ رہا لیکن ارتکاب کرنے والوں کی ان کے نزدیک کوئی طاعت ہی نہیں اس طرح دو باتیں سامنے آئیں ایک تو یہ کہ اجتناب کبائر سے صغیرہ معاف ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ ارتکاب کبائر سے اعمال صالحہ ختم ہوجاتے ہیں اس طرح قرآن پاک کی مذکورہ آیت نعوذ باللہ بالکل لغو قرار پائے گی۔

مذہب معتزلہ میں دوسری خرابی یہ ہے کہ کراماً کاتبین کی ضرورت نہیں ہے اور قیامت کے دن وزن اور حساب کی بھی ضرورت نہیں ان کے قول کے بطلان کے لئے بہت سی آیات اور احادیث ہیں کاتبین میں سے ایک نیکی لکھتا ہے اور دوسرا گناہ لکھتا ہے وزن بھی نیکی کا بدی سے ہوگا جس کی نیکیاں زیادہ ہونگی وہ نجات پائیگا اور جس کی نیکیاں کم اور گناہ زیادہ ہونگے وہ ہلاک ہوگا پس جب کسی بندے کے پاس نیکی اور گناہ نہ ہونگے تو وزن کی ضرورت نہیں اور جس کے نیکی اور گناہ برابر ہونگے وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا اور احادیث میں ہے میزان کے دو پلڑے ہیں ایک طرف نیکی رکھی جائے گی اور ایک طرف بدی۔ بہرحال معتزلہ کے قول حبط اعمال کے بطلان کے بارے میں بہت احادیث اور آیات ہیں قرآن پاک میں موجود ہے

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ	نہ بلند کرو اپنی آواز کو نبی کی آواز
صَوْتِ النَّبِيِّ (الیٰ قولہ)	پر (الی قولہ) یہ کہ باطل
اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ	ہوجائیں تمہارے اعمال۔

اس آیت کے معنیٰ ہمارے نزدیک یہ ہیں کہ نبی سے بات چیت کرنے

اور مسائل دریافت کرنے میں آواز کو بلند نہ کرو تمہیں ثواب نہ ملیگا اور اگر آواز کو پست رکھوگے تو ثواب ملیگا اور بڑا اجر دیا جائیگا اگر آواز کو پست نہ کیا تو اجر ختم ہوجائیگا اور ثواب کم ہوجائیگا یہ نہیں کہ ان کے سارے اعمال باطل ہوجائینگے یہی معنی قرآن پاک کی دوسری آیت کے ہیں ا۔

لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ — مت باطل کرو اپنے صدقات کو

وَالْأَذٰى (الایۃ) — احسان سے اور اذیت سے۔

یعنی اپنے نفسوں سے اپنے اعمال کا ثواب فوت مت کرو اور احسان جتلاکر اپنے اجر کو کم نہ کرو

لیکن یہ بات کہ کبائر سے بچنے میں گناہ معاف ہوتے ہیں تو اس سے مراد شرک ہے لیکن شرک کے علاوہ دیگر گناہ اللہ چاہے تو وہ معاف ہوجائینگے اور چاہے تو معاف نہ ہونگے اور ایک مدت تک عذاب کے بعد پھر نیکیوں پر ثواب دیا جائیگا اور ایمان کا ثواب تو دائمی ہے اور بہت ہے چنانچہ اس آیت کے بارے میں

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ — اگر تم ان کبائر سے بچو جن سے تم کو روکا گیا ہے

اس کے معنی کفر اور شرک کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ — اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہ کریگا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کر دیگا۔

اس لئے شرک کے علاوہ دوسرے گناہ معاف ہو سکتے ہیں اور یہ بات مشیت الٰہی اور شفاعت پر موقوف ہے اور دوزخ میں داخلہ ایک مدت تک ہی رہیگا اس کے بعد جنت میں داخلہ ایمان کی وجہ سے ہوجائیگا اور اعمال کا ثواب

اعمال کی حیثیت کے اعتبار سے دیا جائیگا۔

عام علماء نے آیت مبارکہ میں کبائر سے مراد کفر اور شرک یہودیت نصرانیت اور مجوسیت لی ہے۔ اب یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ کبائر جمع کا صیغہ ہے اور ایسے ہی تم کے صیغہ کے ساتھ خطاب ہے تو جواب اس کا یہ ہے ہر کبیرہ جب دوسرے کبیرہ کے ساتھ جمع ہو گیا تو کبائر ہو گئے اگرچہ شرک فرد واحد ہی ہے لیکن اس کے ساتھ جب دوسرے کبیرہ مل گئے تو کبائر ہو گئے اور یہ بھی جواب ہے کہ جمع کی وجہ سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ قبولیت سے مراد (جس کے بارے میں ذکر کیا جا چکا ہے) وہ قبولیت ہے جس پر ثواب تو ملیگا لیکن یہ قبولیت قابل ثنا اور ستائش نہیں ہے کیونکہ اس سے کفارۂ سیئات نہ ہو سکے گا یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ مثلاً نماز اس کے اس عمل زکیہ (دوسروں سے دوستی کرنا) کے لئے کفارہ نہ بن سکے گی اگرچہ دوسرے اعمال کے لئے کفارہ بن جائیگی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

کیا خیال ہے؟ اگر ایک آدمی کے گھر اور اس کے عمل کی جگہ کے درمیان پانچ نہریں ہوں جب وہ گھر سے چلے تو ایک نہر سے گذریگا تو اس کے جسم کا میل دور ہوگا اسی طرح پانچوں نہر سے گذرنے کے بعد کچھ میل اس پر رہ سکتا ہے؟ (یعنی نہیں) یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے جو نماز پڑھے گا اور استغفار کریگا تو پہلے گناہ معاف ہو جائینگے [۱]

دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے

ایک جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک درمیان کے وقت کا کفارہ ہو جاتا ہے [۲]

---

[۱] جمع الفوائد [۲] جمع الفوائد۔

اس حدیث کے اعتبار سے یہ معنی ہونگے کہ جب کبائر کا کفارہ نہ ہوسکا تو گویا یہ مقبول نہیں ہیں

کبیرہ گناہ دوسرے کی طرف نسبت کرتے ہوئے کبیرہ ہے یعنی ہر بڑا گناہ چھوٹے کے مقابلہ میں کبیرہ ہوتا ہے مثلاً مسجد میں تھوکنا گناہ ہے لیکن وہ مسلمان کو گالی دینے کے مقابلہ میں چھوٹا ہے ایسے ہی مال لینا جان لینے کے مقابلہ میں چھوٹا ہے یہ تو اضافت کے اعتبار سے ہے لیکن ممانعت کے اعتبار سے ہر گناہ کا تعلق نہی سے ہے اس لئے شرک کے علاوہ سب گناہ چھوٹے ہیں اور یہی گناہ ایسا ہے کہ جس کا نماز یا کسی چیز سے کفارہ نہیں ہوتا بلکہ قیامت میں وہ دیوان عمل میں موجود ہوگا جسکو چاہے اللہ تعالیٰ معاف کر دے اور چاہے معاف نہ کرے۔

ترک فضولیات

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ

کسی آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے کہ وہ فضول بات کو ترک کردے

شیخ نے فرمایا ترک مالایعنی یہ انسانیت کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے جب آدمی ایسا ہوجائے کہ مسلمان اس کے ہاتھ اور زبان وغیرہ سے محفوظ رہیں تو وہ مسلمان ہوجاتا ہے یعنی یہ اس کا اسلام ہے اور اس میں بھی اچھا اسلام یہ ہے کہ فضولیات ترک کردے اور حسن اسلام سے دوسری مراد یہ بھی ہوسکتی ہے جس کو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جانوں اور مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔

لہذا لوگوں پر واجب ہے کہ وہ مبیع (اپنے نفوس) کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مبیع کے سپرد میں التواکر دیتا ہے تو مشتری حق بیع کی وجہ سے مبیع کو بہر صورت حاصل کرتا ہے اس صورت میں تسلیم مبیع یہ ہے کہ اسکو سالم اور بلا التوا کے بطیب خاطر پیش کر دیا جائے اسی طرح سے مسلمان کا حسن اسلام یہ ہے کہ اپنے نفس کو بطیب خاطر اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر دے اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے فرمایا تھا کیا تم نے اسلام کو قبول کر لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا۔

۱۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ — میں نے اللہ رب العالمین کے لئے تابعداری اختیار کی

۲۔ وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ — اور اسی کی وصیت کی اپنے بیٹے اور یعقوب کو۔

اس لئے آدمی کا حسن اسلام یہ ہے کہ احکام میں اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے اس سے خدا ناراض ہوتا ہے اور قبول اسلام یہ ہے کہ فضولیات میں مبتلا نہ ہو اور مبیع میں کسی طرح نقص پیدا کر دینا یہی لایعنی ہے حاصل کلام یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر اظہار رضامندی کیا جائے اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو تعلیم فرمایا کہ رات کو جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو یہ پڑھا کرو

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ وَلَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا اِلَّا اِلَیْكَ وَاٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

اگر اس رات کو تیرا انتقال ہوگیا تو تیری موت فطرت پر واقع ہوگی

اس ارشاد میں اسلمت نفسی الیک سے مراد وہی تسلیم ہے ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اور وجہت وجھی سے مراد اللہ تعالےٰ کے علاوہ سب سے اعراض کرنا ہے اور الجات ظھری سے مراد اللہ تعالےٰ پر کامل توکل اور اعتماد ہے جو آدمی ان صفات سے متصف ہوگا اس کے نزدیک اللہ کے سوا کوئی چیز مطلوب اور مرغوب نہ ہوگی

نیکی اور بدی

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضرات صحابہ رضہ نے حضور صلعم سے عرض کیا کہ حضور! فلاں عورت دن بھر روزہ رکھتی ہے اور رات بھر نماز پڑھتی ہے لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کو ستاتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ دوزخی ہے پھر بولے حضور! فلاں عورت صرف فرائض ادا کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستاتی ہے۔ فرمایا وہ جنتی ہے [1]

دوسری حدیث میں ہے کہ فلاں آدمی رات بھر نماز پڑھتا ہے لیکن جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرنے چلا جاتا ہے آپ نے فرمایا وہ عنقریب اس سے باز آجائیگا [2]

شیخ نے فرمایا جو عورت اپنے پڑوسیوں کو ستاتی تھی اس کو اپنے اعمال پر عجب تھا اور وہ دوسروں کو حقیر جانتی تھی اور جو آدمی رات بھر نماز پڑھنے کے بعد دن ہوتے ہی چوری کرنے چلا جاتا تھا وہ آدمی اپنے نفس کو کوتاہ اور حقیر جانتا تھا اور جانتا تھا کہ چوری گناہ ہے اس کا ترک ضروری ہے اور رات بھر نماز وہ اسی وجہ سے پڑھتا تھا کہ کسی طرح اس سے یہ معصیت ترک ہوجائے اسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

الَّذِیْنَ خَلَطُوْا عَمَلًا — جنہوں نے اعمال صالحہ کے

---

[1] جمع الفوائد۔ [2] جمع الفوائد

وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى	ساتھ برائیوں کو ملا رکھا ہے
اللّٰهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ	اللہ تعالےٰ عنقریب ان کو توفیق توبہ عطا فرمائیگا۔

جو عورت پڑوسیوں کو ستاتی تھی وہ اس کو معصیت ہی نہیں جانتی تھی اس لئے توبہ کی توفیق کس طرح ہوتی کیونکہ جو معصیت کو معصیت جانے اسی کو توفیق توبہ ہوتی ہے دوسرا یہ بھی مطلب ہے کہ اس عورت کے عجب کی وجہ سے اس کی نیکیاں ختم ہو جاتی تھیں۔

اقوال زریں شیخ نے بسند متصل حضرت علی رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

۱۔ نماز ہر متقی کے لئے باعث تقرب ہے اور حج کمزور آدمیوں اور عورتوں کا جہاد ہے
۲۔ داعی جو عمل نہ کرتا ہو وہ ایسا ہی ہے جیسا بلا کمان کے تیر پھینکا جائے۔
۳۔ اپنے اموال کی حفاظت زکوٰۃ ادا کر کے کرو
۴۔ تقدیر پر بھروسہ کرنا نصف عیش ہے
۵۔ آپس میں محبت کرنا نصف عقل ہے
۶۔ غم نصف بڑھاپا ہے
۷۔ کم عیالدار ہونا بھی ایک مالداری ہے
۸۔ جو آدمی مصیبت کے وقت ہاتھ پیٹتا ہے اسکے اعمال ختم ہو جاتے ہیں
۹۔ رزق بقدر محنت اترتا ہے
۱۰۔ صبر بقدر مصیبت اترتا ہے
۱۱۔ فضول خرچ کو اللہ رزق سے محروم کر دیتا ہے
۱۲۔ امانت داری سے رزق بڑھتا ہے۔

۱۳۔ خیانت سے رزق گھٹتا ہے

۱۴۔ اگر اللہ تعالٰی چیونٹی کے ساتھ خیر کا ارادہ کرے تو اسکو پر نہیں دیتا

شیخ نے فرمایا کہ نماز باعث قربت اس وجہ سے ہے کہ وہ اعمال میں سب سے افضل ہے۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ — سجدہ کر اور قربت حاصل کر

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ سجدہ میں اللہ تعالٰی کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور حدیث میں متقی کی قید اس وجہ سے ہے کہ تقوی معیار قبولیت ہے اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ — اللہ تعالٰی متقیوں سے قبول کرتا ہے

۲۔ حج ضعیف لوگوں کا جہاد ہے کیونکہ حج میں بدن پر مشقت پڑتی ہے اور مال بھی خرچ ہوتا ہے اس لئے یہ کمزور لوگوں کے لئے جہاد کے درجہ میں ہے اگرچہ مجاہدین کے درجہ کا جہاد نہیں ہے اور یہی حال عورتوں کا ہے ان پر جہاد نہیں ہے لیکن سفر حج میں ان کو بھی مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے اس لئے یہ ان کا جہاد ہے

نوٹ:۔ بقیہ اقوال کو شیخ نے اپنی تشریح میں مشکل بنا دیا ہے اس وجہ سے شیخ کی تشریحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا کیونکہ تشریح کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بات آسان ہو جائے لیکن شیخ نے نکات بیان کرنے میں ان کو مشکل کر دیا ہے ہمارے نزدیک مذکورہ چیزوں کی لطافت ان کی شرح نہ کرنے ہی میں ہے۔

(اس جگہ ۱۹۲ لغایتہ صـ۱۹۸ میں خالی ہے) اس وجہ سے صـ۱۹۹ کی حدیث سے ترجمہ شروع کیا گیا ہے)

سفر عذاب ہے

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ	سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے تم کو
يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَ	نیند کھانے پینے سے محروم
طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ	کر دیتا ہے

شیخ نے فرمایا ممکن ہے کہ یہ اس سفر کے لئے فرمایا ہو جو طلب دنیا کے لئے ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَسْعَوْنَ	ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس
فِيْمَا يُدْرَكُ	چیز کے لئے محنت کرتے ہیں جو یقیناً ملے گی

حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہے کہ جب نطفہ رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے تو اللہ تعالے ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے وہ اس کی عمر اس کا رزق اس کی شقاوت اور اس کی سعادت لکھ دیتا ہے، اس لئے آدمی کی کوشش ایسی چیزوں میں کہ نہ جنکو مقدم کر سکتا ہے اور نہ موخر، اور نہ پھیلا سکتا ہو اور نہ گھٹا سکتا ہو محض تعب اور عذاب ہے اس لئے سفر سے مراد حرص دنیا کا سفر ہے۔ دوسری حدیث میں ہے

سَافِرُوْا وَتَغْنَمُوْا	سفر کر کے غنیمت حاصل کرو

اس حدیث میں سفر سے مراد جہاد فی سبیل اللہ والا سفر ہے اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا

۱۔ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ	اللہ نے تم سے غنیمت کا وعدہ کیا
كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا	ہے جسکو تم حاصل کرو گے۔
۲۔ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ	اللہ نے تم کو ان کی زمین کا ان کے

دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ — گھروں کا اور ان کے مال کا وارث کیا ہے

۳۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ — لوٹے وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ کہ انکو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ ہوئی

مسافر فی سبیل اللہ کو اللہ کی راہ میں کوئی برائی نہیں پہونچتی اور یہی اس کی صحت ہے اور مال غنیمت حاصل ہوتا ہے پس یہ غنیمت ہے اس لئے جس نے جہاد میں سفر کیا اسکو بدن کی صحت بھی حاصل ہوگی اور مال غنیمت بھی ملیگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا — اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام نکلنا دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہے

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث میں سفر سے مراد اللہ تعالیٰ کی کائنات زمین اور آسمان کو بنظر فکر دیکھنا مراد ہو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ — زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں

۲۔ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں

۳۔ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ — کیا نہیں کرتے زمین میں پس نظر کریں کہ کیسے وجود دیا خلق کو

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ — فرما دیجئے! سفر کرو زمین میں پس دیکھو! کیسا انجام ہوا

عَاقِبَةُ الْمُذْنِبِيْنَ گنہگاروں کا

دعوتِ فکر اس وجہ سے ہے اس سے یقین اور سکون اور طمانینت حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عقوبات پر یقین قائم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے

كَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ	ایسے ہی دکھلائیں ہم نے ابراہیم
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ	کو ملکتیں آسمانوں کی اور زمین
الْاَرْضِ لِيَكُوْنَ مِنَ	کی تاکہ وہ یقین والا ہو جائے
الْمُوْقِنِيْنَ	

اور یقین کا حاصل ہوجانا یہی صحت ہے اور اسکی ضد یعنی شک یہی مرض ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں مرض ہے

مرض سے مراد شک ہے اس لیے جس نے آسمان و زمین میں فکر کے ذریعہ سفر کیا اس کا شک دور ہو گا اور اس کو یقین حاصل ہوگا اور یہی صحت ہے اور مزید فوائد حاصل ہونگے اور یہی غنیمت ہے۔

عذاب قبر شیخ نے بسند متصل حضرت انس رضہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے ایک اجڑے ہوئے میدان میں داخل ہوئے (وہاں آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تھے) جب واپس آئے تو آپ پرخوف کے آثار تھے آپ نے فرمایا، اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالےٰ سے سوال کرتا کہ وہ تم لوگوں کو عذاب قبر سنا دے [1]

شیخ نے فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے تو عذاب قبر سننا اپنے لئے مناسب جانا البتہ آپ نے دوسروں کے لئے اسکو سننا ناپسند

---

[1] جمع الفوائد از مسلم و ن ئی

نہ کیا تاکہ احوال میت اور عذاب کے فرشتے ان سے پوشیدہ رہیں اگرچہ بعث بعدالموت پر انکا یقین تھا او مشرکین اس بارے میں اختلاف رکھتے تھے بعض بالکل ہی انکار کرتے بعض لوگوں کا کہنا تھا

ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا — کیا جب ہم ہوجائیں ہڈیاں اور
اَئِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ — بوسیدہ کیا ہم اٹھائے جائینگے۔

بعض لوگ اس کو محض ظن قرار دیتے تھے اور بعض اقرار کرتے تھے اگرچہ اسی کے ساتھ شرک کا بھی ارتکاب کرتے تھے جیسے آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم اور زہیر بن ابی سلمیٰ زید الفوارس بن حصین الضبی وغیرہ اور بہت سے مشرکین جاہلیت بعث کے بارے میں مختلف تھے اور اس بات پر متفق تھے کہ میت لذت اور الم کو محسوس نہیں کرتی چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو خبر دی جب آپ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور ان پر شاخ رکھی تو آپ نے فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں بلکہ ان میں سے ایک چغلخور تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے گریز نہیں کرتا تھا [1] اور آپنے حضرت صدیقہ عائشہ رض سے فرمایا

تَعَوَّذِیْ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ — اللہ سے عذاب قبر کے بارے میں پناہ طلب کر

عذاب قبر کے بارے میں احادیث بہت زیادہ ہیں لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اس کو بڑی بات جانتے تھے اور تعجب کرتے چنانچہ قلیب بدر (وہ گڑھا جنمیں کافروں کو ڈالا گیا تھا) اور حضورؐ نے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا تو صحابہ رض نے عرض کیا

اَتُنَادِیْ قَوْمًا قَدْ جَیَّفُوْا — کیا آپ اس قوم کو سناتے ہیں جو مردہ ہیں

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا

یہ لوگ تم سے زیادہ سنتے ہیں [2]

---

[1] ترمذی [2] تفسیر ابن کثیر و مظہری، رواہ بخاری۔

بہرحال صحابہ رضؓ اس کو عجیب سا جانتے تھے تو آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا الخ

یہ آپ نے اس وجہ سے فرمایا تھا تاکہ بات ان کے قلوب میں جم جائے اگرچہ خبر کے اعتبار سے تو اس پر یقین رکھتے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ زیادہ دہشت اور خوف کی وجہ سے خبر نہ دی تاکہ مردوں کا دفنانا ترک نہ کردیں اور اس طرح اہل نار کو دنیا ہی میں ذلیل سمجھنے لگیں اور ان کا دفن کرنا بند کردیں اور دنیا ہی میں مردوں کو بُرے القاب سے یاد کرنے لگیں اور دعا کرنا ترک کردیں۔

عذاب اور ثواب شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ رضؓ سے دریافت کیا جانتے ہو؟

مَنِ الْمُفْلِسُ قَالُوْا	مفلس کون ہے؟ عرض کیا ہم میں مفلس
اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَا	وہ ہے کہ جس کے پاس نہ کوئی
دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ لَهٗ	درہم ہو اور نہ سامان ہو۔

آپ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت میں روزہ نماز صدقہ حج لائیگا اور فلاں پر ظلم کیا تھا اور فلاں کا مال کھالیا تھا فلاں کو مارا تھا فلاں کو گالی دی تھی پس اس کی نیکیوں کو اس کے بدلہ میں دیدیا جائیگا اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو اس کے گناہ اس پر ڈال دئے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائیگا [1]

شیخ نے فرمایا بعض حضرات نے اتباعِ نفس اور اپنی خودرائی کیوجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عدل و حکمت کے

---

[1] حوالہ گذر چکا ہے

مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کے گناہ بلا کئے کسی دوسرے پر لاد دے اور اس کی نیکیوں کو لیکر دوسرے کو دیدے جس کی وہ نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے

۱- وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی — کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا

۲- وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ — اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا

اور اسی قسم کی دیگر آیات ہیں اس لئے یہ حدیث صحیح نہیں ہے ظاہر کتاب اللہ کے خلاف ہے اور از قبیل محالات سے ہے

یاد رہے اللہ تعالٰی نے امور دین کو بندوں کی عقل کے مطابق نہیں بنایا کہ ان کی عقول اس کی متحمل ہو سکیں اور ان کی فہم اس کا ادراک کر سکیں اللہ تعالٰی نے لوگوں کو اپنی مشیت کے تابع ہونے کو کہا ہے اور امر و نہی کو علم و حکمت کے تابع کیا ہے۔ اگر عقل ہی کو معیار بنایا جاتا تو اکثر شریعت قابل رد قرار پا جاتی کیونکہ اللہ تعالٰی نے خروج منی پر غسل واجب کیا ہے اگرچہ بعض صحابہ رضہ کے نزدیک منی پاک ہے اور ایسے ہی فقہاء امت نے بول و براز کے اخراج پر صرف غسل اطراف (ہاتھ پیر وغیرہ) کو واجب کیا ہے حالانکہ بول و براز کی نجاست پر سب کا اتفاق ہے بلکہ تمام انسانوں کا یہی کہنا ہے اسی طرح ریح کے خارج ہونے پر بھی یہی حکم ہے حالانکہ ریح کوئی قائم رہنے والا جسم نہیں ہے ایسے ہی اللہ تعالٰی نے دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک تین درہم کی چوری پر یہ حکم[1] ہے اور اس کے بعد چاہے کوئی ایک لاکھ درہم چرائے اس کا بھی یہی حکم ہے اسی طرح سے میراث کے احکامات کا معاملہ ہے کہ ماں کے لئے بیٹے کے ترکہ میں سے ایک تہائی ملیگا اور اگر اس کے

---

[1] یہ امام مالکؒ کا مسلک ہے

کوئی بھائی بھی ہے تو پھر ماں کو چھٹا حصہ ملیگا چاہے بھائی کو کچھ ملے یا نہ ملے
یہ تمام ایسے ہیں کہ عقول کو بجز تسلیم وانقیاد کے کوئی چارہ نہیں ہے
(۲) اس کے بعد آپ آخرت کے امور کی طرف آئیے! اللہ تعالے نے
وعدہ اور وعید کے معاملہ میں بہت سی ایسی چیزوں کا وعدہ کیا ہے کہ جن
کو آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ ان کا دل ہی میں
کوئی خطرہ گذرا ثواب اور انعامات میں جو کچھ ملیگا وہ صرف اللہ تعالیٰ کا
فضل اور کرم ہوگا ایسے ہی عذاب کا معاملہ ہے کہ عقول ان کا تحمل نہیں
رکھتیں۔

قذف محصن یا محصنہ کا جرم اتنا بڑا ہے (حالانکہ مقذوف کا کیا
بگڑتا ہے) کہ ہمیشہ دوزخ میں رہینگے۔ ایک گھونٹ شراب پینے پر عذاب
شدید کا مستحق ہوجائیے اور اس کا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہو جو
اللہ کا دشمن تھا اور چارسو سال تک زمین میں قتل وغارت کا بازار گرم
رکھا تھا اس کو کون عقل سلیم تسلیم کرسکتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ظالم کی
حسنات کا ثواب مظلوم کو ایک جزا ہے جو اس کے صبر کی بنا پر ملیگی اللہ
تعالے نے فرمایا ہے

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ	جس نے صبر کیا اور معاف کیا بیشک
ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ	یہ بڑے اہم امور میں سے ہے

تو یہ ثواب اس کے صبر کی وجہ سے ہوگا اور ظالم کو اس کے فعل کی وجہ
سے عذاب دیا جائیگا ایک کے گناہ دوسرے پر ڈال دینا اور اس کی
نیکیاں سلب کرلینا یہ از قبیل عقوبات ہے اور یہ ظالم کو ملیگا اسطرح
ظالم اپنے کئے کی سزا اور اپنے ظلم کے بدلہ میں اس کو پائیگا۔ اس کو

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ	نہیں اٹھائیگا کوئی بوجھ دوسرے
اُخْرٰی	کا۔

کے تحت نہیں لایا جا سکتا یہ تو ظالم کی اپنی کمائی ہے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا ہے

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ	جس نے کسی کو بلا قصاص کے
اَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا	قتل کیا یا زمین میں فساد کے لئے کیا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا	گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ إِلَّا كَانَ	جو بھی قتل کریگا اس کا وبال آدم
عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ	کے پہلے بیٹے پر ہوگا (جس نے قتل کیا تھا)

شیخ نے فرمایا جب یہ جائز ہے کہ جو آدمی ہزار سال کے بعد (مثلاً) مرا اس کا وبال بھی آدم کے پہلے بیٹے کو ملیگا تو یہ بھی جائز ہے کہ ایک کے گناہ آخرت میں دوسرے پر ڈال دیے جائیں آدم کے بیٹے نے صرف ایک قتل کیا تھا اور اس پر قیامت تک کے تمام قتل ڈال دیئے جائیں گے۔ یہ ظالم کے ظلم کی سزا ہے اور مظلوم کو اس کے صبر کا بدلہ ملیگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ	صابروں کا اجر بلاحساب
أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ	ہے

یاد رہے ہمارا یہ قول معتزلہ کی تائید میں نہیں ہے وہ تو یہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر اسی پر مرگیا تو اس کی تمام نیکیاں ختم اور اس کو فرعون اور ہامان اور قارون کے ساتھ ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑے گا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ معاملہ قصاص اور بدلہ کا ہے کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلائی جائینگی اور اگر اس کے پاس نیکی نہ ہوگی تو اس کے گناہ اس کے ذمہ کر دیے جائینگے اور پھر سزا بھگتنے کے بعد اس کو دوزخ سے نکال لیا جائیگا اس کا ایمان اس کے لئے مفید ہوگا۔ معتزلہ تو اس کے ایمان کے فائدہ ہی کو ختم مانتے ہیں

فتنہ دجال شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عباس رضی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دجال کانا ہے اس کا سر درخت کی ٹہنی کی طرح ہے اور اس سے زیادہ مشابہ عبدالعزیٰ بن قطن ہے

دجال کے بارے میں بہت روایات ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے آپ نے ارشاد فرمایا جو نبی بھی آیا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا: میں اس کے بارے میں ایک ایسی بات بتلاتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں بتلائی. وہ یہ ہے:-

اِنَّہٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ — وہ کانا ہے اور اللہ کانا نہیں ہے

حضور نے اس عظیم فتنہ سے آگاہ کیا ہے تاکہ مومنین، عارفین کسی اشتباہ میں مبتلا ہو کر اس فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں. آپ نے ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالےٰ کے کوئی شے مشابہ نہیں ہے آپ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ اس کا خروج ایک سخت ترین زمانہ میں ہوگا وہ لوگوں کے اموال اور مواشی پر غالب آجائیگا اس وجہ سے ممکن ہے کہ لوگ اس کی زبان سے تصدیق کر دیں اور دل سے اس پر ایمان نہ لائیں زبان سے یہ اقرار بر بنائے تحفظ ہوگا وہ یہ تاویل کر لیں گے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ — مگر وہ جو زبردستی کیا گیا اور قلب اس کا ایمان کیساتھ مطمئن رہا

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت یہ رخصت نہ ہو کیونکہ جو اس کی تصدیق کریگا اللہ تعالےٰ اس کے دل کو بالکل پھیر دیگا اور اس کے ایمان کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ اس رخصت کے بارے میں کوئی خبر وارد نہیں ہوئی ہے

اس لئے جو لوگ دجال کی اتباع کریں گے ان کا ایمان قبول نہ ہوگا جیساکہ سورج کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے کے فتنہ سے ایمان قبول نہ ہوگا ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے

نوح علیہ السلام کے بعد ہر ایک نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے اور میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کی علامات بیان کیں اور فرمایا کہ شاید کہ بعض وہ لوگ جنہوں نے مجھے دیکھا ہے اگرچہ میرا کلام سنا ہو وہ اس کو پا لینگے۔ صحابہ رض نے عرض کیا حضور اس وقت ہمارے قلوب کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا ایسے ہی جیسا کہ آج ہیں۔

یعنی اس دن ہمارے دل اللہ کی معرفت میں کیسے ہونگے کیا ہمارے دل بدل جائینگے؟ آپ نے فرمایا تمہارے دل ایسے ہی ہونگے جیسا کہ آج ہیں کہ کسی فتنہ میں مبتلا نہیں ہوئے ہیں اور ان میں کوئی خلجان پیدا نہیں ہوا ہے۔

آپ نے دجال کی کچھ علامات اور حالات بیان فرمائے ہیں مثلاً وہ سرخ جسم والا، کانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔	سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ	ہم ان کو عنقریب عالم میں اپنی آیات دکھلائینگے تاکہ ان کو حق ظاہر ہو جائے۔
۲۔	وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ	زمین میں آیات ہیں یقین والوں کے لئے اور تمہارے نفسوں میں بھی پس کیوں نہیں بصیرت پکڑتے۔

تو جہاں بھی وجود انسانی میں منجملہ آیات ربانی کے ایک آیت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت اور ربوبیت پر کتاب اللہ میں بہت دلائل بیان فرمائے ہیں:۔

۳۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی ءَاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ	تعریف اللہ کی اور سلامتی ہو برگزیدہ بندوں پر اللہ بہتر ہے اس سے جس کو شریک بناتے ہیں
۴۔ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ	کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا تمہارے لئے آسمان سے پانی پس اگایا اس سے لہلہاتے باغ۔ تم نہیں ہو کہ اُگا سکو ایک پیڑ۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی خدا ہے؟ (یعنی نہیں)

یہ آیات اللہ تعالیٰ کے شریک کی نفی کرتی ہیں اور اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے

۵۔ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا	کس نے کیا زمین کو قرار کی جگہ
۶۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ	کون ہے جو پہنچے مضطر کی پکار کو جب وہ پکارے
۷۔ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	کون ہدایت دیتا ہے تم کو خشکی اور تری کے اندھیروں میں۔
۸۔ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ	کس نے شروع میں بنایا اور پھر لوٹائیگا۔

اس کے بعد اللہ نے اپنی ربوبیت کے اظہار اور اپنی الوہیت کے بارے میں

بیان فرمایا ہے۔

۹۔ اِنْ خَلَقَكُمْ لَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ تَنْتَشِرُوْنَ	تم کو مٹی سے بنایا پھر تم منتشر ہو جاؤ گے۔
۱۰۔ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا	تمہارے لئے تمہارے ہم جنس جوڑے بنائے
۱۱۔ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ	اس کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کا پیدا کرنا تمہاری زبان اور رنگوں کا اختلاف ہے

غرضکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت اور ربوبیت پر قرآن پاک میں بکثرت آیات ہیں ان سے شبہات کا ازالہ ہوتا ہے اسی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت سے دلائل بیان فرمائے ہیں اور بہت سی علامات اور آیات ذکر فرمائی ہیں منجملہ آیات میں سے دجال کا پیدا ہونا بھی ہے آپ نے اس کے بارے میں بیان فرمایا ہے

هُوَ اَقْمَرُ — وہ بہت سفید ہوگا۔

یعنی منجملہ انسانوں کی طرح وہ انسان ہی ہوگا لیکن خدا نہیں ہوگا کیونکہ خدا کانا نہیں ہے اور وہ کانا ہوگا، وہ شیطان بھی نہیں ہوگا اس لئے اس کے تسلط سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے اور اس کی ایذاؤں سے گھبرانا نہیں چاہیئے وہ بھی انسانوں کی طرح محتاج ہوگا اگر اللہ تعالے اس پر کسی مچھر کو مسلط کردے تو وہ اس کو دور نہیں کرسکتا وہ مچھر ہی اس کی خدائی کو ختم کردیگا اگر اللہ تعالیٰ اس کی کسی رگ کو ساکن کردے یا ساکن کو متحرک کردے تو اس کی ساری قدرت ٹھنڈی پڑ جائے گی اس طرح حضورؐ نے

ان لوگوں کی ہمت بندھائی ہے جو اس کے زمانہ میں ہونگے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ مال کے پہاڑ ہونگے اور پانی کی نہریں ہونگی؟ آپ نے فرمایا: اس کے باوجود اللہ تعالےٰ پر اس کا فنا کرنا آسان ہے۔ اور فرمایا

وَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ الْمُؤْمِنَ	وہ پختہ ایمان والے مومن کو نہ
الْمُوقِنَ فِي اِيْمَانِهٖ	ستا سکے گا جو اللہ کی صفات
الْعَارِفُ بِاللّٰهِ بِصِفَاتِهٖ	کا عارف ہے وہ تو گمراہ ہی کو
وَاِنَّمَا يُهْلِكُ فِيْهِ الْهَالِكُ	ہلاک کریگا۔

آپ نے ارشاد فرمایا لیکن اس کے باوجود ستر ہزار کی تعداد میں یہود اصفہان اس کے تابع ہو جائینگے اور وہ چادریں اوڑھے ہوئے ہونگے (یعنی ان کے لباس مذہبی ہونگے پھر بھی وہ دجال کے پیرو ہو جائینگے) اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے فرمایا کہ ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے خروج کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

دجال مشرق کی جانب سے خروج کریگا اس جگہ کا نام خراسان ہے ایک قوم اس کے ساتھ ہو جائے گی اور وہ قوم ترک ہو گی۔

حضورؐ نے خبر دی ہے کہ اس کے متبعین ہلاک ہو جائیں گے اور وہ یہود ہونگے اور دوسری حدیث میں خبر دی ہے کہ وہ ترک ہونگے جن کا نہ کوئی دین ہے اور نہ ان کے پاس کوئی کتاب و شریعت ہے ان کو دجال کی کیفیات سے شک ہو جائیگا اور وہ سب باطل تخیلات ہونگے آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

ایک قوم آئے گی اور دجال ان کو بھی دعوت دیگا مگر وہ اس کی تکذیب کرینگے وہ ان کے مالوں کو چھین لے گا وہ چیخ و پکار

کرینگے پھر ایک قوم آئے گی وہ دجال کی اتباع کرے گی ان کے لئے دجال آسمان سے پانی برسائے گا۔ زمین کو حکم کریگا تو اس میں پیداوار ہوگی۔ زمین کو حکم کریگا تو اس میں سے خزانہ برآمد ہوگا۔

ابوقیس نے بیان کیا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

جو اس کی تصدیق کریگا اور اس پر ایمان لے آئیگا (کہ وہ خدا ہے) وہ ہلاک ہو جائیگا۔ معلوم رہے وہ بالکل کانا ہے داہنی آنکھ کا (راوی کا شک) یا بائیں آنکھ کا۔ وہ اپنی صورت بدلنے پر بھی قادر نہ ہو سکے گا۔ تو وہ مردوں کو کس طرح زندہ کر سکتا ہے۔

شیخ نے فرمایا اس کی جانب سے خیال بندی ہوگی جیسا کہ جادوگر کیا کرتے ہیں اس لئے اس سے نہ ڈرنا چاہئے وہ کچھ نہیں کر سکتا اس کو کچھ قدرت حاصل نہیں جو اس وقت دین پر قائم رہیگا اس کو وہ ضرر نہ پہنچا سکیگا اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی جیسا کہ حدیث میں بیان فرمایا ہے:-

دجال کے ساتھ آگ اور پانی بھی ہوگا اس کی آگ ٹھنڈا پانی اور اس کا پانی آگ ہوگا۔

ابوسعید نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں ہے

وہ جب مدینہ منورہ کے قریب آئیگا اور مدینہ میں داخل ہونا چاہیگا تو اس کی طرف بعض آدمی (وہ اس وقت انسانوں میں سب سے افضل ہوگا) آئیگا اور کہیگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے۔ ہم سے حضور ص کی حدیث میں ایسا

ہی پایا ہے۔ دجال کہیگا اگر میں اس کو قتل کردوں پھر اس
کو زندہ کردوں پھر تو تمہیں شک نہ ہوگا وہ کہیگا نہیں!
دجال قتل کر کے زندہ کر کے دکھلائیگا اس وقت وہ آدمی
کہے گا کہ اب تو مجھے پورا یقین ہو گیا کہ تو دجال ہے دجال
اس آدمی پر قابو نہ پا سکے گا

اللہ تعالے اس وقت دجال کے ذریعہ جو کچھ بھی ظاہر فرمائیگا وہ صرف
انسانوں کی آزمائش اور امتحان کے لئے ہوگا اس وقت مومن اپنے
ایمان پر قائم رہینگے اور جن کو گمراہ ہونا ہوگا وہ گمراہی میں پھنس کر ہلاک
ہوجائینگے۔ اسی طرح کا ایک شعبدہ سامری نے دکھلایا تھا حضرت موسیٰ ؑ
نے اس سے فرمایا تھا

اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ	یہ تو تیرا جال ہے جس کے ذریعہ
بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِيْ	تو لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور ہدایت
بِهَا مَنْ تَشَاءُ	دیتا ہے۔

اسی طرح سے اللہ تعالے نے ابلیس کو انسانوں پر قدرت دی ہے کہ وہ
انسان کے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے اور ان کو آگے پیچھے دائیں
بائیں ہر جانب سے آکر گمراہ کرتا ہے اور حقیقتاً وہ کوئی نفع نقصان نہیں
پہونچاتا یہ قدرت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اللہ تعالے نے
فرمایا ہے

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ	میرے بندوں پر تیرا کوئی قبضہ
عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا	نہیں مگر وہ جو تیری اتباع
مَنِ اتَّبَعَكَ الْغَاوِيْنَ	کر کے گمراہ ہو گئے۔

یہی دجال کا معاملہ ہے باوجودیکہ اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا مومن اس
کو پڑھ لیگا لیکن کافر اس سے اندھا ہو جائیگا اور وہ نہ پڑھ سکیگا ایسا ہی

حدیث شریف میں مروی ہے۔

شان نبوت شیخ نے فرمایا یہ تمام امور جو دجال سے ظاہر ہونگے کسی بناوٹی نبی سے ظاہر نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر کوئی کافر دعوی نبوت کرنے لگے تو اللہ تعالے اس سے یہ امور صادر نہ ہونے دیگا کیونکہ نبی سے جو کچھ معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ صادق اور سچے ہوتے ہیں اور دجال سے جو ظاہر ہونگے وہ سب جھوٹے اور شعبدے ہونگے اللہ تعالے انبیاء کو معجزات ان کی تصدیق کے لئے عطا فرماتا ہے کاذبین کو عطا نہیں فرماتا اسی سے ان کا جھوٹ ظاہر ہوجاتا ہے دجال جو کچھ ظاہر کریگا وہ اس سے معلوم ہوگا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اسی وجہ سے وہ دعوی ربوبیت کریگا اس لئے دجال کے لئے وہ چیزیں جائز نہیں لیکن دعوی نبوت کرنے والے کے لئے کبھی بھی وہ ممکن نہیں ہوسکتیں شیطان بھی اس قسم کے شعبدے دکھاتا رہتا ہے آسمان سے کوئی کلمہ سنکر اور کاہنوں کو بتلا دیا اور کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا فلاں دن ہم نے ایسا ایسا نہ کہا تھا شیطان کا یہ عمل بھی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہوتا ہے اس لئے جس کو ہلاک ہونا ہوتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ — جسکو چاہے گمراہ کرے اور جسکو چاہے ہدایت دے

حدیث نواس بن سمعان میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا

فَمَنْ رَاٰهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَاْ فَوَاتِحَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ — تم میں سے جو دیکھے سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے

اسی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ وہ زمین میں کتنا قیام کریگا آپ نے فرمایا چالیس دن اس کا ایک دن ایک سال کے

برابر۔ اس کا ایک دن ایک مہینہ کے برابر، اس کا ایک دن جمعہ کے برابر لیکن اس کے تمام ایام مثل تمہارے دنوں کے ہونگے صحابہ رضؓ نے عرض کیا کیا اس دن ہمارے لئے ایک نماز اور ایک روزہ کافی ہوگا فرمایا نہیں

وَلٰکِنْ اَقْدِرُوْا لَہٗ — اس کے لئے اندازہ کرلو

صحابہؓ نے دریافت کیا اس کی رفتار کیا ہوگی فرمایا

کَالْغَیْثِ اِسْتَدْبَرَتْہُ الرِّیْحُ — مثل بادل کے کہ اس کو ہوا چلاتی ہے۔

اللہ تعالٰے کا کرم دیکھئے کہ وہ اس امتحان سے ایک سال دو مہینہ اور چند دن کی مدت میں مومنین کو نجات دیدیگا مومن اس مدت میں اپنے ایمان پر قائم رہینگے اور اس کے فتنہ سے نجات پائیں گے اس وقت اللہ تعالٰے حضرت عیسٰے بن مریم علیہ السلام کو دمشق میں منارۂ سفید کے پاس سے مبعوث فرمائیں گے وہ دجال کو قتل کر دینگے یہ حدیث صحیح ہے جس کو ابو نواس بن سمعان نے روایت کیا ہے اور حضرت ابوامامہؓ نے روایت کیا ہے کہ

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور دجال کا واقعہ بیان فرمایا (راوی نے طویل حدیث روایت کی ہے) اس میں ہے کہ تم میں سے جو کوئی دجال کو پالے وہ اس کے منہ پر تھوک دے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے جس نے سورۂ کہف کی آخر کی دس آیات تلاوت کیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

نوٹ:۔ اس باب میں جسقدر احادیث ہیں وہ ثابت ہیں اور اکثر وبیشتر مشکوٰۃ شریف میں ہیں بوجہ شہرت کے حوالہ نہیں دیا۔

بعض علامت قیامت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم میں جنوں کی اولاد کی کثرت نہ ہوجائے [۱]

شیخ نے فرمایا اولادِ جن سے مراد اولادِ زنا ہے اسلئے کہ لغت میں جن کے معنی چھپنے چھپانے اور ستر کے آتے ہیں اسی وجہ سے ڈھال کو جُنّہ کہتے ہیں کہ وہ چھپا لیتی ہے اسی طرح زنا نکاح سِر (چھپا ہوا نکاح یعنی وطی) ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اِعْلَنُوا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهَا فِي الْمَسَاجِدِ [۲] — نکاح کا اعلان کرو اور اسکو مساجد میں کرو

پس نکاح ظاہر مساجد میں گواہوں کی موجودگی میں اور اولیاء کی موجودگی میں ہوتا ہے اور زنا چھپ کر ہوتا ہے اسلئے اولادِ زنا کو اولادِ جن قرار دیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ چھپنے کی وجہ سے جن سے مراد سِر ہوا اور سر کو زنا کے معنی میں مراد لینا موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا — اور لیکن ان سے پوشیدہ وعدہ نہ لو

اس آیت میں سر سے مراد زنا ہے، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اولادِ زنا کی کثرت کی طرف دوسری حدیث میں اشارہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے

آخر زمانہ میں مرد کم ہوجائینگے اور عورتیں زیادہ ہوجائیں گی [۳]

اس طرح لفظ جن کنایہ ہے زنا سے اس کی قباحت اور فحش ہونے کی وجہ سے اس کو کنایۃً ذکر کیا ہے۔

---

[۱] جمع الفوائد [۲] مشکوٰۃ شریف [۳] مشکوٰۃ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارہواں باب

مغفرت — اور — انعامات

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ
وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ
عَذَابِي لَشَدِيدٌ

اگر تم نے شکر کیا تو ہم زیادہ
دینگے اور اگر ناشکری کی تو
ہمارا عذاب شدید ہے۔

گیارہواں باب

مغفرت ——— اور ——— انعامات

انسانوں کی لغزش شیخ نے بسند متصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث قدسی روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے فرمایا۔

میرے بندوں کی وہ خطا نہ لکھو جو اُن کے صبر سے باہر ہو کر ہوئی ہو

شیخ نے فرمایا (ضجر) سے مراد یہ ہے کہ صبر سے باہر ہو کر جو عمل ہو گیا ہو مثلاً مصیبت، بیماری، بھوک، پیاس وغیرہ جب برداشت سے زیادہ ہو جائیں اور اس وقت کچھ کہدیا جائے یا کرلیا جائے، وہ نہ لکھی جائیں یعنی وہ حوادثات جن میں انسان کے عمل اور کسب کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ وہ قضاء الٰہی سے انسان پر آپڑتی ہیں اس میں اس قدر تحمل اور صبر کیا کہ برداشت نہ کرسکا اور بیچین ہو کر کچھ کہدیا یا کرلیا وہ معاف ہیں کیونکہ انسان فطرتاً کمزور واقع ہوا ہے لیکن اس کے باوجود وہ آدمی صابر ہی کہلائیگا حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے فرمادیا تھا

لَئِنْ شَفَانِی اللّٰہُ لَاَضْرِبَنَّکِ مِائَۃَ ضَرْبَۃٍ — اگر اللہ نے مجھے شفا دی تو میں تیرے سو کوڑے ضرور مارونگا

اور اس پر انہوں نے قسم کھالی تھی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا

خُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِہٖ — لے اپنے ہاتھ میں جھاڑ اور مار

وَلَا تَحْنَثْ — اور تو حانث نہ ہوگا

اس عمل کے باوجود حضرت ایوب علیہ السلام اپنے صبر سے خارج قرار نہیں دیئے۔ اور وہب بن منبہ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کی تمام اولاد ہلاک ہوگئی تو انہوں نے مٹی اٹھا کر سر پر ڈال لی اور فرمایا

لَیْتَ اُمِّیْ لَمْ تَلِدْنِیْ — کاش کہ میری ماں نے مجھے نہ جنا

وَلَمْ اَکُ شَیْئًا — ہوتا اور میں کچھ بھی نہ ہوا ہوتا

اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن شیطان کو بہت خوشی حاصل ہوئی جب وہ آسمان کی طرف گیا تو دیکھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی توبہ پہلے سے موجود ہے اور ان کی وہ حرکت و عمل وہاں بالکل موجود نہیں ہے تو حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ عمل طول صبر میں ضجر کی وجہ سے تھا کیونکہ حقیقی مرتبہ میں ان کو مختلف تباہیوں کی خبر دی گئی انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اسی وجہ سے حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف کی گئی ہے

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا — ہم نے اس کو صابر پایا اور وہ

نِعْمَ الْعَبْدُ — اچھا بندہ ہے

تو حالت ضجر کے باوجود حضرت ایوب علیہ السلام کو صابر ہی قرار دیا گیا اس لیے صبر کرتے ہوئے اگر کسی آدمی سے قولاً یا فعلاً کوئی عمل ہو جائے تو اس کے صبر کا ثواب کم نہ ہوگا

اللہ کی طرف سے معافی

شیخ نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا

ہمارے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سال کھڑے تھے میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں یہ کہہ کر حضرت ابو بکرؓ اونٹ کی طرح بلبلا کر رونے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے معافی

کے طلبگار رہو اس لئے کہ یقین کے بعد اس سے زیادہ کوئی چیز بہتر نہیں ہے

شیخ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا کو آزمائش کی جگہ بنایا اور انسانوں کو حکم دیا ہے کہ اس کے بلایا اور مصائب پر صبر کریں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کریں اور تقضائے الٰہی پر راضی رہیں

یاد رہے اللہ تعالیٰ نے قلب میں آنکھ اور کان (دیکھنے اور سننے کی طاقت) بنائے ہیں جیسا کہ آدمی کے سر میں یہ دونوں چیزیں ہیں۔ آدمی جو کچھ قلب سے ادراک کرتا ہے وہ زیادہ قوی ہوتا ہے اور اس کا نام یقین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خبر پر یقین جمایا جائے اور ایسا سمجھا جائے کہ گویا اس کی خبر کا آنکھ اور کان سے مشاہدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۱۔ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ	صابروں کو پورا بدلہ بلاحساب کے دیا جائیگا۔
۲۔ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ	اگر تم صبر کرو تو یہ صابروں کے لئے بہتر ہے۔

اس اجر میں ایسا ہی یقین ہونا چاہیئے گویا مشاہدہ کر رہے ہیں جیسا کہ حدیث حارثہ اور حدیث معاذ میں مذکور ہو چکا ہے " سلیمان رح نے کہا ہے کہ مجھے میرے دوست ابن ثوبان نے بلایا اور فرمایا آج ہمارے ساتھ شام کا کھانا کھاؤ۔ میں نے کہا بہتر ہے۔ جب صبح ہوئی تو ثوبان نے کہا اگر رات آپ وعدہ کے مطابق نہ آتے تو میں یہ بات آپ سے بیان نہ کرتا:

رات میں نے جب عشا کی نماز کے بعد وتر ادا کیئے تو میرے سامنے جنت کا ایک سبز باغیچہ پیش کیا گیا اور میں صبح تک اس کا مشاہدہ کرتا رہا

شیخ نے فرمایا یہ صفت ان لوگوں کی ہوتی ہے کہ جنکو یقین حاصل ہوتا ہے

غور کرو جس طرح جنت کے مشاہدہ میں کسی چیز کا احساس نہ رہا ایسے ہی وہ آدمی جو بلا میں گرفتار رہا اور اس کے ثواب کا مشاہدہ کرتا رہا اسکو مصیبت بھاری نہیں معلوم ہوتی ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا

۱۔ مَنْ ضَرَبَ يَدَهٗ عِنْدَ	جس نے مصیبت کے وقت
الْمُصِيبَةِ حَبِطَ عَمَلُهٗ	ہاتھ مارے اسکا عمل باطل ہوجاتا ہے
۲۔ مَنْ لَمْ يَرْضَىٰ عَلٰى قَضَائِیْ	جو میری قضا پر راضی نہ ہوا اور
وَلَمْ يَصْبِرْ عَلٰى بَلَائِیْ وَ	میری مصیبت پر صبر نہ کیا اور
لَمْ يَشْكُرْ عَلٰى نَعْمَائِیْ	میری نعمتوں کا شکر نہ کیا وہ میرے
فَلْيَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ	علاوہ کسی دوسرے خدا کو تلاش کرے

ایسے ہی جسکو یقین حاصل ہوتا ہے وہ معاف کرنے کو سب چیز سے افضل جانتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ	الہی میں آپ سے معافی عافیت
الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَ	اور معافات کو دنیا اور آخرت
الْمُعَافَاةَ فِی الدُّنْيَا وَ	میں چاہتا ہوں۔
الْاٰخِرَةِ	

اس وجہ سے جب کوئی مصیبت آئے تو اس پر صبر کرنا چاہیئے اور اکثر یہ پڑھنا چاہیئے

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ

تجلیات اور مغفرت

شیخ نے بسند متصل حضرت ابوموسیٰ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ہے اور سونا اس کے مناسب بھی نہیں ہے وہ ترازو کو کبھی جھکاتا ہے اور کبھی اٹھا دیتا ہے رات کے گنہگار کے لیئے کہ وہ دن ہونے تک توبہ کرلے ہاتھ

پھیلائے رہتا ہے اور ایسے ہی دن کے گنہگار کے لئے
جب تک رات ہو اور وہ توبہ کرے ہاتھ پھیلائے رہتا ہے
اسی کی طرف رات اور دن کے عمل چڑھتے ہیں اس کا حجاب
نور ہے اگر وہ پردہ اٹھا دے تو سب جل جائے اور آنکھ
اس کا ادراک نہیں کر سکتی (مشکوٰۃ)

۱۔ شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے نوم کی نفی کی گئی ہے جس کے معنی تھکاوٹ سے آرام کرنے کے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا اور منزہ ہے۔ علاوہ ازیں نوم (نیند) ایک آفت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ آفات سے بھی منزہ اور پاک ہے

۲۔ اور قسط (ترازو) سے مراد اہل عدل و انصاف ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انصاف کی وجہ سے بعض اقوام کو برتری عطا فرماتا ہے اور جو اس کو ترک کریں ان کو گرا دیتا ہے۔

۳۔ اور ہاتھ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جس کے معنی قدرت کے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم اور جوارح سے پاک و صاف ہے قرآن پاک میں بھی یہ استعمال موجود ہے

وَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا	اور فرمایا تجھے سجدہ کرنے سے
تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدِيَّ	کس نے روکا جس کو ہم نے اپنے
اِسْتَكْبَرْتَ	ہاتھ سے پیدا کیا تو متکبر ہو گیا

دوسری آیت میں ارشاد ہے

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ	بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں

۴۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ گنہگار کے لئے کھلے ہوئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا دفتر ہمیشہ کھلا رہتا ہے بند نہیں ہوتا یہاں تک کہ وقت نزع ہو جائے حدیث شریف میں مذکور ہے کہ داہنی طرف کا فرشتہ نرم ہے جب کوئی

نیکی کرتا ہے تو اس کا دس گنا ثواب لکھ دیتا ہے اور جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو داہنی طرف کا فرشتہ بائیں جانب کے فرشتے سے کہتا ہے ذرا توقف فرمائیے! تو وہ دن کی سات ساعت تک ٹھہرا رہتا ہے اگر اس نے توبہ کرلی تو نہیں لکھتا اور اگر توبہ نہیں کی تو صرف ایک گناہ لکھتا ہے اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اگر بندہ دن ختم ہونے سے پہلے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور نیکی اس کے اعمالنامہ میں لکھدی جاتی ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ — یہی ہیں کہ جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیگا۔

اگر توبہ نہیں کی تو دفتر میں صرف ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے بہرحال اس کے لئے توبہ نزع کے وقت تک کھلی رہتی ہے اگر اس نے توبہ نہیں کی تو قیامت میں اس کے لئے شفاعت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

۵۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف دن اور رات کے عمل چڑھتے ہیں یعنی دن کے فرشتے شام ہونے پر اور رات کے فرشتے صبح ہونے پر بندے کے عمل لیکر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ مومنین کے اعمال خدا کی طرف چڑھتے ہیں یعنی اس کی بارگاہ میں قبول ہوتے ہیں۔

۶۔ اور اس کا حجاب نور ہے یعنی خدا کی کنہ اور حقیقت کا کوئی ادراک نہیں کرسکتا اگر اللہ تعالیٰ پردہ اٹھا دے یعنی اپنے دوستوں پر خاص کرم فرمائے تو اس کے جلال اور جبروت کی وجہ سے تمام کائنات لاشئ محض ہوجائے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ	جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ پر
جَعَلَهٗ دَكًّا	تو اسکو ریزہ ریزہ کر دیا

یعنی جب اس نے اپنی تجلیات کو ظاہر فرمایا اور اپنی عظمت کو ظاہر کیا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالے جب کسی بندہ پر تجلی فرماتا ہے تو اس بندہ پر خشوع طاری ہو جاتا ہے اور تجلی کے معنی اللہ تعالے کی ہیبت کا ظاہر ہونا ہے لہذا جس پر اللہ تعالے کی ہیبت اور جلال جس قدر ظاہر ہوگا اس کے سامنے کائنات اسی درجہ میں لاشئی محض ہو جائے گی۔

مغفرت بغیر حساب شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے کہ حضور م نے ارشاد فرمایا:۔

سَأَلْتُ رَبِّي الشَّفَاعَةَ	میں نے اپنے رب سے اپنی امت
لِأُمَّتِي فَقَالَ لَكَ سَبْعُوْنَ	کے لئے شفاعت طلب کی فرمایا
أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ	تیرے لئے ستر ہزار جنت میں
بِغَيْرِ حِسَابٍ فَقُلْتُ	بلا حساب داخل ہونگے میں نے
رَبِّي زِدْنِي فَقَالَ لَكَ	اپنے رب سے کہا اور اضافہ
مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُوْنَ	فرمائیے! فرمایا تیرے لئے ہر
أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ	ہزار کے ساتھ ستر ہزار جنت
بِغَيْرِ حِسَابٍ فَقُلْتُ	میں بلا حساب کے داخل ہوں گے میں
رَبِّي زِدْنِي فَقَالَ لَكَ	نے کہا اور زیادہ کیجئے! فرمایا تیرے
هٰذَا فَحَثَا بَيْنَ يَدَيْهِ	لئے یہ ہے دونوں ہاتھ بھر کر سامنے
وَعَنْ شِمَالِهٖ وَعَنْ	دائیں بائیں کو اشارہ کیا حضرت
يَمِيْنِهٖ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ	ابوبکر رض نے عرض کیا حضور
حَسْبُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	ہمیں کافی ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ رض دَعْ رَسُوْلَ اللّٰہِ	حضرت عمر رض نے عرض کیا حضور
يُكْثِرُ لَنَا مَا اَكْثَرَ اللّٰہُ	ہمارے لئے دعا فرمائیے اور زیادہ
لَنَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّمَا	ہو جائے حضرت ابوبکر رض نے کہا
حَثْيَةٌ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّنَا	یہ اللہ کی دو مٹھیاں ہیں حضور ص نے
فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ	فرمایا ابوبکر رض نے سچ کہا
صَدَقَ اَبُوْ بَكْرٍ ؎	

شیخ نے فرمایا حضور ص کا لپ کا اشارہ ۔ دائیں اور بائیں جانب اشارہ کرنا اس سے کثرت کی طرف اشارہ ہے ایسی کثرت کہ عدد کے ذریعہ اسکا شمار ممکن نہیں ہے اور مغفرت ہونے والوں کی اوصاف کا بھی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اس میں نیک و بد. کبیرہ .صغیرہ گناہ والے ہر قسم کے افراد ہونگے ۔ اور ایک حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ میری شفاعت کبیرہ گناہ والوں کیلئے

اور حضرت ابوبکر صدیق رض کے قول حَثْيَنَا سے اس طرف اشارہ ہے کہ حضور ص کی شفاعت اہل ایمان کے لئے ہوگی اور حضرت عمر رض نے جو فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رض نے حضور ص کے ارشاد کے جو معنی سمجھے تھے حضرت عمر رض کو اس کا ادراک نہیں ہو سکا تھا کیونکہ حضرت ابوبکر رض کے قول میں دلالت ہے کہ حضور ص کی شفاعت تمام اہل ایمان کے لئے ہوگی جیسا کہ ایک دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے اور ہر ایک نے اپنی دعا کو پہلے ہی مانگ لیا ہے اور میں نے اپنی دعا کو چھپائے رکھا ہے وہ امت کی شفاعت کے لئے ہوگی ؎۲

؎ رواہ احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف میں یہ حدیث مختصر ہے ؎۲ مشکوۃ شریف

وہ شفاعت ان کو حاصل ہوگی کہ جن کا انتقال ایمان پر ہوا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رض نے روایت کیا ہے کہ ایک دن ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے ایک منزل پر قیام فرمایا میں آپ کے ساتھ تھا کہ اچانک آپ غائب ہوگئے تو ہم آپ کی تلاش میں نکلے تھوڑی دیر کے بعد آپ تبسم فرماتے ہوئے دکھائی دیے جب ہم آپ کے قریب پہونچے تو آپ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں تھے آپ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل ؑ آئے تھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ چاہے نصف امت کو جنت میں داخل فرمائیں یا آپ کی شفاعت قبول کرلی جائے میں نے شفاعت کو اختیار کیا ہم نے عرض کیا آپ ہمارے لئے شفاعت فرمائیں آپ نے فرمایا تمہارے لئے شفاعت ہے جب آدمی زیادہ ہوگئے تو آپ نے فرمایا میری شفاعت اس کے لئے جو لا الہ الا اللہ کہے [۱]

اس حدیث اور سابقہ حدیث سے بقدر مشترک اتنا ثابت ہے کہ آپکی شفاعت تمام امت کے لئے ہوگی۔

عطاء ربی اللہ شیخ نے بسند متصل حضرت سلمان فارسی رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

> اللہ تعالیٰ حی ہے اور کریم ہے جب کوئی بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کو خالی واپس کرتے ہوئے حیاء آتی ہے (مشکوۃ شریف)

معلوم ہونا چاہیئے حیاء بہت سے اوصاف کو جامع ہے مثلاً

۱۔ برے افعال یا برے اوصاف سے باز رہنا

۲۔ برے فعل کے انتساب سے خوف کرنا وغیرہ۔ اور یہ تمام اوصاف اصحاب الکرام کے ہوتے ہیں اور حیاء کرنے والا اسی سے حیاء کرتا ہے کہ جسکا

---

[۱] جمع الفوائد

مرتبہ اور قدر اس کے نزدیک زیادہ ہو اور اللہ تعالیٰ تمام کریموں سے کریم اور سب حیا کرنے والوں سے زیادہ حیا کرنے والا ہے اس کے یہاں حرمان سے زیادہ جود و عطا ہے اللہ تعالےٰ تو کافر اور مشرک اور منکر کو بھی دیتا ہے اور اس سے عقوبت کو موخر کر دیتا ہے لہذا جب اس کا یہ معاملہ کافروں کے ساتھ ہے تو مومنین مخلصین اور اولیاء کرام کو اور بھی زیادہ عطا کرتا ہے

دوستاں را کجا کنی محروم ؛ تو کہ با دشمناں نظر داری (از مترجم)

مغفرت ربی اللہ شیخ نے بسند متصل حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ اس کو بھی جنت میں داخل کریگا جو اپنے دین میں فاجر ہے اور اپنی معیشت میں احمق ہے۔

ا۔ اس حدیث کی دو مراد ہو سکتی ہیں (۱) یہ کہ اس حدیث سے اللہ تعالےٰ کی وسعت رحمت اور اس کی مغفرت عظیم کو ظاہر فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت اتنی زیادہ ہے کہ وہ فاجر کی بھی مغفرت فرمائیگا یاد رہے فاجر وہ ہے جو کبائر کا مرتکب ہو اور فاجر وہ ہے جو حق اور استقامت سے دور ہو جائے اور فجور جھوٹ کو بھی کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے عین الفاجر (یعنی جھوٹے کی آنکھ) خلاصہ یہ ہے کہ فجور بہت سی برائیوں کو جامع ہے

اور احمق فی المعیشۃ کے معنی یہ ہیں کہ جو آدمی چیز کو اس کے مقام پر نہ رکھے یعنی اہل حقوق کے حق کی رعایت نہ کرے اور جو پاس ہو اس کو فضول خرچ کر دے وہ اگر مسلمان ہے مشرک اور منکر نہیں ہے وہ جنت میں یا معافی کے بعد داخل ہو جائے گا یا حضور ؐ کی شفاعت سے

داخل ہوگا جیسا کہ حضور ص نے فرمایا ہے

شَفَاعَتِی لِاَھْلِ الْکَبَائِر — میری شفاعت مرتکب کبیرہ کے لئے ہے

آپ سے دریافت کیا گیا آپ کی شفاعت کی سعادت کون حاصل کریگا فرمایا وہ جس نے لاالٰہ الا اللہ کہا۔ اور پھر دریافت کیا آپ کس کی شفاعت فرمائیں گے؟ ارشاد فرمایا کبائر کے مرتکب کی۔

شیخ نے فرمایا جنت میں اس وقت داخلہ ہوگا جب دوزخ کی آگ سے گناہ کی گندگی دور ہو جائے گی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ سے اس کو بھی نکال لیا جائیگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے

گویا کہ اللہ تعالےٰ جنت میں گنہگاروں کو خواہ دین کے گنہگار ہوں یا دنیا کے سب کو اپنے فضل سے داخل فرمائیگا جیسا کہ ایک حدیث میں (حدیث قدسی) میں ارشاد فرمایا ہے

یہ سب جنت میں جائینگے اور مجھے اس کی پرواہ نہیں اور
یہ سب لوگ دوزخ میں جائیں گے اور میں اس کی بھی
پرواہ نہیں کرتا [1]

یعنی ایمان اور توحید کے بعد انہوں نے جو حقوق پامال کئے ہیں مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے۔

تم میں سے کوئی عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوگا
عرض کیا حضور آپ بھی؟ فرمایا میں بھی مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ
مجھ پر اپنا فضل فرمائیگا [2]

بہرحال جس کو جنت میں داخل کریگا وہ اس کا فضل ہے اور جس کو دوزخ میں داخل کریگا وہ اس کا عدل اور انصاف ہے لیکن وہ چونکہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] جمع الفوائد

اپنی خبر میں صادق ہے اس لئے وہ مشرک کی تو مغفرت نہ کریگا باقی جس کو چاہے معاف کر دیگا اور جس کو چاہے معاف نہ کریگا۔

فاجر کے ایک دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں جو دین میں خرچ ہونے والی دنیا کی وجہ سے فاجر ہے اس کو دنیا کے خرچ سے نہ ملال ہوتا ہے اور نہ جمع ہونے سے فرحت ہوتی ہے دنیا اس کے نزدیک کثیر ہو جائے یا قلیل ہو جائے۔ اس معنی کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے

بعض فاجر دین میں ایسے ہیں جو اپنی معیشت کو ختم کر دیتے ہیں ان کا سخاوت کی وجہ سے جنت میں داخلہ ہوگا [1]

اس حدیث سے ثابت ہے کہ یہ لوگ دنیا کو ذلیل جاننے والے تھے اس سے وہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو اعمال کثیر سے حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے گناہوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے

نعمائے جنت

شیخ نے بسند متصل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اہل جنت جب جنت کی نعمتوں میں مشغول ہونگے تو ان کے اوپر ایک نور ظاہر ہوگا۔ اوپر کو دیکھینگے تو رب العزت ان کے لئے جلوہ گر ہوگا اور ان سے کہیگا۔ السلام علیکم! اے اہل جنت" اور یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ الرَّحِيمِ" جب وہ اللہ کی طرف دیکھینگے تو جنت کی نعمتوں کو بھول جائینگے، حد یہ ہے کہ وہ سب ان سے چھپ جائینگی اور اسی کا نور باقی رہے گا [2]

شیخ نے فرمایا "اشراف" بلند جگہ سے کسی چیز کے ظاہر ہونے کو کہتے ہیں اس

---

[1] تخریج الاحیاء [2] تفسیر ابن کثیر اور جمع الفوائد از احمد

وجہ سے بلند احوال کو بھی اشراف کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے

فَلَانٌ يُشْرِفُ عَلَى اَحْوَالِكَ — فلاں تمہارے احوال سے آگاہ ہے

یعنی بلندی سے دیکھتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے

هُوَ شَرُفَ عَلَيْكَ — وہ تم پر واقف ہوا

یعنی بلندی سے اس نے جھانک لیا

اللہ تعالیٰ مکان اور زمان کی قید سے پاک ہے یہاں شرف سے اللہ تعالیٰ کے علو اور رفعت کو ظاہر کرنا مقصود ہے اب رہا کلام کا معاملہ تو یہ اس کی صفت ہے اور اسی کو دلیل کے طور پر حضور ؐ نے بیان فرمایا ہے وہ اس طرح کلام کریگا جو اس کے شایان شان ہے۔ رہا جنت کی نعمتوں کا چھپ جانا تو مطلب اس کا بہت واضح ہے۔ اس کے وجود اور نور کے سامنے سب ہیچ ہیں مگر معلوم رہے اس جگہ لذت نظر اور دیدار کی مشغولیت کو ظاہر فرمایا ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے

۱۔ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِي الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ — تمہارے لئے جنت میں نفس کی چاہی چیزیں اور نظر کو لذت دینے والی چیزیں ہیں

۲۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ — چہرے اس دن شگفتہ ہونگے اپنے رب کو دیکھتے ہوئے

۳۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ — جنہوں نے نیکی کی ان کے لئے نیکی ہے اور زیادہ ہے

جب اہل جنت کو سب نعمتیں حاصل ہو جائینگی تو پھر وہ نعمت حاصل ہوگی جس سے انکو لذتِ نظر حاصل ہو اور وہ جب اس میں مشغول ہو جائینگے تو سب کچھ بھول جائینگے وہ اس کا کلام سنینگے اور اسکا مشاہدہ کرینگے۔

اور یہ وہی لوگ ہونگے جو مقربون کہلاتے ہیں " تو اس جگہ حقیقتاً چھپ جانا اور غائب ہو جانا مراد نہیں ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ نعمت مزید کا وعدہ ہے وہاں سلب نعمت نہیں ہوگا اسی کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے

بَقِيَ نُورُهٗ وَبَرَكَتُهٗ — اس کا نور اور برکت باقی رہیگی

کیونکہ اگر نظر صحیح ہے اور حجاب اٹھ چکا ہے اور وصال تام ہو چکا تو دیکھنے والے کے لئے شہود اور سرّ میں کوئی فرق نہیں رہیگا بلکہ تمام احوال مساوی ہونگے ہر حال میں شہود اور ہر حال میں نظر حاصل رہیگی اور کسی وقت بھی حجاب نہ ہوگا کسی نے مجنون کی حکایت بیان کی کہ جب اس سے کہا گیا

لیلےٰ تجھے بلاتی ہے۔ بولا کیا وہ مجھ سے غائب ہے جو بلاتی ہے۔ پھر کہا کیا تو لیلےٰ سے محبت کرتا ہے؟ بولا محبت تو ذریعہ وصال ہے اور وہ مجھے حاصل ہے۔ میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ مجھ میں ہے

بعض صوفیہ حضرات نے کہا ہے

شَغَلْتُ قَلْبِيْ بِمَا لَدَيْكَ ۞ فَمَا تَنْفَعُكَ مِنْ طُوْلِ الْحَيَاةِ

اور بایزید بسطامی نے فرمایا

اگر اللہ تعالےٰ جنت میں ایک لمحہ کے لئے بھی محجوب ہوا تو اس کے بندے استغاثہ کرینگے جیسا کہ دوزخی پکارتے ہیں۔

اور عبدالواحد بن زید نے کہا ہے کہ میں نے حضرت حسن بصریؒ سے سنا ہے انہوں نے بیان فرمایا ہے۔

اگر عابدوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جنت میں اپنے رب کو نہ دیکھ سکینگے تو ان کے قلوب برف کی طرح

پگھل جائیں۔
اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ادنی درجہ کے جنتی کا مرتبہ یہ ہے کہ جنت میں اس کے مکان اور اس کے خادم اور ازواج اور تمام نعمتیں اتنی دور میں پھیلی ہونگی کہ اس مسافت کو ہزار سال میں طے کیا جا سکے اور صبح اور شام اللہ تعالیٰ تجلی فرمائیگا اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ

عذاب قبر | شیخ نے بسند متصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الْمَیِّتَ یُؤْذِیْہِ	میت کو اپنی قبر میں اسی
فِی الْقَبْرِ مَا یُؤْذِیْہِ	چیز سے ایذا ہوگی جس سے
فِیْ بَیْتِہٖ [1]	اپنے گھر میں ایذا ہوتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں بہت اخبار منقول ہیں اور معلوم رہنا چاہیئے کہ عذاب اور راحت، تکلیف اور آرام کے پہونچنے سے ہوتا ہے اس لئے برے افعال اور اقوال سے تکلیف ہوتی ہے حضرت عمر رضؓ نے ایک آدمی کو کہا

قَبَّحَکَ اللّٰہُ لَقَدْ اٰذَیْتَ	اللہ تیرا برا کرے تو نے حضور
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں تکلیف
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَبْرِہٖ	پہونچائی۔

اس میں زجر اور تنبیہ ہے اور مروی ہے کہ اموات کو برے الفاظ سے یاد نہ کرنا چاہیئے اور ان کو گالی نہ دینا چاہیئے جس طرح گالی سے

---
[1] جمع الفوائد

ان کو حیات میں اذیت ہوتی تھی اسی طرح قبر میں اذیت ہوتی ہے، حدیث میں بعد مرنے کے بھی ماں باپ کی نافرمانی کرنے پر تنبیہ اور زجر فرمایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں اور عزیزوں کے ساتھ نیک برتاؤ کیا کرتے تھے اس سے ثابت ہے کہ صلہ فعل حسن ہے تو اس کے خلاف کرنا فعل قبیح ہے اور اس سے میت کو تکلیف ہوتی ہے اسی بارے میں حدیث نبوی ہے۔ لیکن یہ ایذاء کیسی ہوگی اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہمارے اوپر تو اس کی تصدیق اور تسلیم لازم ہے

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مَا یُوْذِیْہِ کے معنی مَنْ یُؤْذِیْہِ کے ہوں یعنی جن لوگوں سے گھر میں تکلیف ہوتی تھی ان ہی لوگوں سے قبر میں تکلیف ہوگی چنانچہ حدیث شریف میں موجود ہے

فرشتہ آدمی کے جھوٹ بولنے اور اس کے جھوٹ کی بو سے دو میل دور ہو جاتا ہے[1]

اسی طرح سے ہر معصیت سے فرشتہ کو ایذا ہوتی ہے پس اس صورت میں یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اگر آدمی معاصی کی حالت میں وفات پا گیا کہ نہ توبہ کر سکا اور نہ اسکی خطاؤں کا کفارہ ہو سکا اس سے فرشتہ کو ایذا ہوگی اور وہ اس پر شدت اختیار کرے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو ایک اچھی صورت کا آدمی آئے گا جو اچھے لباس پہنے ہوگا اور اس سے خوشبو نکلتی ہوگی وہ آکر کہیگا۔ بشارت ہو! مردہ پوچھے گا تو کون ہے۔ کہیگا میں تیرا عمل ہوں

---

[1] جمع الفوائد

اور کافر کے سامنے بری صورت میں آئیگا الخ [1]

اسی طرح حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قبر میں اسی چیز سے اذیت ہوگی کہ فرشتہ ان کے گھر میں جن چیزوں سے اذیت محسوس کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کو بھی ان ہی چیزوں سے اذیت ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں دنیا اور آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہوگی

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

[1] جمع الفوائد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارھواں باب

منتشرات اور متفرقات

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

بارہواں باب

منتشرات ——— اور ——— متفرقات

عظمت باری تعالیٰ شیخان نے بسند حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کو ہاتھ میں لیکر کہے گا میں اللہ ہوں پھر ہاتھ کو کھول دیگا اور فرمائیگا میں رحمٰن ہوں میں بادشاہ ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا جب میں نے حضورؐ کے منبر کی طرف دیکھا تو وہ نیچے سے حرکت کر رہا تھا[1]

شیخ نے فرمایا زمین اور آسمان کو ہاتھ میں لینے سے مراد ممکن ہے انکو جمع کرنا اور ملانا اور پھر اٹھانا ہو کیونکہ آسمان پھیلا ہوا ہے اور زمین بچھی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

۱ — وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا — اور اس کے بعد زمین کو بچھایا

۲ — يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ — جس دن لپیٹیں گے ہم آسمان کو مثل دفتری کے دفتر کو لپیٹنے جیسا کہ شروع میں بنایا ہم نے خلق کو (پھر) لوٹا دینگے

۳ — وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ — اور آسمان لپٹا ہوا ہے اسکے داہنے ہاتھ میں

۴ — يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ — جس دن آسمان اور زمین بدل دئے

---

[1] جمع الفوائد

الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ   جائیں گے دوسری زمین اور آسمان سے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آسمان اور زمین کو سمیٹا جائیگا اور ان کی جگہ دوسری زمین رکھدی جائیگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سخاوت اور جود کو بیان کیا تو ہاتھ کھول دیا تھا اور جب بخل کو بیان فرمایا تھا تو ہاتھوں کو بند کر لیا تھا اس سے جود اور بخل کی وضاحت کی گئی ہے اور تمثیل کے ذریعہ ان صفات کو بیان فرمایا تھا۔ اسی طرح سے اس جگہ زمین کے قبض اور بسط سے مراد ان کے جمع کرنے اور پھیلنے میں آتا ہے رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں۔ یہ بات نہیں ہے! اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے اور پاک ہے۔

رہی یہ بات کہ آپکا منبر نیچے سے حرکت کرتا تھا تو ہو سکتا ہے کہ یہ حرکت حضور ؐ کی حرکت کی وجہ سے ہو جیسا کہ کسی چیز کی عظمت کے تصور سے قلب پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور غم کی خبر سے قلب پر حزن اور غم طاری ہو جاتا ہے تو اسی طرح سے حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کی وجہ سے حرکت کی اور آپ کی حرکت کی وجہ سے منبر میں حرکت پیدا ہوئی

اور یہ بھی ممکن ہے کہ منبر کی حرکت آپ کے معجزہ کی وجہ سے ہوا کیونکہ ایسا ہوتا تھا کہ حضور ؐ کی محبت کی وجہ سے منبر میں حرکت آجاتی تھی اس لئے اس وقت منبر حضور ؐ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال کی وجہ سے متحرک ہو گیا ہو جیسا کہ کھجور کا تنہ آپ کے فراق کی وجہ سے رونے لگا تھا۔

جھوٹا خواب بیان کرنا

شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا يَرِيْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ   وہ آدمی جنت کی بو نہ سونگھے گا جس

رَجُلٌ اِدَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ   نے دوسرے کے باپ کو اپنا بنایا

وَرَجُلٌ كَذَبَ عَلٰى عَيْنَيْهِ   اور وہ آدمی بھی جس نے اپنی آنکھوں پر جھوٹ بولا

شیخ نے فرمایا ممکن ہے کہ اس سے مراد خواب ہو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا جو آدمی بلا دیکھا جھوٹا خواب بیان کرے اس سے کہا جائیگا کہ دو جو میں گرہ لگاؤ اور وہ نہ لگا سکیگا [۱]

کذب عین (جھوٹا خواب) کی یہ سزا دراصل اس وجہ سے ہے کہ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا ہے اور خواب والے فرشتہ (ملک الرؤیا) پر جھوٹ بولنا ہے

اللہ تعالیٰ پر تو اس وجہ سے جھوٹ ہے کہ اس سے رویاء صالحہ کو جھوٹ کہنا اور ان کی تکذیب لازم آتی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اَلرُّؤْيَا ثَلَاثَةٌ رُؤْيَا بُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ وَرُؤْيَا مِنَ الشَّيْطَانِ وَرُؤْيَا مِنْ حَدِيْثِ النَّفْسِ فِي النَّهَارِ فَيَرَاهُ فِي اللَّيْلِ (جمع الفوائد)

خواب تین ہیں۔ ایک خواب اللہ کی طرف سے بشارت اور دوسرا خواب شیطان کی طرف سے اور ایک خواب حدیث نفس (خیال) جو دن میں تھا اس کو رات میں دیکھ لیا

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ   سچے خواب اللہ کی طرف سے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا   انکے لئے بشارت ہے دنیاوی زندگی میں

اس آیت کی تفسیر حضور ؐ نے رویاء الصالحہ بیان فرمائی ہے" حضرت عبادہ بن صامت رض نے حضور ؐ سے دریافت کیا لَهُمُ الْبُشْرٰى کا کیا مطلب ہے آپ نے ارشاد فرمایا رُؤْيَاءِ صَالِحَة جس کو مومن دیکھے یا مومن کے بارے میں کوئی دیکھے۔

لہذا جھوٹا خواب بیان کرنے والا ایک اعتبار سے رویاء صالحہ کی تکذیب

---

[۱] مشکوٰۃ شریف

کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی بشارت ہے وہ جھوٹ بولکر کہتا ہے
اللہ تعالےٰ نے اس کو یہ دکھلایا ہے یا بالفاظ دیگر یہ بشارت دی ہے اسطرح
سے وہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ بولتا ہے اور اسی وجہ سے وہ مستحق عقوبت ہے اس
کے علاوہ ایک دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ رویاء صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ
ہے اس کو حضرت انس رض نے حضور ص سے روایت کیا ہے اس طرح جھوٹا
خواب دیکھنے والا جزو نبوت کی تکذیب کرتا ہے اس وجہ سے اس کو مکلف
قرار دیا جائیگا کہ دو جَو میں گرہ لگائے اور وہ گرہ نہیں لگا سکے گا تو اس کو
عذاب دیا جائیگا

اور دوسرے کے باپ کو اپنا باپ بنانے والا بھی اللہ تعالےٰ پر جھوٹ
بولتا ہے گویا وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے فلاں کے نطفہ سے پیدا کیا جو
اس طرح وہ بھی جھوٹا ہے۔

قدرت باری تعالیٰ

شیخ نے بسند متصل حضرت انس رض سے روایت
کیا ہے کہ حضور ص نے ارشاد فرمایا ہے:

انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے
چاہے وہ ثابت رکھے چاہے وہ لوٹ دے اور قلب کی مثال
کھلے میدان میں پر کی طرح ہے جس کو ہوائیں لوٹ بدل کرتی
رہتی ہیں۔ (مشکوٰۃ)

انگلیوں سے مراد وہی ہے جو ہاتھ سے مراد ہے اور جو کچھ بھی حقیقت ہے
ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اوصاف خداوندی سے
زیادہ واقف ہیں انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ	وہ اپنی طرف سے نہیں بولتے وہ
هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى	تو وحی ہی بیان فرماتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کی انگلی سے مراد خدا کا فضل و انعام ہے یعنی انسان کا قلب

قلب کے عدل وانصاف کے درمیان ہے وہ کبھی اس کو ہدایت کی طرف بدل دیتا ہے اور کبھی گمراہی کی طرف اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یا مقلب القلوب کہکر دعا کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کے قلوب کو بھی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلتا رہتا ہے مثلاً رین، مرض، زیغ، طبع، ختم ان سب کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کے تحت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے قلب کو ہیبت، تقویٰ، شوق، محبت، ایمان یقین کی طرف بدلتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کے پاس قلب سے زیادہ حفاظت کی کوئی چیز نہیں ہے

حقیقت روح شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الارواح جنود مجندة	روحیں ملا جلا لشکر ہیں، ان میں سے
فما تعارف منها ائتلف و	جن میں تعارف ہوا محبت کرنے لگے
ما تناکر منها اختلف	اور جو غیر متعارف رہے اختلاف کرنے لگے

شیخ نے فرمایا روح کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ روح اور نفس ایک ہی چیز ہے اور بعض نے کہا ہے روح سے مراد خون ہے کیونکہ آدمی جب مر جاتا ہے تو جسم سے خون غائب ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ روح ٹھنڈی ہوا (ریح باردہ) اور نفس گرم ہوا (ریح حارہ) کو کہتے ہیں انہوں نے فرمایا نفس بھی روح ہی ہے اسی وجہ سے آدمی ٹھنڈا اور گرم ہو جاتا ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ارواح کو پیدا کیا پھر اجسام کو پیدا کیا ارشاد ہے

لقد خلقناکم ثم صورناکم	ہم نے تمہیں بنایا پھر صورت عطا کی

فلاسفہ نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے ارواح کو گول کرہ کی طرح پیدا کیا اور پھر اس

کے دو ٹکڑے کئے آدھے ٹکڑے کو آدھے جسم سے ملا دیا پھر دوسرے آدھے کو دوسرے آدھے سے ملا دیا اور یہی روح کا مانوس اور غیر مانوس ہونا ہے
جنید نے فرمایا، روح وہ چیز ہے کہ جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اس کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں ہے اور اس کو کسی چیز سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا

بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کو اپنے جلال اور جمال کے درمیان لیا اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر کافر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا اور وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ میں نے توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں نے آدم کو نفس اور روح عطا کیا۔ پس نفس سے ان کی حرارت ہے اور روح سے ان کی برودت ہے۔

پس نفس سے غم، شہوت وغیرہ ہوئے اور روح سے حلم، وقار، عفاف حیا ہوئے حضرت جنید نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء کو صرف کن سے پیدا فرمایا ہے اس لئے تمام اشیاء اس کے لئے ذلیل اور حقیر ہیں ارشاد فرمایا ہے :-

— اِذَا اَرَدْنَا بِشَیْءٍ اِنْ نَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن — جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس سے کہہ دیتے ہیں ہو جا وہ ہو جاتی ہے

اور روح کو اللہ تعالیٰ نے عین افتخار سے پیدا فرمایا ارشاد ہے :-

۱— نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ — ہم نے آدم میں روح پھونکی تو سب اس کے لئے سجدہ میں گر پڑے

۲— ثُمَّ اَنْشَاْنَاہُ خَلْقًا آخَرَ — پھر اٹھائیں گے ہم اسکو دوسری بار بنا کر

اور یہی موضع افتخار ہے، بہر حال مسئلہ روح کے بارے میں کلام طویل ہے وہ ہماری غرض نہیں ہے بلکہ حقیقت وہی ہے جو حضرت جنید نے ... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

۴ - يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں فرما دیجئے! روح میرے رب کا امر ہے اور تمہیں جو علم ملا ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔

اس لئے ہمارے لئے بھی مناسب نہیں ہے کہ اس چیز کے بارے میں بحث کریں جس کا علم ہمیں نہیں عطا کیا گیا اور حکماء بقدر عقول ہی ادراک کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ اس نے اس کی حقیقت اور کیفیت کو ہم سے چھپایا ہے

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو چند طبقات میں پیدا کیا ہے اور ان کو عقل مرحمت فرمائی ہے جس کے ذریعہ وہ اشیاء کو معلوم کرتے ہیں اور مشکل امور میں بحث کرتے ہیں اور ان کو علم عطا فرمایا کہ جس کی وجہ سے وہ کسی حد اور نہایت پر نہیں ٹھہرتے ان کی طلب اور ادراک کا سلسلہ بڑھتا ہی رہتا ہے اور وہ اپنے فہم اور عقل سے برابر بحث کو جاری رکھے ہوئے ہیں اس لئے حکمت الہٰی کا تقاضہ ہوا کہ ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے روح کو پیدا فرمایا اور ان کو خبردار کیا وہ (روح) ایک مخلوق کی جو حادث ہے اس کا ادراک کرنے سے عاجز ہیں اگرچہ وہ خود ان کے اجسام میں موجود ہے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو انسانوں کے علم ادراک فہم میں نہیں آسکتی ان کو اس کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہو سکا جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو بتلا دیا اس لئے ان کو اسی جگہ توقف کرنا چاہیئے جہاں ان کو روک دیا گیا ہے حضرت ابوذر رضؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

١ - كُلُّكُمْ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ اَحْمَقُ تم میں سے ہر ایک اللہ کی ذات کے بارے میں احمق ہے

۲۔ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَخْشَاكُمْ — میں تم میں اللہ کو زیادہ جانتا ہوں اور اس سے زیادہ ڈرتا ہوں

اب ہم حدیث شریف کا مطلب بیان کرنے کی طرف رجوع کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارواح کے دو صفت بیان فرمائے ہیں ان کا آپس میں محبت کرنا اور اختلاف کرنا ذکر فرمایا ہے اسلئے

۱۔ تعارف کے معنی یہ ہیں کہ بعض نے بعض کے ہیبت اور جلال کو اور بعض نے محبت اور الفت کو بعض نے بعض کے صبر اور شکر کی صفات کو دیکھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان ارواح کو اجسام کے ساتھ ایک مدت تک کے لئے جوڑ دیا پس وہ اجسام جو ارواح کی ان صفات سے اس جگہ مانوس ہوئے تھے وہ یہاں بھی مانوس ہو گئے اور جو غیر مانوس تھے وہ دنیا میں بھی غیر مانوس رہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا — سجدہ کرتے ہیں اس کو جو آسمان اور جو زمین میں ہیں خوشی اور ناخوشی

پس اسی طرح یہ ارواح اپنے اجسام کے درمیان میں مانوس نہیں ہو پاتیں مگر الفت طبعی سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى — تم ان کو جماعت گمان کرو اور قلوب ان کے متفرق ہیں

پس یہ اجنبیت روح کے لئے ہے اور محبت اختلاف کا تعلق قلب سے ہے جسموں کے بارے میں یہ اختلاف اجسام میں پیش آتا ہے مثال اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی ایک مومن مسجد میں پہونچتا ہے تو وہاں مومنین سے صرف کسی ایک مومن کے پاس جا کر بیٹھتا ہے اور اگر منافق مسجد میں جاتا ہے اور وہاں سو مومن ہوں اور ایک منافق ہو تو وہ اسی منافق کے پاس جا بیٹھے

اس لئے مومن مومن کو اپنی طرف کھینچے گا اور منافق کو منافق یہی حال اولیاء اللہ اور اللہ کے دشمنوں کا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا	یاد کرو! تم دشمن تھے ہم نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اسکے احسان سے بھائی بھائی ہوگئے
۲۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ	اگر تو زمین کی سب چیزیں خرچ کر دیتا تب بھی ان کے دلوں میں الفت نہیں پیدا کر سکتا تھا لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی

اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے بارے میں فرمایا ہے

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى	ان کو آپ جماعت خیال کرینگے اور انکے دل متفرق ہیں

ان کے اجساد اور اجسام کو بھی متفرق پاؤ گے اور ارواح کو بھی اگرچہ دیکھنے میں جماعت معلوم ہونگے اور اولیاء اللہ کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے ابدان تو جدا ہوتے ہیں لیکن ان کی ارواح میں اتصال ہوتا ہے اور آپس میں انس اور تعارف ہوتا ہے اگر کوئی مومن مشرق میں ہے اور اس کی تعریف مغرب میں کی جائے تو مغربی مومن اس سے محبت کریگا اور مانوس ہو جائیگا جب دونوں ملینگے تو اس طرح جیسا کہ ساتھ رہنے والے بھائی ہیں چنانچہ حرم بن حیان اور اویس قرنی کا مشہور واقعہ ہے۔ حرم بن حیان کہتے ہیں میں کوفہ آیا اور اویس کا متلاشی تھا اچانک ان سے ایسے ملاقات ہوگئی گویا میں ان پر کہیں سے گر پڑا ہوں۔ میں نے سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا اویس! اللہ تیرے اوپر رحمت فرمائے کیا حال ہے اور محبت کی وجہ سے میری آنکھوں میں آنسو آگئے

انہوں نے کہا" آپ حرم بن حیان ہیں۔ میرے بھائی کیا حال ہے۔؟ اور آپ کو میرے بارے میں کس نے بتلایا؟ میں نے عرض کیا اللہ نے!۔ فرمایا" لا الٰہ الا اللہ سبحان ربنا۔ ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے فرمایا مجھے تعجب ہوا جب آپ نے میرا نام لیا اور مجھے پہچانا اور میں نے آج سے پہلے ان کو نہیں دیکھا تھا اور نہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا میں نے کہا آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام اور مجھے کیسے شناخت کیا۔؟ فرمایا

نَبَّأَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ مجھے علیم و خبیر نے خبر دی

میری روح نے تیری روح کو شناخت کر لیا جس وقت میرے جی نے تیرے جی سے بات کی کیونکہ ارواح میں بھی ایسے ہی حیات ہے جیسا کہ اجساد میں حیات ہے اور مومنین تو ایک دوسرے کو شناخت ہی کر لیتے ہیں اور وہ محبت کرتے ہیں اگرچہ ان کی ملاقات نہیں ہوئی ہوتی اگرچہ وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی فاصلہ پر کیوں نہ ہوں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

اور جنہوں نے ٹھکانا بنایا مدینہ اور ایمان کو ان سے پہلے۔ محبت کرتے ہیں وہ مہاجرین سے اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں تنگی جو کچھ ان کو عطا ہوا ہے اور ترجیح دیتے ہیں اپنے اوپر اگرچہ ان کو تنگدستی ہوتی ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

اَلْمُؤْمِنُ مِنَ الْمُؤْمِنِ مومن مومن کے لئے ایسے ہے

بِمَنْزِلَةِ الرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ — جیسے سر جسم کیلئے (جمع الفوائد)

رہا مشرکین کا معاملہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوتے ہیں ایک دوسرے کو گالیاں دیا کرتے ہیں آپس میں لڑا کرتے ہیں اور قتل و غارت گری مچاتے ہیں اور بلا وجہ صرف ملک اور مال کے لئے ایسا کرتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے سے نفرت ہوتی ہے ان کی خواہشات مختلف ہوتی ہیں تو حقیقۃً وہ آپسمیں دشمن ہوتے ہیں اور مسلمان اگرچہ بظاہر ان میں آپسمیں جنگ اور قتال ہو لیکن جب ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں تو جنگ ختم ہو جاتی ہے اور لعنت اور محبت کیطرف لوٹ آتے ہیں تو حقیقۃً وہ آپس میں دوست اور محبوب ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

۱۔ الْمُؤْمِنُ آلِفٌ مَأْلُوفٌ — مومن محبت کرنے والا اور محبت کیا گیا ہوتا ہے

۲۔ وخیر الناس من ینفع الناس — بہتر آدمی وہ جو لوگوں کو نفع پہنچائے

یہ حدیث موقوف ہیں اور اس کو عطا نے روایت کیا ہے۔

نام اور کنیت شیخ نے بسند متصل حضرت انس رض سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

سَمُّوا بِاِسْمِیْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِیْ (مشکوۃ شریف) — میرا نام رکھو! اور میری کنیت نہ رکھو۔

شیخ نے فرمایا ممکن ہے کہ دونوں کو ایک جگہ جمع کرنے سے منع فرمایا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نام رکھنے کی اجازت ہو کنیت کی اجازت نہ ہو اس لئے نام رکھنا جائز ہے اور کنیت رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ کنیت میں ایذائے رسول ہے اور اسکی ممانعت ہے۔

مَا كَانَ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ — رسول کو ایذا مت دو۔

ایک دفعہ حضور ایک راستہ سے گذر رہے تھے تو ایک آدمی نے پکارا "یا ابا القاسم" جب حضور اس کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ بولا حضور! میں نے آپ کو آواز نہیں دی تھی اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالےٰ نے حضور کا نام لیکر پکارنے کو بھی منع فرمایا ہے

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ	رسول کو ایسے نہ پکارو جیسا
بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا	آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو

اس لئے مسلمان آپ کا نام لیکر نہیں پکارتے تھے اور اگر کوئی نام لیتا تو صاف معلوم ہو جاتا کہ وہ کسی دوسرے کو پکارتا ہے بخلاف ابو القاسم کے لیکن چونکہ اب وہ وجہ باقی نہیں ہے تو کنیت ابو القاسم رکھنے کی اجازت ہے البتہ دونوں کو جمع نہ کرنا چاہیئے اس میں حضور کی توقیر زیادہ ہے اور اس کا حکم دیا گیا ہے

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر
وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ	اکی مدد کرو اور اس کا احترام کرو

اس لئے حضرات صحابہ آپ کی حیات میں آپ کا نام تو رکھ لیتے تھے مثلاً محمد بن مسلمہ، محمد بن ابی بکر لیکن آپ کی کنیت نہیں رکھتے تھے۔

اچھے نام شیخ نے رائطہ بنت مسلم سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میرے والد غزوہ حنین میں حضور کے ساتھ تھے کہ آپ نے دریافت کیا کیا نام ہے؟ عرض کیا غراب (کوا)! آپ نے ارشاد فرمایا نہیں" انت مسلم" تیرا نام مسلم ہے (جمع الفوائد باب الاسماء)

شیخ نے فرمایا اکثر اہل عرب کے نام پرندوں، درندوں اور چرندوں کے ناموں پر ہوتے مثلاً کلب، ذیب، ثعلبہ، حمار اور ان کے

قتل اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ	پانچ فاسقوں کو حل اور حرم
فِی الْحِلِّ وَالْحَرَمِ اَلْعَقْرَبُ	ہر جگہ قتل کیا جائے (وہ) بچھو
وَالْفَارَةُ وَالْحِدَاَةُ وَ	چوہا۔ چیل۔ کتا۔ کوا
الْكَلْبُ وَالْغُرَابُ	ہیں۔

اس روایت میں حضور نے کوے (غراب) کو فاسق فرمایا ہے گویا آپ نے فرمایا تم تو اسلام لا چکے ہو فاسق نہیں ہو بلکہ تم مسلمان ہو یعنی مسلم ہو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فاسق ہونا اسلام کے منافی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ یہ مذمت اور برائی کی صفت ہے اور مسلمان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ بری صفت کے ساتھ منسوب ہو

حضرت مسروق نے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عمر رضی کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کیا نام ہے؟ میں نے عرض کیا مسروق بن اجدع فرمایا نہیں! بلکہ تیرا نام مسروق بن عبد الرحمٰن[1] ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اِنَّ الْاَجْدَعَ شَيْطَانٌ	شیطان اجدع[2]

حضرت عامر نے فرمایا کہ مسروق کا نام دفتر میں مسروق بن عبد الرحمٰن ہی لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا شیطان اجدع ہے یعنی اس کا کان کٹا ہے اسی طرح سے آپ نے مسلمان کیلئے فاسق ہونا پسند نہیں فرمایا۔

بدھ کا دن | شیخ نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

اِنَّ يَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ يَوْمُ	بدھ کا دن منحوس دن ہے جو

---

[1] جمع الفوائد باب الاسماء والکنی [2] ناک اور کان کٹے کو اجدع کہتے ہیں
[3] اسماء الرجال شرح مسلم از نووی۔

نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ — گذر گئے

شیخ نے فرمایا ممکن ہے کہ یوم رابع (بدھ) سے مراد وہ خاص دن ہو جس دن قوم عاد پر عذاب بھیجا گیا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَا رِيحًا صَرْصَرًا — ہم نے بھیجا آندھی کو نحوست
فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ — کے دن جو چلے گئے

اور یہ دن یوم رابع (بدھ) تھا یہ معنی نہیں ہیں کہ قیامت تک یوم رابع (بدھ) منحوس ہے لیکن چونکہ لوگ یوم رابع سے شگون بد مراد لیتے تھے ان کی تردید میں آپ نے فرمایا کہ وہ دن خاص تھا اور وہ نحوست اس وقت کے لئے تھی۔ ایام اور دن اور مہینے سب اللہ ہی کے مقرر کئے ہوئے ہیں علاوہ ازیں آپ نے ایام کی بعض کی بعض پر فضیلت بھی بیان فرمائی ہے مثلاً:-

(۱)- پیر اور جمعرات کے دن امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں

(۲)- یوم احد (اتوار) کو متبرک جانو کیونکہ احد اللہ تعالیٰ کا نام ہے یہ وہ فال ہے جو حضور کو پسند تھی۔ اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ نحوست اور سعادت کا معاملہ تو اس کا تعلق زمانہ جاہلیت کی خرافات سے ہے اور نجومیوں اور کاہنوں کی بکواس سے اور ان لوگوں کی بات کا اعتبار نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ — جو کاہن کے پاس آیا اور اسکی
بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا — بات کی تصدیق کی اس نے
أُنْزِلَ اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ — اس کا انکار کیا جو محمد صلعم پر اترا

یوم مخصوص (یوم رابع) کے بارے میں یہ خبر امت کو ڈرانے اور طاعت کی طرف رغبت دلانے کی وجہ سے ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوف

کی حالت میں نماز کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے ایسے ہی جب آپ وادی محسر میں پہونچے تو فرمایا یہاں سے روتے ہوئے گذرو! اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ یوم عاشورہ کے روزہ کی طرف رغبت دلائی تھی اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی تھی اس دن حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ سے آزاد ہوئے تھے حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے نجات ملی تھی تو ان برکات کے حصول کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم یوم عاشورہ کی طرف رغبت دلائی تھی۔

نبیذ تمر شیخ نے بسند متصل حضرت عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ میں حضورؐ کے لئے نبیذ تیار کیا کرتا تھا جس کو حضورؐ اس دن اور اگلے دن نوش فرماتے اس کے بعد اگر کچھ بچ رہ جاتا تو اپنے کسی خادم کو پلا دیتے تھے یعنی دو دن گذرنے پر اس کو نہیں پیتے تھے۔

شیخ نے فرمایا حضور دو دن کے بعد اس وجہ سے نہیں پیتے تھے کہ اس کی بو میں فرق آجاتا تھا اگرچہ اس کا ذائقہ بدستور باقی رہتا تھا کیونکہ حجاز کی زمین میں حرارت کی وجہ سے ذائقہ بدل جاتا ہے اگر دو دن کے بعد اس کا ذائقہ بدل جاتا تو آپ اپنے خادم کو نہ پلاتے کیونکہ اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے

بہت سی چیزیں ایسی ہیں مثلاً لہسن، پیاز، مغافیر۔ یہ اگرچہ حلال ہیں لیکن آپ ان چیزوں کو بو کی وجہ سے استعمال نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو منع بھی نہیں فرماتے تھے جیسا کہ حضرت ابوایوبؓ نے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضورؐ کے لئے کھانا تیار کیا تو اس میں لہسن تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ کھاؤ میں نہیں کھاؤنگا

مجھے اپنے صاحب (حضرت جبرئیل ؑ) سے بات کرنی ہوتی ہے
شیخ نے فرمایا آپ وہ چیز نہیں کھاتے تھے جس میں فرشتہ کو
اذیت ہو اگرچہ وہ حلال ہو

حضرت عائشہ رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور حضرت زینب
بنت جحش کے یہاں شہد تناول فرمایا کرتے تھے اور کچھ دیر ٹھہر جاتے
تھے اس لئے میں نے اور حضرت حفصہ نے اس پر اتفاق کیا کہ ہم
میں سے جس کے پاس حضور تشریف لائیں تو کہیں کہ آپ نے مغافیر
تناول فرمایا ہے اس کی بُو آپ کے منھ سے آتی ہے حضورؐ نے
فرمایا نہیں میں نے تو شہد کھایا ہے اسوقت حضورؐ نے قسم کھائی
تو یہ آیت نازل ہوئی

اَتَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ — کیا آپ اپنی ازواج کی مرضی چاہتے ہیں

اگرچہ مغافیر کا کھانا حلال تھا لیکن بُو کی وجہ سے آپ نے اس کو ترک
فرمایا اسی طرح آپؐ نے اس نبیذ کو ترک کر دیا کہ جس کی بو بدل جاتی
تھی اور ذائقہ رہتا تھا اور اسکو آپ اپنے خدام کو پلا دیتے تھے

حکمت سورج گرہن شیخ نے بسند متصل روایت کیا ہے جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

چاند اور سورج کو گرہن کسی کے مرنے اور جینے کی وجہ سے
نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالےٰ جب اپنی تجلی کسی مخلوق پر
ظاہر کرتا ہے تو وہ خشوع پذیر ہو جاتی ہے جب تم گرہن
ہوتا دیکھو تو تم فرض نماز جس طرح پوری کرتے ہو اسی
طرح نماز پڑھو لے[۱] (جمع الفوائد)

---

[۱] سورج گرہن کی نماز کے بارے میں بہت اختلاف ہے بعض حضرات نے ہر
رکعت میں دو تین رکوع تک روایت کئے ہیں (باقی حاشیہ ص۵۷۸ پر دیکھئے)

شیخ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو عدم سے وجود عطا فرمایا تو ہر چیز میں اس کا عروج وزوال رکھ دیا اور ہر چیز میں ایک خاصیت رکھ دی چنانچہ جب فرشتوں نے جناب باری میں عرض کیا

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ — ہم آپ کی تسبیح حمد کے ساتھ اور

نُقَدِّسُ لَكَ — تقدیس بیان کرتے ہیں

تو دوزخ اور جنت میں بھی ایک دوسرے پر بڑائی ثابت کرنے کا مقابلہ پیدا ہوا اور ہر ایک نے دوسرے پر اپنا فخر ثابت کرنا چاہا۔ جنت نے اولیاء اللہ پر انعام اور دوزخ نے دشمنوں سے انتقام کو ذکر کیا اور پہاڑوں نے زمین پر فخر کرنا شروع کیا حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا، پہاڑ زمین پر قیامت تک فخر کرتے رہینگے لہ اور ابلیس نے بھی کہا

خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ — مجھے آگ سے بنایا ہے

غرضکہ ہر ایک نے اس جوہر ذاتی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے اسکو عطا کیا تھا فخر کیا لیکن ابلیس ہلاک ہوا وہ غرور کی وجہ سے ہلاک ہوا فرشتوں میں فخر ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں خوف اور خشیت کو رکھ دیا چنانچہ ارشاد ہے :-

---

(حاشیہ متعلقہ ص۵۷) امام شافعی رحؒ کا یہی مسلک ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں دو رکوع ہیں روایات تقریباً سب صحیح ہیں اسلئے شارحین نے اس کے مختلف مطالب بیان کئے ہیں اور جرح کی ہے حقیقت یہ ہے کہ سورج گرہن کی نماز دو مرتبہ پڑھی گئی تھی ایک مرتبہ حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کا انتقال جس سال ہوا تھا اور ایک مرتبہ اس سے قبل مذکورہ حدیث میں یہ بات بالکل صاف ہے کہ آپ نے سورج گرہن کی نماز کو بھی اسی طرح قرار دیا ہے جیسا کہ فرض نماز پڑھی جاتی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب "تاریخ الاحکام"

۱۔ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْن — وہ اسی کے لئے شفاعت کرتے ہیں جو اچھا ہے اور وہ اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں۔

۲۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ — وہ اپنے اوپر اپنے رب کے خوف سے ڈرتے ہیں اور جس کا امر ہوتا ہے وہی کرتے ہیں

اور اللہ تعالےٰ نے اولاد آدم کے لئے آزمائش رکھی چنانچہ ارشاد ہے

۱۔ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً — ہم نے تم کو شر اور خیر سے آزمایا ہے

۲۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ — موت اور حیات کو تمہاری آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے۔

اور جنوں میں ذلت رکھدی کہ ان میں سے کسی کو رسول نہیں بنایا اور نہ کلیم بنایا اور نہ نبی بنایا اور نہ داعی بنایا اور نہ ان سے جدا گانہ خطاب کیا اور ابلیس پر اللہ تعالےٰ نے لعنت کی اور تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے مسخر ہونے کی استعداد رکھدی چنانچہ ارشاد ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا — اور چاند اور سورج کو مسخر کیا اور ستارے اس کے امر میں مسخر ہیں اور تمہارے لئے دن اور رات کو مسخر کیا اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو تمہارے لئے مسخر کیا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی حقیقت اور ربوبیت اور عظمت کو ہر ایک سے چھپایا اگر وہ ظاہر کر دیتا تو ہر چیز فنا ہو جاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا ہے

لَوْ كَشَفَ عَنْهَا لَاحْرَقَتْ	اگر اپنے چہرے سے پردے ہٹا دیتا
سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ كُلَّ شَيْءٍ	تو ہر ایک چیز جل جاتی (جمع الفوائد)

اور ایک روایت میں یہ ہے "حِجَابُهُ النَّهَارُ" (اس کا حجاب دن ہے) اور دوسری روایت میں حجابہ النور اس کا حجاب نور ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ہر چیز کا اپنے اوصاف کے ساتھ قائم اور باقی رہنا اس وجہ سے ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ربوبیت محجوب اور پوشیدہ ہے لیکن انبیاء علیہم السلام اور خواص اولیاء اللہ وہ اللہ تعالےٰ کے الطاف اور کرم ہائے بے انتہا کے پردوں میں ہیں اور شیطان لعنت کے پردے میں ہے اور مومنین رحمت کے پردوں میں ہیں اور کافر ظلمت کے پردوں میں ہیں اور تمام چیزیں غفلت کے پردوں میں ہیں اس لئے جب اللہ تعالےٰ کسی چیز پر سے پردہ اٹھاتا ہے اور اس پر اپنی تجلی ظاہر کرتا ہے تو وہ چیز بعد ظہور اور تجلی اپنے اوصاف اور ذات کو کھو بیٹھتی ہے اللہ تعالےٰ نے طور پہاڑ کے بارے میں بیان فرمایا ہے

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ جَعَلَهٗ	جب تجلی کی اس کے رب نے
دَكًّا	تو کر دیا اس کو ریزہ ریزہ۔

اس طرح وہ پہاڑ مٹی ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ	جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے
لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ	تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور
كَثِيْرًا وَّخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ[۱]	جنگلوں کی طرف نکل جاتے

اور بعض احادیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ذرہ کی طرف نظر کی تو وہ پانی ہو گیا اور جاری ہو گیا اور اس کو قرار نہ رہا ایسے ہی اللہ تعالیٰ جب

---

[۱] مشکوٰۃ شریف

پہاڑوں پر اپنی قہاریت ظاہر فرمائیگا تو وہ دھنی ہوئی روئی کے گالے کی طرح ہوجائینگے اور ریزہ ریزہ ہوجائینگے ایسے ہی ستارے جھڑ پڑینگے چاند میں گرہن ہو جائیگا اور حضور م نے ارشاد فرمایا

اِذَا الشَّیْءُ مِنْ خَلْقِہٖ	اللہ تعالیٰ جب اپنی مخلوق میں
خَشَعَ لَہٗ	سے کسی پر تجلی کرتا ہے تو وہ خوفزدہ ہوجاتی ہے

شیخ نے فرمایا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اظہار قدرت باری تعالیٰ کی وجہ سے ان اشیاء میں ذلت اور تغیر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی اصلیت اور اوصاف سے بدل جاتی ہے اور یہ صرف بندوں کو ڈرانے کیلئے ہوتا ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لطف اور کرم کے پردہ کا معاملہ ہے اور حجاب رحمت کی بات ہے کہ انسان ہلاک نہیں ہوتے اور ایک حدیث میں ارشاد ہے

اِنَّ الشَّمْسَ تَشْرُقُ مِنَ	سورج جو تھے آسمان سے چمکتا
السَّمَاءِ الرَّابِعَۃِ ظَھْرُھَا	اسکی پشت دنیا کی طرف ہے
اِلَی الدُّنْیَا وَوَجْھُھَا لِاَھْلِ	اور چہرہ اہل آسمان کی طرف اور اس
السَّمٰوٰاتِ وَعِظَمُھَا مِثْلَ	کی بڑائی دنیا سے تین سو گنا ہے
الدُّنْیَا ثَلٰثَمِائَۃَ مَرَّۃً	یا جو چاہے اللہ اور قمر آٹھ سو
اَوْ مَا شَاءَ اللہُ وَالْقَمَرُ	فرسخ کے فاصلے پر ہے اس
ثَمَانُ مِائَۃَ فَرْسَخٍ فِی	کے مثل
مِثْلِہٖ	

اس لئے انسان کی تو کیا حقیقت ہے وہ تو جب بجلی چمکتی ہے اور بادل گرجتے ہیں کانپ جاتا ہے انسان نہایت ضعیف اور کمزور ہے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "جب تم ان میں سے کسی ایک کو گرہن میں دیکھو تو نماز پڑھو کیونکہ نماز میں خشوع اور خضوع ہے۔

لہ جمع الفوائد

تصویر اور کتا | شیخ نے بسند متصل حضرت علی رضؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا	فرشتے اس گھر میں داخل نہیں
فِيهِ صُورَةٌ اَوْ كَلْبٌ اَوْ جُنُبٌ	ہوتے جسمیں تصویر ہو یا کتا ہو
(جمع الفوائد)	یا جنبی ہو

شیخ نے فرمایا صورت اور تماثیل کے بارے میں حضورؐ سے متعدد احادیث مروی ہیں اور مصورین کے بارے میں وعید شدید بھی مروی ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عَذَّبَهُ	جس نے کوئی صورت بنائی اللہ
اللّٰهُ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهَا	اس کو عذاب دیگا تاکہ اس میں روح
الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ وَ	پھونکے اور وہ نہیں پھونک
مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ	سکتا اور جس نے کسی کی پوشیدہ
قَوْمٍ يَفِرُّوْنَ مِنْهُ صُبَّ	بات کو سنا اسکے کان میں سیسہ
فِىْ اُذُنِهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ	ڈالا جائیگا قیامت تک
الْقِيَامَةِ	
۲۔ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ	قیامت کے دن لوگوں میں سب
الْقِيَامَةِ مَنْ تَشَبَّهَ بِخَلْقِ	سے زیادہ عذاب اسکو ہوگا جس
اللّٰهِ يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا	نے اللہ کی خلق سے مشابہت اختیار
مَا خَلَقْتُمْ (جمع الفوائد)[1]	کی کہا جائیگا جو تم نے بنایا انکو زندہ کرو

۱۔ اور بتوں کی تصاویر جنکی پوجا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہے اس لئے ایسے گھروں میں فرشتوں کا نہ داخل ہونا بغض اور کراہت کی وجہ سے ہے اور گناہوں میں یہ گناہ سب سے بڑا ہے اور یہی ایک گناہ ایسا ہے جسمیں اباحت نہیں ہے کیونکہ اور دوسرے

---
[1] بخاری، مسلم، مالک۔

گناہ افعال میں اور افعال اعراض ہوتے ہیں جو باقی نہیں رہتے بلکہ وقت کے ساتھ وہ بھی ختم ہو جاتے ہیں اور صورت مدت دراز تک باقی رہتی ہے اس لیئے یہ گناہ دوسرے گناہوں کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہے اس کا بنانے والا اللہ تعالٰی سے مشابہت اختیار کرنا چاہتا ہے گویا عملاً وہ بھی ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے اگرچہ قولاً اس کا دعویٰ نہیں ہوتا ہے اور بت چونکہ انکی پوجا کی جاتی ہے اس لیئے وہ اور بھی زیادہ مبغوض ہوتے ہیں

۲۔ کلب (کتا) چونکہ نجس ہے اور تمام درندوں کے مقابلہ میں اس میں نجاست زیادہ ہے اس کے جھوٹے کے بارے میں بھی شدت کے ساتھ ممانعت مروی ہے حضرت ابوہریرہ رض نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

يُغْسَلُ الْإِنَاءُ إِذَا وَلَغَ	جب برتن میں کتا منہ ڈالدے
فِيْهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ	تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ پہلے
أُوْلَاهُنَّ بِالتُّرَابِ وَإِذَا وَلَغَتْ	اس کو مٹی سے اور جب بلی منہ
فِيْهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً (جمع الفوائد)[1]	ڈالدے تو ایک مرتبہ دھوؤ

شیخ نے فرمایا ہے کتے کے جھوٹے میں یہ شدت اس کی گندگی اور نجاست کی وجہ سے ہے اور حضور ص نے اس کے قتل کے بارے میں امر فرمایا ہے حضرت جابر رض نے روایت کیا ہے : حضور ص نے کتوں کے قتل کا حکم دیا تو حضرت ابن ام مکتوم آئے اور کہا حضور میرا گھر بڑا ہے اور میرے پاس کتا ہے آپ نے ان کو اجازت دیدی پھر قتل کے لیئے فرمایا[2]

---

[1] مشکوۃ شریف [2] کتے کے قتل کے بارے میں شروع میں عام حکم تھا اس کے بعد اس حکم میں تخفیف کردی گئی اور شکاری کتے اور پہرے کے لیئے رخصت دیدی گئی تھی اور باؤلے کتے اور ایسے ہی بالکل سیاہ کتے کا حکم بدستور باقی ہے ممکن ہے ابن ام مکتوم کو جو قتل کرنے کیلئے حکم دیا تھا وہ ابتدائی حکم کے تحت ہو لیکن موجودہ زمانہ میں جو شوقیہ پالے جاتے ہیں ان کی اجازت نہیں ہے ادجز صلا ج د

یہ بھی ممکن ہے کہ کتا شیطان کی سواری ہو اس لئے کہ شیطان کا بہت سی چیزوں میں حصہ ہے حضرت ابوامامہ رضؓ نے حضورؐ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:۔

شیطان کو جب زمین پر اتار دیا گیا تو اس نے عرض کیا الہٰی! آپ نے مجھے زمین پر اتار دیا اور مردود قرار دیدیا میرے لئے کوئی گھر اور مجلس تو مقرر فرما دیجئے! حکم ہوا بازار اور راستوں کے مجمع۔ عرض کیا میرے لئے کھانا؟ فرمایا! وہ کھانا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ کہا گیا ہو۔ عرض کیا میرے لئے پانی؟ فرمایا ہر نشہ کی چیز۔ عرض کیا میرے لئے کوئی موذن فرمایا مزامیر! عرض کیا میرے لئے کوئی قرآن؟ فرمایا اشعار۔ عرض کیا میرے لئے کوئی کتاب؟ فرمایا ہاتھوں پر کندہ کئے ہوئے نشانات۔! میرے لئے کوئی حدیث؟ فرمایا جھوٹ! عرض کیا میرے لئے کوئی رسول؟ فرمایا کاہن میرے لئے کوئی جال؟ فرمایا عورتیں! (حوالہ گذر چکا ہے)

لیث بن ابی سلیم نے اس کو مرفوع قرار دیا ہے۔ بہر حال یہ ثابت ہے کہ شیطان کا بہت سی چیزوں میں حصہ ہے اس لئے کتا اس کا جانور (سواری) ہے اسی وجہ سے اس کے قتل کا حکم فرمایا ہے اور کالے کتے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَوْلَا اَنَّ الْکِلَابَ اُمَّۃٌ مِّنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِھَا فَاقْتُلُوْا مِنْھَا کُلَّ اَسْوَدَ بَھِیْمٍ فَاِنَّہٗ شَیْطَانٌ (جمع الفوائد)	اگر کتے امتوں میں سے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان کے قتل کا حکم دیتا تم خوب سیاہ کو قتل کر دو وہ شیطان ہے۔

اس وجہ سے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا ہوتا ہے کیونکہ وہ شیطان ہے

۳۔ جنبی کا معاملہ یہ ہے۔ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے یہ آپ نے جنابت حرام کے بارے میں فرمایا ہو لیکن جنابت حلال کی وجہ سے فرشتے احتراز نہیں کرتے اسلئے کہ حضورؐ کا احتلام کے سوا جنبی ہونا ثابت ہے ابوسلمہؓ کے بھائی نے روایت کیا ہے

۱۔ كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا فَيَصُوْمُ	آپ بعض صبح کو جنبی ہوتے اور
ذٰلِكَ الْيَوْمَ	آپ اس دن روزہ رکھ لیتے تھے

اور حضرت انس رضؓ نے روایت کیا ہے

۲۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی تمام
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوْفُ عَلٰى	ازواج کے پاس ایک ہی غسل
نِسَائِهٖ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ	سے ہو آتے تھے۔

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے ؛۔

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا	عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اپنی
حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ	کھیتوں میں جیسے چاہے آؤ

اور جس نے اس حکم کی تعمیل کی فرشتے طاعت والی جنابت سے گریز نہیں کرتے ہیں ممکن ہے یہ حکم احتلام والی جنابت کیلئے ہو کہ غسل کرنا ممکن تھا اور پھر نہیں کیا اور ویسے ہی رات گذاردی حدیث میں مروی ہے کہ کسی نبی کو نہ احتلام ہوا اور نہ جنبائی آئی اور جنبائی کو حضورؐ نے شیطان کی جانب سے قرار دیا ہے چنانچہ سونے والے کو آپ نے حکم فرمایا ہے کہ یہ پڑھا کرے ؛۔

اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ	الہی ! میں بدخوابی اور احتلام اور
الْحُلْمِ وَالْاِحْتِلَامِ وَمِنْ	شیطان کے بیداری اور خواب میں
تَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ فِي الْيَقْظَةِ	کھیلنے سے پناہ چاہتا ہوں
وَالْمَنَامِ (جمع الفوائد)	

ظاہر ہے کہ شیطان کے تلعب (کھیل) کا اثر بغیر غسل کے زائل نہیں ہو سکتا

اور فرشتہ شیطان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اس وجہ سے فرشتہ اس گھر میں جانے سے گریز کرتا ہے

حدیث دیگر شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس قافلے میں کتا اور جرس (گھنٹا) ہو فرشتے اس کے ساتھ نہیں رہتے [1]

شیخ نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہوتی ہے کتے کی وجہ تو یہ ہے کہ وہ نجس اور ناپاک ہوتا ہے اور فرشتے اس سے نفرت کرتے ہیں اور کتا موذی جانور بھی ہے اور اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے بجز اس کے کہ چوپاؤں کی حراست اور شکار کے کام آتا ہے۔

تصویر کا معاملہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کوئی تصویر بنائی قیامت کے دن اس سے کہا جائیگا اسمیں روح پھونک وہ روح نہیں پھونک سکیگا۔ اس میں ایک سخت قسم کی وعید ہے بہرحال نتیجہ یہ نکلا کہ عام طور سے گھر والے اس معصیت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور فرشتے معصیت کی جگہ نہیں جاتے

جرس گھنٹا چوپاؤں کے گلے میں چرنے کے وقت ان کی حفاظت کے لئے باندھا جاتا ہے تا کہ مالک کو علم رہے اس سے قافلے والوں کا بھی جی لگتا ہے اور وہ باتیں کرتے چلتے ہیں لیکن چونکہ اللہ کے فرشتے ہر وقت مومنوں کی حفاظت کرتے ہیں

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ	اس کے لئے پہریدار ہیں سامنے سے
وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ	اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں
اَمْرِ اللّٰهِ	اس کی اللہ کے امر سے

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ثبت ہے

اس اعتبار سے لوگوں کے قلب ظاہری اطمینان کی طرف لگ جاتے ہیں اور ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے اس طرح توکل میں فرق آتا ہے علاوہ ازیں گھنٹہ دوسرے اسباب حفاظت کی طرح بھی نہیں ہے مثلاً دروازہ بند کر دینا تالا ڈال دینا۔ تو گھنٹہ میں کوئی اہم حفاظت نہیں ہے بلکہ گھنٹے کی آواز سے بعض دفعہ کانوں کو سرور حاصل ہوتا ہے

اَلْجَرَسُ مَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ — گھنٹہ شیطان کا باجہ ہے

اور مزامیر سے پرہیز کرنا ضروری ہے

عمر کی زیادتی اور کمی | شیخ نے بسند متصل حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جب اللہ تعالےٰ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کی کمر کو ملا تو ان کی کمر سے ان کی اولاد پیدا ہوئی جب ان کو حضرت آدم پر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۵ جمع الفوائد گھروں میں تصویر کا حکم بہت ظاہر ہے لیکن جانوروں کے گلے میں گھنٹہ باندھنا اس کے بارے میں اختلاف ہے حضرت شیخ نے اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالدی ہے شرعی اعتبار سے جانور کی حفاظت کے لئے گھنٹہ باندھ دینا جائز ہے عام طور سے چراگاہوں میں اور قافلوں میں چلنے کیلئے گھنٹہ ڈالدیتے ہیں اور مقصود اس سے حفاظت ہوتی ہے یہ جائز ہے لیکن اہل عرب کا یہ بھی طریقہ تھا کہ وہ اونٹوں کے پیروں میں جانور ڈال دیتے تھے وہ جائز نہیں ہے! درغالباً حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے حضرت شیخ نے جو توجیہات بیان کی ہیں وہ اس اعتبار سے درست ہیں کہ بعض دفعہ مختلف گھنٹوں کے آواز کے زیر و بم سے جو آواز بنتی ہے اس میں موسیقیت پیدا ہوجاتی ہے جو توجہ کو اپنی طرف لگا کر طرب اور وجد کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں اوجز صفحہ ۲۹۵ بذل ج ۵

پیش کیا تو انہوں نے ہر ایک آدمی کی پیشانی سے نور ظاہر ہوتا دیکھا اسی میں انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی کی پیشانی بہت منور ہے۔ دریافت کیا یہ کون ہیں؟ بتلایا گیا یہ تمہارے بیٹے داؤد علیہ السلام ہیں عرض کیا ان کی عمر کیا ہے؟ فرمایا ان کی عمر ساٹھ سال ہے عرض کیا میری عمر میں سے چالیس سال ان کی عمر میں زیادہ کر دیجئے۔ فرمایا جو لکھا جانا تھا لکھا گیا اب تبدیلی نہیں ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ختم ہوئی اور موت کا فرشتہ آیا تو حضرت آدم ع نے فرمایا میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں فرشتہ نے کہا وہ چالیس آپ نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دیدئے تھے حضرت آدم ع نے انکار کیا چنانچہ ان کے انکار کیوجہ سے ان کی اولاد میں بھی انکار کی صفت آئی اور ان کی خطا کی وجہ سے ان کی اولاد بھی خطاؤں سے متصف ہوئی وہ بھولے تو انکی اولاد بھی بھولی [۱]

شیخ نے فرمایا اس واقعہ کی اصل کتاب اللہ میں یہ ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ	اور جب لیا تیرے رب نے
بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ	بنی آدم کی پشت سے ان کی
ذُرِّیَّتَهُمْ	اولاد کو۔

اور احادیث شریف میں کتاب اللہ کی تفسیر ہے چنانچہ بہت سے ائمہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اکثر لوگوں نے اس کو قبول کیا ہے بہت تھوڑے لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور اہل حق نے اس کو فطرۃ اللہ قرار دیا ہے ارشاد ہے

---

[۱] تفسیر ابن کثیر و تفسیر مظہری میں چند جگہ یہ حدیث مذکور ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے اور حاکم نے اسکو مسلم کی شرط کے مطابق کہا ہے تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۳ ج ۲

فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا	اللہ کی فطرت وہی ہے جس پر لوگ پیدا ہوئے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ	ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اسکے ماں باپ اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

حدیث قدسی میں مروی ہے۔

خَلَقْتُ النَّاسَ حُنَفَاءَ فَاَهْلَكَهَا الشَّیْطَانُ عَنْهَا	میں نے انسانوں کو حنیف پیدا کیا پھر شیطان اسکو گمراہ کر دیتے ہیں

شیخ نے بیان فرمایا عیاض حرمی نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا،

لوگو! میں تمہیں وہ چیزیں بتلاتا ہوں جن سے تم واقف نہیں ہو اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے میں نے تمام انسانوں کو حنیف (باطل سے بچنے والا) پیدا کیا ہے شیطان انکے پاس پہنچا اور اس نے ان کو دین سے ہٹا دیا جو چیز انکے لئے حلال کی تھیں وہ اس نے حرام کر دیں اور میرا شریک بنانے کا امر دیا حالانکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے

پس اللہ تعالےٰ نے آدم ؑ کی پشت سے انکی اولاد کو پیدا کیا اور اپنی ربوبیت پر گواہی لی چنانچہ فرمایا ہے

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی	کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں

پس آدم علیہ السلام نے اس وقت انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور ان کے تمام احوال اور اوصاف کو ملاحظہ کیا اسی میں انھوں نے حضرت داؤد علیہ السلام

لہ مشکوٰۃ شریف

کا نور بھی دیکھا تمام انبیاء علیہم السلام میں حضرت داؤد علیہ السلام کی تخصیص ممکن ہے ان کے کسی عمل کی وجہ سے تخصیص ہو مثلاً وہ ایک صنعت (زرہ گری) سے واقف تھے یا ان کے کثیر العمل ہونے کی وجہ سے یہ تخصیص ہو جیسا کہ حضورؐ قتال مشرکین میں خاص تھے اگرچہ دیگر انبیاءؑ نے بھی اپنے دشمنوں سے جنگ کی ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے

۱۔ اَنَا النَّبِیُّ الْمُلْحِمَۃ — میں جنگ کرنے والا نبی ہوں لہ

۲۔ بُعِثْتُ بِالسَّیْفِ — میں تلوار کیساتھ مبعوث ہوا ہوں ۵۲

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت داؤدؑ میں رونے کی زیادہ عادت تھی وہ بُکا بہت کیا کرتے تھے حدیث میں وارد ہے

لَوْوُزِنَ بُکَاءُ دَاؤُدَ بِبُکَاءِ سَائِرِ — اگر ان کے رونے کا وزن کیا جائے

الْمَخْلُوْقِ لَرَجَحَ بِھَا ۵۳ — تو تمام مخلوق کے رونے سے زیادہ ہوگا

یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کثرت ذکر پر بہت زیادہ قادر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

کَانَ یَاْمُرُ دَابَّۃً اَنْ — اور وہ گھوڑے پر زین کسنے کا حکم

لہ ۵۲ جمع الفوائد ان احادیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائیاں بہت لڑی ہیں ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے

رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ — میرا رزق میرے نیزے کے نیچے ہے

(مراد مال غنیمت) وجہ دراصل یہ ہے کہ آپ کے جسقدر دشمن تھے کسی نبی کے اتنے دشمن نہیں ہوئے مدینہ منورہ میں دشمنوں نے آپکو چین سے بیٹھنے نہیں دیا اسلئے مدافعانہ ان سے جنگ کرنی پڑی لیکن اسکے باوجود آپ نے کسی کو قتل نہیں کیا

مَاضَرَبَ رسول اللہ صلعم شیئاً قط بیدہ ولا — آپنے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ کسی عورت

امراۃ ولا خادماً الا ان یجاھد فی سبیل اللہ — کو اور نہ خادم کو مگر جہاد فی سبیل اللہ کیا ہے

(بخاری) جمع الفوائد

۵۳ جمع الفوائد۔

يُسَرِّجُ فَيَقْرَأُ الزَّبُوْرَ قَبْلَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْهُ [1] — دیتے تھے اور اس سے فراغت نہیں ہوتی تھی کہ وہ زبور پوری پڑھ لیتے تھے

اس لئے ممکن ہے کہ یہ نور قرأت زبور ہو اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو آواز دلکش عطا ہوئی تھی جو کسی کو نہیں ملی پرندے اور جانور ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔

حضرت آدم ؑ کے سوال کے جواب میں جو یہ فرمایا گیا ہے جو کچھ تھا لکھا جا چکا ہے اب تبدیلی نہیں یعنی عمر اور حکم الٰہی میں اب تبدیلی نہیں ہو سکتی اگر ایسا ہوتا تو حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر سو سال کی ہوتی اور حضرت آدم ؑ نے جو انکار فرمایا وہ ظاہر ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ ان کا ہبہ قبول نہیں ہو سکا ہے کیونکہ عمر کی زیادتی کا معاملہ مکتوب ہو چکا تھا حضرت ابو درداء رضؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور ؐ کے پاس عمر کی زیادتی کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا

لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا — جب کسی کی موت آئے گی تو اللہ تعالیٰ اس کو موخر نہیں کریگا۔

لیکن زیادتی نیک اولاد کی وجہ سے ہوگی جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کریگی۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے مثلاً کسی آدمی کی عمر تین سال ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو تیس سال کر دے گا اور یہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کی وجہ سے ہوگا اور اگر کسی کی عمر تیس سال کی ہوگی تو اسکو تین سال کر دے گا اور یہ عدم سلوک اور عدم صلہ رحمی کی وجہ سے ہوگا [2]

اس لئے حضرت آدم کا انکار ہبہ ناقص کی وجہ سے تھا [3] نہ کہ نفس ہبہ رہا خطا اور نسیان کا معاملہ تو وہ نبوت کو مجروح نہیں کرتے کیونکہ نسیان

---

[1] بخاری، مشکوٰۃ۔ [2] یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے عمر میں برکت اور بے برکتی مراد ہو جیسے کہ ثابت ہے کہ بعض سے کم عمر میں ہی وہ کام ہو جاتے ہیں جو طویل عمر والوں سے نہیں ہوتے

[3] ہبہ ناقص یہ ہے کہ جس پر قبضہ نہ ہوا ہو۔

انسان کا فعل نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور خطا کی وجہ سے
بندہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے نہیں گرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی
دوستی میں کوئی فرق بھی نہیں آتا ہے البتہ خطا پر اصرار اور ترک توبہ سے
بندہ گرجاتا ہے اور اقرار خطا اور توبہ۔ یہ انبیاء اور اللہ تعالیٰ کے درمیان
سبب مواصلت ہیں نہ کہ سبب فراق (جیسا کہ متعدد احادیث اور آیات
میں گذرچکا ہے) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں
ارشاد فرمایا

وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا — ہم نے اس کا عزم نہیں پایا

اس وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام اوصاف شاکر اور صابرین سے خارج
نہیں ان کے بارے میں یہ نہیں سوچا جا سکتا

افضل اسلام

شیخ نے بسند متصل حضرت ابن عباس رضا سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ سے دریافت کیا گیا دین
کی کونسی خصلت محمود ہے یا کونسا دین محمود ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا

اَلْحَنِیْفِیَّۃُ السَّمْحَۃُ [۱] — خالص حنفیت اور سہولت والا دین

شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ — دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے

اس لئے اسلام کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دین پسندیدہ نہیں
ہے گویا سائل نے بعض دین کے بارے میں دریافت کیا تھا اور جواب
میں فرمایا اللہ تعالیٰ کو کُل اسلام محبوب ہے اور حنفیت کے معنی یہ ہیں
کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل رہے گویا آپ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے
تمام اوصاف میں سے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے وہ یہ کہ بندہ ہر حال میں
اللہ تعالیٰ کی طرف مائل رہے اور یہی معنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ہیں اور

---

[۱] جمع الفوائد مشکوٰۃ شریف

اسی وجہ سے اس کو کلمہ اخلاص کہتے ہیں

اور سمحہ کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں یعنی اللہ تعالے کیساتھ سہولت کے ساتھ مائل ہوجانا یہ دین کے اوصاف میں سے سب سے زیادہ محبوب وصف ہے دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا حضور! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کھانا کھلانا اور اچھا کلام کرنا آپ سے دریافت کیا گیا ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا

السماح والصبر — سماح اور صبر

شیخ نے فرمایا سماح کے معنی وہی ہیں جو ذکر ہو چکے اور صبر نفس کے روک لینے کا نام ہے یعنی نفس کو غیر اللہ کی طرف مائل ہونے سے روک لینا اور اسی کا نام حنفیت ہے کیونکہ بندہ جب صبر کرتا ہے تو گویا دوسروں سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں وہ جواب نہیں دیا جو حضرت جبرئیل ؑ کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ اسلام یہ ہے

تُقِیْمُ الصَّلوٰۃَ وَتُؤتِی الزَّکوٰۃ — نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر۔

ایسے ہی ایمان کے بارے میں وہ جواب نہیں دیا بلکہ وہ وصف تبلایا جو اللہ تعالے کو سب سے زیادہ محبوب اور پسند ہے۔ افضل خصال سماح اور صبر کو تبلایا وہ جواب نہیں دیا جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیا تھا اسی طرح سے آپ نے یہاں جواب دیا

اَیُّ الْاَدْیَانِ اَحَبُّ اِلی — کونسا دین اللہ کو محبوب ہے

تو آپ نے جواب میں

اَیُّ خِصَالِ الْاِسْلَامِ افضل — اسلام کی کونسی خصلت افضل

ارشاد فرمایا حنفیۃ سمحۃ افضل خصلت ہے اگر عین کے بارے میں

دریافت کیا جاتا تو آپ جواب میں فرماتے "الاسلام" جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ — دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "اَحَبّ" سے مراد

۱ — اَخَصُّ اَوْصَافِ اَھْلِ الدِّیْنِ — اہل دین کے مخصوص اوصاف

۲ — اَرْفَعُ خِصَالِ الْاِسْلَامِ — اسلام کی سب سے رفیع خصلت

اور یہ خصلت لاالٰہ الااللہ کی تصدیق قولاً اور نیتۃً اور اِلقاناً ہے جب بندہ اس کی تصدیق کرتا ہے تو اللہ کے سوا سب سے اعراض کر لیتا ہے اور اسی کو حنیف کہتے ہیں اور اسلام کا سب سے خاص وصف استسلام (تابعداری اختیار کرنا) ہے یہی معنی سمحۃ اور سماحت کے ہیں اور یہی معنی حضورؐ کے ارشاد "اطعام الطعام وطیب الکلام" کے ہیں کیونکہ کھانا کھلانے میں خرچ کرنا پایا جاتا ہے اور یہی سمحت ہے اور طیب الکلام کا مطلب بھی یہی ہے اور سماح نفس یہ ہے کہ لاالٰہ الااللہ کہے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کہے اور یہی طیب کلام ہے اور چونکہ طعام انسانوں کے لئے سب سے زیادہ محبوب چیز ہے اس لئے اس کو دوسروں پر خرچ میں زیادہ سماحت پائی جاتی ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَا تُنْفِقُ الْمَرْاَۃُ مَالَ زَوْجِھَا	عورت بغیر شوہر کی اجازت کے
اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِھَا قَالُوْا	شوہر کا مال خرچ نہ کرے عرض
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا الطَّعَامُ	کیا اور نہ کھانا یا رسول اللہ!
قَالَ ذَالِکَ اَفْضَلُ اَمْوَالِنَا	فرمایا یہ ہمارا سب سے افضل
رجمع الفوائد [۱]	مال ہے

---

[۱] اس حدیث سے ثابت ہے کہ عورتوں کو گھر کی چیزوں کے دینے میں خاوند کی اجازت ضروری ہے البتہ کھانے پینے کی وہ چیزیں جن کے جلد بگڑنے کا اندیشہ ہو وہ بلا اجازت بھی دی جا سکتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔
جس نے کھانا خرچ کرنے میں سخاوت کی تو کھانے کے علاوہ
دوسری چیزوں میں اور زیادہ سخاوت ہے

لہٰذا جس نے اللہ کے علاوہ دوسری چیزوں سے اعراض کیا وہ اللہ تعالیٰ کی
طرف متوجہ ہے اور جو دوسروں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو یہی حنیف
سمح (سب سے اعراض کرکے خدا کی طرف رغبت کرنے والا ہے) اللہ
تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

۱- اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی	تم بتلاؤ تو لات اور عزیٰ اور
وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی	منات تیسرا (الی قولہ) نہیں
(الی قولہ) اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ	اتباع کرتے وہ مگر اٹکل کی
اِلَّا الظَّنَّ	

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ بتوں کی پوجا خواہش نفسانی کی وجہ سے کرتے ہیں

۲- قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ	کہینگے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور
وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ	مساکین کو کھانا بھی نہیں کھلاتے تھے
۳- کَلَّا بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ	کچھ نہیں بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ	کرتے ہو اور مساکین کے کھلانے
الْمِسْکِیْنِ وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ	پر آمادہ بھی نہیں کرتے ہو اور کھاتے
اَکْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ	ہو تم میراث کو سمیٹ کر اور محبت
حُبًّا جَمًّا	کرتے ہو مال سے خوب زیادہ

اس میں خبر دی ہے کہ جس نے اللہ کا کفر اور شرک کیا وہ یہ چیزیں مال اور نفس
کے اتباع میں کرتا ہے، حدیث شریف میں بھی مال کی سخاوت سماح
مال اور حسن خلق کو سماح نفس قرار دیا ہے اس لئے کہ اعلیٰ درجہ کا حسن خلق
یہ ہے کہ لوگوں کی بداخلاقی کی شکایت نہ کرے

یہ بھی ممکن ہے کہ دین کو اپنے اصلی معنی پر رکھا جائے اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ دین نصرانیت اور دیگر ادیان میں سے آپ نے سب سے محبوب حنفیہ سماح (یعنی اسلام) کو قرار دیا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی بڑی نعمت قرار دیا ہے

۱۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا	آج پورا کر دیا میں نے تمہارے لئے دین کو اور تمام کر دیا تم پر اپنی نعمتوں کو اور پسند کیا تمہارے لئے دین اسلام کو۔
۲۔ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ	یہ میرا راستہ سیدھا ہے اس کی اتباع کرو
۳۔ مَا كَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا	نہ تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی لیکن وہ تھے حنیف مسلمان

اور سمح کے معنی آسان دین کے ہیں دین اسلام میں دیگر ادیان کے مقابلہ واضح سہولتیں ہیں اس لئے یہ دین سہل ہے اور یہی معنی سمح کے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا	اور نہ لاد ہم پر بوجھ جیسا کہ لادا تو نے ان لوگوں نے جو ہم سے پہلے تھے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا اَیْنَمَا اَدْرَكَتْنِی الصَّلٰوةُ صَلَّیْتُ وَاُحِلَّتْ	میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کر دیا گیا ہے پس جہاں بھی میری نماز کا وقت ہوگا

لِیَ الْغَنَائِمُ (مشکوۃ) لہ	میں نماز پڑھوں گا اور حلال کر دیا گیا میرے لئے مال غنیمت کو

حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ نے ارشاد فرمایا ہے

یہ اللہ کا دین اسلام ہے جو کھلا ہوا راستہ اور وسیع طریقہ ہے سیدھا اور سلامتی والا دین ہے جس میں نہ ٹیڑھ ہے نہ شدت ہے اللہ تعالیٰ اپنی توحید پر دوزخ سے نجات دیگا اور جنت میں عمل صالح اور سچی نیت کی وجہ سے داخل فرمائیگا اور گناہ اگر زمین اور آسمان سے بھی بڑے ہوں تو ایک دفعہ کی توبہ سے معاف ہو جائینگے ایک مرتبہ کی استغفار مشرق سے لیکر مغرب تک کے گناہوں کو معاف کرا دیگی۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمام اقوام اور ملتوں میں اسلام ہی وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، ارشاد فرمایا

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ	جو بھی اسلام کے علاوہ دوسرا دین تلاش کریگا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا

اور یہ وہی دین سجہ ہے جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں جس میں کسی قسم کی محنت اور کلفت نہیں ہے بخلاف دوسرے ادیان کے چنانچہ بنی اسرائیل کی توبہ کے بارے میں ارشاد ہے

تُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ ۲	اپنے رب کی طرف توبہ کرو اس طرح، اپنے نفسوں کو قتل کرو۔

لہ یہ صرف حضورؐ کی امت کی تخصیص ہے آپ سے پہلے کسی امت کے لئے جائز نہیں تھا کہ وہ ہر جگہ عبادت کر سکیں اور نہ آپ سے پہلے کسی امت کیلئے تیمم کرنا جائز تھا اور نہ کسی امت کیلئے مال غنیمت حلال تھا

۲ہ بنی اسرائیل کی توبہ کا یہ واقعہ اسوقت پیش آیا کہ جب انہوں نے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا تھا حکم ہوا تم میں سے ہر ایک دوسرے کو قتل کرے یعنی جس جس نے اسکی پوجا کی تھی بنی اسرائیل میں یہ حکم تھا کہ اگر کسی جگہ نجاست لگ جاتی تو اسکو کاٹ دیتے اور اگر کپڑے پر لگ جاتی تو اسکو جلا دیتے تھے یہ سخت حکم ہمارے دین میں نہیں ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو لائے وہ حنیف اور سمحہ ہے یعنی اس میں سہولت اور نرمی ہے اور اسی سے یہ دین اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے

۱۔	اِتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ	بقدر طاقت اللہ سے ڈرو
۲۔	وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ	تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں کی گئی ہے

اور مومنین کے رسول کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔	فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ	اللہ ہی کی رحمت سے آپ ان کے لئے نرم ہوئے ہیں
۲۔	وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ	اور ہم نے آپ کو عالمین کیلئے رحمت بنایا ہے۔

مسلمان حاکم شیخ نے بسند متصل روایت کیا ہے کہ بشر بن عاصم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رض نے ایک دفعہ انکو عامل مقرر کرنا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے :۔

جب قیامت ہو گی تو والی (حاکم) کو لایا جائیگا اور اسکو دوزخ کے قید خانہ میں پھینک دیا جائیگا اور حکم دیا جائیگا کہ قینچی سے اس کی کھال کاٹی جائے اس سے ہر ایک ہڈی اس کی جدا ہو جائیگی پھر اللہ تعالےٰ ہڈیوں کو حکم دیگا وہ پھر اپنی جگہ جڑ جائینگی پھر اللہ تعالےٰ اس آدمی سے دریافت کریگا اگر وہ آدمی مطیع تھا تو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت کے طفیل اس کو مرحمت فرمائیگا اور اگر وہ عاصی تھا تو اس کے جسم کو دوزخ میں جلایا جائیگا اور وہ دوزخ میں ستر خریف تک گرتا ہی چلا جائیگا[1]

---

[1] خیر المواعظ از بیہقی۔

یہ سنکر حضرت عمر رضہ نے فرمایا کیا آپ نے حضور صہ سے یہ سنا ہے کہا ہاں!
میں نے سنا ہے اور اس وقت حضرت سلمان فارسی رضہ اور حضرت ابوذر
غفاری رضہ بھی تھے حضرت سلمان فارسی رضہ نے فرمایا قسم خدا کی اے عمر!
ستر خریف کے ساتھ مزید ستر خریف وہ دوزخ کی وادی میں جس کی آگ
بھڑکتی ہے رہیگا۔ حضرت عمر رضہ نے یہ سنکر سر پکڑ لیا اور کہا " انا للہ وانا
الیہ راجعون اور فرمایا اس سے کون بچ سکتا ہے حضرت سلمان رضہ نے فرمایا
جس نے اپنی ناک کو اللہ کے لئے ذلیل کیا اور اپنے رخساروں کو زمین سے
ملادیا

شیخ نے فرمایا حدیث میں رخسار کو زمین سے ملانا یہ ذلت سے استعارہ
ہے یعنی جس نے اپنے کو اللہ کے لئے ذلیل کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ
تعالےٰ قیامت کے دن متکبرین کو چیونٹیوں کی طرح ظاہر فرمائیگا کہ لوگ
ان کو اپنے پیروں سے روندیں گے

شیخ نے فرمایا حضرت سلمان رضہ کے فرمانے کا یہ مطلب ہے اے عمر!
آپ کے ہوتے ہوئے کوئی آدمی طلب دنیا کے لئے ان عہدوں کو نہیں قبول
کرسکتا۔ اور اگر کسی نے اختیار کرلیا اور اس کا حق ادا نہ کیا تو اسکا انجام قیامت
میں متکبرین کی طرح ہوگا جیساکہ حدیث میں مذکور ہے

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے بھی حکومت
طلب نہیں کی حضرت ابوبکر رضہ نے اختیار کیا تو وہ ہمیشہ خوف زدہ رہے
حضرت ابوبکر رضہ نے حضرت عمر رضہ کو خلیفہ بنایا اور حضرت عثمان رضہ شوریٰ سے
خلیفہ منتخب ہوئے اور حضرت علی رضہ سے سب نے برضا ورغبت بیعت کی
اور وہ برابر انکار کرتے رہے چنانچہ مروی ہے کہ یوم جمل میں حضرت علی رضہ
نے ارشاد فرمایا تھا:۔

جب لوگ حضرت عثمان رضہ کے دفن سے فارغ ہوگئے تو وہ

میرے پاس بیعت کے لئے آئے میں نے ان سے کہدیا کہ
مجھے اس معاملے میں ڈر ہے اور میں یہ اقدام نہیں کرسکتا
یہاں تک کہ ایک بھیڑ آ گئی تب میں نے بیعت لی
بہرحال کسی نے بھی حکومت اور سیادت کو برضا و رغبت قبول نہیں کیا
اس طرح حضرت سلمان رضہ کے اس ارشاد کے یہ معنی ہونگے ۔
حکومت کو برضا و رغبت وہی اختیار کریگا جس کی ناک کو
اللہ تعالے ذلیل کرنا چاہے گا
اور جو آدمی ایسا ہے وہ متکبرین میں سے ہے اللہ تعالے اسکو ذلیل کریگا
اور حضرت سلمان رضہ کے قول کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں۔ اس حکومت کو ضرورت
کے وقت وہی اختیار کریگا جس کا تکبر ختم ہوگیا ہے اور اس نے اللہ کے دین
میں تواضع کو اختیار کیا ہے اس طرح یہ معنی ہیں ۔

سلت اللّٰہ انفہ — اللہ تعالے نے اسکی ناک کے کبر زدہ کردیا

اور حضرات خلفاء راشدین ایسے ہی تھے (کہ ان میں تواضع تھی وہ دنیا سے
بہت دور تھے ۔)

حدیث دیگر | شیخ نے بسند متصل حضرت ابو قتادہ رضہ سے روایت کیا
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

سَاقِی الْقَوْمِ آخِرُھُمْ شُرْبًا [1] — قوم کو پلانے والا آخر میں
پیتا ہے ۔

اس میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ جو مسلمانوں کے معاملات کی اصلاح پر
مامور کردیا گیا ہو اس کے ذاتی مفاد قومی مفاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں ہر
حال میں تمام قومی فائدے اور تمام ملی نقصانات مقدم ہو جاتے ہیں ان
ہی لوگوں میں حضرات علماء کرام کا بھی شمار ہے کہ وہ دینی امور کے محافظ اور
معلم ہوتے ہیں ۔

---

[1] جمع الفوائد

ایسے ہی تاجر اور پیشہ ور اور صاحب صنعت لوگ ہیں کہ ان لوگوں کو اجتماعی فائدہ اپنے ذاتی فائدے پر مقدم رکھنا چاہیئے یہی حکم اہل سیاست کا ہے ان کے سامنے صرف اپنا تسلط اور غلبہ نہ رہنا چاہیئے بلکہ قومی فائدے مقدم رکھنا ضروری ہیں

علماء پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ جاہلوں کو دین سکھلائیں انکو نصیحت کریں اور ان کی ایذادہی پر صبر کریں اور جاہلوں کے ذی فہم کی توقیر کریں ان کے اوقاتِ نشاط کا خیال رکھیں اور ان پر (وعظ) میں زیادہ طول کو اختیار نہ کریں کہ وہ ملول اور پریشان ہوجائیں اور ان سے کسی معاوضہ کے طالب نہ ہوں اور یہی مطلب اس کا ہے

سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ — قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے

حضرت بلال بن سعد نے اپنے والد سے روایت کیاہے کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد خلیفہ کے کیا حقوق ہیں فرمایا:

ایک پیالہ ثرید۔ اور اگر ان کے پاس گھر نہ ہو تو گھر اور سواری نہ ہو تو سواری

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی پھر اس کے بعد ملوکیت ہوجائے گی

سفینہ نے کہا کہ میں نے جب شمار کیا تو خلافت ابوبکرؓ، خلافت عمرؓ، خلافت عثمانؓ، خلافت علیؓ کی مدت خلافت تیس سال تھی۔ میں نے سفینہ سے کہا بنو امیہ تو اپنے کو خلیفہ کہتے ہیں۔ فرمایا غلط کہتے ہیں بلکہ وہ بہت برے بادشاہ ہیں ان کو حضورؐ نے خلافت سے نکال دیا ہے

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:۔

اگر اہل علم علم کی حفاظت کریں اور اہل لوگوں کو علم سکھلائیں

تو وہ اپنے زمانے کے سردار ہو گئے لیکن انہوں نے اہل دنیا کو علم دینا شروع کر دیا ہے تاکہ وہ ان سے دنیا حاصل کریں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے :۔

مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ الْمَعَادِ كَفَاهُ اللّٰهُ سَائِرَ هُمُوْمِهٖ[1]	جس نے سب غموں کا ایک غم بنا لیا (یعنی آخرت کا غم۔ اللہ تعالٰی اس کے تمام غموں میں کفایت کریگا۔

قلبی کیفیات | شیخ نے بسند متصل حضرت حنظلا اسیدی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَوْ اَنَّكُمْ تَكُوْنُوْنَ كَمَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِیْ لَاَظَلَّتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا	اگر تم ہر وقت ایسے ہی ہوتے جیسے میرے پاس، تو فرشتے اپنے پروں سے تمہارے اوپر سایہ کرتے۔

شیخ نے فرمایا ممکن ہے اس کے معنی یہ ہوں کہ اپنے ظاہری احوال میں جس طرح تم میرے پاس ہوتے ہو اگر یہی حالت تمہاری میرے پاس سے ہٹنے کے بعد رہے تو فرشتے تم پر سایہ کریں اور تم سے مصافحہ کریں لیکن یہ حالت ہمیشہ نہیں رہتی ہے

معلوم رہنا چاہیے آدمی کا حال اس کا باطن اور مشاہدہ ہوتا ہے جس کا تعلق قلب سے ہے تو آپؐ نے فرمایا ہے کہ اگر وہی کیفیت جو میرے پاس رہتی ہے تمہارے قلوب میں ہمیشہ رہے تو فرشتے تمہارے اوپر سایہ کریں۔ شیخ نے فرمایا اس کا تعلق کیفیات سے ہے[2] اور کیفیات

---

[1] جمع الفوائد [2] جمع الفوائد۔

کو دوام اور قیام نہیں ہوتا وہ بدلتے رہتے ہیں اسی وجہ سے بعض اکابر نے فرمایا ہے

اَلْوَجْدُ مَقْرُوْنٌ بِالزَّوَالِ	وجد (کیفیت) زوال سے ملا ہوا
وَالْمَعْرِفَۃُ ثَابِتَۃٌ لَاتَزُوْلُ[1]	ہے اور معرفت قائم رہتی ہے زائل نہیں ہوتی

الوجد یطرب من فی الوجد راحتہ والوجد عند حضور الحق مفقود

حدیث پاک کی تشریح ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ایسے ہوتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے لوٹتے ہیں تو ایسے ہو جاتے ہیں یعنی اموال اور اولاد کی تقسیم میں لگ جاتے ہیں یعنی یہ کیفیات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کی آپ کے پاس سے ہٹنے سے زائل ہو جاتی ہیں۔

حضرت انس رضؓ نے فرمایا۔

ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے ہاتھ جھاڑے بھی نہیں تھے کہ ہم نے قلوب میں اجنبیت سی محسوس کی[2]

اور یہ اس وجہ سے تھا قوتِ نبوت تمام قوتوں پر غالب تھی چنانچہ عبدالملک بن عبداللہ بن سفیان نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ابو جہل نے مجھ سے اونٹ خریدا تھا لیکن وہ اس کی قیمت میں ٹال مٹول کر رہا ہے۔ حضورؐ اس آدمی کو لیکر ابوجہل کے پاس گئے اور فرمایا تو نے اس کی اونٹنی خریدی تھی بولا ہاں! فرمایا اس کی قیمت کیوں نہیں دی؟ عرض کیا ابھی لائے دیتا ہوں چنانچہ اس نے فوراً قیمت لاکر دیدی۔

---

[1] اس سے ثابت ہے کہ صاحب وجد و حال کے لوگ بلند مقام کے لوگ نہیں ہوتے وجد و حال تو بعض دفعہ جانور بھی طاری ہو جاتا ہے [2] مشکوٰۃ شریف

یہ ہے نبوت کی شان کہ وہ تمام قوتوں پر غالب رہتی ہیں اسی طرح سر نبوت کے تصرفات حضرات صحابہ رض کے تمام تقاضوں پر غالب رہتے تھے

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِمَنْ يَّشَاءُ	اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا
وَيَفْتَحُ مَا يُرِيْدُ وَهُوَ	ہے جسکو چاہے۔ کھولدیتا ہے
الْحَمِيْدُ الْمَجِيْدُ	جو ارادہ کرتا ہے وہ حمید اور مجید ہے

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَصَلَوَاتُهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ اَجْمَعِيْنَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

١ـ عرض شد فی ٧ رجادی الآخر	پیش ہوئی ٧ رجادی الآخر
٩٢٣ھ، ٢٨ ذلقیعدہ ٩٢٧ھ	٩٢٣ھ، ٢٨ ذلقیعدہ ٩٢٧ھ میں
٢ـ قَدْ وَقَعَ الْفَرَاغُ بِحَمْدِ اللّٰهِ	فراغت ہوئی اللہ کی حمد اور
وَتَوْفِيْقِهٖ فِيْ وَقْتِ الْاِشْرَاقِ	توفیق سے اشراق کے وقت میں
يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ الثَّالِثِ مِنْ	منگل کے دن ٣ رجادی الآخر
جمادى الاخرى سنة ٨٣٨ھ	٨٣٨ھ کو۔ لکھا اس کو
ثمان وثلاثين ثمان مائة	بندہ کمزور نے جو امیدوار ہے
كتبه العبد الضعيف النحيف	رحمت کا اللہ کریم کی یعنی
الرّاجي الى رحمة الله	عبدالملک بن احمد بن حسن
الكريم عبد الملك بن	کہ لقب خلیفہ ہے معاف
احمد بن حسن الملقّب	کرے اللہ اس کو اور اس
بالخليفة غفر الله له وَ	کے ماں باپ اور تمام
لِوَالِدَيْهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ	مومنین مرد اور عورتوں کو
الْمُؤْمِنَاتِ اَجْمَعِيْنَ	

اور اب راقم الحروف عرض کرتا ہے

قد وقع الفراغ بحمد الله	فراغت ہوئی اللہ تعالیٰ کی حمد
وتوفيقه في وقت الاشراق	اور اسکی توفیق سے اشراق کے وقت

يوم الثلثاء سبعة عشر
ذوالحجه سنة ١٣٩٧ھ عن
ترجمة هذا الكتاب
الحمد لله رب العلمين
والصلوة والسلام على
سيد المرسلين محمد
وآله واصحابه اجمعين
برحمتك يا ارحم الراحمين
ربنا تقبل منا انك انت
السميع العليم واغفر
لنا ولآبائنا وامهاتنا
ولاحبابنا ولجميع
المسلمين ۔

منگل کے دن ١٧ ذی الحجہ
١٣٩٧ھ کو اس کتاب کے
ترجمہ سے
تعریف اللہ رب العالمین کی
اور درود، سلام سید المرسلین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی
آل واصحاب سب پر۔ اپنی رحمت
سے اے مہربان۔ الٰہی ہم سے
قبول فرما تو جاننے والا اور سننے
والا ہے اور ہماری اور ہمارے
آباء کی اور ماؤں کی اور ہمارے
احباب اور تمام مسلمانوں کی
مغفرت فرما۔ آمین۔

عزیز الرحمٰن غفرلہ

مدنی دارالتالیف و مدنی دارالافتاء

مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بجنور

تالیفات مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری

۱۔ سیرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت پاک پر عربی، انگریزی، فارسی، اردو ہر زبان میں بے شمار کتابیں ہیں جو دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلی ہیں۔ یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح جاری رہیگا ہماری کتاب سیرت رسالتمآب میں جو خصوصیات ہیں ہندوستان اور پاکستان کی اردو زبان میں کسی کتاب کو وہ خصوصیات حاصل نہیں ہیں (۱) یہ کتاب سن کے اعتبار سے مرتب ہے ہر سن کو مستقل ایک بڑے باب کی صورت دیگئی ہے (۲) ہر سن میں جس قدر واقعات ہوئے ہیں ان کو ترتیب وار لکھ دیا گیا ہے (۳) ہر واقعہ کو مستند حوالہ کے ساتھ لکھا گیا ہے (۴) جو مباحث بحث طلب ہیں ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے (۵) حاشیہ میں قرآن پاک کی بہت سی سورتوں کا سن نزول لکھ دیا گیا ہے (۶) حالات حاضرہ اور جدید مسائل پر سیرت پاک کی روشنی میں رہنمائی کی گئی ہے غرضیکہ یہ کتاب بہت سی خوبیوں کی حامل ہے صفحات ۶۷۲ جلد نہایت خوشنما قیمت مجلد ۳۰ روپے

۲۔ سیرت اصحاب النبی صلعم

یہ سیرت رسالتمآب کا دوسرا حصہ ہے کہ جس میں اولاً فضائل صحابہ پر اتنا بیش قیمت مقدمہ ہے کہ آج تک آپنے ملاحظہ نہ کیا ہوگا۔ بابا رتن ہندی صحابی ہیں یا نہیں اسکی پوری تفصیل۔ خلفاء اربعہ کے تفصیلی حالات اور ان پر اتنے مؤدب پیرایہ میں تبصرہ ہے کہ موافقین و مخالفین ہر مسلک کا آدمی بے اختیار داد دیتا ہے

طباعت عمدہ صفحات ۴۰۰ قیمت ۱۵ پندرہ روپیہ

(عنقریب شائع ہو جائے گی)

۳- حیات امام اعظم ابو حنیفہ رح

یہ کتاب امام اعظم ابو حنیفہ رح پر ایک کامیاب ریسرچ ہے علمائے ہند نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب الوزہر مصری اور شبلی نعمانی کی کتاب سے بہت زیادہ بہتر ہے دنیا کے بیشتر ملکوں میں پہونچ چکی ہے اور اب تک متعدد ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں (تیسرا ایڈیشن زیر طبع)

۴- تذکرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح سابق امیر تبلیغ کی زندگی کے تفصیلی حالات انگلینڈ، چین، جاپان اور امریکہ میں اشاعت اسلام اور تبلیغی عمل کی برکات اب تک متعدد ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں سیکڑوں اخبارات نے اسی کتاب سے اخذ کر کے مضامین کو شائع کیا ہے اور اب اضافوں اور جدید ترتیب کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ قیمت :- ۹ روپے

۵- ولی کامل شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی زندگی کے تفصیلی حالات بے انتہا مقبول کتاب متعدد ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں قیمت: ۶ روپے پچاس پیسے

۶- مخدوم صابر کلیری حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری کے تحقیقی حالات متعدد اعتراضات کے جوابات۔ صابر صاحب کے سلسلہ میں مستند اور حرف آخر کتاب۔ ہدیہ: تین روپے

۷- تفسیر رشیدی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے تفسیری افادات ملا جیون کی تفسیر احمدی کی طرح قرآن پاک کے معرکۃ الآراء مسائل پر تفسیری ترتیب کے ساتھ لاجواب کتاب۔ ہدیہ: تین روپے

۸- زاد المعاد کا (اردو ترجمہ) یہ کتاب ستر سو صفحات پر مشتمل ہے سیرت خیر العباد کے نام سے شائع ہو چکی ہے علامہ ابن قیم کے قلم سے سیرت پاک پر بہترین کتاب دو حصہ طبع ہو چکے ہیں۔ ہدیہ :- ۳۶ روپے

۹۔ اسلامی علوم اور معاشرت

امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی کتاب بستان (۳۷۳ھ) کا ترجمہ اور اس پر عالمانہ اور محققانہ حواشی۔ یہ قلمی کتاب تھی جس کو اردو کا لباس پہنایا گیا ہے اسلامی علوم اور معاشرت پر اتنی نئی اور عجیب و غریب معلومات آپکو سینکڑوں کتابیں پڑھنے کے بعد بھی حاصل نہ ہونگی۔ علماء، طلباء اور عوام ہر ایک ہی کے لئے مفید اور لاجواب کتاب ہے کتابت عکسی نولو آفسیٹ پر جلد خوشنما حسین۔ صفحات ۴۰۰ زیر طبع ہے عنقریب منظر عام پر آجائے گی۔

۱۰۔ اسلامی دستور کے بنیادی اور رہنما اصول

قانون، فقہ اور شریعت اسلامی پر اسلامی لٹریچر میں اردو زبان میں آجتک ایسی کتاب طبع نہ ہوئی ہوگی۔ علماء میں بصیرت اور طلباء میں اونچی استعداد پیدا کرنے والی کتاب۔ عوام کے لئے رہنما اور زندگی کو صحیح رُخ پر ڈالنے والی کتاب۔ اب تک بہت سے علماء نے اس کا مسودہ دیکھ کر اعتراف کیا ہے کہ اسلام کی تیرہ سو سالہ لٹریچر میں نہایت قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ قیمت:- چودہ روپیہ۔ ابھی انتظار فرمائیں صفحات ۴۰۰

۱۱۔ تاریخ الاحکام

قرآن پاک کی تمام سورتوں کا سن نزول اور پھر اسلام کے تمام ابواب فقہ اور حدیث کی تاریخ سیرت اور قرآن پاک، احادیث اور فقہ پر اور فقہ کے تمام مسائل کی تاریخ اور پھر ان کی تاریخی ترتیب۔ اس موضوع پر اسلام میں سب سے پہلی کتاب ہے زیر طبع ہے ابھی انتظار فرمائیں صفحات تقریباً ۵۰۰

ملنے کا پتہ **مدنی دار التالیف۔ بجنور۔ یوپی**